خواتین اہل بیت

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ ازواج مطہرات بیٹیوں اور نواسیوں
کی پُر نور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

تالیف: احمد خلیل جمعہ
اردو ترجمہ: ابوضیاء محمود احمد غضنفر

دار الابلاغ
DARULIBLAGH

دارالابلاغ
DARULIBLAGH

کتاب وسنّت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

خواتین اہل بیت

تالیف: .... احمد خلیل جمعہ

اردو ترجمہ .... ابوضیاء محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج .... نصیر احمد کاشف حفظہ اللہ

اعداد .... محمد طاہر نقاش

اشاعت اول .... ستمبر 2005ء

تزئین و آرائش
نون ڈیزائنر اینڈ پرنٹرز NOON Designer & Printers 0321-4167895 ,4503606

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

لاہور۔ دارالاندلس 37230549 ۔ دارالسلام شوروم 37232400 ۔ مکتبہ قدوسیہ 37230585 ۔ مکتبہ سلفیہ 37237184 ۔ کتاب سرائے 37320318 ۔ اسلامی اکیڈمی 37357587 ۔ نعمانی کتب خانہ 37321865 ۔ مکتبہ رحمانیہ 37224228 ۔ مکتبہ دارالھدیٰ 37639557 ۔ البلاغ 35717842 ۔

راولپنڈی۔ تحجیلات طیبہ کشمیری بازار۔ 5535166 ۔ دارالفکر اسلامی 0321-5216287 اسلام آباد۔ المسعود اسلامک بکس 2261356 ۔ البلاغ 2281420 ۔ دارالسلام شوروم 0321-5370378 ۔ کراچی۔ فضلی سنز 32212991 ۔ مکتبہ دارالقرآن، 021-32211998 علمی کتب خانہ اردو بازار 32628939 ۔

فیصل آباد۔ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار، 631204 ۔ مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار 0300-6628021,041-2629292

پشاور۔ معراج کتب خانہ 214720 ۔ حیدر آباد۔ مکتبہ دعوت السلفیہ 0333-2607264

سیالکوٹ۔ مکتبہ رحمانیہ، ناصر روڈ سیالکوٹ 052-4591911 مکتبہ الاذان 0332-8787866

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 0300-4453358, 042-37361428

daruliblagh0300@gmail.com

خواتین اہل بیت

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ ازواج مطہرات بیٹیوں اور نواسیوں کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

تالیف: احمد خلیل جمعہ

اردو ترجمہ: ابوضیاء محمود احمد غضنفر

DARULIBLAGH دار الابلاغ

ریسرچ ٹیم

• نصیر احمد کاشف • محمد طاہر نقاش • امان اللہ عاصم • پروفیسر مشتاق احمد سلفی • امین الرحمٰن • عرفان الحسن خالد •

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان

فون: 0300-4453358

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
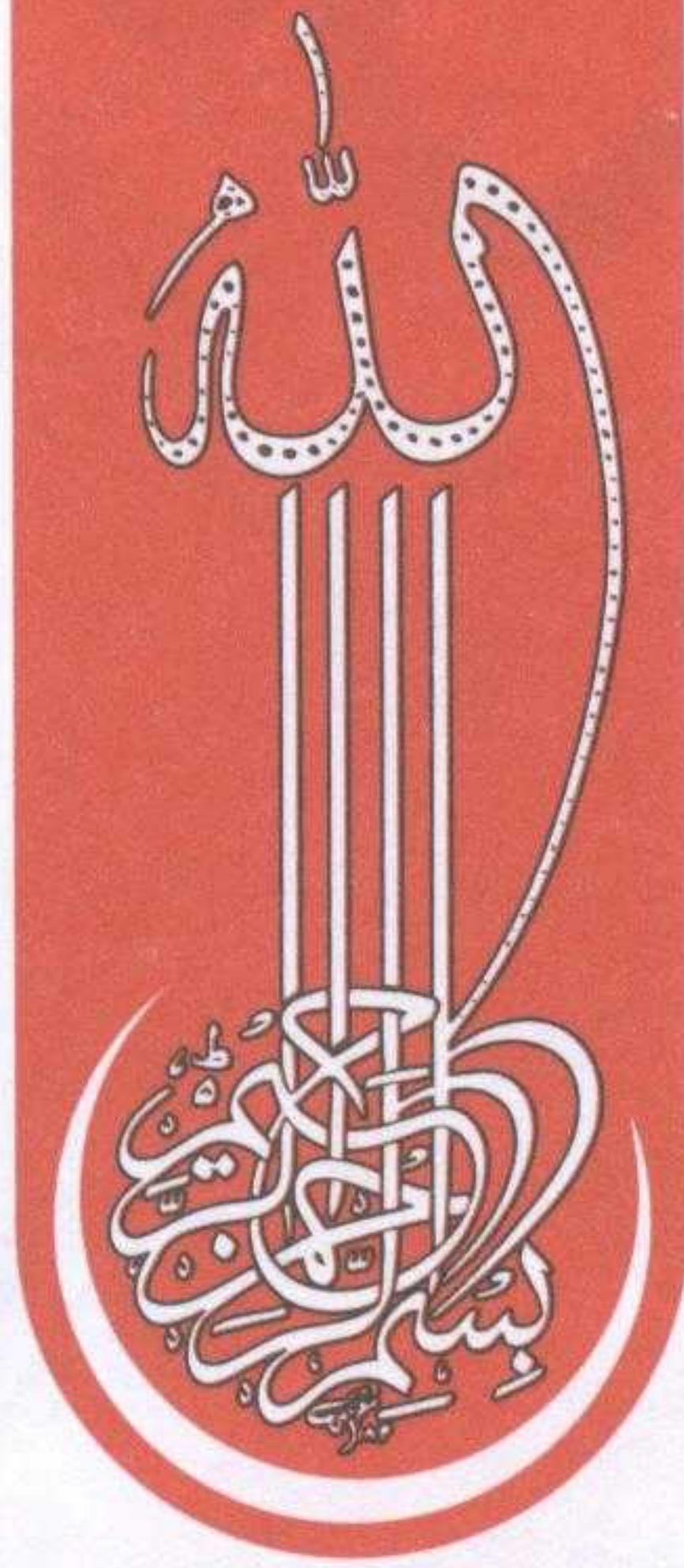
اللہ

کے نام سے شروع کرتا ہوں

جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنیوالا ہے۔

انتساب

عزیزم حمزہ...... طلحہ...... عبدالوحید...... اور فہمیدہ عبدالوحید...... اور عزیزم
عبدالاحد...... منزہ...... عبدالمعید حفظہم اللہ ....

— کے نام —

جنھوں نے اسلام سے محبت رکھنے والے اپنے عظیم والدین کے زیر سایہ تعلیم و تربیت کے اہم مراحل نہایت خوش اسلوبی سے طے کیے

......اور......

ان کے اور میرے شفیق والدین کریمین

— کے نام —

جن کی محبتوں...... شفقتوں...... پیہم کوششوں نے مجھے اور انھیں دین اسلام کی خدمت...... نشر واشاعت...... تبلیغ و ترویج کے قابل بنایا

دعا ہے کہ خالق کائنات سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ان سب کو نصیب فرمائے اور دودھ و شہد، گنگناتے چشموں و سرسبز و شاداب باغات اور حور و غلمان بھری دلکش و دلربا حسین جنتوں کا مالک بنائے۔ اور...... اللہ تعالیٰ اپنی رضا کا تاج ان کے سر پر سجائے۔ آمین یا رب العالمین

خادم و مداح اصحاب رسول

ابو ضیاء محمود احمد غضنفر عفی اللہ عنہ

20 مئی 2012ء، لاہور
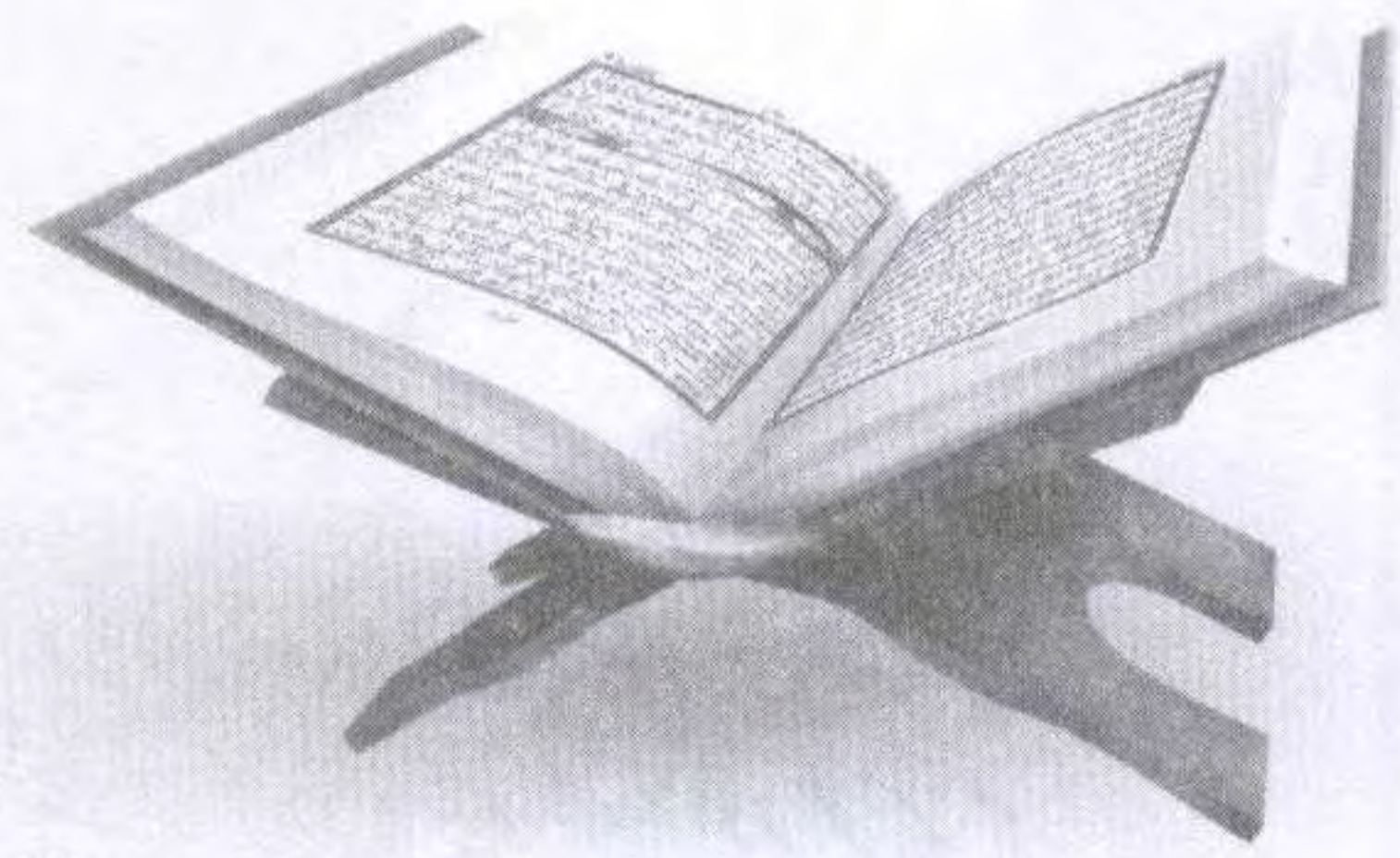
خالقِ کائنات نے قرآن مجید میں فرمایا:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

(المائدہ ۵/۱۱۹)

اللہ ان (صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم) سے راضی ہو گیا

اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ کتنی ہی بڑی کامیابی ہے!!

حرف تمنا

خوشبوؤں کے جھونکے

آج ہماری بہنیں بیٹیاں اور مائیں اپنی معاشرتی و ازدواجی زندگی میں بہت پریشان ہیں۔ ہر کوئی دکھوں کے لق و دق صحرا میں حیران پھر رہا ہے۔ بیٹیاں ہیں کہ مستقبل کی طویل زندگی کے سفر کو طے کرنے کے متعلق پریشان ہیں، کہ زندگی کے آنے والے لمحات کیسے بیتیں گے۔ بہنیں ہیں کہ اپنی اولاد اور خاندان کے بہتر مستقبل اور حال کے لیے سرگرداں و بیکراں ہیں۔ مائیں ہیں کہ اس فکر میں اندر ہی اندر گھلتی اور ٹوٹتی پھوٹتی چلی جا رہی ہیں کہ کس طرح ان کی بچیوں کے آنگن مصائب و آلام اور پریشانیوں سے محفوظ رہ کر پُر بہار گلستان کی شکل اختیار کریں گے۔

گویا کہ ہم سب ہی اپنی اپنی زندگیوں کو گلزار اور پُر بہار بنانے کے لیے فکر مند و کوشاں ہیں۔ وہ ایسی بہار چاہتے ہیں کہ جس کی آمد کے بعد ان کی بنجر و ویران زندگی میں ایسی لطف انگیز، سحر انگیز مہکی مہکی خوشبوؤں کے جھونکے چلنے لگیں کہ جو ان کی زندگانی کے گلشن کو پُر بہار بنا کر ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں، مسکراہٹیں ہی مسکراہٹیں، کامیابیاں و کامرانیاں، عزت و وقار اور قدردانی کی فراوانیاں بکھیر دیں۔ ان کا اجڑا ہوا گلشنِ حیات آباد ہو جائے اور شاد ہو جائے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے حوا کی بیٹیوں کے لیے جو سب سے بہترین اور کامیاب ترین طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ وہ خواتینِ اہل بیت کی سیرت کو اپنی سیرت اور پہچان بنائیں۔ خواتین اہلِ بیت کون ہیں؟ وہی پاکیزہ، معزز و مطہر خواتین، مؤمنات، طیبات و مبشرات کہ جن کا ذکر اللہ کریم نے قرآن میں نہایت عزت و احترام کے پیرائے میں کیا

ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ بیٹیاں ہیں اور آپ ﷺ کی پاکباز نواسیاں ہیں۔ ان کی زندگیاں ایمان کی بہاروں سے اس قدر بھری پڑی ہیں کہ جو کوئی بھی ان کی پاکیزہ، دلربا اور محبوب زندگیوں کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے، وہ ایمان کی خوشبوؤں میں رنگا جاتا ہے، کامیابیاں، کامرانیاں اور سعادتیں اس کا نصیبہ ٹھہرتی ہیں، دنیا والے اس پر فخر کرتے ہیں اور اس کو رشک سے دیکھتے ہیں۔

آیئے! آپ بھی اپنے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے اپنے گلشن حیات کو خوشبوؤں سے ہمکنار کرنے کے لیے امت کی ان برگزیدہ پاکیزہ معزز خواتین کہ جو مؤمنوں کی مائیں بھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی چشم و چراغ بھی ہیں، کی زندگی کا مطالعہ کریں، ایسی زندگی کا مطالعہ کہ جو ہمیشہ جنتوں کی شاہراہ پر چلتے چلتے گزرے۔ فوری طور پر اپنی زندگیوں کو ان کی سیرت کے قالب اور سانچے میں ڈھال لیں۔

عرب کے مشہور سکالر محترم جناب احمد خلیل جمعہ نے حدیث اور تاریخ کی کتب سے خانہ نبوی کی پاکیزہ خواتین کی سیرت کے بکھرے ہوئے مختلف گوشوں کو ایک جگہ جمع کر کے ایسا گلدستہ ترتیب دے دیا ہے کہ جس سے ہر وقت خوشبوؤں کے جھونکے آتے رہتے ہیں، زمانہ کے گزرنے سے ان پھولوں کی خوشبو کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی جاتی ہے۔ جس عرق ریزی سے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی پاکیزہ خواتین کی زندگی کے مہکتے گوشوں کو ایک جگہ جمع کیا ہے یہ صرف انہی کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان پر خاص عنایت ہے۔ پھر پاکستان میں مداح صحابہ مولانا ابوضیاء محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ نے اس کو بہترین ادبی اسلوب اختیار کرتے ہوئے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے، یہ انداز تحریر اور صحابہ کی مدح و ستائش بھی اللہ کی طرف سے ان کا نصیبہ اور پہچان بن کر رہ گئی ہے۔ عزیزم ابوالقاسم حافظ محمود تبسم حفظہ اللہ نے اس پر مزید تحقیقی کام کر کے اس کے حسن میں اضافہ کیا اس ایڈیشن میں مولانا پروفیسر مشتاق احمد سلفی، بھائی محمد عرفان الحسن خالد، بھائی امین الرحمٰن اور ابو زِلفہ زاہد محمود نے اس کے سابقہ ایڈیشنوں میں رہ جانے والی غلطیوں کو ختم کر کے اس کے نکھار میں اضافہ کیا ہے۔ اس کتاب تیاری کے مراحل کی میں تحقیق و تخریج کا کام محترم بھائی جناب نصیر احمد

کاشف (تلمیذ رشید حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ) نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اور جملہ خواتین اہل بیت کے نسبی خاکے اور بالخصوص خاندان نبویﷺ اور خاندانِ عثمان و معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے ما بین الفت و مودت اور رشتہ داریوں کو واضح کرنے والے نقشہ جات نہایت تحقیق اور کتب انساب و تاریخ کے گہرے مطالعے کے بعد ہمارے بھائی امان اللہ عاصم آف شیخوپورہ نے تیار کر کے اس کتاب کے تحقیق حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ **فللہ الحمد**

میں ان قابل قدر احباب کا ممنون و مشکور ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کے لیے اپنی مصروف ترین زندگی سے وقت نکالا اور اس کتاب کی تیاری میں میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔ اللہ مجھے اور اس کتاب پر کام کرنے والے تمام لوگوں کو آخرت میں کامیاب و کامران کرے، آمین! اور ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو اس کتاب سے خوب استفادہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین!

خادم کتاب وسنت

محمد طاہر نقاش

۳ مئی ۲۰۱۲ء ...... لاہور

حرفِ چند

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ :

امہاتُ المومنین، ازواجِ مطہرات، دختران رسول، اور نواسیوں رضی اللہ عنہن کا دلآویز، دلنشین اور دلکش مستند تذکرہ "خواتینِ اہلِ بیت" کے عنوان سے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اسے دنیائے عرب کے مشہور و معروف ادیب اور مؤرخ الشیخ احمد خلیل جمعہ رحمہ اللہ نے "نِسآء اَهلِ البیتِ" کے عنوان کے تحت دلنشین ادبی اسلوب اختیار کرتے ہوئے کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر کیا، جس میں خواتینِ اہلِ بیت کی سوانحِ حیات کو شرح وبسط کے ساتھ مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

موجودہ دور میں الشیخ احمد خلیل جمعہ کا نام سوانح نگار کی حیثیت سے ایک سند کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ صحابہ، صحابیات، تابعین، تابعیات اور نساء الانبیاء کی سوانح حیات ان کے اثر انگیز قلم سے مرتب ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان میں سے بیشتر کتابوں کو اردو قالب میں ڈھالنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی ہے، فَلِلّٰهِ الْحَمْد. اور یہ کتابیں مسلم معاشرے کے ہر حلقے میں بنظر استحسان دیکھی جا رہی ہیں۔ موصوف کی تالیفات میں سے اب تک **نسآء من عصر النبوة، نسآء من عصر التابعین، فرسان حول الرسول اور نساء الانبیاء** کا اردو ترجمہ کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی ہے اور یہ کتابیں بالترتیب **صحابیات طیبات، تابعین کی جلیل القدر خواتین، شہسوار صحابہ، اور نسآء الانبیاء** کے نام سے اردو میں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں اور اب اہلِ بیت کی معزز خواتین کا دلنشین تذکرہ پیش خدمت ہے۔ اس تاریخی دستاویز میں خانہ نبوی کی رونق، ان ازواج مطہرات، دخترانِ رسول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیوں کا تذکرہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ مدلل اور ادیبانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی الائش سے قطعی طور پر پاک کر دیا تھا۔ **امید ہے کہ یہ مسلم خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک راہنما کتاب ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ**

الحمد للہ! اسے زیور طباعت سے آراستہ کرنے کی سعادت **دارالابلاغ** کے حصے میں آرہی ہے، جسے اس سے پہلے بہت سی کتابوں کو نہایت عمدہ اور دیدہ زیب انداز میں شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

دارالابلاغ کے بانی جناب طاہر نقاش صاحب نہایت عمدہ ذوق رکھتے ہیں اور خود بھی اہل قلم میں سے ہیں، عورتوں اور بچوں کی تربیت کے لیے نہایت عمدہ کتابیں منظر عام پر لا رہے ہیں۔ دعاء ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی صلاحیتوں میں مزید برکت اور نکھار پیدا کرے۔ آمین

امید ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر لائبریری اور ہر گھر کی زینت بنے گی اور مسلم خواتین اس سے راہنمائی حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی بھرپور کوشش کریں گی۔ ان شاء اللہ!

قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں مجھے، میرے والدین، میرے اساتذہ اور اہل خانہ کو یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری ان علمی، ادبی اور دینی مساعی کو شرف قبولیت عطا کرے اور اسے میرے لیے دنیا و آخرت میں نیک نامی، سرخروئی، سر بلندی اور سرفرازی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

خیر اندیش

ابوضیاء محمود احمد غضنفر عفی اللہ عنہ

۲۰ مئی ۲۰۱۲ء ...... لاہور

خاندانِ معاویہ رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوی ﷺ کے مابین رشتہ داریاں

عبد مناف

- ہاشم
  - عبدالمطلب
    - عبداللہ ← محمد ﷺ (3)
    - حارث ← نوفل ← حارث (4)
    - صفیہ (1)
    - ابوطالب
      - علی رضی اللہ عنہ ← حسین (5)
      - علی رضی اللہ عنہ ← عباس علمدار ← عبیداللہ ← نفیسہ (8)
      - جعفر رضی اللہ عنہ ← عبداللہ ← ام محمد (6)
    - ابولہب (2)
    - عباس ← عبیداللہ ← لبابہ (7)
- عبد شمس
  - امیہ
    - حرب
      - حارث (1)
      - ام جمیل (2)
      - ابوسفیان
        - معاویہ ← یزید (6) ← خالد ← عبداللہ (8)
        - ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (3)
        - عتبہ ← ولید (7)
        - ہند (4)
        - میمونہ ← لیلیٰ (5)

توضیحات: نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے چچا حارث بن حرب سے ہوئی، اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ام جمیل کی شادی نبی اکرم ﷺ کے چچا ابولہب سے ہوئی۔ ام جمیل اور ابولہب ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن رہے اور حالت کفر میں ان کی موت ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کی شادی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ''ہند'' نامی ایک بہن کی شادی نبی اکرم ﷺ کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے پوتے حارث بن نوفل سے ہوئی۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک بھانجی کی شادی سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس بھانجی کا نام لیلیٰ تھا جو سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن میمونہ بنت ابیس فیان کی بیٹی تھی۔ لیلیٰ کے والد گرامی سیّدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کے بیٹے مرہ بن عروہ تھے۔ ان سے علی اکبر پیدا ہوئے جو سانحۂ کربلا میں شہید ہوئے۔ ایک ایسا رشتہ خاندانِ نبوی کا خاندان معاویہ سے استوار تھا جس کا علم چند ایک علماء کے سوا شاید کسی کو نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے چچا زاد اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پوتی ام محمد بنت عبداللہ کی شادی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید بن معاویہ سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے چچا سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی پوتی لبابہ بنت عبیداللہ کی شادی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان کے بیٹے (یعنی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے) ولید بن عتبہ سے ہوئی۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عباس علمدار کی پوتی (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی) نفیسہ بنت عبیداللہ کی شادی سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے (یزید کے پوتے) عبداللہ بن خالد بن یزید سے ہوئی تھی۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ہم زلف بھی تھے کہ ام المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن قریبہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

خاندانِ عثمان رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوی کے مابین رشتہ داریاں

عبد مناف
ہاشم
عبد المطلب
عبد اللہ
محمد ﷺ
رقیہ ②
ام کلثوم ②
ابو طالب
علی رضی اللہ عنہ
حسن ⑦
حسن
ام قاسم ⑤
حسین ⑦
فاطمہ ③
سکینہ ④
علی
عبد اللہ
اسحاق ⑧
جعفر رضی اللہ عنہ
عبد اللہ
ام کلثوم ⑥
بیضاء ام حکیم ①
عبد شمس
امیہ
ابو العاص
صفیہ
عفان
عثمان رضی اللہ عنہ ②
عائشہ ⑦
عمرو
زید ④
عبد اللہ ③
ابان ⑥
مروان ⑤
عمر
عاصم
عمر
عائشہ ⑧
حبیب
ربیعہ
کریز ①
اروی

توضیحات: نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی ام حکیم بیضاء کی شادی کریز بن ربیعہ اموی سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام اروی رکھا گیا، اور اس اروی کی شادی عفان بن ابوالعاص سے ہوئی تو ان سے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یعنی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی ہیں، اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی یکے بعد دیگرے نبی اکرم ﷺ کی دو بیٹیوں رقیہ اور امّ کلثوم رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ سے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے شادی کی۔ ان کی وفات کے بعد اسی عائشہ سے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے شادی کرلی۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابان کی شادی سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پوتی امّ کلثوم بنت عبداللہ سے ہوئی۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اسی بیٹے ابان کے بیٹے مروان کی شادی سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی پوتی ام قاسم بنت حسن مُثنیٰ سے ہوئی۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمرو کے دو بیٹے عبداللہ اور زید سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے داماد بنے۔ عبداللہ کی شادی فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے اور زید کی شادی سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام عمر تھا۔ اس عمر کی پوتی عائشہ بنت عمر بن عاصم بن عمر بن عثمان کی شادی سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بیٹے علی زین العابدین رحمہ اللہ کے پوتے اسحاق بن عبداللہ سے ہوئی۔

آلِ نبی ﷺ اور آلِ صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ داریاں

عبدالمطلب
- ابوطالب
  - جعفر رضی اللہ عنہ
    - عبداللہ
      - اسحاق ②
  - علی رضی اللہ عنہ
    - حسن رضی اللہ عنہ ③
      - حسن
        - عبداللہ
          - موسیٰ الجون ⑤
    - حسین رضی اللہ عنہ
      - علی زین العابدین
        - محمد الباقر ④
        - عبداللہ
          - اسحاق ⑥
- عبداللہ
  - حضرت محمد ﷺ ①

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ①
- محمد
  - قاسم
    - ام فروہ ④
    - عبدالرحمٰن
      - اسماعیل
        - کلثم ⑥
    - ام حکیم ②
- عبدالرحمٰن
  - حفصہ ③
  - عبداللہ
    - طلحہ
      - محمد
        - ام سلمہ ⑤
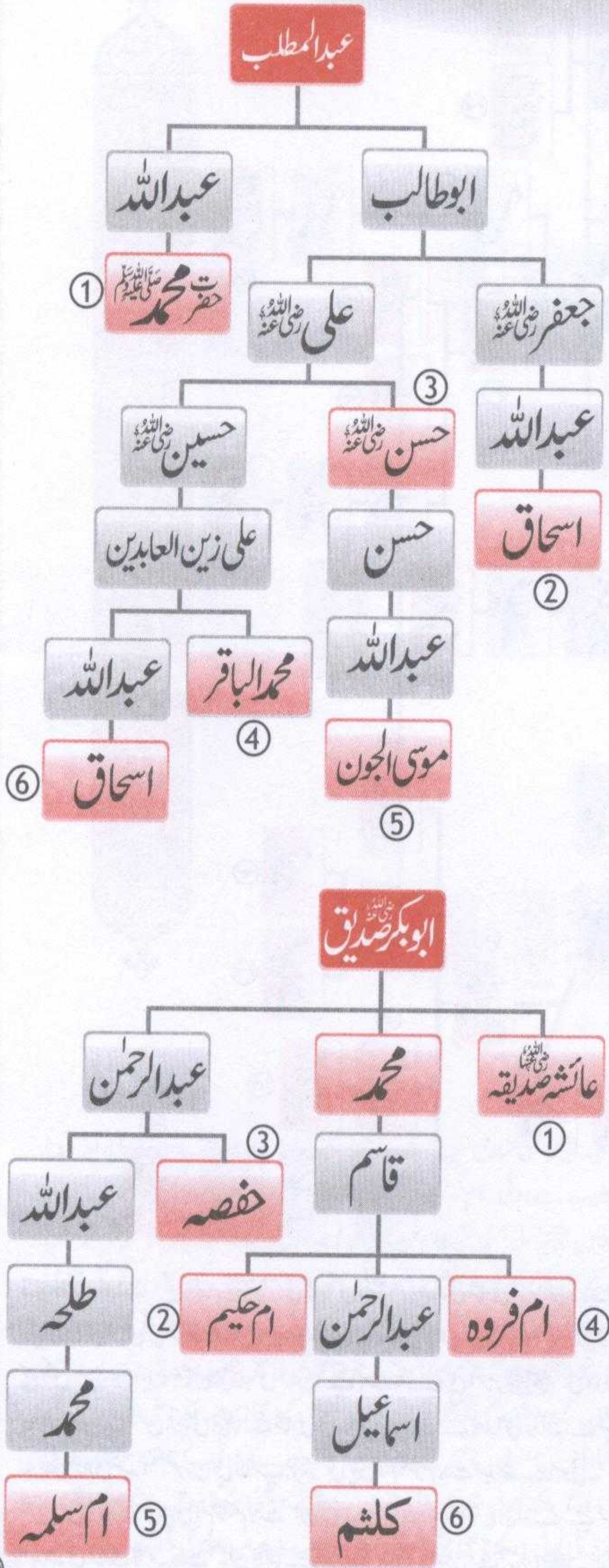
توضیحات: خاکہ میں لگائے گئے ایک جیسے نمبر ازدواجی رشتے کو ظاہر کرتے ہیں۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی اکرم ﷺ سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی سیّدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پوتے اسحاق بن عبداللہ کی شادی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد کی پوتی ام حکیم بنت قاسم سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے نواسے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی شادی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوتی سیّدہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے نواسے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پوتے محمد الباقر کی شادی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد کی پوتی ام فروہ بنت قاسم سے ہوئی۔ یہ ام فروہ ام حکیم بنت قاسم کی بہن اور امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی والدہ ہیں۔ ام فروہ بنت قاسم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر کی پوتی اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیّدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی نواسی یعنی اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی بیٹی تھیں۔[الکاشف للذھبی: ۱/ ۲۹۵] نبی اکرم ﷺ کے نواسے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پڑپوتے موسیٰ الجون کی شادی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کی پڑپوتی ام سلمہ سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے نواسے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پڑپوتے اور جنابِ علی المعروف زین العابدین رحمہ اللہ کے پوتے اسحاق بن عبداللہ کی شادی محمد بن ابی بکر کے بیٹے قاسم کی پڑپوتی کلثم سے ہوئی۔

آلِ رسول ﷺ اور آلِ فاروق رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ داریاں

- قریش
  - ہاشمی
    - عبدالمطلب
      - عبداللہ
        - حضرت محمد ﷺ ①
      - ابوطالب
        - علی رضی اللہ عنہ
          - حسین
            - علی
              - علی
                - حسین ③
          - ام کلثوم ②
  - عدوی
    - خطاب
      - سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ②
        - سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ①
        - عبداللہ رضی اللہ عنہ
          - ابوبکر
            - خالد
              - جویریہ ③

ایک جیسے نمبر ازدواجی رشتے کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً: نبی اکرم ﷺ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نام پر ایک جیسا نمبر لگا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔

نبی اکرم ﷺ کی شادی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی نبی اکرم ﷺ کی نواسی ام کلثوم سے ہوئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی جویریہ کی شادی نبی اکرم ﷺ کے نواسے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حسین بن علی سے ہوئی۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ داریاں

- عبد مناف
  - ہاشم
    - عبدالمطلب
      - عبداللہ
        - محمد ﷺ
          - رقیہ رضی اللہ عنہا ①
          - ام کلثوم رضی اللہ عنہا ②
      - ابوطالب
        - علی رضی اللہ عنہ
          - حسن رضی اللہ عنہ
            - حسن
              - ام القاسم ⑤
              - عبداللہ
                - ابراہیم ⑥
          - حسین رضی اللہ عنہ
            - فاطمہ ③
            - سکینہ ④
            - علی
              - عبداللہ
                - اسحاق ⑦
        - جعفر رضی اللہ عنہ
          - عبداللہ
            - ام کلثوم ⑧
  - عبد شمس
    - امیہ
      - ابوالعاص
        - عفان
          - عثمان ① ②
            - عمرو
              - عبداللہ ③
                - محمد الدیباج
                  - رقیہ ⑥
              - زید ④
            - ابان ⑧
              - مروان ⑤
            - عمر
              - عاصم
                - عمر
                  - عائشہ ⑦

نمبروں کو آپس میں ملائیں۔ جن ناموں پر ایک جیسے نمبر لگے ہیں وہ آپس میں میاں بیوی ہیں۔

مثلاً: سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے نام پر ① ہے اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نام پر بھی ① ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آپس میں میاں بیوی ہیں۔

آئینہ

خواتین اہل بیت

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

سودہ بنت زمعہ

عائشہ بنت ابی بکر

حفصہ بنت عمر

زینب بنت خزیمہ

ام المومنین سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

جویریہ بنت الحارث

صفیہ بنت حیی

ام حبیبہ بنت ابی سفیان

میمونہ بنت الحارث

ریحانہ بنت زید

ماریہ قبطیہ

بنات النبی ﷺ

زینب بنت رسول اللہ ﷺ

رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ

سیدہ فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیاں

امامہ بنت ابی العاص

زینب بنت علی

ام کلثوم بنت علی

1

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

خواتین اہل بیت

ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

- کائنات میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرنے والی اور سب سے پہلے مؤمنہ اور صدیقہ ہونے کا اعزاز پانے والی۔
- وہ ایک دانشمند' عظیم المرتبت' عفت مآب' دیندار' اور معزز خاتون تھیں۔
- جنہیں اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کی زبانی سلام بھیجا اور جنت میں محل کی خوشخبری دی۔
- جن کی سیرت محفلوں کے لیے خوشبو کا جھونکا' محبت کا پیغام اور مہر بندے کا جام تھی۔

خوشگوار آغاز

میری معزز آقا!...... ہم کہاں سے آغاز کریں؟...... اماں جان! آپ کا تذکرہ کہاں سے شروع کریں؟ آپ کے فضل و شرف کے کیا کہنے!...... آپ کی عظمتوں کا جواب نہیں!...... آپ کے عالی مقام کی کوئی مثال نہیں!......

بلا شبہ آپ کی سیرت تو سراپا فضیلت ہی فضیلت ہے...... جس دن سے آپ نے ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کو پہچانا اس دن سے آپ کی زندگی برکتوں کا گہوارہ ہے...... میری آقا، میری امی جان!...... آپ کے بارے میں گفتگو آفاقی وسعت، انتہائی گہرائی اور شبنمی تازگی کا احساس دلاتی ہے...... آپ کی داستان بیان کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم آپ کی صفات کے انوار کے گہرے سمندر میں تیر رہے ہیں ...... اور یہ لمحات کتنے سہانے اور مبارک دکھائی دیتے ہیں ...... اور اس میدان میں آپ کا وجود مبارک تو دنیا جہان کی تمام خواتین کے لیے قبلے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ تاریخِ عالم میں خواتین کی تاریخ کے حوالے سے جتنے فضائل آپ کے بیان کیے گئے ہیں کسی اور خاتون کے دکھائی نہیں دیتے۔

تاریخ میں بہت سی ایسی خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جنھوں نے کسی ایک پہلو یا بہت سے پہلوؤں کے حوالے سے شہرت حاصل کی۔ لیکن تاریخ نے جس طرح آپ کے فضل و شرف کے تمام تر پہلوؤں کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا کسی اور خاتون کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکا...... آپ کے بیشتر فضائل تو تاریخ نے اپنے اوراق میں محفوظ کر لیے لیکن تاریخ کا وسیع حافظہ آپ کی ساری خوبیوں کا احاطہ کرنے میں قاصر رہا...... آپ تو بلاشبہ اہل بیت کی ان خواتین میں ہار کی ایک لڑی کی مانند تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک طینت و پاکباز بنایا تھا...... آپ اس قابل تعریف بزرگ و برتر گھرانے کی خواتین میں ہر فضل و شرف کا عنوان ہیں کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں برکات وعنایات تھیں۔

شفیق امی جان!...... کیا ہمیں یہ اجازت ہے کہ آپ کی سیرت کے سائے میں کچھ دیر

ستا سکیں؟...... تا کہ آپ کی سیرت سے ایسا سامان حاصل کر سکیں جو ہماری زندگی کے لیے زادراہ کا کام دے اور آپ کی سیرت پر عمل ہمارے لیے فضل وشرف کی چوٹی پر پہنچنے کا ذریعہ بن سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ، آپ کی پاکیزہ اولاد کی والدہ ماجدہ، دنیا بھر کی خواتین کی سردار او رمسلمان خواتین کی نمونہ ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا [1] کے تذکرے میں گزرنے والے لمحات اس قدر دلآویز و دلربا ہیں کہ کیا کہنے......!

اماں جان!...... آپ کی مہکتی ہوئی سیرت کی تذکرہ نگاری میرے لیے سعادت کا باعث ہوگی اور آپ کی زندگی کے مبارک اور قابل رشک ان لمحات کا تذکرہ کس قدر خوشگوار و دلنشین ہوگا جو ہمارے محبوب و مشفق نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں گزرے تھے۔

ماضی کے سائے

مکہ معظّمہ پر رات کی تاریکی چھا گئی، کائنات پر گہرا سکون خیمہ زن تھا۔ لیکن بیت اللہ کے اردگرد حرکت منقطع نہیں ہوئی تھی، کعبے کا طواف کرنے والوں کی سرگوشیاں اور باتیں اس سکون کو توڑ رہی تھیں۔ کعبے کے اردگرد ان کی حرکات وسکنات نے رات کے سکون کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

طواف کرنے والے مردوں اور عورتوں کے ہمراہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بھی بیت اللہ میں پناہ لیے ہوئے تھیں۔ انھیں اور ان کے ہمراہ دیگر خواتین کو رات کی تاریکی نے قریشی مردوں کی نظروں سے اوجھل کیا ہوا تھا۔ قریشی خواتین کی سردار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے ہمراہ طواف کر رہی تھیں، اور وہ خانہ کعبہ کے رب سے التجا کر رہی تھیں کہ وہ اس کے مال ودولت اور تجارت میں برکت عطا کرے۔ تجارت میں ملنے والی کامیابی پر خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا دل بہت خوش تھا۔ شام کی طرف جانے والا تجارتی قافلہ قریش کے تجارتی قافلوں کے برابر تھا۔ انھیں دنیائے تجارت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ وہ مال و

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/۱۰۹، ۱۱۷) ونساء مبشرات (۱/۱۳، ۵۲) وفضائل الصحابة للإمام احمد (۲/۸۴۷). و طبقات ابن سعد (۱/۱۳۱، ۱۳۳) (۸/۱۴، ۱۹، ۵۲) اسد الغابة (۶/۷۸، ۸۵) ترجمة رقم (۴/۲۷۳، ۲۷۶). مجمع الزوائد (۹/۲۱۸، ۲۲۲) الاصابة (۴/۲۷۳، ۲۷۶). فتح الباری (۷/۱۶۷) البداية والنهاية (۳/۱۲۷). صفة الصفوة (۲/۷، ۹). تاریخ الطبری (۱/۵۲۱، ۵۲۲).

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

قصي

عبدمناف	عبدالعزی
ہاشم	اسد
عبدالمطلب	خویلد
عبداللہ	سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قاسم رضی اللہ عنہ — عبداللہ رضی اللہ عنہ — زینب رضی اللہ عنہا — رقیہ رضی اللہ عنہا — ام کلثوم رضی اللہ عنہا — فاطمہ رضی اللہ عنہا
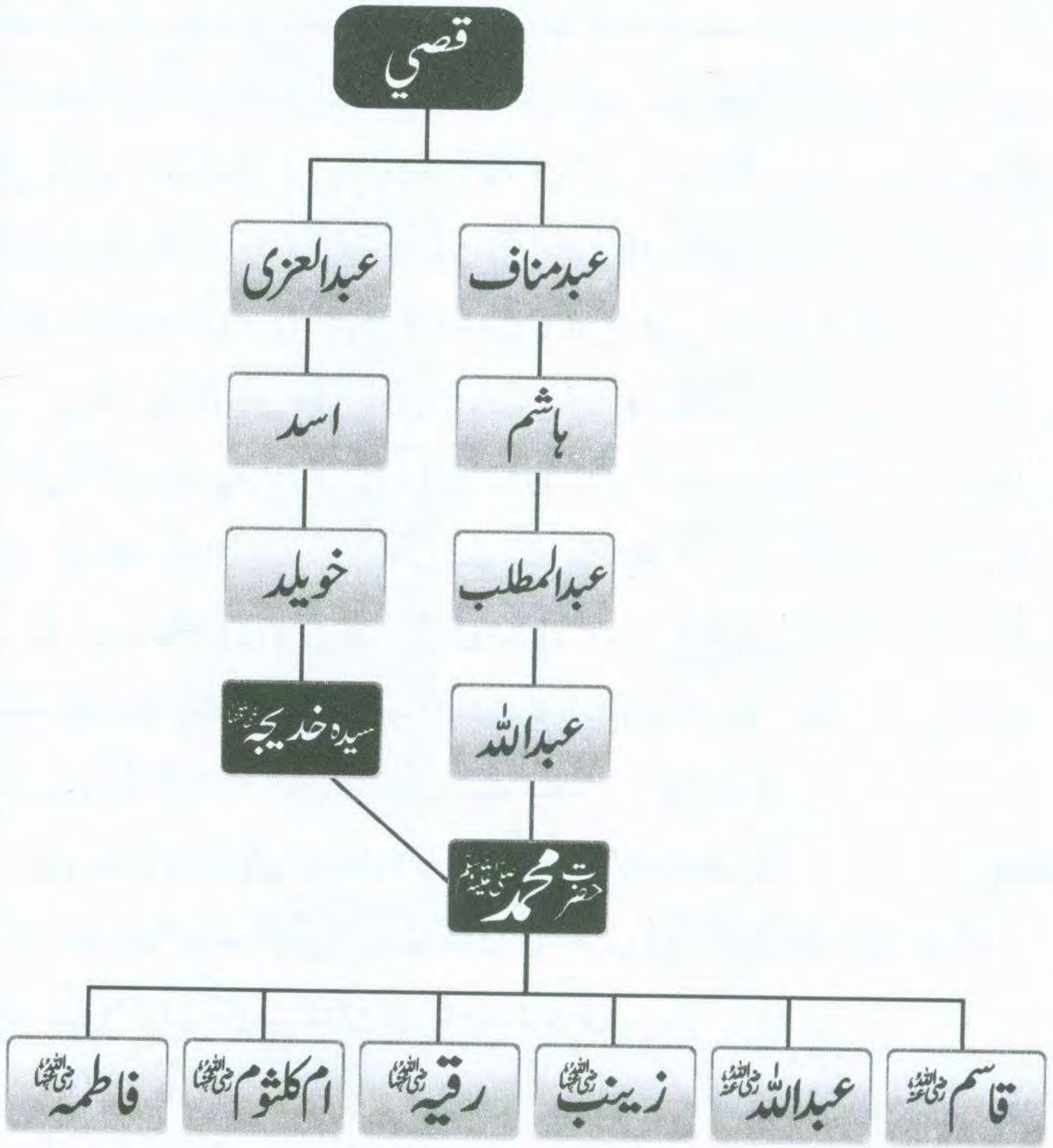
طیب اور طاہر جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کے القاب تھے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے قصی بن کلاب پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاملتا ہے۔

دولت اور عزت و منزلت حاصل ہونے پر بہت خوش تھیں۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ طواف کے دوران سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں کوئی فکر لاحق ہوگئی ہے۔ پھر یہ فکر اور سوچ وبچار ایک واضح شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور انھیں ماضی قریب کے دھندلکے سایوں میں لے جاتی ہے۔ اور ان کے ذہن میں یادوں کی بارات ڈیرے ڈال لیتی ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ وہ تجارت کے میدان میں تو بڑی خوش بخت ثابت ہوئیں لیکن ان کی ازدواجی زندگی میں ایک سے زائد مرتبہ نشیب وفراز آئے۔ ان کے دل کو کوئی راستہ سجھائی نہ دیا۔ بلکہ وہ آغاز ہی میں راستہ بھول گئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ ارمان تھا کہ ازدواجی زندگی شان وشوکت کی ہو۔ لیکن یہ بلند مقام حاصل کرنے کے لیے محنت، مشقت، اعلیٰ ظرفی، قربانی اور مقابلے کا بھرپور جذبہ ہونا ضروری تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ابوہالہ بن زرارہ سے ہوئی۔ [1] جب ان کی عمر پندرہ سال ہوئی تو اس نے یہ سرتوڑ کوشش شروع کر دی کہ اس کا خاوند عزت وعظمت، جاہ وجلال اور سیادت و قیادت کے حوالے سے قریش کے گنے چنے چند سرداروں میں شمار ہونے لگے لیکن موت نے ان کے خوابوں کو تعبیر کا موقع ہی نہ دیا۔ موت نے اس کے خاوند ابوہالہ کو قابل ذکر شخصیت بننے سے پہلے ہی اچک لیا۔ عظمت کے راستے پہ گامزن ہونے اور ترقی کا زینہ طے کرنے سے پہلے ہی وہ موت کے منہ میں چلے گئے۔

ان کے خاوند ابوہالہ بن زرارہ کی موت کو ایک عرصہ بیت چکا۔ تو قریش کے ایک سردار عتیق بن عایذ بن عبداللہ مخزومی [2] نے شادی کی پیشکش کی تو انھوں نے اس سے شادی کر لی اور ایک بچے کو جنم دیا لیکن یہ شادی دیرپا ثابت نہ ہوسکی۔

خواتین قریش کی سردار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر خاوند کے بغیر تنہا رہ گئیں۔ یہ صورت حال پچیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی پیدا ہوگئی۔ پھر زندگی کا یہ دور بھی اختتام پذیر ہوا۔ پھر یہ یادیں بھی قصہ پارینہ بن کر ماضی کی دلدل میں دفن ہوگئیں۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک بڑی بلند ہمت، اعلیٰ حوصلہ، وسیع ظرف، نیک نیت، دینی

---

[1] اسد الغابة ترجمة (۷/ ۶۸۷۴) سير أعلام النبلاء (۲/ ۱۱۱) نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۱۱۸)۔

[2] المنمق (ص/ ۲۴۷) مختصر تاريخ دمشق (۲/ ۲۱۷)۔ سير أعلام النبلاء (۲/ ۱۱۱)۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ

لوي

كعب	عامر
مره	معيص
كلاب	عبد
قصي	حجر
عبدالعزى	رواحه
اسد	هرم
خويلد	جندب الاصم
	زائده
	فاطمه

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا — ہالہ — رقیقہ — عوام — حزام — نوفل
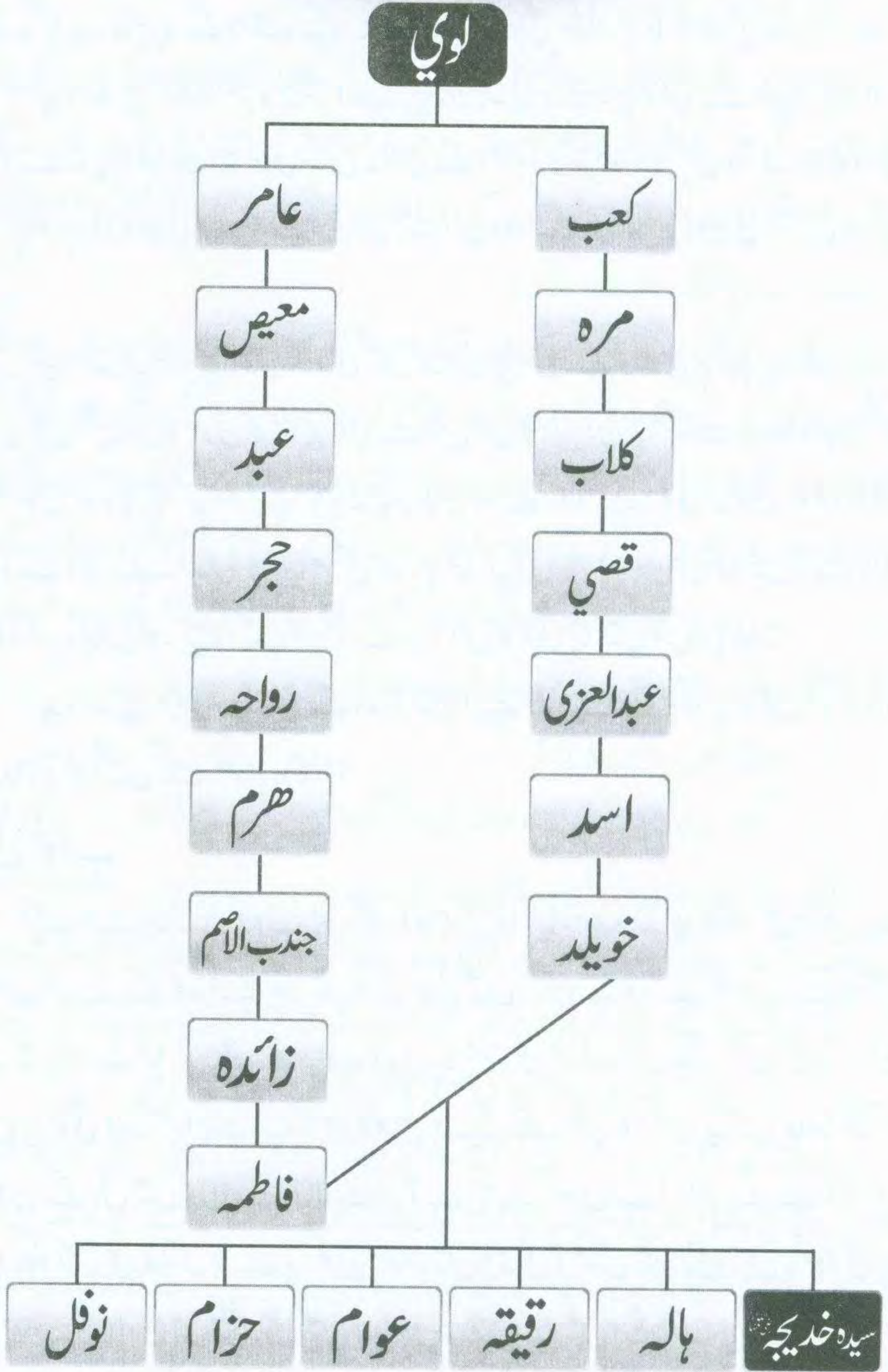
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والدین کا سلسلہ نسب لؤی بن غالب پر آپس میں جاملتا ہے۔
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دو بہنیں (ہالہ، رقیقہ) اور تین بھائی (عوام، حزام، نوفل) تھے۔

ذہن اور صاف ستھرا لباس زیب تن کرنے والی خاتون تھیں۔ گویا کہ ان کا ظاہر و باطن پاکیزہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی سہیلیوں اور قریشی خواتین میں ''طاہرہ'' ① کے لقب سے مشہور و معروف تھیں۔ طاہرہ کے وصف کے ساتھ وہ اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوئیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے انبیاء علیہم السلام اور دین کے بارے میں واقعات سنا کرتی تھیں۔ اس کے اکثر و بیشتر خواب فضل وشرف کے آسمان کی بلندی پر محو پرواز دکھائی دیتے تھے، جہاں تک اس دور کے کسی مرد و زن کی امنگیں نہ پہنچ سکتی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ محسوس کر رہی تھیں کہ کوئی چیز ان کے خوابوں پر غلبہ پا رہی ہے اور ان کے دل میں اطمینان و سکون کا بیج بو رہی ہے لیکن اس کا راز ان پر منکشف نہ ہوا، البتہ انھیں یہ ضرور محسوس ہو رہا تھا کہ عنقریب کچھ نہ کچھ ظاہر ہونے والا ہے۔ کوئی نہ کوئی انوکھا واقعہ ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ انھیں یہ الہام بھی ہو رہا تھا کہ کوئی نئی چیز ان کی گود میں آنے والی ہے لیکن وہ کب کہاں اور کیسے انھیں میسر آئے گی؟ اس کا کوئی پتا نہیں چل رہا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا خود کلامی کے انداز میں اپنے دل سے وقتاً فوقتاً یہ باتیں کیا کرتی تھیں کہ یہ راز آخر انھیں کیسے معلوم ہوگا!!؟

نورانی خواب

ایک رات ستارے غروب ہو گئے، اندھیرا چھا گیا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کئی مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے وہ بیٹے نظروں سے اوجھل تھے جو نیند میں خراٹے لیا کرتے تھے۔ تب وہ اپنے بستر کی طرف اس حال میں گئیں کہ ان کے ہونٹوں پر خوشی اور مسکراہٹ کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ ان کا ذہن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس وقت ان کے دل میں کون سے خیالات در آئے ہیں۔ انھوں نے آرام کے لیے بستر پر اپنے جسم کا پہلو لگایا ہی تھا کہ بڑے پرسکون انداز میں نیند کی آغوش میں چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ خواب کی وادی میں پہنچ چکی تھیں۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ:

''آسمان سے ایک بہت بڑا سورج اتر رہا ہے اور ان کے گھر کے آنگن میں آ کر

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۱۱)۔ فتح الباری (۷/ ۱۴۷)۔ نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۱۷)۔

ٹھہر گیا ہے اور گھر کے درو دیوار کو روشن کر رہا ہے۔ پھر یہ روشنی گھر سے نکل کر چہار سو پھیلنے لگی ہے، جس سے لوگوں کے دل اور آنکھیں یکساں مستفید ہو رہی ہیں۔ اور اس روشنی کی شدت آنکھوں اور دلوں پر غلبہ پا رہی ہے۔''

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی نیند سے اٹھیں اور گھبرا کر اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر گھمانے لگیں۔ دنیا پر بدستور رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ہر چیز کو اندھیرے نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ خواب میں جو نور ان پر غالب تھا اس کے احساسات عروج پر تھے، دل کی گہرائیوں میں وہ بدستور چمک دمک رہا تھا۔

وقت لمحہ بہ لمحہ گزرتا گیا لیکن روشنی اور چمک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے احساسات سے الگ نہ ہوئی۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ بستر پر دراز ہوئیں تاکہ وہ دوبارہ سو جائیں لیکن ان کی آنکھوں میں پھر نیند نے پھیرا نہ پایا۔ ان کا ذہن صاف شفاف ہوا۔ دل میں کھٹکا پیدا ہوا اور عقل روشن ہوئی اور انھیں اپنے خواب کی آہٹ دوبارہ محسوس ہونے لگی۔ ان کا دل ماضی و حال کے خوف اور امید کے جذبات و احساسات میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔ یہ واقعی بڑا عجیب و غریب اور خوبصورت خواب تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے آپ سے پوچھنے لگیں:

- کیا سورج میرے گھر میں!؟
- کیا اس گھر سے پھوٹنے والا نور ساری دنیا کو روشن کر رہا ہے؟
- واقعی یہ تو ایک بڑی ہی عجیب و غریب چیز ہے!

جب رات بیت گئی، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا بستر چھوڑا، صبح کے معمولات سے فارغ ہوئیں۔ صبح سویرے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے گھر گئیں، تاکہ اس سے تاریک رات میں دیکھے جانے والے اپنے روشن خواب کی تعبیر معلوم کر سکیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جب ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں تو اسے آسمانی صحیفے کا مطالعہ کرنے میں محو پایا۔ وہ صبح و شام اس کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ جب ان کے کانوں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آمد کی آہٹ سنی۔ تو حیرانی سے کہا ''خدیجہ طاہرہ آئی ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا ''ہاں میں ہی ہوں تمھاری بہن'' ورقہ بن نوفل نے گھبراہٹ کے عالم میں پوچھا ''اس وقت کیسے آنا ہوا؟'' سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کے پاس بیٹھ گئیں اور خواب میں جو کچھ دیکھا وہ حرف بحرف بیان کرنے لگیں۔ انھوں نے سارا خواب بیان کر دیا۔ ورقہ بن نوفل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتیں غور

سے سننے لگے اور ہاتھ میں جو آسمانی صحیفہ پکڑا ہوا تھا اس کا مطالعہ بھول گئے۔ یوں دکھائی دیا جیسے کسی چیز نے ان کے احساس کو بیدار کر دیا ہے۔ اس نے پورا خواب بڑے غور سے سنا۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پوری بات سنا دی تو ورقہ بن نوفل کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر انھوں نے نہایت ہی پرسکون اور باوقار لہجے میں کہا:

''میری چچا زاد بہن!...... خوش ہو جائیے...... یہ بڑا مبارک خواب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ خواب سچ کر دکھلایا تو آپ کے گھر میں نور نبوت ضرور داخل ہو گا، اور پھر اس سے خاتم النّبیین کا نور پھوٹے گا۔''

اللہ اکبر!...... سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آج کیا سن رہی ہیں؟ ان کا چچازاد بھائی انھیں کیا کہہ رہا ہے!!؟ کچھ دیر کے لیے سیدہ خدیجہؓ خاموش کھڑی رہیں، ان کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی۔ انھیں امنگوں، رحمتوں اور امیدوں بھرے خیالات پر جوش انداز میں آنے لگے۔ ان کے ذہن میں کچھ چیزیں واضح ہونے لگیں جو پہلے ان کے لیے سربستہ راز تھیں۔ راز ہائے دروں سے پردے ہٹنے لگے۔ بادل چھٹنے لگے، ان کا چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل واقعی بہت بڑا عالم تھے۔ اور وہ ان خیالات کی حقیقت کو جانتا تھا جو سیدہ خدیجہؓ کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

وہ اپنے بھٹکنے کی کیفیت سے باہر آ ئیں جس میں وہ کافی عرصے سے الجھی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھنے کے لیے ورقہ بن نوفل کے پاس آ ئیں۔ وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان خیالات کا دروازہ بند کیا جائے جو کسی بڑی خبر کے وقوع پذیر ہونے کے پیش خیمہ تھے اور وہ طویل عرصے سے اس بات کی منتظر تھیں کہ وہ انوکھا منظر ان کے سامنے آئے جس کی انھیں زمانہ دراز سے تلاش ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل سے خاتم النّبیین کے حالات اور اوصاف کے بارے میں پوچھنے لگیں۔ ورقہ بن نوفل انھیں حقیقت آشنا علماء کے پروقار انداز میں جواب دینے لگے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی خوش تھیں، وہ بڑے غور سے ایک ایک بات کو سن کر اپنے ذہن میں محفوظ کرتی جاتی تھیں۔ ورقہ بن نوفل سے رسول رب العالمین خاتم النّبیین کے بارے میں جو معلومات ملتی تھیں وہ سب انھوں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا امید کے تکیے اور اس خواب کی تعبیر کے بل بوتے پر زندگی بسر کرنے لگیں جو انھوں نے دیکھا تھا کہ ہو سکتا ہے، ان کا خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے۔ اور اس طرح

وہ انسانیت کی بھلائی اور دنیا کی روشنی کا مرکز بن سکیں۔ ان کا دل خیر و برکات کا منبع تھا لیکن ان کی عقل و دانش اپنے اردگرد ہونے والے واقعات کو اس شکل میں اپنے دائرہ اختیار میں لینا چاہتی تھی کہ تمام واقعات ان کی زندگی کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جب بھی کوئی قریش کا سردار نکاح کا پیغام دیتا تو وہ اسے اپنے اس خواب کے پیمانے پر پرکھتیں جو انھوں نے دیکھ رکھا تھا، اور جس کی وضاحت اپنے چچا کے بیٹے باوقار شیخ ورقہ بن نوفل سے سن رکھی تھی لیکن ابھی تک نکاح کا پیغام دینے والوں میں وہ خوبیاں دکھائی نہیں دیتی تھیں جن کا اشارہ خواب میں دیا گیا تھا۔ تو وہ بڑے ہی احسن انداز میں نکاح کی پیشکش کو مسترد کر دیتیں۔ وہ ان سے صاف صاف کہہ دیتیں کہ وہ ابھی نکاح کرنا نہیں چاہتی۔ وہ نہاں خانہ دل میں یہ محسوس کرتیں کہ تقدیر الٰہی کوئی عمدہ شاندار اور خوشگوار چیز ان کے لیے چھپائے ہوئے ہے لیکن وہ یہ جانتی نہ تھیں کہ وہ چیز ہے کیا؟ البتہ وہ یہ محسوس ضرور کر رہی تھیں کہ وہ چیز میسر آنے پر انھیں اطمینان قلب ضرور حاصل ہوگا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ قریش کی خواتین حرم کے نزدیک ایک میلے میں اکٹھی ہوا کرتی تھیں۔ اسی نوعیت کے ایک میلے میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر سے کعبہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر وہ اپنے اللہ سے گڑ گڑا کر اپنے خواب کے شرمندہ تعبیر ہونے کی دعائیں کرنے لگیں، پھر وہ کعبہ کے قریب بیٹھی ہوئی خواتین کے پاس جا کر بیٹھ گئیں۔ وہ مختلف موضوعات پر باتیں کر رہی تھیں۔

ایک لمحہ ایسا آیا کہ ان کے قریب کھڑے ہوئے ایک چیخنے والے کی آواز نے ان قریشی خواتین کی آوازوں کو خاموش کر دیا۔ یہ چیخنے والا ایک یہودی تھا۔ اور وہ خواتین کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے چلاتے ہوئے کہا:

> ''اے قریشی خواتین!...... (عورتیں یہ سن کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور غور سے اس کی بات سننے لگیں) اے قریش کی خواتین!...... تم میں ایک نبی آنے والا ہے۔ تم میں سے کون ہے جو اس کی رفیقہ حیات بننا پسند کرے؟ اسے آج ہی سے ارادہ باندھ لینا چاہیے۔ اسے چاہیے کہ وقت آنے پر ایسا کر گزرے۔''

قریش کی خواتین نے یہ بات سن کر خیال کیا کہ یہ ہرزہ سرائی کر رہا ہے۔ بعض خواتین نے تو غصے میں آ کر اسے سنگریزے اٹھا کر مارے۔ اور بعض نے اس پر گالیوں کی بوچھاڑ کر

دی۔ ان میں سے بعض خواتین نے اسے بہت برا بھلا کہا اور اسے دھکے دے کر وہاں سے بھگا دیا۔ لیکن خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا، اس یہودی کی بات نے ان کی یادوں میں ایک ہلچل مچا دی اور ان کے ذہن میں اس خواب کی فلم چل پڑی، جو تھوڑے ہی عرصہ پہلے انھوں نے دیکھا تھا اور وہ شیریں اور حوصلہ افزا گفتگو انھیں یاد آئی جو ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے درمیان خاتم الانبیاء کے بارے میں ہوئی تھی۔

یہ یہودی کوئی ہرزہ سرائی نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی یہ دیوانہ تھا۔ اس نے بڑی ذمہ داری سے لوگوں میں یہ اعلان کیا کہ ایک نبی عنقریب منصۂ شہود پر آنے والا ہے۔ اور وہ علی الاعلان یہ کہہ رہا ہے کہ قریش کی خواتین میں سے کون ایسی خوش نصیب ہے جو اس کی رفیقہ حیات بنے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج ان کے گھر کے آنگن میں اتر آیا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں بہت سی باتیں آنے لگیں۔ ان کے دماغ میں بہت سے افکار جنم لینے لگے۔ انھوں نے اپنے دل سے پوچھا: کیا یہ سب کچھ فضول ہے؟...... پھر خود کلامی کے انداز میں کہنے لگیں: رب کعبہ کی قسم!...... ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے پاکیزہ دل کی تہوں میں یہ محسوس کر رہی تھیں کہ ان کا خواب فضول نہیں ہے اور یہودی نے جو بات کہی وہ بھی کوئی فضول بات نہیں ہے اور ورقہ بن نوفل نے تورات، انجیل، اور دیگر آسمانی صحیفوں کی روشنی میں جو نبی منتظر کے بارے میں بشارتیں دیں وہ بھی کوئی فضول نہ تھیں، بلکہ یہ ایک نفس الامری حقیقت تھی جسے کسی ایک دن ظاہر ہو کر رہنا تھا، لیکن دیکھئے یہ دن کب ظاہر ہوگا؟

شاید سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میری طرف پیغام بھیجے

سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ ان کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب ان کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھی۔ انھیں آپ کی مہکتی سیرت اور بابرکت حالات کا پتہ چل چکا تھا۔ انھوں نے دلی طور سے یہ چاہا کہ کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تجارت میں شریک کار ہوں۔ لیکن ان کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ بنو ہاشم کے ہاں تجارت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ ابوطالب کو کثیر العیالی نے تجارت کی طرف متوجہ کیا ہے اور حمزہ بن عبدالمطلب تو تجارت کی بجائے شکار اور بہادری کے

جوہر دکھلانے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ عباس بن عبدالمطلب تجارت کے لیے نکلتے ہیں۔ جہاں تک ابولہب کا تعلق ہے تو وہ کھیل کود، شراب نوشی اور جوئے بازی میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔

حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چچا ابوطالب نے اپنی مالی کمزوری کے پیش نظر اپنے بھائی کے بیٹے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے کہا ہوگا کہ وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تجارت میں شریک کار ہوں۔ چونکہ ان کے مالی حالات بڑے تنگ و ترش تھے۔ انھوں نے آپ کو یہ نصیحت کی ہوگی کہ سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا مال تجارت لے کر جائیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے وسیع مال سے انھیں بھی بہتر روزی عطا کرے۔ ابن سید الناس اپنی کتاب عیون الاثر [1] میں لیلیٰ بنت منیہ کی ہمشیرہ نفیسہ بنت منیہ کے حوالے سے سیدنا محمد ﷺ کے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر جانے کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''جب رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس سال ہوگئی تو مکہ معظّمہ میں انھیں الامین کے نام سے پکارا جانے لگا۔ جب خیر و بھلائی کی خوبیاں اپنے کمال کو پہنچ گئیں تو ابوطالب نے کہا: میرے بھتیجے! میں ایک غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ حالات بڑے کٹھن ہیں۔ غربت و افلاس نے مدت ہوئی ہمارے ہاں قدم جما رکھے ہیں، ہمارے پاس نہ مادی وسائل ہیں اور نہ ہی تجارت کی کوئی صورت ہے۔ آپ کی برادری کا ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد آپ کی برادری کے لوگوں کو اپنے تجارتی قافلے میں بھیجتی ہیں، وہ ان کے مال سے تجارت کرتے ہیں اور نفع حاصل کرتے ہیں۔ اگر آپ اس کے پاس جائیں اور اپنی خدمات پیش کریں تو وہ یقیناً دوسروں کی نسبت آپ کو زیادہ ترجیح دے گی۔ کیونکہ آپ کے پاکیزہ خیالات اور کردار کے بارے میں اسے پتہ چل چکا ہے۔ اگرچہ میں آپ کا شام جانا پسند نہیں کرتا، مجھے آپؐ کے بارے میں یہودیوں سے خطرہ ہے لیکن کیا کروں مجبوری ہے اور اس کے بغیر چارہ کار بھی نہیں۔''

خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایک مالدار معزز تاجر خاتون تھیں۔ وہ اپنا مال تجارت شام بھیجا کرتی تھیں۔ ان کا تجارتی قافلہ عام قریش کے تجارتی قافلے کی مانند ہوتا تھا۔ وہ آدمیوں کو مضاربت کی بنیاد پر مال دے کر بھیجا کرتی تھیں۔ قریش ایک تاجر قوم تھی، ان میں جو فرد

---

[1] عیون الأثرفی فنون المغازی والشمائل والسیر الابن سید الناس (۱/ ۶۰، ۶۲)

تجارت نہیں کرتا تھا وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا کی باتیں سن کر یہ ارشاد فرمایا:

''شاید وہ مجھے اس سلسلے میں پیغام بھیجے۔''

ابو طالب نے جواب دیا: مجھے اندیشہ ہے کہ تمھاری جگہ کوئی دوسرا نہ لے لے اور اس طرح تم پیچھے رہ جاؤ۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تک آپ کے چچا ابو طالب کی گفتگو کسی طرح پہنچ گئی اور انھیں رسول اللہ ﷺ کی سچائی، امانت داری اور خوش اخلاقی کا بھی علم ہو چکا تھا، لیکن انھوں نے کہا: میں نہیں جانتی کہ وہ تجارت کرنا چاہتے ہیں۔ پھر انھوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجتے ہوئے یہ کہا: مجھے آپ کی سچائی، امانت داری اور خوش اخلاقی کے بارے میں معلومات مل چکی ہیں۔ میں آپ کو دوسروں کی نسبت دوگنا مال تجارت دینا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ آپ ابو طالب سے ملے اور اس صورت حال کا تذکرہ کیا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہا: یہ رزق اللہ تعالیٰ آپ کے پاس لایا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ خدیجہ بنت خویلد کے غلام میسرہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور شام پہنچے۔ دونوں شام کے بازار بصریٰ میں ایک کنیسہ کے قریب درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ کنیسہ کا پادری میسرہ کو جانتا تھا۔ اس نے کہا:

پادری: میسرہ! وہ شخص کون ہے؟ جو درخت کے سائے میں بیٹھا ہے۔

میسرہ: یہ اہل حرم قریش کا ایک فرد ہے۔

پادری: اس درخت کے سائے میں نبی کے علاوہ آج تک کوئی نہیں بیٹھا۔

پادری: (اس کی آنکھوں میں سرخی کے آثار تھے) دیکھنا، اس سے جدا نہ ہونا۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو آخر الزماں نبی ہے۔ کاش! میں اس وقت تک موجود رہوں جب اسے مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔''

میسرہ نے یہ باتیں ذہن نشین کر لیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ بصریٰ کے بازار میں تشریف لائے۔ اور جو مال تجارت ساتھ لائے تھے اسے خرید و فروخت کے لیے پیش کیا۔ آپ کے اور ایک گاہک کے درمیان سامان کی خرید و فروخت کے حوالے سے اختلاف پیدا ہو گیا۔

اس شخص نے کہا: میں لات وعزیٰ کی قسم کھاتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو ان کی قسم کبھی نہیں کھاؤں گا، البتہ اپنے مطالبے سے دستبردار ہوسکتا ہوں۔ میں تو لات وعزیٰ سے پہلو تہی (لاتعلقی) اختیار کرتا ہوں۔

اس شخص نے کہا: آپ کی بات درست ہے۔

پھر اس شخص نے میسرہ کو ایک طرف لے جاکر کہا: اے میسرہ! یہ وہ نبی ہے جس کے اوصاف ہمارے علماء نے اپنی کتابوں میں پائے ہیں۔

میسرہ نے اس کی بات کو بھی ذہن نشین کرلیا۔ پھر تمام قافلے والے واپس آگئے۔ میسرہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا تھا کہ سخت گرمی میں فرشتے آپ پر سایہ کر رہے ہیں۔ اور آپ اونٹ پر سوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ڈال دی۔ وہ تو گویا رسول اللہ ﷺ کا غلام بن گیا۔ انہوں نے اپنا مال تجارت بیچا اور دوگنا نفع پایا اور جب واپس پلٹے تو مکہ کے قریب وادی مر الظہران میں پہنچے تو میسرہ نے عرض کی: اے محمد! آپ خدیجہ کے پاس جائیں اور اسے تفصیل سے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ پر نوازشات کی ہیں، وہ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گی۔

رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور دوپہر کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کے بالا خانے میں دیگر خواتین کے ساتھ موجود تھیں۔ ان خواتین میں نفیسہ بنت منیہ بھی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ اونٹ پر سوار ہوکر مکہ میں داخل ہوئے تو اس نے دیکھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ کر رہے ہیں۔ اس نے یہ منظر دیگر خواتین کو بھی دکھلایا۔ تمام خواتین یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئیں!! رسول اللہ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انھیں وہ کچھ بتایا جس کا مشاہدہ وہ بچشم خود بھی کر چکی تھیں۔ مزید برآں میسرہ نے بتایا کہ یہ منظر اسی وقت سے میں دیکھ رہا ہوں جب ہم شام سے روانہ ہوئے۔ مزید نسطورا پادری کی باتیں اور اس شخص کی باتیں بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتائیں جس کا آپ کے ساتھ خرید وفروخت میں اختلاف ہوگیا تھا۔ اور یہ بھی بتایا کہ ہمیں مال تجارت میں دوگنا نفع حاصل ہوا ہے۔ ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت دوبالا ہوگئی۔ [1]

---

[1] عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر (۱/ ۶۹، ۷۳)۔

یادوں کے قافلے

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ کی وہ باتیں جو اس نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے حوالے سے کی تھیں، سب کی سب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں، پھر وہ اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور اسے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ سب باتیں بتائیں جو اس کے غلام میسرہ نے بیان کی تھیں۔ اور امین و صادق نے اپنے سفر میں جو کچھ کیا وہ بھی اسے بتایا۔ ورقہ نے یہ سن کر کہا: اے خدیجہ! تم جو کچھ بتا رہی ہو اگر واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو میری بات غور سے سنو!...... یہ محمد اس امت کے نبی ہیں اور تمہیں اس حقیقت کا عرفان ہو جانا چاہیے کہ اس امت کے لیے اسی نبی کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یادوں اور باتوں میں مشغول ہو گئیں اور میسرہ کی اس گفتگو میں کھو گئیں جو اس نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کی تھی۔

واہ واہ!! ان کے چچا کا بیٹا ورقہ بن نوفل کہہ رہا ہے کہ بلاشبہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ وہ خواب شرمندہ تعبیر ہوا جو انھوں نے دیکھا تھا، کہ مکہ کے آسمان سے آفتاب اس کے گھر کے آنگن میں اتر کر ٹھہر گیا ہے۔ ان کا سر پسینے سے شرابور ہو گیا، ورقہ بن نوفل کی آواز ان کے دل کی گہرائیوں میں اترنے لگی۔ وہ خود کلامی کے انداز میں کہنے لگیں: تو کتنی خوش نصیب ہے۔ اگر اللہ نے تیرے خواب کو سچ کر دیا تو تیرے گھر میں نور نبوت ضرور داخل ہوگا اور اس سے خاتم النّبیین کے نور کا پھیلاؤ ہر طرف ضرور ہوگا۔

اسی موقع پر ان کے ذہن میں ایک اور یاد نے انگڑائی لی۔ میلے کے دن جب مکے کی دیگر خواتین کے ساتھ کعبے کی طرف روانہ ہوئی تھیں تو اس وقت یہودی کی کہی ہوئی بات یاد آئی۔ اس نے کہا تھا:

"اے خواتین قریش!...... عنقریب ایک نبی منصۂ شہود پر آ رہا ہے۔ تم میں سے کون ایسی خوش نصیب ہے جو اس کی رفیقہ حیات بنے۔ جس کے لیے یہ ممکن ہو اسے یہ سعادت حاصل کر لینی چاہیے۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے خیال کی باگ ڈور کو آزاد چھوڑ رہی تھیں۔ تا کہ وہ جیسے چاہے جہاں چاہے گردش کر سکے۔ یہ یادوں کا ایک سیل رواں تھا جو ان کے خیال پر چھا رہا تھا اور ان

کی زندگی کے صفحے کو محبت اور خوشی سے بھر رہا تھا۔ دلائل یہ اشارہ دیتے ہیں کہ سیدنا محمد بن عبداللہ ﷺ بڑی شان والے ہیں۔ وہ اہل مکہ میں سب سے بہتر اور اہل حرم میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ اگر نبوت ان کو نہ دی گئی تو پھر نبی بننے کا اور کون مستحق ہو گا؟ تمام پادری اور نجومی ان کے عنقریب ظاہر ہونے کی بشارت دے چکے ہیں۔ بلکہ وہ نبی منتظر کی علامتوں اور خوبیوں کے بارے میں بھی بتا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے چچا کا بیٹا ورقہ بن نوفل بہت بڑا عالم، کہ جس نے اپنی ساری عمر پرانی و آسمانی کتابوں کی چھان بین میں کھپا دی ہے۔ وہ دیگر زبانوں سے بھی واقف ہے، اس نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے از خود محسوس کیا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ دوسرے لوگوں اور قریش کے دیگر مردوں کی مانند نہیں ہیں۔ بلکہ انھیں ان سب پر امتیاز وفوقیت حاصل ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی یادوں کے سیل رواں سے حیات بخش اور نفس الامری حقیقت کی طرف منتقل ہوئیں۔

انھوں نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکت کے بارے میں غور وخوض کیا تو ان کے خیال کا صفحہ اس احساس سے جگمگایا کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت نور کے اس ہالے سے ملتی جلتی ہے جو سینے میں انشراح پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اور وہ دل کو صفائی اور روشنی سے لبریز کر دیتا ہے اور وہ وجدان میں خیر و بھلائی کے عوامل کو بیدار کر دیتا ہے۔

بلاشبہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ عظیم الشان اور عالی مقام ہیں، وہ عالی شان ہستی ہیں جنہیں پیدا ہی اس لیے کیا گیا کہ وہ سردار و قائد بنیں، بنی نوع انسان کے نگہبان ہوں، سچی بات کہیں، امین کہلائیں، سب لوگوں سے بڑھ کر سچا لہجہ اختیار کریں۔ وہ ذمہ داری کے لحاظ سے تمام لوگوں سے فائق تر ہوں، گویا کہ انھیں پیدا ہی اعلیٰ اخلاق کے لیے کیا گیا اور وہ خلق عظیم اور خلق کریم کے خوگر تھے۔ انھوں نے لوگوں سے محبت کی اور لوگوں نے آپ سے محبت کی۔ بلکہ اپنی نرم خوئی اور اخلاقی سر بلندی کی بنا پر ان سب کے دلوں پر چھا گئے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس دلائل وقرائن کے انبار لگ گئے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہی وہ آخری شراب طہور ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ اختتام پذیر ہوگا۔ انھوں نے رات اس امید میں گزاری کہ وہ آپ کی رفیقہ حیات بن جائیں لیکن یہ کیسے ہوگا؟

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور مبارک رغبت

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح اندازہ لگایا تھا۔ انھوں نے آپ کے بارے میں ایک دوسرے نقطہ نگاہ سے سوچا جو اس سے کہیں برتر تھا، کہ آپ اس مال سے تجارت کریں جس سے انھیں بھی فائدہ ہو اور آپ کو بھی نفع حاصل ہو۔ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ سب کچھ جان چکی تھیں جو ان کی قوم کو آپ کی امانت و دیانت اور سچائی کے بارے میں معلوم تھا۔ آپ ہر قسم کی گراوٹ سے پہلو تہی اختیار کرنے والے اور سر بلند امور کو پیش نظر رکھنے والے تھے۔ آپ اپنی ذات میں مروت کے نشانات سے کہیں زیادہ بلند و بالا تھے۔ آپ نے خیر و بھلائی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ آپ ہر وقت خیر و بھلائی کے امور کو سرانجام دیتے رہتے تھے۔ بلکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے بارے میں اپنی قوم سے زیادہ معلومات رکھتی تھیں۔ وہ اپنے مال کو تجارتی مصرف میں لانے کے حوالے سے آپ کو اچھی طرح جان چکی تھیں۔ اور ان کا دیانت دار غلام میسرہ سفر میں ان کے ہمراہ تھا۔ اس نے سفر اور کارکردگی کے حوالے سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں انھیں سب کچھ بتا دیا تھا۔ اور اس نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں آپ کے مستقبل کے روشن ہونے کے بارے میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کر دیا تھا۔ مزید برآں راہب کی آپ کے بارے میں پیش گوئیوں کا تذکرہ کیا اور سب سے بڑھ کر آپ پر دوران سفر میں اللہ کی نوازشات کا تذکرہ تو خاص طور پر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے آپ پر حیرت انگیز فضل و کرم کا مظاہرہ تو انھوں نے خود بھی دیکھ لیا تھا اور اس قدرتی مظاہرے سے وہ خواتین بھی بہت متاثر ہوئیں جو ان کے ساتھ بالا خانے میں کھڑی تھیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو قریش کے ایک میلے میں یہودی کا آپ کے ظہور کے بارے میں اعلان بھی یاد آیا۔ ان سب یادوں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قلب و ذہن میں ایک ہنگامہ بپا کر رکھا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان دنوں ایک معزز خاندانی، صاحب حیثیت اور دولتمند لیکن بغیر خاوند کے تنہا خاتون تھیں۔ وہ ایک ایسے دیانتدار ساتھی کی ضرورت مند تھیں جو ان کا ہمہ جہتی اعتبار سے معاون بنے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی قوم کے اعلیٰ درجہ کے معزز فرد تھے۔ کیا وہ قریش کے سردار عبدالمطلب کے چشم و چراغ نہ تھے، کیوں نہیں!

کیا وہ دانشمند اور شریف الطبع، اعلیٰ درجہ کے دیانتدار اور کامل ترین خوددار نہ تھے؟

علاوہ ازیں ان کی عمر بھر پور جوانی کی تھی اور ابھی تک شادی بھی نہیں کی تھی۔ اب اس میں رکاوٹ ہی کیا تھی کہ وہ آپ کی رفیقہ حیات بنیں اور آپ ان کے شریک حیات بن جائیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ پاکیزہ عزوشرف والے انتہائی مالدار اور قابل فخر خاندان کی چشم وچراغ تھیں، وہ یہ اچھی طرح جان چکی تھیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم طبعی طور پر ایک پاکیزہ سیرت زاہد اور حیاء دار انسان ہیں۔ یہ تمام تر خوبیاں ان میں طبعی طور پر موجود ہیں، یہ اکتسابی نہیں ہیں۔ ان خوبیوں کے علاوہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں بہت سی دیگر باتیں بھی تھیں۔ مثلاً بادل کا آپ پر سایہ فگن ہونا...... خاص درخت کے سائے میں آپ کا بیٹھنا...... اور بعض علماء کی طرف سے انھیں یہ خبریں بھی مل چکی تھیں کہ اللہ کا وعدہ اپنے رسول کو مبعوث کرنے کا ہے اور اس وعدے کے ایفاء کا وقت قریب آ چکا ہے۔

اس لیے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو نہایت عمدہ اور باعزت طریقے سے نکاح کی پیش کش کر دی۔

بوصیری نے اپنے ہمزیہ قصیدے میں اس واقعے کے بارے میں کیا خوب کہا:

وَرَاَتْهُ خَدِيجَةُ وَالتُّقیٰ وَالزُّهْدُ
فِيهِ سَجِيَّةٌ وَالْحَيَاءُ
وَاَتَاهَا اَنَّ الْغَمَامَةَ وَالسَّرْحَ
اَظَلَّتْهُ مِنْهُمَا اَفْيَاءُ
وَاَحَادِيثُ اَنَّ وَعْدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ
بِالْبَعْثِ حَانَ مِنْهُ الْوَفَاءُ
فَدَعَتْهُ اِلَى الزَّوَاجِ وَمَا اَحْسَنَ
اَنْ يَّبْلُغَ الْمُنٰى الْاَذْكِيَاءُ

"خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دیکھا کہ تقویٰ، زہد اور حیاء آپ کی طبعی عادات ہیں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خبر ملی کہ بادل نے آپ پر سایہ کیا ہے اور ایک درخت کے سائے میں آپ بیٹھے ہیں اور انھیں یہ باتیں بھی معلوم ہوئیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آ چکا ہے، انھوں نے آپ کو شادی کا پیغام دیا تو کس قدر عمدہ امیدیں بر آئیں۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب کچھ جان چکی تھیں لیکن اپنے پیغام کو آپ تک پہنچانے کا کیا طریقہ اختیار کریں؟ اس سلسلے میں انھوں نے اپنی ایک قابل اعتماد سہیلی کا سہارا لیا، جوان کی دلی رغبت وخواہش کوخوب اچھی طرح جانتی تھی۔ اسے بلا کر اپنے دلی ارادے کا اظہار کرتے ہوئے اسے پیغام رسائی کے لیے آمادہ کیا۔

امام ابن سعد اپنے استاد محمد بن عمر واقد اسلمی واقدی سے بیان کرتے ہیں کہ منیہ بنت صفیہ کہتی ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی محتاط، حوصلہ مند، مضبوط ارادے والی، مالدار اور ایک معزز خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل وکرم کا ارادہ کیا۔ وہ خاندان اور عزوشرف کے اعتبار سے قریش میں سب سے بڑھ کر تھیں اور مال ودولت میں بھی سب سے زیادہ تھیں۔ برادری کا ہر صاحب حیثیت فرد یہ چاہتا تھا کہ یہ ان کی شریک حیات ہوں۔ بہت سے افراد نے اس کا مطالبہ بھی کیا اور اس سلسلے میں وافر مقدار میں اپنا مال بھی خرچ کیا لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی بھیجا۔ آپ ابھی ابھی شام سے تجارتی قافلے کے ساتھ واپس تشریف لائے تھے۔ میں نے یوں آپ سے باتیں کیں:

نفیسہ: ''اے محمد! آپ شادی کیوں نہیں کرا لیتے؟''

رسول اللہ: ''میرے پاس ابھی شادی کرنے کے وسائل نہیں ہیں۔''

نفیسہ: ''اگر آپ کو حسن و جمال اور عزوشرف اور مال و دولت سے سرفراز خاتون کی پیش کش کی جائے تو آپ کو قبول ہوگی؟''

رسول اللہ: ''وہ کون ہے؟''

نفیسہ: ''خدیجہ بنت خویلد۔''

رسول اللہ: ''وہ مجھ سے شادی کرنے پر رضا مند ہو جائے گی!!؟''

نفیسہ: ''یہ ذمہ داری میری ہے اور یہ بات مجھ پر چھوڑ دیجیے۔''

رسول اللہ: ''اگر یہ ہوسکتا ہے تو میں راضی ہوں۔ آپ کوشش کر دیکھیے۔''

وہ گئی اور جا کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی رضا مندی کے بارے میں بتا دیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور پیغام بھیج دیا کہ فلاں دن تشریف لے آئیں، اور ادھر اپنے چچا عمرو بن اسد کو بھی دعوت دے دی کہ وہ تشریف لائیں اور اپنی نگرانی میں شادی کا اہتمام کریں۔ وہ پیغام ملتے ہی پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچوں کے ہمراہ تشریف

لے آئے۔ یوں آپ کی شادی طے پا گئی۔

اس موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے کہا:

((هٰذَا الْبُضْعُ لَا يُقْرَعُ اَنْفُهٗ))

''اس شادی کی عظمت کو پہنچا نہیں جا سکتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب شادی ہوئی تو آپ کی عمر پچیس سال تھی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ وہ عام الفیل سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ ①

راستہ صاف ہو گیا۔ سیدہ صدیقہ طاہرہ امینہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مہم آسان ہو گئی۔ آپؐ کو حسن و جمال کی پیکر، عزوشرف کی خوگر، عقل و دانش کی سنگم، خواتین قریش کی سردار، ایک پاکیزہ کردار خاتون خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو رفیقہ حیات بنانے کی پیش کش کی گئی جسے آپ نے اپنے لیے مناسب سمجھتے ہوئے قبول کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد اور آپ کی جانب سے آپ کے چچا ابوطالب نے نمائندگی کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس طرح یہ شادی بحسن وخوبی طے پائی۔ ②

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پختہ عمر کی تھیں جبکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھرپور جوان تھے۔ یہ ایسے اتفاقات اور قدرتی راز ہائے دروں ہیں کہ ان کی تفصیلات و توجیہات بیان کرنے سے ہماری زبانیں عاجز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کی محبت سے زیادہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بچوں کے لیے ایک ہمدرد ماں کے روپ میں دیکھنا پسند کیا۔ لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے محبت کرنے والی بیوی، بچوں کے لیے ہمدرد اور نیک دل ماں کا انداز اپنا کر کمال کر دیا۔ یہ ایک واحد خاتون ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

خطبہ نکاح

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خاندان بنی ہاشم کے کچھ افراد تشریف فرما تھے۔ جن میں ہمارے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے چچا حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما، نیز آپ کے دوساتھی

---

① طبقات ابن سعد (۱/ ۱۳۱، ۱۳۲)۔

② واقدی نے کہا کہ یہ بات ہی میرے اور اہل علم کے نزدیک صحیح اور طے شدہ ہے کہ ان کا باپ خویلد بن اسد ہے جس کی وفات جنگ فجار سے پہلے ہو چکی تھی اور اس کے چچا کا نام عمرو بن اسد ہے اور وہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔

سیدنا ابوبکر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

یہ لوگ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل اور برادر زادہ حکیم بن حزام کے پاس اکٹھے ہوئے جبکہ عبدالمطلب کی دو بیٹیاں صفیہ (رضی اللہ عنہا) اور عاتکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ ان دونوں کے علاوہ ان کے پاس دیگر خواتین بھی تھیں۔ جن میں کچھ ان کی سہیلیاں اور باقی کنیزیں تھیں۔

ان لمحات میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قسمت جاگ اٹھی۔ وہ مقدر کی دھنی نکلیں۔ یہ سعادت صرف انھیں ہی نصیب ہونا تھی۔ ان کی بصیرت سے تمام حجاب چھٹ گئے۔ انھوں نے اپنا مستقبل نبی منتظر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستہ کرلیا۔ وہی تو وہ امین و صادق ہیں کہ امتیں جن کی بعثت کا انتظار کر رہی تھیں۔

اس لطافت بھری مجلس میں ابوطالب کھڑے ہوئے اور خطبہ نکاح پڑھنے لگے۔ ابوالعباس مبرد اور دیگر مؤرخین رقمطراز ہیں کہ ابوطالب نے اس موقع پر جو خطبہ دیا اس کے الفاظ یہ ہیں:

> ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے بنایا اور اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا کیا، معد کی جڑ کو جلا بخشی اور مضر کا خمیر اٹھایا، اور اس نے ہمیں اپنے گھر کا محافظ اور نگہبان بنایا، اس نے ہمارے لیے بیت اللہ کو امن کا گہوارہ بنایا اور ہمیں لوگوں پر حکومت کرنے والا بنایا، پھر یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لاکھوں میں ایک ہے۔ نیکی، فضل و شرف، عقل و دانش اور عظمت و شرافت کے اعتبار سے کوئی اس کا ہم پلہ نہیں۔ اگرچہ مال و دولت کی کمی ہے۔ لیکن مال تو ایک ڈھلنے والا سایہ، حائل ہونے والا معاملہ اور پلٹ جانے والی پرائی چیز ہے۔ اور سیدنا محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جن کی قرابت داری کو تم جانتے ہو، اس نے خدیجہ بنت خویلد سے شادی کی ہے اور مہر میں ساڑھے دس اوقیے سونا دیا ہے۔''

پھر ابوطالب نے یہ کہا: ''اللہ کی قسم!...... یہ اس کے لیے ایک بہت بڑی خیر ہے۔''
یہ کہتے ہوئے شادی طے ہونے کا اعلان کر دیا۔ [1]

---

[1] السیرة الحلبیة (۱/ ۲۲۶) السمط الثمین (ص۱۷) الروض الانف للسہیلی (۱/ ۲۱۳)۔

جب ابوطالب نے خطبہ نکاح مکمل کیا تو ورقہ بن نوفل نے بات شروع کی اور خطبہ دیتے ہوئے یوں گویا ہوئے:

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ایسا ہی بنایا جیسا آپ نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیں ان لوگوں پر فضیلت دی جن کو آپ نے شمار کیا۔ ہم عرب کے سردار اور راہنما ہیں اور تم اس کے ہمہ جہتی اعتبار سے حقدار ہو اور تم مکمل اہلیت کے حامل ہو۔ معاشرہ تمھارے فضل و شرف کا معترف ہے، اور لوگوں میں سے کوئی ایک بھی تمھاری شرافت کا انکاری نہیں۔ تمھاری عظمت اور شرافت سے ہمارا ملاپ ہمیں دلی طور پر مرغوب ہے۔ اے برادران قریش!...... گواہ رہنا، میں نے خدیجہ بنت خویلد کی محمد بن عبداللہ (رسول اللہ ﷺ) سے شادی چار سو دینار مہر پر طے کر دی ہے۔''

یہ بات کہہ کر ورقہ بن نوفل خاموش ہو گیا تو ابوطالب نے کہا کہ ''میں دلی طور پر چاہتا ہوں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا چچا بھی اس سلسلے میں آپ کا ہم نوا ہو۔'' تو اس کے چچا نے کہا: اے برادران قریش!...... گواہ رہنا کہ میں نے محمد بن عبداللہ (ﷺ) سے خدیجہ بنت خویلد کی شادی طے کر دی ہے۔ اور سرداران قریش نے گواہی دی۔

یہ ورقہ بن نوفل خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کے بیٹے اور ان کی قوم کے چودھری اور سر کردہ سردار تھے۔ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہ تھی کہ انھوں نے ابوطالب کے جواب کے لیے انھیں آگے کیا۔ ابوطالب نے نکاح کی توثیق اور تاکید مزید کے لیے یہ چاہا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا چچا بھی ہم نوائی کرے تو ان کے چچا نے ابوطالب کی بات کو مانتے ہوئے فوری طور پر اپنی رضاء کا اعلان کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی طے پانے پر ولیمہ کیا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس شادی خانہ آبادی پر بہت زیادہ خوش تھیں۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی طے پا گئی اور آپ گھر سے باہر جانے لگے۔ تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پیارے محمد (رسول اللہ ﷺ!) کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ ایک یا دو اونٹ ذبح کیجیے اور لوگوں کو کھانا کھلائیں۔ آپ نے ایسے ہی کیا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سہیلیوں سے کہا کہ خوب خوشی کا اظہار کریں، اور یہ بھی کہا کہ

اپنے چچا سے کہیں کہ وہ اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلائیں۔ آپ تشریف لائیں اور مجھے خدمت کا موقع دیں۔ آپ نے ایسے ہی کیا لوگوں کو کھانا کھلایا، دوپہر اپنی شریک حیات کے گھر رہے۔ اللہ نے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ ابوطالب بہت زیادہ خوش ہوئے اور کہا:

''شکر ہے اس اللہ کریم کا جس نے ہم سے مصیبت ٹال دی۔ ہمارے غم دور کر دیئے۔''

یہ پہلا ولیمہ تھا جس کا رسول اللہ ﷺ نے اہتمام کیا۔ ①

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر ازدواجی سعادت

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر سعادت نے اپنے پر پھڑ پھڑائے۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا بہترین رفیق حیات پایا۔ وہ بڑے لطیف الطبع زندگی کے ساتھی اور کمال درجے کے ہمدرد شریک حیات تھے، اور آپ ہر انسان، ہر قبیلے اور ہر چیز پر فوقیت رکھتے تھے۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف درجہ کمال تک پہنچے ہوئے طبعی اور خاندانی تھے۔ آپ کا صبر آپ کی بہادری کی مانند، آپ کی بہادری آپ کے کرم کی مانند، آپ کا کرم آپ کی بردباری کی مانند، اور آپ کی بردباری آپ کی جواں مردی کی مانند تھی۔

فضل وشرف کے حوالے سے آپ کی بہت زیادہ خصوصیات تھیں۔

آپ ترش اور سخت دل نہ تھے۔ آپ نے ام ایمن برکۃ حبشیہ نامی اپنی کنیز پر شفقت کے حوالے سے وسعت قلبی کا ثبوت دیا۔ ② جب آپ اپنی بیوی کے گھر منتقل ہوئے تو اس کنیز کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ اس طرح اسے عزت دی اور اس پر کمال درجے کی شفقت کا اظہار کیا اور آپ نے بڑے جگرے اور حوصلے کا ثبوت دیا، جسے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلی اولاد نے دلی طور پر محسوس کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا شادی کے بعد اپنی والدہ کے ساتھ رہا۔ اس نے نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی گود میں بڑی سعادت سے پرورش پائی اور اس نے تمام لوگوں سے بڑھ کر سچائی کے خوگر، سب سے زیادہ احساس ذمہ داری رکھنے والے، سب سے بڑھ کر نرم خو،

---

① انسان العیون الشهير بالسيرة الحلبية (١/ ٢٢٧)

② نساء مبشرات بالجنة (١/ ١٣٩، ١٨٢)۔

اور معاشرتی اعتبار سے کریم الاخلاق عظیم المرتبت شخصیت کے پہلو میں پروان چڑھ کر جوانی کی منزلیں طے کیں۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ شفقت اور محبت کا اظہار کیا۔ یہ نوجوان وہ تھا جسے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے عکاظ کے بازار سے خریدا تھا اور اپنی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو زیدؓ کے ساتھ قلبی تعلق تھا اور زید نے بھی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنی والہانہ انداز میں محبت کی کہ اس جیسی محبت اس سے پہلے انھوں نے کسی کے ساتھ نہیں کی تھی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس پدرانہ محبت کو سمجھ گئیں۔ انھوں نے زید (رضی اللہ عنہ) کو اپنے سرتاج سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا تو آپ نے انھیں آزاد کر دیا۔ آپ نے اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ ان کی چھینی ہوئی آزادی لوٹا دی بلکہ انھیں اپنا بیٹا بنا کر زید بن محمد (ﷺ) کہلانے کا شرف عطا کیا...... سبحان اللہ!

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سرتاج، شریک حیات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے ایسی والہانہ انداز میں محبت کی کہ آپ کی محبت اور چاہت ان کے تمام خیالات و احساسات پر چھا گئی۔ یہ ایک بیوی کی اپنے خاوند کے ساتھ محبت کا مثالی انداز تھا، جس میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی جھلک پائی جاتی تھی۔ جوں جوں دن گزرتے گئے اور گھریلو اور معاشرتی زندگی طول پکڑتی گئی، توں توں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس یقین میں اضافہ ہوتا گیا کہ جس ذات مقدسہ کو اپنا شریک حیات بنایا ہے وہ بلا شبہ ساری روئے زمین پر رسالت کے فرائض سرانجام دینے والی ہے اور امت کی بیداری میں سب سے زیادہ اہلیت کی حامل ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے لیے راحت و آرام کے تمام اسباب مہیا کیے اور ان کے لیے ہر طرح کی سہولت مہیا کی۔ خوشحالی کے تمام تر پہلو آپ پر نچھاور کیے اور انھوں نے آپ کا تعاون برضاء ورغبت، بڑی فیاضی اور کھلے دل سے کیا، اور مال خرچ کرنے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا۔ وہ اپنے خیالات و احساسات اور مال و دولت کے حوالے سے بڑی فیاضی اور سخاوت کی دھنی تھیں۔ بلکہ جو کچھ بھی ان کے شریک حیات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو پسند ہوتا، وہی پسند ان کی ہوتی۔ انھوں نے کبھی اس حوالے سے بخل سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ آپ کی پسند کے مطابق مال خرچ کرنے میں دلی خوشی محسوس کرتیں۔

ایک مجلس میں انوار ربانیہ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ڈھانپ لیا، وہ اس طرح کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرما رہے تھے، آپ کی پست آواز ان کے دل کے تاروں کو چھو رہی تھی۔ اور آپ کے ہونٹوں سے حکمت بھری باتیں ان کی روح اور وجود پر چھا رہی تھیں۔ انھیں نفسیاتی طور پر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ نورانی افق پر زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ان لمحات میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک کنیز نے آ کر کہا: ''میری آقا! دروازے پر حلیمہ سعدیہ بنت عبداللہ بن حارث آئی ہے،[1] وہ اندر آنا چاہتی ہے۔'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ سعدیہ کا نام سنا تو آپ کا شفقت بھرا دل دھڑکنے لگا اور آپ کے ذہن میں محبوب اور سہانے دنوں کی یادوں کے قافلے طواف کرنے لگے، وہ محبوب یادیں جو آپ کے دل کو بھاتی تھیں۔ آپ کو بنو سعد کا جنگل اور وہاں رضاعت کے دن گزارنا یاد آیا۔ یہ لمحہ خوشی سے لبریز احساسات کا تھا۔ اس لمحے نے پلک جھپکنے سے پہلے ہی آپ کو اپنے بچپن کے دن یاد کرا دیے اور آپ کو وہ دن یاد کرا دیے جن دنوں میں آپ حلیمہ کے بازوؤں اور ان کی گود میں پرورش پا رہے تھے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر دروازے تک گئیں تاکہ حلیمہ سعدیہ کو اندر لا سکیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلیمہ سعدیہ کے بارے میں محبت و شفقت اور احترام و عزت بھرے انداز میں بات کرتے سنا اور جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کانوں سے آپ کی لطافت و شفقت بھری یہ آواز ٹکرائی: خوش قسمتی کہ میری امی جان آئی ہیں!

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا کہ آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھا دی ہے۔ آپ نے چادر پر بڑے بھرپور شفقت بھرے جذبے سے اپنا مبارک ہاتھ پھیرا ہے۔ آپ کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور آپ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ اپنی قبر سے اٹھ کر آپ کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کے دوران میں سیدہ حلیمہ سعدیہ ان کے حالات کے بارے میں پوچھا۔ وہ تنگی حالات اور اس خشک سالی کا شکوہ کرنے لگی جو بنو سعد کے علاقے پر اتر آئی ہے۔ انھوں نے یہ بھی شکوہ کیا کہ گزارہ بڑی تنگی سے ہو رہا ہے، ہم فقر و فاقہ کے

---

[1] نساء من عصر النبوة (۱/ ۹، ۲۱)۔

کڑوے گھونٹ پی رہے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر دلی صدمہ ہوا اور ان کے ساتھ آپ نے بڑی فیاضی کے ساتھ تعاون کیا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑے افسردہ انداز میں اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے تنگ حالات کا تذکرہ کیا اور ان مصائب کا تذکرہ بھی کیا جو انھیں اور ان کی قوم کو درپیش ہیں۔ یہ باتیں سن کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں موجود ہمدردی اور شفقت کے خزانوں میں ایک ہلچل پیدا ہو گئی۔ اور انھوں نے بطیب خاطر چالیس بکریاں انھیں دے دیں اور ساتھ ایک اونٹ ضرورت کی چیزوں سے لدا ہوا ان کے ہمراہ بھیجا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے رفیق حیات کی خوشنودی کے لیے ہر وقت مالی سخاوت کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھتی تھیں۔ آپ نے ان کی فیاضی اور محبت کے حصول کا شکریہ ادا کیا اور جو کچھ انھوں نے عطیہ دیا تھا وہ اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

پاکیزہ اولاد

مبارک شادی ہوئے ایک عرصہ بیت گیا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا خانہ نبوی میں سعادت کا ماحول اور ایسے خوشگوار حالات پیدا کرتی رہیں جو رسول اللہ ﷺ کے دل کو پسند آئیں۔ یہ ہر وہ کام سرانجام دیتیں جو رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ ہوتا۔ یہ خانہ نبویؐ پر اپنی پاکیزہ جان اور جس قدر ان کے لیے ممکن ہوتا محبت، شفقت اور ہمدردی کے جذبات نچھاور کرتی رہتیں۔

ایک دن خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عظیم المرتبت خاوند کو ایک عظیم خوشخبری سنائی اور رازدارانہ انداز میں آپ کو بتایا کہ وہ امید سے ہیں۔ اور چند ماہ بعد وضع حمل ہو گا۔ وہ اس دلکش واقعہ سے خوشی میں جھوم رہی تھیں۔ وہ اپنے تئیں یہ محسوس کر رہی تھیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اولاد کو جنم دینا ان کے لیے ایک خوشگوار چیز ہے جس سے ان کے سینے میں ٹھنڈک پڑ جائے گی۔ ان کے دل میں بڑی امیدوں کی قندیل روشن ہو گئی۔ دن گزرنے پر انھیں مزید اس بات کا یقین ہو گیا کہ ان کے سرتاج سیدنا محمد رسول ﷺ کی بڑی شان ہو گی۔ خوشی نے رسول اللہ ﷺ کے دل میں سمانے کا راستہ پہچان لیا۔ کیا کسی شخص کے لیے اس سے بھی بڑی کوئی خوشی کی بات ہو سکتی ہے کہ اسے یہ پتہ چل جائے کہ اس کے سلسلہ نسب کے آگے بڑھنے کے امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد اس کا نام زندہ رہے گا اور خاص طور پر اس زمانے میں مکی معاشرے میں اس کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ آپ کی شفیق رفیقۂ حیات خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

نے جو دل فریب و دلآویز خبر سنائی تھی اس سے آپ کو بہت زیادہ خوشی محسوس ہوئی۔ چند ماہ کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک خوبصورت بچی کو جنم دیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بڑی محبت، شفقت اور چاہت سے اپنی گود میں لیا، اللہ تعالیٰ کے اس عطیے کا شکر ادا کیا اور اس کا نام ''زینب'' رکھا۔

دن اور مہینے گزرتے گئے۔ اس دوران میں زینب (رضی اللہ عنہا) دل کے ٹکڑے کی حیثیت اختیار کیے ہوئے تھی۔ خانۂ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ پھول دھیرے دھیرے کھلنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی محبت موجزن تھی۔ اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ کھل اٹھتا، آپ اسے شفقت سے اٹھا لیتے اور چومنے لگتے۔

زینب (رضی اللہ عنہا) نے اپنی عمر کی پہلی بہار گزاری اور اس نے دوسری بہار میں قدم رکھا۔ یہ بڑی خوبصورت اور صاف ستھری بچی تھی۔ اس کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اب دوسرے بچے کو جنم دینے کی منتظر تھیں۔ وہ اس حوالے سے اپنے آپ کو غایت درجے کی سعادت مند سمجھتی تھیں۔ اور انھوں نے اضطراب کے بعد سکون محسوس کیا اور انھوں نے اپنے دیانتدار خاوند کے زیر سایہ خوشگوار زندگی کی مٹھاس کا مزہ چکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیٹی زینب کے چہرے کو غور سے دیکھتے تو آپ کا دل خوشی سے لبریز ہو جاتا، کیونکہ یہ اپنی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہم شکل تھی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دوسری بچی کو جنم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس عطا پر بہت خوش ہوئے۔ بہ صمیم قلب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے پاکیزہ اولاد سے سرفراز کیا۔ آپ نے اپنی دوسری بیٹی کا نام رقیہ رکھا۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تیسری بیٹی ''ام کلثوم'' کو جنم دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معزز گھرانے کے ساتھ بڑی خوش دلی سے رہنے لگے۔ آپ اپنی تینوں بیٹیوں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہند بن ابی ہالہ سے برابر پیار کرتے تھے۔ اسی طرح آپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح محبت و پیار سے پیش آتے۔ ان تمام بچوں سے آپ یکساں پیار کرتے تھے اور ان پر اپنی شفقت، ہمدردی اور نرم خوئی کے خزانے یکساں طور پر لٹاتے۔ رضی اللہ عنہم

یہ محمدی خاندان پرسکون اور خوشگوار زندگی بسر کر رہا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا صفائی ستھرائی کے اعتبار سے بڑی فعّال خاتون تھیں۔ انھوں نے ازدواجی زندگی کو درست بنیادوں پر استوار کر رکھا تھا۔ جوں جوں ان کی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدواجی زندگی دراز ہوتی گئی

توں توں آپ کے حوالے سے ان کی پسند میں اضافہ ہوتا گیا۔ آپ کا دل اعلیٰ درجے کا صاف ستھرا تھا۔ آپ کے تمام اعضاء، احساسات اور دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تابع تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد اس محمدی گھرانے کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک اور عزت والی من موہنی سی بچی عطا کی جسے بعد میں خواتین عالم کی سردار ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ تھیں، حسنین رضی اللہ عنہما کی والدہ، سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، جو صبر کرنے والی، دیندار، خیر اندیش، سگھڑ، قناعت کرنے والی اور ہر دم اللہ کی شکر گزار تھیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دو بیٹے قاسم اور عبداللہ بھی عطا کیے۔ اس طرح ان کے ہاں دو بیٹوں اور چار بیٹیوں نے جنم لیا۔ [1]

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مشیت نے یہ چاہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہے، جبکہ اس دور میں عرب بیٹوں پر انحصار کرتے تھے اور بیٹوں کے اپنے ہاں جنم لینے کے حوالے سے بڑے حریص تھے۔ لیکن اس مثالی گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کی بجائے بیٹیوں سے نوازا، وہ اس لیے کہ حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل ایمان کے لیے ایک مثالی نمونہ بنانا تھا اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے نہایت اعلیٰ مثال بنانا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور اخلاقِ عالیہ

بلا شبہ اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ جن پر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فطرت استوار کی گئی، ان اوصاف نے انھیں اہل فضل کے لیے قابل رشک بنا دیا تھا۔ اور یہ عالی مقام خاتون ہر اس فرد کے لیے زندگی کا سرچشمہ بن گئیں جس نے اس مبارک گھر کی چھت تلے سایہ حاصل کیا۔ جس گھر کو عنایات الٰہی نے اپنے دامن میں لے لیا تھا۔ اور اس گھر میں ہمارے محبوب سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب بشریت اور نور ہدایت بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اعلیٰ اسباب و وسائل کی مالک تھیں۔ انھوں نے اپنے گھر کو شفقت، ہمدردی اور محبت کے مختلف رنگوں سے منور کر دیا تھا۔ اور وہ افراد جو اس گہوارے میں زندگی بسر کر رہے تھے وہ سبھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شفقت سے شاد کام ہوئے۔ ان کے زیر کفالت تمام افراد نے یوں محسوس کیا جیسے وہ ان کی شفیق ماں ہے جس نے انھیں جنم دیا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۱/ ۱۳۳) الکامل فی التاریخ (۲/ ۴۰)۔ تاریخ الاسلام للذهبی سیرۃ النبوۃ (ص ۶۵، ۶۶) سیرۃ ابن هشام (۱/ ۲۱۴) نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۲۵)۔

اسی نبویؐ گھرانے میں دنیا کے ایک عبقری انسان، بنی ہاشم کے ایک عالی مقام چشم و چراغ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شمولیت اختیار کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بچپن ہی میں کفیل بن گئے۔ اسی طرح اس گھرانے میں جنگ موتہ کے بطل جلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نظر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شفقت میسر آئی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشترکہ شفقت نے انھیں نہ صرف اپنا خاندان بھلا دیا بلکہ انھوں نے محمدی گھرانے کو اپنے والدین کے گھرانے پر فوقیت دی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہر اس سے پیار کرتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا ہوتا۔ ہمیشہ وہ چیز انھیں محبوب ہوتی جسے ان کے رفیق حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور چاہتے۔

وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی شفقت سے پیش آتیں۔ اور ام ایمن حبشیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی محبت اور شفقت کا رویہ اختیار کرتیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تو اس قدر محبت، شفقت اور پیار کا رویہ اختیار کیا کہ کمال ہوگیا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی اور ادھر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک نازک ترین موڑ پر آ کر اپنی وفاداری کا ثبوت جس انداز میں مہیا کیا اس نے بھی دیکھنے اور سننے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ تاریخ کے حافظے نے اس وفاداری کے موٴقف کو یاد رکھا۔ ہوا یوں کہ ایک حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی اہل خانہ کے ہمراہ تھے۔ وہاں اس کی قوم کے ایک فرد نے دیکھا اور پہچان لیا۔ وہ ان کے پاس گیا اور یوں باتیں کرنے لگا:

قوم کا نمائندہ: اے لڑکے! تم کون ہو؟

زید بن حارثہ: میں اہل مکہ سے ہوں۔

قوم کا نمائندہ: تم وہاں کے باشندے ہو؟

زید بن حارثہ: نہیں!

قوم کا نمائندہ: تم آزاد ہو یا غلام؟

زید بن حارثہ: میں غلام ہوں۔

قوم کا نمائندہ: عربی ہو یا عجمی؟

زید بن حارثہ: میں عربی ہوں اور قبیلہ بنوکلب سے ہوں جو بنوعبد ودّ کی ایک شاخ ہے۔

قوم کا نمائندہ: تم کس کے بیٹے ہو؟

زید بن حارثہ: میں حارثہ بن شرحبیل کا بیٹا ہوں۔

قوم کا نمائندہ: تجھے کہاں غلام بنایا گیا؟

زید بن حارثہ: مجھے وادی طے میں ننھیال کے ہاں سے غلام بنایا گیا۔

قوم کا نمائندہ: تیری والدہ کا نام کیا ہے؟

زید بن حارثہ: میری والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ ہے۔

قوم کا نمائندہ: اپنے باپ کا حال سنو، وہ بیچارہ تیری جدائی میں دل فگار ہو کر کس طرح خاک چھانتا رہا، تیرے غم میں اس نے کس طرح کے غم ناک قصیدے کہے۔ تیری گم شدگی پر وہ اتنا رویا جس کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ اس وقت تم کہاں اور کس حال میں ہو؟

پھر اس کے بعد اس شخص نے زید کے والد حارثہ کے یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیے:

بَکَیْتُ عَلٰی زَیْدٍ وَلَمْ اَدْرِ مَافَعَلَ
اَحَیٌّ فَیُرْجٰی اَمْ اَتٰی دُوْنَہٗ اَجَلٌ
فَوَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَ اِنِّیْ لَسَائِلٌ
أَغَالَکَ بَعْدِیْ سَھْلٌ اَمْ غَالَکَ الْجَبَلُ

’’میں زید کے بارے میں رویا، مجھے معلوم نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ کیا وہ زندہ ہے کہ اس کی امید رکھی جائے یا وہ فوت ہو چکا ہے؟‘‘

’’اللہ کی قسم!...... میں نہیں جانتا اور میں پوچھنے والا ہوں کہ (اے بیٹے!) تجھے زمین نے نگل لیا یا کسی پہاڑ نے تجھے غفلت اور دھوکے میں مار ڈالا۔‘‘

وہ شخص لگاتار شعر پڑھتا گیا اور زیدؓ سن کر سر ہلاتے گئے۔ ان کو مختلف خیالات نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے باپ اور قوم کے آنسو بہنا روکے۔ ان کے غم ہلکے کرے تا کہ ان کے دلوں کو اطمینان میسر آئے۔ نیز انھیں اپنی زندگی اور سلامتی کی خبر دے اور اس ملاقات کرنے والے شخص کے ذریعے پیغام پہنچائے اور انھیں یہ بھی بتائے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں باپ سے بہتر باپ، ماں سے بہتر ماں اور بھائیوں سے بہتر بھائی عطا کیے ہیں۔ پھر اس شخص سے اور اس کے ساتھ بنو کلب کے دیگر افراد سے کہا کہ میرے اہل خانہ تک میرے یہ

اشعار پہنچا دینا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ میری جدائی سے خاصے پریشان ہیں:

أَحِنُّ اِلیٰ قَوْمِی وَاِنْ کُنْتُ نَائِیًا
فَاِنِّی قَطِیْنُ الْبَیْتِ عِنْدَ الْمَشَاعِرِ
فَکُفُّوْا مِنَ الْوَجْدِ الَّذِیْ قَدْ شَجَا کُمْ
وَلَا تَعْمَلُوْا فِی الْاَرْضِ نَصَّ الْاَبَاعِرِ
فَاِنِّیْ بِحَمْدِ اللّٰہِ فِیْ خَیْرِ اُسْرَۃٍ
کِرَامٍ مُعَدِّ کَابِرًا بَعْدَ کَابِرٍ

''میں اپنی قوم کا دلدادہ ہوں اگرچہ اس سے دور ہوں۔ میں حج ادا کرنے کی جگہوں پر واقع اللہ کے گھر کا رہائشی ہوں۔''

''تم اس غم سے باز رہو جس نے تمھارے دلوں کو زخمی کر دیا ہے۔ تم زمین میں اونٹوں کے دوڑانے کی طرح کام نہ کرو۔''

''میں الحمدللہ! ایک بہترین خاندان میں رہتا ہوں جو باپ دادا سے معزز چلا آرہا ہے۔''

حج کے دن ختم ہوئے، قبیلہ بنو کلب کا یہ شخص اور اس کے ساتھی واپس چلے گئے۔ انھوں نے اس کے باپ حارثہ اور اس کے چچا کعب کو بتایا کہ تمھارا بیٹا فلاں جگہ پر زندہ و سلامت ہے ہم خود اس سے مل کر آئے ہیں، اور جس کے پاس وہ رہائش پذیر ہے اس کے بارے میں بھی بتایا۔ نیز زید کے اشعار بھی انھیں سنائے۔ یہ روداد سن کر ان کے آنسو بہنے لگے، غم تازہ ہو گیا اور ان کے سینے میں امیدیں انگڑائیاں لینے لگیں اور دل میں امنگیں جاگ اٹھیں۔

شرحبیل کے دونوں بیٹوں حارثہ اور کعب نے زید (رضی اللہ عنہ) کو فدیہ ادا کر کے واپس لانے کے لیے مکہ معظمہ کی طرف رخت سفر باندھا۔ جب وہ دونوں مکے پہنچ گئے تو سیدھے سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ انھیں بتایا گیا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ وہ آپ کے پاس مسجد میں چلے گئے، اور یوں عرض کرنے لگے:

زید کا چچا و والد: اے فرزند عبدالمطلب!...... اے بنی ہاشم کے چشم و چراغ!...... اور اے اپنی قوم کے سردار کے فرزند ارجمند!...... آپ حرم کے باشندے اور اس

کے پڑوسی ہیں...... آپ مصیبت زدہ کی جان چھڑاتے ہو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کے بارے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم پر احسان کیجیے اور فدیہ لے کر اسے ہمارے حوالے کر دیجیے۔ ہم فدیہ کی رقم آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بخوشی تیار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: (مسکراتے ہوئے) وہ کون ہے، کیا وہ آپ کا بیٹا ہے؟

زید کا چچا و والد: (بیک زباں ہوکر) اے عالی مقام بلند اخلاق محترم! وہ ہمارا بیٹا زید بن حارثہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ: میں اس کے علاوہ ایک اور تجویز آپ کو دیتا ہوں۔

زید کا چچا و والد: وہ کیا؟

رسول اللہ ﷺ: (صدق و صفا اور یقین محکم کا انداز اپناتے ہوئے) میں اسے بلا کر ساری صورتِ حال سے آگاہ کرتا ہوں۔ اگر اس نے تمھارے ساتھ جانا پسند کرلیا تو بغیر کسی فدیہ کے اسے اپنے ہمراہ لے جانا، اور اگر اس نے ازخود تمھاری بجائے میرے ساتھ رہنا پسند کیا تو اللہ کی قسم! جس نے بخوشی مجھے پسند کیا میں اسے اپنے ہاں سے چلے جانے پر مجبور نہیں کروں گا۔

زید کا چچا و والد: (حارثہ اور کعب یہ تجویز سن کر بہت زیادہ خوش ہوئے کیونکہ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اس جیسی فیاضانہ پیش کش بھی کرسکتا ہے۔ واقعی یہ پیش کش بلا شبہ اعلیٰ ظرفی اور بلند اخلاقی کا ایک نادر نمونہ تھی لہٰذا کہنے لگے:) آپ ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ہیں...... آپ نے ہمارے ساتھ ہماری توقعات سے بڑھ کر انصاف سے کام لیا ہے۔ ہم آپ کے نہایت شکر گزار اور احسان مند ہیں۔

(رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے شفقت کے لہجے میں بات کرتے ہوئے فرمایا)

رسول اللہ ﷺ (اپنے مبارک ہاتھ سے حارثہ اور اس کے بھائی کعب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کرتے ہیں) تم ان کو جانتے ہو؟

زید بن حارثہ: یہ میرا باپ حارثہ بن شرحبیل ہے اور یہ میرا چچا کعب بن شرحبیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ: (نہایت پرسکون اور واضح انداز میں) جیسا کہ تم مجھے جانتے ہو۔ تم نے میری مصاحبت میں رہ کر دیکھ لیا ہے، آج تم کو میں کھلے دل سے یہ دعوت دیتا ہوں کہ تم مجھے یا ان دونوں کو پسند کرلو۔ چاہے تو میرے پاس رہو یا ان کے ہمراہ (اپنے وطن) چلے جائیں۔ تم برضاورغبت یہ اختیار حاصل ہے۔ جس کے ساتھ رہنا چاہو تم رہ سکتے ہو۔ تمھارے لیے کوئی روک ٹوک اور بندش و پابندی نہیں۔

زید بن حارثہ: (آپ کی بات سنتے ہی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صدق دل سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا) میں اس کائنات میں آپ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ میرے لیے سب کچھ ہیں۔ باپ بھی اور چچا بھی۔

زید کا چچا و والد: زید! بڑے افسوس کی بات ہے تم آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو اور اپنے باپ، چچا اور خاندان کی بجائے پردیس میں رہنے کو فوقیت دے رہے ہو!! تمھاری عقل کو کیا ہو گیا!!؟ تمھاری اس سوچ پر ہمیں بڑا افسوس ہے کہ......

زید بن حارثہ: (اپنے باپ اور چچا کی بات کاٹتے ہوئے اور ان کی حیرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے) ہاں ابا جان اور چچا جان!...... میں علیٰ وجہ البصیرت اور بقائم ہوش وحواس کہتا ہوں کہ انھوں نے میرے ساتھ جس حسن سلوک کا اظہار کیا ہے، میں اس کی دل سے قدر کرتے ہوئے برملا یہ کہتا ہوں کہ میں ان پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

(جب رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کا یہ انداز دیکھا اور ان کے خیالات کو سنا تو آپ بیت اللہ میں حطیم کی طرف گئے۔ وہاں قریش کے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا)

رسول اللہ ﷺ حاضرین مجلس! گواہ رہنا!...... آج سے زید میرا بیٹا ہے۔ یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔

جب باپ اور چچا نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ وہ اس حال میں اپنے گھر کو واپس ہوئے کہ ان کے بیٹے کو زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کا نظام نازل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں یہ حکم بھی نازل کر دیا:

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ [الاحزاب:۳۳/ ۵]

''انھیں (منہ بولے بیٹوں کو) اپنے باپوں کے نام سے بلاؤ۔''

اس دن سے وہ پھر زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کے نام سے پکارے جانے لگے۔ [1]

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کی قدر پہچاننا

ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام تمام پیغامات سے بڑھ کر کامل ترین ہے۔ آپ سب لوگوں سے افضل، سب سے اعلیٰ مقام پر فائز، سب سے بڑھ کر اللہ کا قرب رکھنے والے، سب سے زیادہ بلند رتبہ، سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے، سب لوگوں سے زیادہ متقی و پرہیز گار اور دل میں اللہ کی خشیت رکھنے والے، اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز و محترم، سب لوگوں سے بڑھ کر سیدھے راستے پر چلنے والے، پیغام رسانی کے حوالے سے سب پہ فوقیت لے جانے والے، دعوت الی اللہ میں سب سے فائق تر، ہدایت میں سب سے زیادہ خوشحال، ان تمام خوبیوں کے باوصف آپ اللہ کے رسول مقبول، خاتم النّبیین اور سید المرسلین ﷺ بھی ہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک دیانت دار اور وفادار بیوی تھیں۔ وہ طبعی طور پر تمام لوگوں سے بڑھ کر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت کو جانتی تھیں۔ اور انھیں آپ کی عظمت شان اور جاہ و جلال کا سب لوگوں سے بڑھ کر علم تھا۔

رسول اللہ ﷺ بعثت سے پہلے ہی اپنے رب کی پہچان کر چکے تھے۔ آپ کا دل انوار الٰہیہ سے جگمگا اٹھا تھا۔ آپ کو ماورائے حواس امور کا مشاہدہ ہو چکا تھا۔ آپ کی بصارت اور بصیرت یکساں طور پر اعلیٰ درجے کی تھی۔ آپ نے راہ حق پر گامزن ہونے کی رشد و ہدایت پا لی تھی۔

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی تربیت کا کامل طور پر اہتمام کر دیا اور نزول وحی کو

---

[1] رجال مبشرون بالجنة (۱/ ۱۳۹، ۱۴۴) زاد المعاد (۳/ ۲۰، ۲۱)۔

برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت پر فائز کر دیا۔ آپ اپنے رب کی توفیق سے تن تنہا لوگوں کی گردنوں سے شرک کا پٹہ اتار رہے تھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کی عادت کو محبوب نظر بنا دیا تھا۔ آپ کے نزدیک خلوت گزینی سے بڑھ کر کوئی اور عادت زیادہ پسند نہ تھی۔ طاہرہ طیبہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان خلوتوں سے دلی طور پر تنگی محسوس نہیں کرتی تھیں۔ حالانکہ بسا اوقات یہ خلوتیں دوری اور جدائی کا باعث ہوتی ہیں۔ وہ اپنے پاکیزہ اور صاف ستھرے احساسات کو معمولی نوعیت کی چیزوں سے گدلا نہیں ہونے دیتی تھیں۔ جس قدر بھی ان کے لیے ممکن ہوتا وہ اپنے جذبات واحساسات کو اپنے قابو میں رکھتی تھیں۔ یہ اس لیے تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قدر ومنزلت کو جانتی تھیں۔ جب بھی آپ غار حرا کی طرف عبادت کے لیے تشریف لے جاتے تو دور تک آپ کا پیچھا کرتیں۔ وہ اسی پر اکتفا نہ کرتیں بلکہ آپ کے پیچھے کسی ایسے شخص کو بھیجتیں جو آپ کی خلوت گزینی میں دخل اندازی کیے بغیر اور آپ کے صاف شفاف ماحول کو غبار آلود کیے بغیر اور غار میں آپ کے اپنے رب سے تعلق خاطر میں رخنہ اندازی ڈالے بغیر دور سے نگرانی کرتا رہتا۔

رسول اللہ ﷺ کا اصل نگہبان تو آپ کا رب تھا، آپ کی تربیت کر رہا تھا۔ اور وہ اپنے فضل وکرم سے اپنے انوار کا فیضان ان کے دل پر کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے لطف و کرم اور رحمت کے دروازے کھول دیے تھے اور آپ اپنے رب کی جانب سے روشن ماحول میں تھے۔ غار حرا میں رسول اللہ ﷺ پوری یکسوئی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ تجلیات انوار الٰہیہ اس جگہ کو ڈھانپ رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس ذات پر نازل ہو رہی تھی کہ جس کو اس کے رب نے تمام لوگوں کے لیے رسول بنانے کے لیے چن لیا تھا۔ تب روح الامین سیدنا جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس منصب رسالت پر فائز ہونے کا مژدہ سنا دیا تھا۔ جس بار امانت کو اٹھانے سے پہاڑ بھی کنی کتراتے تھے۔ اور وہ منصب تھا پوری نوع بشریت کو ہدایت کی راہ پہ گامزن کرنے کا اور لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دینے کا کہ جس کا کوئی شریک نہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور وحی کی ابتداء

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب زادالمعاد میں رقمطراز ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے چالیس سال کے ہو گئے تو آپ پر انوار نبوت کی روشنی طلوع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت پر فائز ہونے کی عزت بخشی اور اپنی ساری مخلوق کی طرف آپ کو اپنا رسول بنا کر مبعوث کیا، آپ کو رسالت کا شرف بخشنے کے لیے منتخب کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اپنے اور بندوں کے درمیان اپنا امین مقرر کیا۔

اس دوران میں وحی لے کر جبریل امین علیہ السلام جب پہلی دفعہ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت بڑے اثر و رسوخ والی تھیں، اس موقع پر انھوں نے بڑی عظمت کا ثبوت دیا۔ انھوں نے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی اس دور میں خواتین کی سردار ہیں۔ انھوں نے اس موقع کی مناسبت سے ایسی نورانی باتیں کیں کہ جن کی کرنیں عرصہ دراز تک عقلوں کو منور کرتی رہیں گی۔

اب ہم سیدہ طاہرہ عاقلہ فاضلہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے مؤدب کھڑے ہیں، تاکہ ان کے اس مؤقف کو تصور میں لائیں۔ جو انھوں نے پہلی وحی کے نزول کے وقت اختیار کیا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' کے باب "کیف کان بدء الوحی" میں رقمطراز ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ اَوِالصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ كَمَا فِيْ كِتَابَيِ التَّفْسِيْرِ وَالتَّعْبِيْرِ مِنَ الْبُخَارِيِّ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔ ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ۔ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ۔ الْعَدَدِ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اِقْرَأْ قَالَ مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَأْ قُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ فَاَخَذَنِيْ فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ثُمَّ اَرْسَلَنِيْ فَقَالَ اِقْرَأْ فَقُلْتُ مَا اَنَا بِقَارِئٍ

فَاَخَذَنِی فغطّنِی الثَّالِثَۃَ ثُمَّ اَرسَلَنِی فقَالَ: ﴿اقرأ بِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ* خَلَقَ الاِنسَانَ مِن عَلَقٍ* اقرأ وَرَبُّکَ الاَکرَمُ* الَّذِی عَلَّمَ بِالقَلَمِ* عَلَّمَ الاِنسَانَ مَالَم یَعلَم*﴾ فَرَجَعَ بِھَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَرجُفُ فُؤَادُہٗ فَدَخَلَ عَلٰی خَدِیجَۃَ بِنتِ خُوَیلِدٍ رضی اللہ عنہا فَقَالَ زَمِّلُونِی زَمِّلُونِی فَزَمَّلُوہُ حَتّٰی ذَھَبَ عَنہُ الرَّوعُ فَقَالَ لِخَدِیجَۃَ وَفِی کِتَابَی التَّفسِیرِ وَالتَّعبِیرِ۔ فَقَالَ اَیْ خَدِیجَۃُ مَالِی خَشِیتُ عَلٰی نَفسِی فَاَخبَرَھَا الخَبَرَ لَقَد خَشِیتُ عَلٰی نَفسِی فَقَالَت خَدِیجَۃُ کَلَّا وَاللّٰہِ لَایُخزِیکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصدُقُ الحَدِیثَ وَتَحمِلُ الکَلَّ وَتُکسِبُ المَعدُومَ وَتَقرِی الضَّیفَ، وَتُعِینُ عَلٰی نَوَائِبِ الحَقِّ فَانطَلَقَت بِہٖ خَدِیجَۃُ حَتّٰی اَتَت بِہٖ وَرَقَۃَ بنَ نَوفَلِ بنِ اَسَدِ بنِ عَبدِالعُزّٰی ابنَ عَمِّ خَدِیجَۃَ وَکَانَ امرَأً تَنَصَّرَ فِی الجَاھِلِیَّۃِ وَکَانَ یَکتُبُ الکِتَابَ العِبرَانِیَّ فَیَکتُبُ مِنَ الاِنجِیلِ بِالعِبرَانِیَّۃِ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَن یَّکتُبَ وَکَانَ شَیخًا کَبِیرًا قَد عَمِیَ فَقَالَت خَدِیجَۃُ یَا ابنَ عَمِّ اسمَع مِنَ ابنِ اَخِیکَ فَقَالَ وَرَقَہُ یَا ابنَ اَخِی مَاذَا تَرٰی؟ فَاَخبَرَہٗ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ خَبَرَ مَارَاٰی فَقَالَ لَہٗ وَرَقَۃُ ھٰذَا النَّامُوسُ الَّذِی نَزَّلَ اللّٰہُ عَلٰی مُوسٰی یَالَیتَنِی فِیھَا جَذَعًا لَیتَنِی اَکُونُ حَیًّا اِذیُخرِجُکَ قَومُکَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اَوَ مُخرِجِیَّ ھُم؟ قَالَ نَعَم لَم یَاتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثلِ مَاجِئتَ بِہٖ اِلَّا عُودِیَ وَاِن یُّدرِکنِی یَومُکَ اَنصُرکَ نَصرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَم یَنشَب وَرَقَۃُ اَن تُوُفِّیَ وَفَتَرَ الوَحیُ))

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں سچے اور اچھے خوابوں کی صورت میں ہوا، (جیسا کہ بخاری کی کتاب التفسیر اور کتاب التعبیر میں ہے) آپ جو خواب دیکھتے صبح نمودار ہونے کی طرح وہ بھی آشکار اور واضح ہو جاتا۔ پھر آپ کو خلوت گزینی پسند آئی۔ آپ غار حرا میں خلوت گزیں ہوا کرتے تھے۔ آپ اپنے گھر والوں کے پاس آتے اور سامان خورد ونوش

لینے سے پہلے کئی راتیں وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور سامان خوردونوش ہمراہ لیتے۔ آپ غار حرا ہی میں تھے کہ آپ کے پاس حق پر مبنی پیغام آ گیا۔ فرشتہ آیا تو اس نے کہا: ''پڑھو!'' آپ نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں۔'' آپ فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے پکڑا اور زور سے مجھے اپنی گرفت میں لیا، پھر مجھے چھوڑا اور کہا: ''پڑھو!'' میں نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں۔'' تو اس نے مجھے دوسری مرتبہ پکڑا اور زور سے دبایا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: ''پڑھو!'' میں نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں۔'' اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑا اور دبایا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا: ''اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو! تیرا رب عزتوں والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھلایا، انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں واپس آئے کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔'' انھوں نے کمبل اوڑھا دیا۔ آپ سے خوف و ہراس جاتا رہا۔ آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا (جیسا کہ کتاب التفسیر اور کتاب التعبیر میں مذکور ہے۔ فرمایا) ''خدیجہ رضی اللہ عنہا! مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔'' پھر انھیں سارا پیش آنے والا واقعہ سنایا اور کہا ''مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔'' خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔'' خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے کر گئیں۔ یہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کا بیٹا تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں نصرانیت قبول کر لی تھی۔ یہ عبرانی زبان میں کتاب لکھا کرتا تھا اور جتنی اللہ کی توفیق اور منشا ہوتی اس کے مطابق انجیل کی کتابت کرتا تھا۔ یہ بڑا عالم فاضل تھا اور نابینا ہو گیا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: ''میرے چچازاد بھائی! اپنے بھائی کے بیٹے سے سنیے، یہ کیا کہتے ہیں۔'' ورقہ بن نوفل نے آپ سے کہا: ''میرے بھائی کے بیٹے! سنائیے! آپ نے کیا دیکھا؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بتا دیا۔

ورقہ نے کہا: ''یہ وہی ناموس ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں، جب کہ آپ کی قوم آپ کو اپنے وطن سے نکال دے گی۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟!!'' اس نے کہا: ''ہاں! جو بھی آپ جیسا پیغام لے کر آیا ہے اس کے ساتھ دشمنی کی گئی ہے۔ اگر وہ دن میں نے پالیا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ پھر کچھ ہی عرصے کے بعد ورقہ بن نوفل وفات پا گیا۔ اور ادھر وحی کا سلسلہ بھی ذرا منقطع گیا۔''[1]

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس قدر والہانہ محبت تھی اور آپ کی عظمت، کامل شخصیت اور آپ میں کمال درجے کے اوصاف حمیدہ دیکھ کر ان کا دل کس قدر روشن، درخشاں اور رشک مہتاب بنا ہوا تھا۔ وہ اس حوالے سے کائنات کی تمام خواتین سے منفرد دکھائی دیتی تھیں۔ انھوں نے حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے وقت جو باتیں کیں وہ واقعی موتیے کی کلیاں اور مصری کی ڈلیاں دکھائی دیتی ہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نور کی باتیں اور الہام

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے بڑھ کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کو جانتی تھیں۔ یہ وہ عظیم المرتبت خاتون تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عبادت کے مقام اور خلوت خانے یعنی غار حرا سے ان کے پاس واپس آئے تو کمبل یا چادر اوڑھنے کے بعد بستر پر دراز ہونے کی صورت میں آپ کو قدرے سکون ملا۔ فرشتے کے آپ سے بغل گیر ہونے اور آپ کو زور سے دبانے کی وجہ سے آپ کو گھبراہٹ محسوس ہوئی تو آپ اس عالی مقام رفیقہ حیات سے باتیں کر کے قدرے سکون محسوس کرنے لگے۔ ان سے فرمایا: ''اے خدیجہ! مجھے اپنے تئیں خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔'' پھر اپنے ساتھ بیتنے والی ساری صورت حال

---

[1] رواہ البخاری فتح الباری (۱/ ۳۰) حدیث رقم (۳)۔اخرجہ البخاری رقم الحدیث (۳۳۹۲ ، ۴۹۵۳، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۶۹۸۲)۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۶۰) مسند احمد (۶/ ۲۳۲، ۲۳۳)۔ مصنف عبدالرزاق (۹۷۱۹) اسد الغابۃ (۶/ ۸۲) سیر اعلام النبلاء (۱/ ۲۳۶، ۲۳۸)۔

سے انھیں آ گاہ کیا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ سے نوازا ہے تو آپ سے کوئی عظیم کام لیا جائے گا۔ اس لیے وہ طبعی طور پر ایمانی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے الہامی انداز میں کہنے لگیں:

''اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا، آپ بالکل نہ ڈریے۔ خیر و بھلائی کے کام سرانجام دینے میں آپ کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لطف وکرم اور فضل وشرف سے اپنی منزل کو پا کے رہیں گے۔ آپ رشد و ہدایت اور حق کا پرچار کرنے کے حوالے سے اپنے اہداف حاصل کر کے رہیں گے۔ اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ اس نے آپ کو انسانیت کے اعلیٰ اوصاف سے آراستہ کیا ہے۔ جس کو اللہ نے اپنی نگرانی میں پروان چڑھایا ہو اور اسے اخلاق عالیہ سے آراستہ کیا ہو، اسے وہ رسوا نہیں کیا کرتا۔ آپ کو عنقریب یقیناً بلند مقام حاصل ہوگا۔''

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

- آپ سچ بولتے ہیں۔
- آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔
- آپ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔
- آپ مفلس و ناتواں کے لیے کماتے ہیں۔
- آپ مہمان نوازی کرتے ہیں۔
- آپ مصائب میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔
- آپ امانت کو ادا کرتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان روشن باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باور کرا رہی تھیں کہ آپ کے دل میں جو خطرات منڈلا رہے ہیں، کیا وہ آپ کے لیے نقصان دہ ہوں گے؟ میں اس کو بعید از قیاس سمجھتی ہوں۔ آپ کے دل میں جو خوف و خطرہ محسوس ہو رہا ہے وہ تو منصب رسالت کی ذمہ داریوں کا بوجھ برداشت کرنے کے لیے ایک جائزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

دیانت دار، وفادار، سچائی کی خوگر، روح و دل کا حسین دلآویز پیکر، خواتین عالم میں سب سے بڑھ کر دانشمند سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلنے والے روشن طبع ایمانی کلمات ایسے انوار الٰہیہ دکھائی دے رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان رسالت کے افق پر جگمگا رہے ہوں اور آپ کی انسانی عظمتوں اور شخصی رفعتوں کی ہر چھوٹے بڑے کے لیے نشان دہی کر رہے ہوں۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے الہام کے حوالے سے بڑی مبارک ثابت ہوئیں کہ ان کے منہ سے ایسے نورانی کلمات نکلے جو ان کے سرتاج سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقبل میں نبی، رسول، داعی الی اللہ اور ایک روشن چراغ ہونے کی نشاندہی کرتے تھے۔ اس لیے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسالت محمدیہ کی تاریخ میں خوشگوار جھونکا ثابت ہوئیں، ایک ایسا انوکھا اور نادر جھونکا جو بار بار نہیں آتا، جو کبھی کبھار ہی اپنی لہریں فضا میں بکھیرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے یہ احسان عظیم کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت ہے۔ ساری مخلوق میں سے یہ اسی کے نصیب میں آتی ہے جس پر اللہ کی نظر انتخاب ہو۔ بلا شبہ اللہ فضل عظیم کا مالک ہے، وہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتوں کا خوشگوار پہلو

وہ عظمت سے بھرپور باتیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہیں۔ آپ کا ہمہ جہتی اعتبار سے محتاط پہلو اختیار کرنا بلا شبہ الہامی فہم و فراست کی دلیل ہے۔

ہم خوشگوار باتوں کے سائے تلے نہایت خوشگوار یادوں کی بارات لیے کھڑے ہیں۔ وہ روشن و درخشاں اور نیرو تاباں روشن باتیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حق و یقین کے ساتھ ایک ٹھوس اور مضبوط انداز میں کیں۔ اس سے ان کے مؤقف کی پاکیزگی روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتی ہیں:

* اے ابو القاسم! اے اللہ کی مخلوق میں اوج کمال پر فائز! آپ کو کبھی بھی کوئی ایسی صورت حال پیش نہیں آئے گی جو آپ کے پاکیزہ دل کو خوف زدہ کرے اور منصب رسالت کے بار کو اٹھانے کے حوالے سے آپ کے جسمانی قویٰ میں اضمحلال پیدا کرنے کا باعث بنے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ کے لیے منصب رسالت پر فائز رہنے کا شرف بخشا ہے۔ آپ کی عظمتوں کے کیا کہنے! آپ کی رفعتوں کو سلام! اے ابوالقاسم! آپ کبھی بھی امر الٰہی کی تبلیغ کے فرائض سر انجام دینے سے عاجز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب آپ پر پڑی ہے، اس نے اس منصب کے لیے خاص طور پر آپ کو چنا ہے، اور وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کو منصب رسالت پر فائز کرے۔ اے ابوالقاسم!...... اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ساری مخلوق سے ہر اعتبار سے افضل، اعلیٰ اور اکمل بنایا ہے۔

❁ وہ کبھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ اور وہ ہرگز آپ کے نہایت پاکیزہ دل کو کسی ایسے غم میں مبتلا نہیں کرے گا جس سے آپ کسی خطرے کا اندیشہ محسوس کریں۔ کیونکہ آپ میں طبعی طور پر کمال درجے کی خوبیاں، پسندیدہ اخلاق، دل پسند و اعلیٰ ترین فضائل، ہر دلعزیز عادات و اطوار، بلند اخلاقی اور اعلیٰ درجے کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ جو فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی کو انسان کا مقدر بنا دیتے ہیں۔ گویا کہ میں آپ کو کمالات کے اوج ثریا پر دیکھ رہی ہوں۔ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے، رسالت کے فرائض کو کامیابی سے سر انجام دیں گے۔ آپ کا شہرہ اکناف عالم میں ہمیشہ قائم رہے گا۔ کیونکہ آپ میں ایسی پسندیدہ خوبیاں اور دلآویز عادات پائی جاتی ہیں جو انسان کو ہمیشہ کے لیے یادگار بنا دیتی ہیں۔

❁ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پہلی خوشگوار بات ''آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں'' اس سے آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول!...... آپ سچائی کے خوگر، امانت، دیانت اور صداقت کے پیکر ہیں۔ سچ بولنا آپ کی دلنشین عادت ہے۔ جب آپ کوئی بات کہتے ہیں تو وہ اس قدر صداقت پر مبنی ہوتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز پکار اٹھتی ہے کہ آپ نے سچ فرمایا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا زبان حال سے کہہ رہی ہیں: اے ابوالقاسم!...... قوم کے اُجڈ پُن کے باوجود اس نے آپ کی تصدیق کی، آپ کو امین کہہ کر پکارا اور قوم نے آپ کی صدق بیانی اور آپ کے امین ہونے کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ اور انھوں نے واضح انداز میں یہ گواہی دی کہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ آپ کے دشمن بھی آپ

کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں۔

ابومیسرہ کی یہ بات پیش نظر رہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے پاس سے گزرے تو انھوں نے بیک زباں ہو کر کہا: ''اے محمد! ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، آپ تو ہمارے نزدیک سچے ہیں، ہم تو اس پیغام کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔'' اس بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝ ﴾

(الانعام: ۶/ ۳۳)

''وہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔'' ہاں ہاں! صداقت تو ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا وصف ہے۔

- جہاں تک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دوسرا وصف ذکر کرنے کا تعلق ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں'' دراصل وہ اس حوالے سے یہ کہنا چاہتی ہیں کہ اے ابوالقاسم! آپ صلہ رحمی کے ذریعے اپنے سے دور رہنے والے کو نزدیک اور کنارہ کشی اختیار کرنے والے کو اپنے قریب کر لیتے ہیں۔ صلہ رحمی کے ذریعے آپ حسد، بغض اور کینے کا خاتمہ کرتے ہیں اور اس کے ذریعے آپ الفت اور محبت کا بیج بوتے ہیں۔ صلہ رحمی ایک ایسی خوبی ہے جو رشتہ داروں کے مابین محبت کی کڑیوں کو جوڑتی اور انھیں مضبوط کرتی ہے اور دلوں کو محبت اور اخلاص کی بنیاد پر اکٹھا کرتی ہے۔ آپ کی عادات مبارکہ اور اخلاق عالیہ میں صلہ رحمی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بارے میں یہ بات کہی۔
- آپ کمزوروں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں یہ اس بات سے آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ یارسول اللہ! جس کو حوادث زمانہ اور گردش لیل ونہار نے کمزور کر دیا ہو، اس کا بوجھ آپ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ دراصل آپ کی ذات اور شفقت بھرا دل یہ چاہتا ہی نہیں کہ کسی کو اس حال میں دیکھیں کہ گردش ایام نے اس کے کندھوں کو بوجھ سے جھکا رکھا ہو۔ آپ اس کے ساتھ ایسے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں کہ اس کی روح خوشی سے جھوم اٹھتی ہے اور دل میں امیدیں پھر سے زندہ ہونے لگتی ہیں۔
- سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں چوتھی خوشگوار بات کہ ''آپ

مفلس نادار کے لیے کماتے ہیں۔'' اس سے وہ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ اے ابوالقاسم!...... آپ اپنی سخاوت اور ایثار سے مفلس و نادار کو مال و دولت سے یوں نوازتے ہیں کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سخاوت آپ کی فطرت میں ودیعت کر دی ہے۔ آپ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی ہیں۔ آپ سخاوت کرنے کے حوالے سے آندھی سے بھی زیادہ تیز ہیں۔ آندھی سے مٹی کے ذرات ماحول میں اتنی تیزی سے ہر طرف نہیں پھیلتے، جتنی تیزی سے آپ کی سخاوت کے اثرات ہر طرف پھیلتے ہیں۔ آپ پر سخاوت ختم، آپ کا جودوکرم بے مثال، آپ کی فیاضی قابل رشک، آپ کی سخاوت پر میں قربان۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ اپنی عمدہ کتاب المواهب اللدنية بالمنح المحمدیه میں رقمطراز ہیں:

''آپ کا تمام تر جود و کرم اللہ کے لیے تھا۔ آپ اس سے محض اللہ کی رضا چاہتے تھے۔ آپ کبھی تو فقیر ومحتاج پر مال خرچ کرتے۔ کبھی آپ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور کبھی تالیف قلبی کے لیے کسی نو مسلم کو مال دولت سے نوازتے۔ تاکہ وہ اور زیادہ مضبوط مسلمان بن جائے۔ آپ اپنی ذات اور اپنی اولاد پر دوسروں کو ترجیح دیتے۔ آپ بسا اوقات ضرورت مند کو اتنا کچھ عطا کر دیتے کہ قیصر و کسریٰ کے بادشاہ بھی اتنا کچھ دینے سے عاجز آ جائیں۔ آپ ازخود فقیرانہ انداز میں زندگی بسر کرنا پسند کرتے۔ بسا اوقات آپ کے گھر مہینہ دو مہینہ تک چولہے میں آگ تک نہ جلتی اور بسا اوقات بھوک کی وجہ سے پیٹ پر کس کس باندھ لیتے۔''[1]

❁ ہاں ہاں اے ابوالقاسم...... آپ کی عطاؤں کے کیا کہنے!! کون ہے جو آپ کی طرح کسی کو عطا کرتا ہو؟ آپ تو ضرورت مندوں اور ناداروں کو اتنا دیتے ہیں کہ آپ کے علاوہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی دوسرا اتنا زیادہ کسی کو عطا کرے۔ وہی دل اتنی بڑی سخاوت کا مظاہرہ کرتا ہے جو رفعتوں سے آشنا ہو اور یہ شرف صرف آپ کو حاصل ہے۔ آپ سارے جہاں سے زیادہ معزز، سارے معززوں سے زیادہ سخی

---

[1] المواهب اللدنية (۲/ ۷۲-۳)۔

اور سب لوگوں سے بڑھ کر جود وسخا کے خوگر ہیں۔ آپ بلاشبہ سخاوت اور ایثار میں بلند چوٹی پر فائز دکھائی دیتے ہیں۔ بلاشبہ جود وکرم دلوں کو مضبوط کرنے اور دلاسا دینے کا باعث بنتے ہیں۔ آپ جود وکرم کے ذریعے ہی دلوں کی محبت کی لگام اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں۔ آپ اپنے حسن سلوک اور اعلیٰ وارفع عادات واطوار کی بنا پر سب لوگوں سے زیادہ اور سب کے محبوب اور منظور نظر دکھائی دیتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ احمد بن محمد قسطلانی پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ان پہلوؤں کو اجاگر کیا۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں:

((كَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ كَفًّا، وَاَصْدَقَ النَّاسِ لَهْجَةً))

''کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر ہاتھ کے سخی اور زبان کے سچے تھے۔''

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ بلاشبہ مطلق طور پر تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ آپ سب سے افضل، سب سے بڑھ کر علم رکھنے والے، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے بڑھ کر اوصاف حمیدہ میں کمال درجے پر فائز تھے۔ آپ کی سخاوت ہمہ جہتی نوعیت کی تھی۔ علم، مال، دعوت وارشاد اور اللہ کے بندوں کو رشد وہدایت اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے حوالے سے سخاوت کے دھنی تھے۔ آپ ہر طریقے سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے۔ جاہلوں کو نصیحت کرتے۔ لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرتے، ان کے بوجھ اٹھاتے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے حسن وجمال کے انوار کو آپ کی پیشانی کے افق پر جلوہ گر کیا اور نورانی بادل سے پڑنے والی پھوار سے رحمت وبرکت کی جھڑی لگا دی۔ [1]

❋ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پانچویں بات یہ کہی کہ ''آپ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں۔'' دراصل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہنا چاہا کہ اے ابوالقاسم!...... آپ کو اللہ ہرگز رسوا نہیں کرے گا کیونکہ مہمان کی عزت کرنا انسانی فضائل میں کمال درجے کی خوبی ہے۔

---

[1] المواهب اللدنية (٢/ ٣٦٩)۔

اس میں لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی بہت بڑی تائید پائی جاتی ہے۔ مہمان نوازی کے ذریعے لوگوں کے دل اپنی گرفت میں لیے جاتے ہیں اور خصوصاً جس معاشرے میں رسول اللہ ﷺ پروان چڑھے اس معاشرے میں اس خوبی کو بنظر استحسان دیکھا جاتا تھا۔ لوگ خواہ صحراؤں میں آباد ہوں یا پہاڑوں پر، ہموار وادیوں میں رہائش پذیر ہوں یا بے آب وگیاہ جنگلوں میں، وہ مہمان نوازی کے دلدادہ تھے۔

لہٰذا مہمان نوازی ایک ایسی خوبی تصور کی جاتی تھی جس پر لوگ ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس دور میں معاشرے میں نامور کہلانے کے حوالے سے مہمان نوازی کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ سرزمین عرب کے مشہور ومعروف سخی اور عالم فاضل مہمان نوازی کے حوالے سے لوگوں کی تعریف وتوصیف کے مستحق کہلاتے تھے۔ بین الاقوامی سطح پر مہمان نوازی کے حوالے ہی سے ان کی خوبیاں آشکارا ہوتی تھیں۔ ہمارے تاریخی ورثے میں کتنی ہی داستانیں اور دلچسپ کہانیاں محفوظ ہیں۔ سخاوت کے حوالے سے مشہور ومعروف شخصیات کے کتنے زیادہ کارنامے بیان کیے جاتے ہیں کہ انھیں ورطۂ تحریر میں لانے کے لیے اوراق وصفحات کم پڑتے ہوئے دکھائی دیں۔

❋ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں چھٹی بات کہنا کہ ''آپ مصائب میں مدد کرتے ہیں۔'' گویا کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ کہنا چاہتی ہیں: اے ابوالقاسم!...... آپ میں ایک خاص خوبی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ آپ مصائب میں مبتلا لوگوں کی حقیقی مدد کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ خوبی آپ کی فطرت میں ودیعت کر دی ہے۔ یہ آپ کی ایک ایسی عادت ہے جو آپ کی جبلت میں رچی بسی ہوئی ہے۔ مصائب میں مبتلا کسی شخص کی مدد کرنا بلاشبہ بڑی فضیلت کی بات اور اخلاق عالیہ کی علامت ہے۔ یہ خیر وبھلائی کا سرچشمہ اور نیکی اور معروف کا منبع ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب ''فتح الباری'' میں رقمطراز ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ فرمانا کہ ''آپ مصائب میں مبتلا لوگوں کی مدد

کرتے ہیں۔ یہ اخلاقیات کے اصول کے حوالے سے ہر دور کے افراد کے لیے یکساں طور پر ایک بڑی جامع و مانع بات ہے۔

درحقیقت یہ رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کی ایک نمایاں علامت ہے کہ آپ مصائب میں مبتلا لوگوں کی دل و جان سے مدد کیا کرتے تھے۔ آپ اخلاقی کارنامے سرانجام دینے کے لیے اپنی قوم کے شانہ بہ شانہ شریک عمل ہوتے۔ آپ حلف الفضول میں ایک نمایاں رکن کی حیثیت سے شامل تھے۔ آپ نے یہ معاہدہ کرنے والوں کا بھرپور ساتھ دیا کہ مظلوم کی مدد کریں گے، ظلم کا خاتمہ کریں گے اور حق دار کو اس کا حق دلائیں گے۔ اس شخص کی کہانی رسول اللہ ﷺ کی اس ذاتی خوبی کو اور زیادہ نمایاں کر دیتی ہے جس سے اس دور کے فرعون ابوجہل بن ہشام نے اونٹ خریدا تھا اور اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کر رہا تھا۔ اس شخص نے اپنی رقم کی وصولی کے لیے رسول اللہ ﷺ سے تعاون حاصل کیا۔ آپ اس شخص کو لے کر ابوجہل کے پاس گئے تو اس نے خوف زدہ ہو کر درماندہ و پشیمانی کی حالت میں اس کا حق ادا کر دیا۔ مظلوم کی دستگیری اور مصائب میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد سے سیرت نبوی کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ ان صفحات میں ان کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔

❁ آخر میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کے بارے میں ساتویں صفت کا ذکر فرمانا کہ ''آپ امانت ادا کرتے ہیں۔'' اس حوالے سے دراصل ہماری اماں جان یہ کہنا چاہتی ہیں: ہاں، اے ابوالقاسم!...... آپ آسمان میں بھی امین ہیں اور زمین میں بھی امین ہیں۔ امانت تمام اخلاق عالیہ کی بنیاد ہے۔ ایک دیانتدار شخص ہی خلق عظیم کے درجے پر فائز ہو سکتا ہے اور وہی مختلف فضائل کا سنگم ہوتا ہے۔

امانت کا ادا کرنا آپ کے اعلیٰ اخلاق کی نشانی ہے۔ اسی لیے تو آپ مکے کے گلی کوچوں میں امین کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ قریش میں جس دن حجر اسود کو خانہ کعبہ میں اسکی اصل جگہ پر رکھنے میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ تو انھوں نے آپ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ ہم امین کے فیصلے پر راضی ہوں گے۔ اس دن آپ نے ایک ایسا فیصلہ صادر فرمایا کہ جس سے فتنے کی آگ بجھ گئی۔ آپ نے ان کے درمیان صلح کرا دی اور انھیں ایک نکتے پر جمع کر دیا۔ اس طرح ان کا شیرازہ بکھرنے سے بچ گیا۔

ہماری اماں جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمارے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایمان و یقین اور صدق و وفاء سے بھرپور باتیں دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہری محبت کی علامت ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی باتوں کے اعتبار سے فہم وفراست کے اونچے درجے پر فائز نظر آتی ہیں۔ ان کی باتوں سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہ حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کی صدق دل سے معترف تھیں۔

فہم وفراست اور الہام

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری خوبیوں کی باوثوق معرفت کے حوالے سے ان کے تجربات اور فہم وفراست نے بتا دیا تھا کہ آپ کو معاشرے میں بہت بڑا مقام ملنے والا ہے، اور آپ کے ساتھ ایک نئی داستان معرض وجود میں آنے والی ہے۔ اسی لیے انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ اللہ انھیں ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ اور انھوں نے اپنی فہم وفراست اور عقل و دانش سے راہنمائی لیتے ہوئے اخلاق عالیہ اور عادات فاضلہ کے بنیادی اصول بیان کر دیے۔

علمائے کرام نے یہ بات کہی ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جن اخلاقی خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے وہ واقعی اخلاقیات کے باب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ احسان کے بارے میں دیکھیں کہ یہ صلہ رحمی کی صورت میں اپنے قریبی رشتہ داروں سے کیا جاتا ہے اور اس احسان کی خوبی سے باہمی محبت، شفقت، رحم دلی اور پھر آگے اس کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ مثلاً صدق گوئی، امانت کی ادائیگی، نادار کے لیے کمانا یعنی ایسے کمزور شخص کی مدد کرنا جو ضرورت مند ہو، یا احسان کی عملی شکل ایسے افراد کے سامنے آتی ہے کہ جو مصائب میں گھرے ہوئے ہوں ان کی مدد کی جائے یا ایسے کمزور افراد کا بوجھ خود اٹھا لیا جائے جو از خود اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ ہوں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتیں ایسی الہامی فراست کے زمرے میں آتی ہیں جو حکمت و دانائی کے پردوں میں چھپی ہوئی ہوں۔ نزول وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو گھبراہٹ لاحق ہوئی تھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی حکیمانہ باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ اور پریشانی کو ہلکا کیا۔ آپ جب اپنے خلوت اور عبادت خانے یعنی غار حرا سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تھے تو انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خلوت سے بہت خوف زدہ ہیں۔ اس سے پہلے آپ کو کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ آپ خلوت گزینی کے لیے اس حال میں تشریف لے جاتے تھے کہ آپ کے بیوی بچے محبت و یگانگت کی تصویر بنے دکھائی

دیتے تھے۔

جب آپ کا دل قدرے مطمئن ہوا تو آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے، باہمی گفتگو شروع ہوئی، کچھ اپنی سنائیں اور کچھ ان کی سنیں۔ اس دفعہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی زبان مبارک سے ایک نئی بات سنی جو پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ اس بات میں ایک ساحرانہ نغمگی پائی جاتی تھی، ایک ایسی نغمگی جو بدن میں نئی روح پھونک رہی ہو، وفاء کی گود میں محبت وشفقت کی گرم جوشی محسوس ہو رہی تھی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے تو آپ کو منصب نبوت پر فائز کرنے کے آثار نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بہت سی باتوں کا پہلے سے علم ہو چکا تھا۔ وہ شادی سے پہلے یہ عجیب وغریب منظر دیکھ چکی تھیں کہ ایک بادل آپ پر سایہ کر رہا ہے۔ وہ عجیب وغریب واقعات جو تجارتی سفر کے دوران میں پیش آئے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے جو چشم دید واقعات انھیں سنائے، وہ بھی یاد تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہی ان کی امیدیں اوج ثریا پر گردش کرنے لگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ملائے اعلیٰ کی تجلیات آشکار ہونے لگیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نورانی فہم وفراست کی امیدیں ایک ایک کر کے پوری ہونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دیانت دار اور وفا دار بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دلی اضطراب کے بارے میں بات کی تو دانشمند بیوی نے آپ کو حوصلہ دلایا۔ اس طرح وہ اسلامی تاریخ میں صدق دل سے آپ کی معاون ثابت ہوئیں، تاکہ وہ آپ کی ہمت بڑھائیں۔ وہ آپ کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئیں۔ جس نے اپنی اس چاہت کا اظہار کیا تھا کہ اگر وہ آپ کی بعثت کے زمانے تک زندہ رہا تو وہ بھرپور مدد کرے گا۔

اس موقع پر ورقہ بن نوفل نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ تلقین بھی کی کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طور پر خیال رکھیں اور اس سلسلے میں کوتاہی نہ کریں۔ انھوں نے ایسے ہی کیا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس دلربا مؤقف کے بارے میں بنت الشاطی عائشہ عبدالرحمٰن کہتی ہیں:

> ''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی بھی کوئی دوسری ایسی خاتون ہو سکتی ہے جس نے اپنے خاوند کے لیے ان جیسی خدمات سرانجام دئیں ہوں کہ کائنات کے اسرار ورموز غور وتدبر کے لیے معاون ثابت ہوں یا اس نے ذات کی کوئی انوکھی قربانی پیش کی ہو جس

طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش کی۔ جس کی وجہ سے آپ نے آسمانی پیغام حاصل کرنے کا دل میں حوصلہ پایا اور اس منصب پر فائز ہونے کے لیے اپنے تئیں تیار پایا۔ کیا اس کے علاوہ کوئی ایسی حیات ہو سکتی ہے؟ جس نے غار حرا سے آنے والی دعوت کو اتنی دل لگی، اتنی زیادہ دلچسپی اور پختہ ایمانی سے قبول کیا ہو جس طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔ ان کے دل میں آپ کی صداقت کے خلاف معمولی سا شک بھی نہیں گزرا اور ان کا اس بات پر اور یقین بڑھ گیا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز رسوا نہیں کریں گے۔

کیا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بھی کوئی ایسی خاتون ہے جو مالدار، خوشحال اور ناز و نعمت میں پلی ہو اور وہ ہر طرح کی خوشحالی، عیش و آرام اور ناز و نعمت کو چھوڑ کر تنگ و تاریک حالات میں بھی اپنے خاوند کے شانہ بشانہ کھڑی ہو، اور وہ تکلیف دہ اور ناگفتہ بہ حالات میں اپنے رفیق حیات کا ہاتھ بٹاتی ہو اور وہ اس کٹھن راہ پر دل وجان سے یہ ایمان رکھتی ہو کہ میرے سرتاج حق پر ہیں۔ آپ کو یقیناً تاریخ عالم میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی اور خاتون ان اوصاف کی حامل نظر نہیں آئے گی۔ تاریخ انسانیت میں یہ واحد خاتون ہیں جن پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و کرم اور ان پر خاص احسان کیا کہ انھوں نے ایک ایسی شخصیت کی زندگی کو باغ و بہار بنا دیا جو آگے چل کر منصب نبوت پر فائز ہونے والی تھی۔ وہ پوری کائنات میں پہلی خاتون تھیں جنھوں نے سب لوگوں سے پہلے اسلام قبول کیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے رسول کا ہمدرد، غمگسار اور مددگار ساتھی بنایا۔"[1]

ہاں ہاں! سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہر فضیلت کی کھونٹی اور ہر مصیبت کے وقت امید کی کرن تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آنے والے ہر معاملے میں خوش دلی سے تعاون کرنے والی ایک عظیم المرتبت رفیقہ حیات تھیں۔ انھوں نے کبھی اپنی زندگی میں ایک لمحے کے لیے بھی بخل سے کام نہیں لیا، بلکہ دل کھول کر دعوتی مشکلات کو دور کرنے میں اپنا مال خرچ کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا طاہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حزن و ملال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ذہانت و فطانت، فہم و فراست، دلربائی و دلفریبی، نرم خوئی و دلآویزی، ایثار و قربانی، صبر و تحمل اور امید و بیم کے

---

[1] تراجم سیدات بیت النبوۃ (ص ۲۴۷) طبعة دار الكتاب العربي۔

ذریعے دور کیا کرتی تھیں۔

وہ اپنے اس خلق عظیم کو بروئے کار لائیں جو خیر و برکت کا منبع ہوتا ہے اور وہ ہر اس خاتون کے لیے مشعل راہ ہے جو ہر دور میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

یہ بات مشہور و معروف تھی کہ حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفادار، سلیقہ شعار اور دیانت دار رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ انھیں وہ ساری صورت حال بتا دیتے جو آپ اپنی خلوت گزینی کے دوران میں سنتے یا دیکھتے۔ آپ اس دوران میں عجیب وغریب پیش آنے والے واقعات بھی انھیں بتاتے۔ اس طرح آپ کو ان سے نئے پیش آنے والے حالات پر تبادلہ خیال کر کے دلی اطمینان اور سکون میسر آتا اور ان کے رویے سے ہمدردی، وفاداری، شفقت اور غم خواری کے جذبات نمایاں طور پر دیکھنے میں آتے تھے۔ ان دنوں آپ کے ساتھ ایسے عجیب وغریب واقعات پیش آ رہے تھے کہ آپ کو اگر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صورت میں کوئی غمگسار نہ ملا ہوتا تو آپ کے لیے برداشت کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔ اس نازک موقع پر اس عظیم المرتبت خاتون نے اپنے رفیق حیات کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کی جس سے آپ منصب رسالت کی ذمہ داریاں نبھانا اپنے لیے آسان تصور کرنے لگے۔ اس میدان میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بالکل منفرد دکھائی دیتی ہیں۔

سب پر سبقت لے جانے والی

تمام اہل علم اور ائمہ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہماری اماں جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پوری نوع انسانی میں سب سے پہلے اللہ اور رسول پر ایمان لائیں۔

عز الدین ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((خَدِيْجَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ أَسْلَمَ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَتَقَدَّمْهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ)) [1]

”مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مخلوق الٰہی میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان سے قبل نہ کوئی مرد ایمان لایا اور نہ کوئی

[1] اسد الغابة (٦/ ٧٨) الكامل في التاريخ (٢/ ٥٧)۔

عورت۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب الدلائل میں رقمطراز ہیں:

((اِنَّ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَدِيْجَهُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ))

"اس امت میں سب سے پہلے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔"

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَتْ خَدِيْجَةُ اَوَّلَ مَنْ آمَنَتْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَصَدَّقَتْ مَا جَاءَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَوَازَرَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَلٰى اَمْرِهٖ فَخَفَّفَ اللّٰهُ بِذَالِكَ عَنْ رَّسُوْلِهٖ فَكَانَ لَا يَسْمَعُ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ مِنْ رَدٍّ عَلَيْهِ وَتَكْذِيْبٍ لَهٗ فَيُحْزِنُهٗ ذَالِكَ اِلَّا فَرَّجَ عَنْهُ بِخَدِيْجَةَ رضی اللہ عنہا اِذَا رَجَعَ اِلَيْهَا تُثَبِّتُهٗ وَتُخَفِّفُ عَنْهُ وَتُصَدِّقُهٗ وَتُهَوِّنُ عَلَيْهِ اَمْرَ النَّاسِ))

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ سب سے پہلی عورت ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور اللہ کے پاس سے آئی ہوئی چیز کی انھوں نے تصدیق کی، رسول اللہ ﷺ کا ان کے مشن میں خوب تعاون کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس کام کو کافی آسان کر دیا۔ آپ کو جس ناپسندیدہ چیز مثلاً تردید و تکذیب کا سامنا کرنا پڑا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دور کیا۔ وہ آپ کو ثابت قدم رکھنے میں خوب معاون رہیں، تخفیف کا ذریعہ بنیں، تصدیق کرتی رہیں اور لوگوں کے اس کام کو ہلکا کرتی رہیں۔"[1]

وفادار، دیانت دار، رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات، سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ مقدر تھا کہ وہ سبقت لے جانے والوں میں سر فہرست ہوں اور ساری دنیا کی خواتین میں سب سے بڑھ کر دانشمند کہلانے کی مستحق ہوں۔ انھیں نبی اکرم رسول اللہ ﷺ کے منصب نبوت پر فائز ہونے کی خدا داد صلاحیت کی بنا پر اچھی طرح معلوم اور محسوس ہو چکا تھا کہ وہ منصب نبوت و رسالت پر فائز ہونے والے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب کر لیا اور آپ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

ہمارے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے والے دوسرے خوش

---

[1] السیرۃ النبویۃ (۱/ ۲۴۰)۔

نصیب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے آغوش نبوت میں پرورش پائی۔ یہ ایمان کے بستر پر کروٹیں لینے والے خوش نصیب ہوئے، جنھوں نے بلند اخلاق شخصیت کی آغوش میں پرورش پائی۔ وہ جواں ہونے سے پہلے بچپن میں ہی ایمان لے آئے۔ ایمان بھی ان کے ساتھ جوان ہوا، یہاں تک کہ ان کے خیالات و احساسات میں ایمان کی آمیزش و پختگی شامل ہوگئی۔ بالآخر ایمان ان کے دل پر چھا گیا جس کے نور سے ان کی روح جگمگا اٹھی۔ عنایت الٰہیہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں لے آئی۔

جو ہدایت کے میدان میں سبقت لے جانے والے خوش نصیب لوگوں کی فہرست میں شامل ہوئے، ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔ یہ اسلام قبول کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے والوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ شرف و کرم کیا کہ قرآن حکیم میں ان کا نام لے کر تذکرہ کیا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ انھیں اسلام لانے کے حوالے سے سبقت لے جانے والوں کی فہرست میں شامل ہونے کی توفیق عطا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ احسان کیا کہ انھیں آزادی کی نعمت سے سرفراز کیا۔ اس طرح یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممنون ٹھہرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ﴾

(الاحزاب ۳۳/ ۳۷)

"اور جبکہ آپ اس شخص سے مخاطب تھے جس پر اللہ نے بھی اور آپ نے بھی انعام کیا تھا۔"

علامہ ابن عبدالبرؒ اپنی عمدہ کتاب الاستیعاب میں نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْهِ))

"مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے احسان کیا۔"

محبوبِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اصل عرب تھے اور یہ عرب کے مشہور و

معروف اور بلند مرتبہ قبیلے سے تھے۔ یہ اپنے باپ اور ماں کی طرف سے اعلیٰ نسب رکھتے تھے۔ انھوں نے پاکیزہ محمدی گھر میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ زندگی بسر کی اور وہاں ایمان کے سر چشمے سے حسب استطاعت سیراب ہوئے۔ یہ اسلام قبول کرنے والے پہلے خوش نصیب لوگوں میں شامل ہوئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر کفر و ضلالت کے صحرا میں ایمان کا پاک اور پر امن گہوارہ تھا اور یہ اتھاہ تاریک اندھیروں میں ایک روشن چراغ تھا جس میں صبح و شام اللہ کا نام لیا جاتا تھا۔ عجب نہیں کہ جب اسلام کی کرنوں نے پاکیزہ محمدیؐ گھر پر ضوفشانی کی ہو تو اس ماحول میں سیدنا زید بن حارثہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے دل نور ایمان سے روشن ہو گئے ہوں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو بھی اسلام قبول کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے والوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ علماء نے سبقت لے جانے والوں کی فہرست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اولاد کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس کی دراصل وجہ یہ ہے کہ آپ کی نرینہ اولاد عبداللہ اور طاہر بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اسی طرح آپ کا بیٹا ابراہیم جو سیدہ ماریہ بنت شمعون مصریہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا، وہ بھی بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔

جہاں تک آپ کی عبادت گزار اور پاکیزہ صفت بیٹیوں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کا تعلق ہے، ان سب نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور یہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئیں۔ ان سب نے خواتین عالم کی سردار اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ دیا اور اسلام قبول کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے والے خوش نصیب لوگوں میں شامل ہوئیں۔ ان سب نے اپنے نبی و رسول والد گرامی پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔

یہ طبعی طور پر ایک مسلم بات ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیٹیاں اسلام قبول کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے والوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ کیونکہ انھوں نے اصولی طور پر ایمانی دودھ پیا تھا اور انھوں نے نبوی ہدایت کو تھامے رکھنے کی بنیاد پر پرورش پائی اور بعثت سے پہلے عمدہ سیرت والد گرامی کی آغوش میں ہوش سنبھالا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ام المومنین عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے، وہ فرماتی ہیں:

((لَمَّا اَكْرَمَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ بِالنُّبُوَّةِ اَسْلَمَتْ خَدِيْجَةُ وَبَنَاتُهٗ))

''جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز کیا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹیوں نے اسلام قبول کیا۔''

ایک دوسری روایت میں سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

((اَسۡلَمَتۡ رُقَيَّةُ حِيۡنَ اَسۡلَمَتۡ اُمُّهَا خَدِيۡجَةُ وَبَايَعَتۡ حِيۡنَ بَايَعَتِ النِّسَاءُ وَاَسۡلَمَتۡ اُمُّ كُلۡثُوۡمٍ حِيۡنَ اَسۡلَمَتۡ اَخَوَاتُهَا وَبَايَعَتۡ مَعَهُنَّ))

''(سیدہ) رقیہ (رضی اللہ عنہا) نے اس وقت اسلام قبول کیا جب ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں، اور اس وقت بیعت کی جب دیگر عورتوں نے بیعت کی۔ ام کلثومؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب ان کی بہنیں مسلمان ہوئیں اور ان کے ساتھ ہی بیعت کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اپنی والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہو بہو تصویر تھیں۔ اسلام قبول کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے والے مردوں اور عورتوں کی سنہری فہرست میں شامل تھیں۔ انھوں نے اپنے باپ کی رسالت کو تسلیم کر لیا تھا جو ساری مخلوق کے سردار تھے اور وہ منصب رسالت پر فائز ہونے سے پہلے ان کے باپ تھے۔ انھوں نے اپنے والد گرامی کے اخلاق عالیہ، بلند صفات اور خوش معاملہ ہونے کے حوالے سے اپنی چشم بصیرت و بصارت سے مشاہدہ کر لیا تھا اور اس سلسلے میں لوگوں سے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اس حوالے سے ہر ایک کو آپ کی تعریف کرتے دیکھا۔ بچہ اپنے ماں باپ کے طریقے کو ہی اپناتا ہے اور ان کے نہج پر ہی پرورش پاتا ہے۔ پھر داعی اسلام، صدیق اکبر، قائد ملت، امام امت، سید العالمین انبیاء و رسل کے متبعین میں سب سے افضل، غار ثور کے ساتھی، جسے اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ وارفع القابات سے نوازا یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔

طبرانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق نازل کیا۔ تمام علماء کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بڑا بلند مقام حاصل تھا۔ اس حوالے سے علمائے سلف و خلف کے ہاں کوئی دوسری رائے نہیں پائی جاتی۔

اعلیٰ اخلاق کے ساتھ سفر

ہماری اماں جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے رفیق حیات محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے حوالے سے جو سبقت لے جانے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکا۔ اس حوالے سے وہ تاریخ انسانیت کی خوش نصیب شخصیت ہیں۔ بلاشبہ نوع انسانی میں سب سے پہلے نور ایمان سے اپنے دل کو منور کرنے کا شرف سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔ اس سلسلے میں آپ تاریخ میں منفرد دکھائی دیتی ہیں۔ یہ عزت، یہ پذیرائی اور یہ عالی مقام کسی اور کو نہ مل سکا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کا اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانا بلاشبہ ان کے عالی مقام ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح علی بن ابی طالب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانا قابل غور بات ہے کہ ان دونوں نے بھی خانہ نبوی کی چھت کے سائے میں پرورش پائی اور سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں پروان چڑھے۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خاندان جو ہونہار، پاکیزہ سیرت بیٹیوں، رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب اور آپ کے محبوب غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھا، ان سب کا قبول اسلام اس پاکیزہ اور اس صاف ستھری فطرت کا شاخسانہ تھا جس نے ایمان کی آغوش میں جنم لیا اور نبوت کی گود میں پرورش پائی، جس فطرت سلیمہ نے اخلاق عالیہ اور نبوت کے سنگ ہائے میل کو بچشم خود دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ آراستہ نشانیوں کا مشاہدہ کیا اور پھر اس فطرت سلیمہ نے وحی کی علامتیں دیکھیں اور وہ آیات سنیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پڑھی جاتی تھیں اور حکمت و دانائی کی باتیں سنیں جو افراد خانہ کے درمیان اترتی تھیں۔ خاندان کے سب افراد آیات الٰہیہ کے رنگ میں رنگے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان و تصدیق کی مشکبار ہوائیں چلنے لگیں۔ یہ ساری صورت حال میرے نقطۂ نگاہ سے ان اخلاق عالیہ کا شاخسانہ تھی جن سے اللہ تعالیٰ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نواز رکھا تھا۔ اس گھر میں کوئی ایسا فرد نہ تھا جو اللہ پر ایمان نہ رکھتا ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہ کرتا ہو اور رسالت کے آغاز یعنی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ کی صورت میں پہلی وحی کے نزول کے وقت ہی انوار ہدایت سے فیض یاب نہ

ہوا ہو۔غرض کہ آپ کے منصب رسالت پر فائز ہوتے ہی سارا گھرانہ نور اسلام سے جگمگا اٹھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی بلند اخلاق اور جلیل القدر خاتون تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا بہت عمدہ مقام و مرتبہ تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی وفادار اور دیانت دار بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں روشن عقل سے نواز رکھا تھا اور انھیں اپنے فضل و کرم سے صاف ستھری ذہانت عطا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں صاف شفاف اور پاکیزہ دل بھی عطا کیا تھا۔صدق دل سے وفا داری، راز ہائے دروں کی امانت اور لوگوں کی نفسیات پر گہری نگاہ رکھنے کی صلاحیت کے حوالے سے پوری تاریخ انسانیت میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پائے کی کوئی دوسری خاتون دکھائی نہیں دیتی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل کی اور انھیں تمام خوبیوں میں سبقت لے جانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ وہ مبارک ایمانی دوڑ میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئیں۔

آپ نے پاکیزگی، وفاداری اور اخلاص کے میدان میں اپنا نام ایسا روشن کیا کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگا جو اپنی لاجواب خوبیوں کی وجہ سے زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور نماز

سیرت نگاروں نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نزول وحی کے آغاز ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض کر دی تھی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز ادا کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے اور اس سلسلے میں اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ [1] نے یہ تذکرہ کیا ہے کہ بعض اہل علم یہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض کی گئی اس وقت آپ مکہ معظّمہ کے بالائی حصے میں تھے، آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے، انھوں نے آپ کی پچھلی جانب زمین پر ایڑی ماری، جس سے پانی کا چشمہ ابل پڑا، پھر جبریل علیہ السلام نے وضو کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھتے رہے کہ نماز کے لیے جبریل علیہ السلام کس طرح وضو کرتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام کھڑے ہوئے، انھوں نے آپ کو نماز پڑھائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز ادا کی، پھر جبریل علیہ السلام واپس چلے گئے۔

---

[1] السيرة النبوية (١/ ٢٤٤)۔

رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ ﷺ نے وضو کیا تاکہ وہ دیکھ لیں کہ نماز کے لیے وضو کس طرح کیا جاتا ہے۔ آپ نے بالکل اسی طرح وضو کیا جس طرح جبریل علیہ السلام نے آپ کو دکھلایا تھا۔ پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ویسے ہی وضو کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اسیطرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل علیہ السلام نے آپ کو نماز پڑھائی تھی۔

متعدد مصادر و مراجع میں یہ منقول ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پوری امت میں سب سے پہلے نماز پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو مکی معاشرے میں نماز کو ایک عجیب وغریب چیز سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ جاہلی معاشرے میں تو اسے بہت ہی تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عفیف کندی اس بارے میں بیان کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب میرے گہرے دوست تھے اور وہ یمن عطر خریدنے کے لیے آتے جاتے رہتے تھے۔ وہ عطر حج کے موسم میں بیچا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں منیٰ میں عباس کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک گبھرو جوان ان کے پاس آیا، اس نے خوب اچھی طرح وضو کیا، پھر کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ وہاں ایک خاتون باہر آئی، اس نے بھی وضو کیا اور اس کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی۔ پھر ایک لڑکا نمودار ہوا، اس نے وضو کیا اور وہ بھی اس کے پہلو میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ میں نے کہا: عباس یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ کون سا دین ہے؟

اس نے مجھے جواب دیا کہ یہ میرے بھائی کے بیٹے محمد بن عبداللہ ﷺ کا دین ہے۔ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور یہ لڑکا جو تم اس کے پہلو میں دیکھ رہے ہو یہ میرے بھائی ابوطالب کا بیٹا علی (رضی اللہ عنہ) ہے۔ اس نے اس کے دین کو تسلیم کر لیا ہے اور یہ خاتون اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلدؓ ہے، وہ بھی اس کے دین کو تسلیم کر چکی ہے۔ عفیف کندی نے جب اسلام قبول کر لیا اور وہ دین اسلام میں پختہ ہو گئے تو ایک دن فرمایا: کاش! اس دن میں چوتھا ہوتا۔ [1]

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اخلاق عالیہ کے آسمان پر ایک چمکتا ہوا ستارہ دکھائی دیتی ہیں۔ یہ اہل بیت کی خواتین میں وہ عظیم المرتبت خاتون ہیں جسے سب سے پہلے نماز ادا کرنے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

---

[1] عیون الأثر (۱/ ۱۱۶)۔ مجمع الزوائد (۹/ ۲۲۲، ۲۲۳)۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کافروں کی تکلیف برداشت کرتی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دینا شروع کی۔ وہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور انھیں بتانے لگے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے اسلام کی دعوت دینے کے لیے قریش کی مجلسوں میں آنا جانا شروع کیا۔ کبھی تو وہ غور سے آپ کی بات سن لیتے لیکن اکثر مرتبہ مذاق کے انداز میں آپ کی بات کو ٹال دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے صبر وتحمل سے اللہ کے دین کی خاطر سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ آپ کی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حوصلہ افزائی دعوت کے میدان میں پیش آنے والی پریشانیوں کا مداوا کرتی اور آپ اسی طرح دعوت کے کام کو سرانجام دیتے رہے۔

میرا خیال ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جن خواتین کو جانتی ہوں گی انھیں اللہ اور اس کے رسول، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت ضرور دیتی ہوں گی، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان میں سے بعض خواتین دعوت کو تسلیم کرنے سے برملا انکار کر دیتی ہوں گی، اور بعض پہلو تہی کا انداز اختیار کرتی ہوں گی وہ انھیں اللہ بزرگ و برتر کے راستے کی طرف بلاتے ہوئے انھیں بتاتی ہوں گی کہ وہی رب العالمین ہے، لیکن بعض خواتین کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہوگی۔

نبوت کی خوشبو میں رچا بسا ہوا محمدی گھرانہ مسلسل دعوت الی اللہ کے فریضے کو سرانجام دینے لگا لیکن بتوں کی پوجا کا دلدادہ معاشرہ نور کے تمام سوتوں کو بند کر دینا چاہتا تھا۔ مکی معاشرے کے بڑے فاجر و فاسق اور مہا شرارتی مشٹنڈے، جو بھی دین حق کو قبول کرتا، اسے درد ناک اذیتیں دینا شروع کر دیتے۔ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ مقابلہ شروع ہو گیا کہ آپ کو بتوں کو برا بھلا کہنے سے کیسے روکا جا سکتا ہے۔

لیکن ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہی تھا، قرآن آپ کو بہترین داستانیں بیان کر رہا تھا۔ آپ قرآن حکیم کی بعض آیات مکی لوگوں کو پڑھ کر سناتے۔ آپ قرآن حکیم کے ذریعے ان کے دلوں کے تعجب کو مزید تحریک دیتے۔ کیونکہ آپ جو بات بھی کرتے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہوتی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نازل کردہ یہ کلمات مکی باشندوں کی محفلوں میں گونجتے تھے۔ وہ

خالص عرب تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ اثر انگیزی قرآنی عظمت کے پیش نظر ہے۔ مگر شریر عناصر پر بدبختی اور حرماں نصیبی کا غلبہ تھا۔ ان کے لیے ان طور طریقوں کو چھوڑنا بڑا دشوار تھا جو ان کے آباؤ اجداد نے اپنا رکھے تھے۔ وہ برملا یہ کہتے تھے کہ اے محمد جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں وہ ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں اس حوالے سے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو تلقین کرنے لگتے کہ جھگڑا، تنازع اور اختلاف کا راستہ اختیار کرو اور رسول اللہ ﷺ پر جادوگر ہونے کا الزام لگا دو۔

شریر عناصر کا سرغنہ عتبہ بن ربیعہ تھا اور دیگر بہت سے غنڈہ عناصر اور بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ قریش مال و دولت اور افرادی قوت کے اعتبار سے بڑے تونگر تھے۔ سرزمین عرب میں ان کا مقام و مرتبہ بڑا بلند تھا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس نور الٰہی سے مالا مال تھے جس نے ان کے دلوں کو روشن کر رکھا تھا، جس کی وجہ سے ان کے دل نور ایمان سے جگمگا رہے تھے۔ وہ اللہ رب العالمین کی توفیق و تائید سے بڑے توانا تھے۔ مشرکین کی ایذا رسانی انھیں ایمان سے منحرف نہ کر سکی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان کے راستے پر گامزن رہے، وہ اس سیدھے راستے پر مسلسل چلتے رہے تاکہ جنت الفردوس کے وارث بن سکیں اور اس میں ہمیشہ قیام کے مستحق ہو سکیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صبر کے درخشاں پہلو

مکہ میں مرد و زن اس دعوت کے خلاف تھے جو حبیب کبریا محمد مصطفی ﷺ اللہ کریم کے دین کی سربلندی و سرفرازی کی خاطر لوگوں کو دے رہے تھے۔ بنوامیہ اور بنومخزوم کے بعض مرد و زن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عداوت اور بغض رکھنے کے حوالے سے بڑے مشہور تھے۔ لگائی بجھائی کرنے والی ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب نبی کریم ﷺ کی بدترین دشمن تھی۔ اس نے اپنے خاوند ابولہب کو اپنا مطیع بنا رکھا تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکے اور جو آسمان سے حق نازل ہوا ہے اس کے خلاف برسر پیکار ہو۔ ان دونوں میاں بیوی کی دین حق کے ساتھ دشمنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک مکمل سورت نازل کی، جس میں ان دونوں کو جہنم کی شعلہ زن آگ سے ڈرایا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ام جمیل کو اس لیے جہنم میں پھینکا گیا ہو کہ اس نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

پر انتہائی غصے کا اظہار کیا اور پیغام اسلام کے راستے میں کئی ایک رکاوٹیں کھڑی کیں اور اپنے دونوں بیٹوں کو یہ تلقین کی کہ اپنی بیویوں کو طلاق دے کر فارغ کر دیں۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں تھیں۔ ام جمیل کا انھیں طلاق دلانے کا مقصد یہ تھا کہ بیک وقت نبی کریم ﷺ، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان دونوں بیٹیوں کے لیے مشکلات پیدا کر دی جائیں اور انھیں یکساں طور پر ظلم وستم کا نشانہ بنایا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں پر اپنا فضل وکرم کیا اور انھیں ابولہب اور اس کی کینہ پرور بیوی ام جمیل کے چنگل سے بچالیا۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دختر رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ پھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے شانہ بشانہ قریش کی اذیتیں برداشت کیں۔ اور انھوں نے اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت اختیار کی۔

اس طرح یہ دونوں میاں بیوی ان لوگوں کی فہرست میں شامل ہو گئے جو آفتاب اسلام طلوع ہوتے ہی ایمان کے آنگن میں گردش کرنے لگے تھے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جب اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کہہ رہی تھیں تو وہ صبر کا دامن تھامے ہوئے تھیں لیکن آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اللہ سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ زندگی کے آخری سانس تک رسول امین ﷺ کا ساتھ دیں گی۔

بلاشبہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کی راہ میں یعنی اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے اپنے مال اور آرام کو بے دریغ قربان کیا۔ وہ ہر دم اپنے آپ کو تیار پاتی تھیں کہ اپنی ہر چیز کو اس غرض کے لیے فیاضانہ انداز میں خرچ کر دیا جائے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، اللہ کا نور یعنی دین اسلام کائنات میں جگمگا اٹھے۔ اور تمام کافروں کی بات ہر طرح سے پست ہو، (جھوٹی، ناکام اور خائب وخاسر ثابت ہو۔)

جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاء پیش نظر ہو تو اپنے پیاروں کی جدائی کا دکھ سہنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔ جب اللہ مالک ومقتدر کے قرب کی لذت کا احساس ہونے لگے تو اپنے جگر گوشوں کے غم فراق کی گرمی ہلکی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تقویٰ شعار لوگوں کے لیے باغات اور نہریں تیار کر رکھی ہیں جو صدق وصفاء اور اللہ تعالیٰ کے فیضان عام کا گہوارہ ثابت ہوں گی۔

مسلمان فتنے میں مبتلا ہونے کے خوف سے اپنے دین کو بچانے حبشہ کی طرف ہجرت

جانے کی تیاری کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عثمان اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما کو الوداع کیا۔

مہاجرین کا قافلہ عنایات الٰہیہ کو اپنے دامن میں سمیٹے، نیز رسول اللہ ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دعائیں لیتے ہوئے روانہ ہوا۔ یہ قافلہ قریش کے عالی نسب منتخب لوگوں میں سے گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ کئی سال بیت گئے لیکن ابھی تک دین قیم کے دائرے میں صرف چالیس مؤمن مرد و زن داخل ہوئے تھے۔ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے انوار یقین سے روشن کر دیا تھا اور ان کے دلوں کو حق مبین کے جوہر سے چمکا دیا تھا۔

وہ اپنے اللہ کے ساتھ گہرے تعلق خاطر کی بنا پر جن و انس میں سب سے بڑھ کر سعادت مند ہو گئے۔ اللہ نے انھیں اخلاص اور فضائل کو آگے بڑھ کر اپنانے والوں میں سے کر دیا۔ اس طرح وہ دنیا جہان کے سردار ہو گئے۔

کافروں کے سردار مسلمانوں کو ان کے راستے سے ہٹانے میں بری طرح ناکام ہوئے۔ ان کی ایذا رسانی کا کوئی حربہ بھی مسلمانوں کو اپنے مقصد سے غافل نہ کر سکا۔ اور نہ ہی مشرکین کی سختیاں مسلمانوں کے عزائم کو مضمحل کر سکیں۔ پھر قریش میں سے فاجر و فاسق کافروں کے سردار سر جوڑ کر مشورے کرنے لگے کہ مکہ میں اسلامی دعوت کو پھیلنے سے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ اس نئی صورت حال کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے اور اس دعوت اسلام کا تیا پانچا کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

ان دہشت گردوں کے قافلے میں اس طبقے کا ایک فاجر و فاسق ابولہب بن عبدالمطلب شامل ہوا جس نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف برانگیختہ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ جس کے نتیجے میں قریش سیدنا محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے متفقہ طور پر تیار ہو گئے۔ قریشی کافروں نے جس تجویز پر اتفاق کیا تھا، بنو ہاشم اور بنو مطلب اس کے خلاف بھڑک اٹھے۔ بنو ہاشم نے رسول اللہ ﷺ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ ان سب نے ابھی دین کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ایک بہت بڑے قریشی بدمعاش نضر بن حارث عبدری نے تجویز پیش کی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کا بائیکاٹ کر دیا جائے اور انھیں مکہ سے نکال کر شعب ابی طالب میں محصور کر دیا جائے اور بازاروں میں ان کی آمد و رفت روک کر ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے، ان سے شادی بیاہ نہ کیا جائے، ان سے قطعاً صلح نہ کی

جائے، خواہ وہ کتنا ہی زور کیوں نہ لگائیں اور اس سلسلے میں اس وقت تک کوئی نرمی نہ برتی جائے جب تک وہ خوش دلی سے رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد نہ کردیں۔

فاسق و فاجر اور خبیث نضر بن حارث کی بات سب کو بہت پسند آئی اور وہ یہ بات سن کر بلند آواز سے نعرے لگانے لگے اور کہنے لگے: یہ ہوئی نہ بات! تم نے تو ہمارے منہ سے بات چرالی ہے۔ ہم بھی اسی نہج پر سوچ رہے تھے۔ واقعی ان سے رشتہ ناطہ نہ کرو اور نہ ہی ان سے کوئی لین دین کرو۔ وہ اگر صلح کرنا چاہیں تو تم اس تجویز کو قطعاً قبول نہ کرنا۔ اس طرح تنگ آکر وہ ہمارا مطالبہ قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں گے۔

تمام مجرموں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ معاہدہ تحریر کر کے خانہ کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا جائے، تاکہ مکی باشندوں میں سے ہر ایک کو یاد دہانی ہوتی رہے۔ ان کے سرکردہ افراد نے تحریری معاہدہ تیار کیا اور خانہ کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا۔ ابوطالب نے دیکھا کہ ہمارے خلاف لڑائی کا اعلان کر دیا گیا ہے تو انھوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اکٹھا کیا۔ ان میں مؤمن بھی تھے اور کافر بھی۔ بلا امتیاز سب کو یہ حکم دیا کہ وہ شعب ابی طالب میں منتقل ہو جائیں اور رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیں۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی اور وہ شعب ابی طالب میں منتقل ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی وہاں ان کے ساتھ موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ دیگر لوگ شعب ابی طالب میں نبوت کے ساتویں سال یکم محرم کو داخل ہوگئے۔

کفار قریش نے شعب ابی طالب کے اردگرد پہرے بٹھا دیے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی رضا کارانہ طور پر حمایت میں اندر داخل ہونے والوں کا راستہ روکا جا سکے۔ شب و روز گزرنے لگے، یہاں تک کہ بائیکاٹ کو پورا ایک سال گزر گیا، بنو ہاشم اور بنو مطلب کا عرصہ حیات تنگ ہوگیا، ان کے پاس خورد ونوش کا سامان ختم ہوگیا، ان کے پیٹ بھوک سے کلبلانے لگے، آنکھیں تاڑے لگ گئیں، جسم کے اعضاء چیخنے لگے، عورتیں رونے لگیں، بچے بلبلا اٹھے۔ وہ کھانا طلب کرنے کے لیے چیخ و پکار کر رہے تھے۔ اس نازک ترین صورت حال میں عورتوں کے آنسو بہہ رہے تھے اور مردوں کے جگر پاش پاش ہو رہے تھے۔

یوں مسلمانوں پر یہ تین خشک ترین سال گزر گئے۔ وہ شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ ان پر دن بڑے بھاری اور تنگ تھے۔ انھوں نے اس عظیم امتحان میں شریفانہ انداز میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ وہ اپنے رب کے حکم کے منتظر تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے لیے کیا حکم صادر

فرماتا ہے۔ وہی ہوگا جو اللہ کو منظور ہوگا۔ پھر اللہ کی طرف سے کشادگی آ گئی۔ قریش کے افراد نے مسلمانوں کے خلاف محاصرہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ ظالمانہ تحریری معاہدہ پھاڑ دیا گیا۔ اس طرح مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے محاصرے سے باہر نکل آئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے محصور رہنے والوں کے غم واندوہ کو کشادگی میں بدل دیا۔ تمام لوگ محاصرے سے باہر آ گئے تاکہ وہ مکہ کے دیگر باشندوں کے ساتھ طبعی زندگی گزار سکیں۔

حبیب کبریا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور دیگر جو لوگ آپ کے ساتھ اس محاصرے کی آزمائش میں مبتلا تھے، نبوت کے دسویں سال ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے شعب ابی طالب کے محاصرے سے باہر آئے۔

سفر آخرت

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو پہچاننے والی اور ان کی قدر کرنے والی تھیں۔ امانت رسالت کا بوجھ برداشت کرنے کے حوالے سے سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو انھی نے حوصلہ دلایا، آپ پر ایمان لائیں، آپ کی رسالت کو تسلیم کیا، آپ کو صدق دل سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا رسول امین جانا۔

نبی کریم ﷺ اللہ کی وحی کو حاصل کرنے لگے اور اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے لگے اور ایسے مصائب برداشت کرنے لگے کہ جس کے بوجھ تلے مضبوط پہاڑ بھی دبتے چلے جائیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا غم ہلکا کیا، آپ کو حوصلہ دلایا اور صبر وتحمل کرنے کے لیے آپ کی مدد کی۔ آپ کے سینے سے ہر قسم کے انقباض کو دور کیا۔ اور عمدہ خیالات سے آپ کی ہمت بڑھائی تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کو لوگوں تک پہنچانے کے فریضہ کو پوری طرح سرانجام دے سکیں۔ سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دعوت کے سخت ترین مراحل سے گزرنے کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ایسی مثالی زندگی تھی جو ایک وفادار سلیقہ شعار بیوی کی اپنے عظیم المرتبت خاوند کے ساتھ گزرتی ہے۔ جو ایک نیک دل شریک حیات کی ایک جلیل القدر شریک حیات کے ساتھ گزرتی ہے۔ وہ آپ کی خوشیوں اور شادمانیوں میں برابر کی شریک ہوتی تھیں۔ وہ آپ کے لیے ایسے اسباب مہیا کرتیں جس سے آپ اپنے رب کی عبادت کے لیے فراغت محسوس کریں اور وہ اپنے گھر میں رسول اللہ

ﷺ کی نہایت دانشمندانہ انداز میں دل و جان سے خدمت سرانجام دیتی ہوئی روحانی خوشی محسوس کرتیں۔

یہ عظیم خاتون رسول اللہ ﷺ کے لیے ان کی قوم کی جانب سے پیش آنے والی عداوتوں کا مقابلہ کرتیں اور ان کی ہر ممکن یہ کوشش ہوتی کہ ہر مشکل اور آڑے وقت میں آپ کا بھر پور ساتھ دے اور آپ کا پورا دفاع کرے۔ جب آپ کو منصب نبوت پر فائز کر دیا گیا اور وحی نازل ہونا شروع ہوگئی تو سب سے پہلے آپ پر یہی عظیم خاتون ایمان لائی اور اس نے آپ کی تصدیق کی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے وحی کے بارے میں اور اپنے ساتھ پیش آنے والی خوفناک صورت حال کا تذکرہ کیا تو وہ اپنی فہم و فراست، حساس طبیعت اور بیدار شعوری کی بنا پر معاملے کی حقیقت کو سمجھ گئیں کہ میرے معزز شوہر کو شفقت، محبت، ہمدردی اور وفاداری بھری ازدواجی زندگی کے علاوہ ایک نئی ارتقائی زندگی نصیب ہونے والی ہے۔ آپ منصب رسالت پر فائز ہو کر حیات جاودانی حاصل کرنے والے ہیں۔ آپ اب ایک ایسی زندگی بسر کرنے والے ہیں جو بعض چیزوں کو ملیامیٹ کرنے اور بعض کی بنیادیں اٹھانے کا باعث بنے گی۔ آپ اپنی اس نئی زندگی میں شرک اور بت پرستی کو ملیامیٹ کریں گے، توحید اور عبادت کی بنیادیں اٹھائیں گے، اندھی تقلید کا قلع قمع کریں گے اور معارف و ہدایت کی بنیادیں کھڑی کریں گے۔

اس طرح سیدہ صدیقہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ازدواجی زندگی گزارنے سے ترقی کر کے آپ کی رسالت پر ایمان لاتے ہوئے صدیقیت اعلیٰ ارفع اور عظمیٰ کے مقام پر پہنچ جاتی ہیں۔ اس طرح طاہرہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی صدق دل سے معاون اور پورے اخلاص سے آپ پر فدا ہونے والی رفیقہ حیات بننے کا اعزاز حاصل کر لیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ صادق بھی ہیں اور امین بھی۔ اخلاق عالیہ کے خوگر بھی ہیں اور اوصاف نبیلہ کے سنگم بھی۔ خوبیوں کے مرکز بھی ہیں اور قابل تعریف کارناموں کے سرچشمہ بھی۔ آپ خیر و برکت کے مصدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت کے منصب پر فائز کرنے کے لیے منتخب کر لیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی ان تمام خوبیوں کو پہچان لیا اور دل و جان سے آپ کی قدر اور احترام و اکرام کرنے کا حق ادا کر دیا۔ ازدواجی وفاداری اور ایمانی صداقتوں کے زیر سایہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور مؤمنہ، صدیقہ، وفادار بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باہمی زندگی خوشگوار انداز میں بسر

ہونے لگی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں ازدواجی وفاداری اور اولاد کی تربیت کا کام سر انجام دیتیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری تھی جسے وہ پوری طاقت و توانائی سے ادا کرتی تھیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس سے بڑھ کر تعاون کی ضرورت تھی۔ کیونکہ آپ کو پیغام رسالت کو لوگوں تک پہنچانے میں بڑے کٹھن حالات کا سامنا تھا۔ آپ کو ایک ایسی رفیقہ حیات کی ضرورت تھی۔ جو آپ کے اس نئے منصب کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے آپ کا بھرپور ساتھ دے۔ جب آپ تھکاوٹ سے چور ہو کر گھر آئیں تو اپنی رفیقہ حیات سے پیش آنے والی صورت حال پر تبادلہ خیال کر کے اطمینان محسوس کریں اور وہ آپ کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور کٹھن حالات میں حوصلہ افزائی کا باعث بنے۔ اس طرح آپ یہ چاہتے تھے کہ گھر کا ماحول ایمان و یقین سے لبریز ہو۔ اس ایمانی فضا میں دین کی باتیں ہوں اور دعوت و ارشاد کا لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا صورت حال کو بھانپ کر آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرتیں اور آپ کے عزائم کو تازہ دم کرتیں۔ اس طرح آپ تازہ دم ہو کر تبلیغ کا فریضہ سر انجام دینے کے لیے باہر نکلتے۔ اس اہم ترین تبلیغی فریضے کو سر انجام دینے کے لیے جب آپ روانہ ہوتے تو آپ کا دل و دماغ بالکل ہلکا پھلکا اور تر و تازہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میسر آنے والے ادب و احترام کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا۔ اس نے وفاء کا پتلا بن کر رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں ازدواجی زندگی بسر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ انھوں نے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زندگی کی بہاریں گزاریں اور رسالت کے فریضے کو سر انجام دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا اور اس حوالے سے صبر و تحمل کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پایا۔ ہمیشہ وہ مستقبل کی امیدوں کو آپ کی خدمت بجا لانے کے ساتھ وابستہ رکھتیں۔ اور وہ اس حوالے سے کوئی لحہ فروگزاشت نہ کرتیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے عظیم شوہر، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب کے محاصرے میں رہیں۔ انھوں نے راضی خوشی ثواب کی نیت سے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کٹھن حالات اور مصائب و مشکلات کو برداشت کیا۔ ان کے پیش نظر صرف یہ تھا کہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کا مداوا کیا جائے اور آپ کا

بھرپور ساتھ دے کر آپ کے غم کو ہلکا کیا جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کامیاب و کامران ہو کر اس تکلیف دہ محاصرے سے باہر آئے۔ آپ نے باہر آتے ہی نئے سرے سے دعوت کا فریضہ سر انجام دینا شروع کر دیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی وفادار، پاکیزہ سیرت بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس محاصرے سے باہر آ گئیں۔ اس پاکیزہ کردار خاتون نے ازدواجی زندگی پوری وفاداری کے ساتھ گزاری۔ ایمان کے زیر سایہ پوری زندگی صداقت پر مبنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

محاصرے سے نکلنے کے تھوڑے عرصے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کمزور ہو گئیں، جسمانی طاقت مضمحل ہونے لگی لیکن ان کے عزم راسخ میں کوئی کمزوری پیدا نہ ہوئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بدستور عزت کی نگاہ سے دیکھتیں۔ آپ ان کے شوہر بھی تھے اور رسول بھی۔ آپ نے انھیں جاہلیت کی تاریکیوں سے سلامتی اور اسلام کے نور کی طرف نکالا۔ آپ ان کا ہاتھ پکڑ کر اس روحانی چشمے کی طرف لے گئے جس سے وہ روحانی طور پر سیراب ہوئیں اور ایمان کی شراب طہوری لینے کے بعد کبھی انھیں پیاس نہ لگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بصیرت اور دل کو نوازشات حاصل کرنے کے لیے کھول دیا۔ اس طرح ان کی آنکھوں میں معرفت کے دیپ جل اٹھے۔ اس طرح انھیں حقیقی سعادت حاصل کرنے کا اعزاز ملا۔ پھر وہ دن بھی آ پہنچا جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے رب کے بلاوے پر راضی خوشی اور رسول اللہ ﷺ سے بشارت پاتے ہوئے جنت الفردوس کے راستے پر چل نکلیں، جو وہاں اپنے قادر مطلق رب کی جوار رحمت میں جنت کی عطر بیز فضاؤں میں خوش و خرم ہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا سفر اختتام پذیر ہوا اور ایسی نعمتوں بھری جنت کے سفر کا آغاز ہوا جن نعمتوں کو کبھی زوال نہیں ہو گا۔ اہل ایمان کے دلوں میں یہ یادیں ہمیشہ قائم رہیں گی جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کو پسند کرتے ہیں اور اپنی عظیم ماں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے عظیم المرتبت نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

رب رحیم کی طرف سے سلام

امام ذہبی رحمہ اللہ ہماری اماں جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب رضی اللہ عنہا

اپنے زمانے کی تمام عورتوں کی سردار تھیں، سب سے پہلے وہ آپ پر ایمان لائیں۔ انھوں نے آپ کی نبوت کو تسلیم کیا۔ آپ کی ڈھارس بندھائی اور آپ کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں۔ ①

علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ عورتوں میں یہ خاتون ایسی ہیں جنھیں ہر اعتبار سے کامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ دانشور، جلیل القدر، بلند کردار اور معزز جنتی خاتون تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریف کیا کرتے تھے اور انھیں تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر برتر قرار دیا کرتے اور کھلے دل سے ان کی عظمت کا اعتراف کیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جتنا رشک مجھے (سیدہ) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) پر آتا تھا کسی اور ام المومنین پر نہیں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ ② سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عزت افزائی کی ایک دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ان سے پہلے کسی خاتون سے شادی کی اور نہ ہی ان کی موجودگی میں کسی دوسری خاتون سے شادی کی۔ یہ عظیم خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین رفیقہ حیات ثابت ہوئیں۔ یہ آپ پر اپنا مال و دولت بے دریغ نچھاور کیا کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال سے تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت میں ہیرے موتی سے بنے ہوئے ایسے گھر کی بشارت بھی دی کہ جس کا ماحول پرسکون ہو گا، نہ اس میں کوئی شور و غل ہوگا اور نہ ہی اس میں رہتے ہوئے کسی قسم کی تھکاوٹ کا احساس ہو گا۔ ③

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعے انھیں سلام بھیجا۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس میں آپ منفرد دکھائی دیتی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن کثیر، امام طبرانی کے حوالے سے

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۰۹)۔

② صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجة وفضلها رضی اللہ عنہا حدیث(۳۸۱۸)۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل خدیجة ام المومنین رضی اللہ عنہا حدیث (۲۴۳۵) الترمذی رقم الحدیث (۳۸۷۵)۔

③ سیر اعلام النبلاء للذہبی (۲/ ۱۱۰)۔

بیان کرتے ہیں:

((اَتٰی جِبْرِیْلُ عَلَیهِ السَّلَامُ وَهُوَ بِغَارِ حِرَاءٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهِ خَدِیْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِیْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ فَاِذَا هِیَ اَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَیْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّیْ وَبَشِّرْهَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے جبکہ آپ غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) آپ کے پاس آ رہی ہیں۔ ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں کھانا یا پانی ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آ جائیں تو انھیں رب تعالیٰ کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہنا اور انھیں جنت میں ہیرے موتی سے بنے ہوئے ایسے گھر کی خوش خبری دینا جس میں نہ شور وغل ہو گا اور نہ ہی تھکاوٹ ہو گی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام طبرانی رحمہ اللہ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے اس میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

((قَالَتْ هُوَ السَّلَامُ وَمِنْهُ السَّلَامُ وَعَلٰی جِبْرِیْلَ السَّلَامُ))

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ سلامتی والا ہے اس کی طرف سے سلام آیا ہے اور جبریل پر بھی سلامتی ہو۔''

اور نسائی شریف میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

((وَعَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ))

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔''

اس مقام پر ہم اپنی اماں جان سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فہم وفراست کی داد دیے بغیر

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب تزویج النبی ﷺ خدیجة وفضلها رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۳۸۲۰)۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل خدیجة ام المومنین رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۳۲، ۲۴۳۳)۔ ترمذی رقم الحدیث (۳۸۷۶) نسائی فضائل الصحابة (ص۷۵) مسند احمد (۱/ ۲۰۵) (۲/ ۲۳۰، ۲۳۱)۔ مجمع الزوائد (۹/ ۲۲۳، ۲۲۵)۔

نہیں رہ سکتے کہ انھوں نے سلام کا جواب دیتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کس قدر خیال رکھا۔ یہ نہیں کہا کہ اللہ پر سلامتی ہو، کیونکہ وہ اس نکتے کو سمجھتی تھیں کہ اللہ تو بذات خود سلام ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ بات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست اور عقل وبصیرت پر دلالت کرتی ہے۔ انھوں نے اس موقع پر وَعَلَیْهِ السَّلَامُ نہیں کہا۔ اس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو ملحوظ خاطر رکھا۔ حالانکہ بعض صحابہ نے تشہد کے دوران میں اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ کہہ دیا تھا۔ نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایسا کہنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تو خود سلام ہے، تم تشہد میں اس طرح کہا کرو:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ......))

''کہ تمام عبادات اللہ کے لیے ہیں......''

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی فہم وفراست کی بنا پر سمجھ گئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ پر اس طرح سلام نہیں بھیجا جائے گا جس طرح مخلوق پر بھیجا جاتا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بلند مرتبہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ملا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفادار بیوی، سچی رفیقہ حیات اور آپ کے منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے رہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں عظیم مرتبہ عطا کیا۔

کیا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تمام مؤمن مردوں اور عورتوں سے پہلے آپ کو نبی اور رسول تسلیم نہیں کیا۔ وہ پاکیزہ سیرت بھی تھیں اور کامل ترین صورت میں اوصاف حمیدہ کا سنگم بھی تھیں، کیا ان کے لیے یہ فخر کا مقام نہ تھا؟ کہ وہ سرداری، بزرگی، مال و دولت، عزت وشرف اور خاندانی وقار وعظمت کے اعتبار سے نقطۂ عروج پر تھیں۔

حقیقی زندگی

کیا ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اپنے رب کو پیارے ہو جانے کے بعد ان کی زندگی ختم ہو گئی؟

کیا طاہرہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادیں رسول اللہ ﷺ کے ذہن سے جدا ہو سکیں؟

آپ ان کی صورت کو اپنے ذہن سے کیسے الگ کرتے؟ آپ تو خود مخلص وفا شعار لوگوں کے سردار ہیں۔

میرے خیال میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی زندگی تو اللہ کے فضل و کرم سے جاری و ساری ہے، ان کی یادیں بیٹیوں اور نواسیوں کے ساتھ بدستور قائم ہیں اور پھر ان کی یادیں تو ہر اس خاتون کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے اور ہر اس مؤمن کے خمیر کے ساتھ وابستہ ہیں جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔

حقیقی تعریف مال کے ذریعے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ یہ تو ان خوبیوں کی وجہ سے میسر آتی ہے جن کی ایک مہک انسان دنیا میں چھوڑ کر جاتا ہے، جن کی یادوں سے دلوں کو روشنی ملتی ہے اور جن کی سیرت کے کارناموں سے عقلیں غذا حاصل کرتی ہیں۔

ذرا اپنے رب کو گواہ بنا کر مجھے یہ بتایئے کہ کیا حیات و ممات میں ان سے بڑھ کر سیادت وقیادت کی چوٹی پر کوئی فائز ہوسکتا ہے؟ سب سے پہلے ایمان کا شرف حاصل کرنے والی صدیقہ کائنات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا صرف ام المومنین ہی نہیں تھیں بلکہ ہر فضل و شرف کی ماں تھیں اور قیامت تک ہر مؤحد کی گردن پر ان کے احسانات ہیں۔

کیا ہم اپنی عظیم ماں کے حق کے کسی حصے کی نفی کر سکتے ہیں؟ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مکہ کی فضا شرک کے پرچار اور بت پرستی کے فروغ کے لیے سازگار ہوگئی۔ مکی باشندوں نے اس دوران میں حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ستایا کہ اس سے پہلے وہ اتنا کچھ نہ کر سکے تھے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو حزن و ملال کا سال قرار دے دیا۔ یہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اکرام واعزاز تھا۔ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مکہ معظمہ اور اس کے گرد ونواح میں دعوتی کام سرانجام دینے کے لیے آپ کو اس میں کوئی مددگار وغم گسار میسر نہ آ سکا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے نور کو پورا کرنے والے تھے، اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہر اعتبار سے چھائی ہوئی تھیں۔ آپ ہر جگہ ہر محفل میں ان کا تذکرہ کر کے محفل کو زعفران بنا دیتے۔ آپ ان کی تعریف کرتے یا ان کے حوالے سے کوئی واقعہ سنا دیتے۔ کاے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعریف کرنا ان کی عظمت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ایسی بابرکت خبر بیان کرتی ہیں جو سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بلند مرتبے پر دلالت کرتی ہے، کانوں میں رس گھولتی ہے اور دلوں میں فرحت و انبساط کے پھول کھلاتی ہے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سیدہ

خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کیا مقام و مرتبہ تھا اور آپ فضل و شرف اور عزت کے کس بلند مقام پر فائز تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے تو آپ دیر تک ان کی باتیں کرتے رہتے۔ آپ ان کا ذکر کرتے ہوئے اکتاتے نہیں تھے۔ کبھی ان کی تعریف کرتے۔ کبھی ان کے لیے مغفرت کی دعاء کرتے۔ ایک دن میرے پاس آپ نے ان کا تذکرہ کیا تو مجھے بھی غیرت آ گئی۔ میں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ نے آپ کو اس بوڑھی عورت کے بدلے میں جوان بیوی عطا کی ہے، پھر بھی آپ ہر وقت انھیں کا نام لیتے رہتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر آپ بہت زیادہ غضبناک ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: الٰہی! اگر تو اپنے رسول کا غصہ مٹا دے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہیں کروں گی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت دیکھی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! یہ تو نے کیا کہہ دیا؟ اللہ کی قسم! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور اس نے مجھے اس وقت اپنے پاس جگہ دی جب لوگوں نے مجھے اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا، اور ان سے اللہ نے مجھے اولاد عطا کی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی طبیعت پر مسلسل ایک ماہ تک اس بات کا اثر رہا۔[1]

میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ تعریف بلا شبہ سچی وفاء، خالص محبت اور اعلیٰ درجے کے اخلاص کی علامت ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عمدہ اور پاکیزہ کردار کے جس اعلیٰ معیار پر فائز تھیں، اس مقام کو کوئی اور نہ پا سکا۔ حتیٰ کہ صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس مقام و مرتبہ کو نہ پا سکیں۔ کوئی بھی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اچھے انداز میں نہ کرتا تو آپ کو انتہائی ناگوار گزرتا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام میدانوں میں برابر کی شریک رہیں اور آپ کا ہاتھ بٹانے میں انھوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

ظاہری حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تعریف و توصیف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے برداشت نہ ہو سکی، کیونکہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء للذہبی (۲/ ۱۱۲)۔

رسول اللہ ﷺ کے انداز گفتگو سے یہ پتہ چلتا تھا کہ آپ کے دل میں ان کا بلند مقام و مرتبہ ہے تو انھوں نے یہ کہہ دیا: میں نے (سیدہ) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر کسی اور خاتون پر غیرت نہیں کھائی کیونکہ میں نے آپ کو والہانہ انداز میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ آپ نے ان کی وفات کے تین سال بعد مجھ سے شادی کی تھی اور آپ کو آپ کے رب نے یہ حکم دیا تھا کہ (سیدہ) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو بشارت دے دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں ہیرے موتی کا گھر بنایا ہے۔ ①

بلاشبہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے دور کی تمام خواتین سے بہتر تھیں اور انھیں فضائل عالیہ اور اوصاف حمیدہ میں وہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا جو کسی اور عورت کو نہ مل سکا۔ اسی لیے تو حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

((خَيْرُ نِسَاءِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَخَيْرُ نِسَاءِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ)) ②

''خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) خواتین میں بہتر ہے اور مریم بنت عمران (علیہا السلام) بھی خواتین میں بہتر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس وفاداری کا ثبوت دیا صدق و صفاء اور اخلاص و محبت کی دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایسا بھلا کیوں نہ ہوتا۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ تو تمام خوبیوں اور کمالات کے سرچشمہ تھے اور تمام ترعزتوں، شرافتوں اور رفعتوں کے منبع تھے۔ آپ کو ہر وہ فرد اچھا لگتا جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اچھا سمجھتا تھا اور جس کو خدیجہ رضی اللہ عنہا اچھا سمجھتی تھیں وہ بھی آپ کو دل و جان سے اچھا محسوس ہوتا۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم

---

① صحيح البخاري كتاب مناقب الانصار باب تزويج النبي ﷺ خديجة و فضلها رضي الله عنها رقم الحديث (٣٨١٥)۔ صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب من فضائل خديجة ام المومنين رضي الله عنها رقم الحديث (٢٤٣٠)۔ التاج الجامع للاصول (٣/ ٣٧٨)۔

② بخاري كتاب مناقب الانصار تزويج النبي ﷺ خديجة و فضلها رضي الله عنها رقم الحديث (٣٨١٥)۔ مسلم كتاب فضائل الصحابة باب فضائل خديجة ام المومنين رضي الله عنها رقم الحديث (٢٤٣٠)۔ ترمذي: (٣٨٨٧)۔ التاج الجامع للاصول (٣/ ٣٧٨)۔

رسول اللہ ﷺ جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو فرماتے کہ یہ گوشت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلیوں کو پہنچا دو۔ ایک دن آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو چیز خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو پسند ہے وہی مجھے بھی پسند ہے۔ ① ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی محبت ودیعت کی گئی ہے۔ ② ہاں ہاں! حبیب کبریا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہر اس چیز کو پسند کرتے تھے جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پسند ہوتی۔

ایک دفعہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک بوڑھی عورت نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پاس تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کیا نام ہے؟ اس نے کہا: میرا نام جثامہ مزینہ ہے۔

آپ نے فرمایا: نہیں! تم اپنا نام حسانہ مزینہ بتایا کرو۔ تمھارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم کیسے رہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ہم خیریت سے ہیں۔ جب وہ گھر سے چلی گئی تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس بڑھیا کو بڑی عزت اور احترام سے بلایا۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ خاتون خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور حسن معاملہ بھی ایمان کی علامت ہے۔ ③

رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان سے ملنے جلنے والے رشتہ داروں کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آیا کرتے تھے۔ ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے یہ سلوک اپنایا کرتے تھے اور ان کے پاکیزہ کردار اور شرافت کی لاج رکھنا بھی پیش نظر ہوتا۔ ④

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ یہ ارشاد فرماتے کہ یہ چیز فلاں خاتون کے گھر پہنچا دو کیونکہ وہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلی تھی۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کوئی بکری ذبح کرتے تو یہ ارشاد فرماتے کہ یہ گوشت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلیوں کے گھر پہنچا دو۔ وہ

---

① مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل خديجة ام المومنين رضی اللہ عنہا ح (۲۴۳۵)۔

② حوالہ سابق۔ ③ فتح الباری (۱۰/ ۳۶۵) مستدرك حاكم (۱/ ۱۵، ۱۶)۔ الاستيعاب (۴/ ۱۸۱) مسند الشهاب (ص ۹۷۱، ۹۷۲) ابن الاعرابى (۲/ ۷۵)۔

④ ازواج النبی للصالحی (ص ۶۲)۔

بھی اپنی زندگی میں ان کو تحائف دیا کرتی تھیں۔ ①

نبی مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کو اپنی نیک دل وفادار بیوی کی آواز نہیں بھولتی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ (سیدہ) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملنا چاہتی تھیں۔ آپ نے آواز سنتے ہی پہچان لیا اور فرمانے لگے: ہالہ بنت خویلد آئی ہے۔ مجھے یہ سن کر بڑی غیرت آئی۔ میں نے کہا: آپ کیا قریش کی ایک بوڑھی کو یاد کرتے رہتے ہیں، وہ کب کی فوت ہو چکی۔ اللہ نے آپ کو نعم البدل بھی عطا کر رکھا ہے۔ ②

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات پر ناگواری محسوس کی۔

ہاں ہاں! سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات میں منفرد حیثیت کی حامل تھی۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کو ناراض ہونے کا موقع نہیں دیا اور کبھی آپ ان پر ناراض نہیں ہوئے اور نہ ہی کبھی آپ نے انھیں ڈانٹ ڈپٹ کی۔ کیا یہ ان کی کوئی کم فضیلت ہے؟ اب ہم کو اپنی اماں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نظیر دنیا میں کہاں ملے گی؟

ہم ان کی سیرت کو تہہ دل سے پسند کرتے ہیں۔ ہم ان کی زندگی کے باغ سے پھول کلیاں چنتے رہیں گے۔ ہم ان کی سیرت کے تروتازہ باغیچے سے خوشبو حاصل کرتے رہیں گے تاکہ پاکیزہ راستے پر گامزن رہنے کے لیے ہمیں زاد راہ ملتا رہے۔ ہم ان سے اس لیے محبت کرتے ہیں کہ آخرت میں ہمیں بھی ان کا ساتھ نصیب ہو جائے، اللہ محشر کے دن ہمیں بھی ان کے ساتھ اٹھائے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عزت اور اکرام کے ضمن میں ہمارے ساتھ عزت واحترام کا سلوک کرے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا یُقَرِّبُنَا اِلَیْكَ ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِن اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

① صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ترویج النبی ﷺ خدیجة و فضلها رضی اللہ عنہا
صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل خدیجة ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

② بخاری صحیح مسلم تاج الجامع للاصول (۳/ ۳۷۹) اسد الغابة (۶/ ۸۴، ۸۵)۔

2

رضي الله عنهم ورضوا عنه ذلك الفوز العظيم

إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا

خواتین اھل بیت

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

- ایمان کے آنگن اور اسلام کی آغوش میں آنے کے لیے سبقت لے جانے والی۔
- جنہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر کے دو ہجرتیں کرنے والوں میں شمولیت اختیار کی۔
- سیدہ، جلیل القدر، شریف الطبع، پاکیزہ دل جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کے بعد امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہوئیں۔
- جنہوں نے پانچ احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔
- جو ہدایت نبوی پر سختی سے کاربند رہیں اور جنہوں نے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

سبقت لے جانے والوں کے ساتھ سفر

جن لوگوں نے اللہ اور رسول مقبول ﷺ پر ایمان لانے والوں میں سبقت حاصل کی، وہ تمام یا ان کی اکثریت کمزور لوگوں کی نہ تھی اور نہ وہ معاشرتی نقطۂ نگاہ سے کوئی گھسے پٹے لوگ تھے، بلکہ ان میں اکثر قریشی گھرانے کے قابل ذکر سپوت، بلند ہمت نوجوان اور سرکردہ افراد شامل تھے۔ یہ سبقت لے جانے والے اپنے ناموں، خاندانوں، گھرانوں، قبائل اور قوموں کے اعتبار سے مشہور و معروف لوگ تھے۔

یہ جو بات مشہور ہو گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو کر ایمان کے آنگن میں کمزور، محروم، معاشرے میں پسے ہوئے اور غلام داخل ہوئے، یہ کوئی حقیقت پر مبنی بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی اسے علمی اور عملی طور تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ہاں! یہ بات ٹھیک ہے کہ کچھ کمزور لوگ بھی نعمت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ لیکن یہ کہنا کہ ایمان میں سبقت لے جانے والے سبھی کمزور قسم کے لوگ تھے اسے کسی طرح بھی درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام بندوں کی طرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا رسول بنا کر بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کا حکم پا کر اٹھے اور اس راستے میں پیش آنے والی کسی مشکل، مصیبت یا اذیت کی کوئی پروا نہ کی۔ آپ لوگوں میں کسی سے نہ ڈرتے تھے اور نہ ہی تصنع، تکلف یا چاپلوسی سے کام لیتے تھے، بلکہ سیدھے سادھے اور دو ٹوک انداز میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے تھے۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اکیلے ہی تبلیغ اور دعوت و ارشاد کا کام شروع کیا۔ اس حوالے سے آپ کا کوئی مدد و معاون نہ تھا، نہ کوئی اپنا اور نہ ہی پرایا۔ بلکہ قریش اور دنیا کی اکثریت آپ کے پیچھے پڑ گئی، رشد و ہدایت پر مبنی پرسکون دعوت کے خلاف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا کیونکہ یہ دعوت ان کی بے ضابطہ زندگی کے لیے چیلنج بن چکی تھی اور ان کی دل پسند عیش و عشرت کی زندگی کو ضائع کرنے کا باعث بن رہی تھی۔ ان کو ظلم و زیادتی سے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ کھلے عام وہ سرکشی و بے راہ روی کا ارتکاب کرتے تھے۔ ان کے پیش نظر زندگی کا

کوئی مقصد نہ تھا۔ نہ ان کا کوئی دین تھا، نہ نظام اور نہ ہی ضمیر۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ دعوت کے کام پر گامزن رہے۔ کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاتے۔ نہ کسی کے روکنے سے آپ کے پایہ استقلال میں لغزش آئی۔

شرافت ونجابت کی پیکر، خاندانی عزت و وجاہت کی حامل، زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم کی سردار، اسلام لانے کے بعد سارے جہان کی خواتین کی سردار، آپ کی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے مشرف باسلام ہونے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔ جو قریش میں سب سے بڑے عالم تھے، جو مال، عزت اور مرتبے کے اعتبار سے ان کے سردار تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، دعوت الی اللہ کے لیے بہت بڑا سہارا بن گئے۔ قریش کے چوٹی کے سرداروں کو دعوت دی۔ قریش کے کڑیل جوانوں اور سرخیل سرداروں نے دعوت کو قبول کیا۔ وہ شجر اسلام کی پہلی گٹھلی اور اسلام کے محل کی بنیادی اینٹیں ثابت ہوئے۔

ایمان کے آنگن میں داخل ہونے کے حوالے سے سبقت لے جانے والے یہ جو خوش نصیب تھے، ان میں سکران بن عمرو بن عبد شمس القرشی العامری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ [1] یہ سہیل بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ [2] اور ان کے ساتھ ان کی بیوی، جو ان کے چچا کی بیٹی تھی، سودہ بنت زمعہ القرشیہ العامریہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ [3]

جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ اسلام قبول کر کے باقی مؤمن ومسلم مردوں اور عورتوں کے زمرے میں مل کر دعوت محمدیہ کے لشکر کا حصہ بن گئیں تو وہ قریشی خواتین کے معاشرے میں سیادت، قیادت، عزت اور شرف کے حوالے سے مشہور ومعروف ہو گئیں۔

---

① الاصابة (۲/ ۵۷) الاستیعاب (۲/ ۱۲۴)۔

② الاصابة (۲/ ۹۲، ۹۳)۔

③ تهذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۴۸) الاصابة (۴/ ۳۳۰)۔ الاستیعاب (۴/ ۳۱۷) اسد الغابة (۶/ ۱۵۷)۔ جامع الاصول (۹/ ۱۴۵) تهذیب التهذیب (۱۲/ ۴۲۶)۔ مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۶، ۲۴۸)۔سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۵، ۲۶۹) طبقات ابن سعد (۸/ ۵۲، ۵۸) البدایة والنهایة (۶/ ۷۰) (۳/ ۱۳۲)، تاریخ الطبری (۲/ ۳۹، ۲۱۱)۔ تاریخ الاسلام للذهبی وعهد الخلفاء الراشدین ص ۲۸۷) السیرة النبویة (۱/ ۳۶۸) زادالمعاد (۱/ ۱۰۵، ۱۱۴) دلائل النبوة للبیهقی (۲/ ۴۰۹)۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

لؤی

کعب	عامر
مرہ	حسل
کلاب	مالک
قصي	نصر
عبد مناف	عبد ود
ہاشم	عبد شمس
عبد المطلب	قیس
عبد اللہ	زمعہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا، مالک، عبد، عبد الرحمٰن، ہریرہ

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب لؤی بن غالب پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ازواج واولاد کا خاکہ

سکران (فوت)

پہلا خاوند اور اولاد

عبدالرحمٰن

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سکران بن عمرو بن عبد شمس نسبی تعلق سے ان کے والد زمعہ کے چچا زاد تھے۔ ان سے بیٹا عبد الرحمٰن پیدا ہوا۔ ان کی وفات کے بعد آپ کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ البتہ اولاد نہ ہوئی۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ازدواجی خاکہ

ابورہم بن عبدالعزی

پہلا خاوند

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
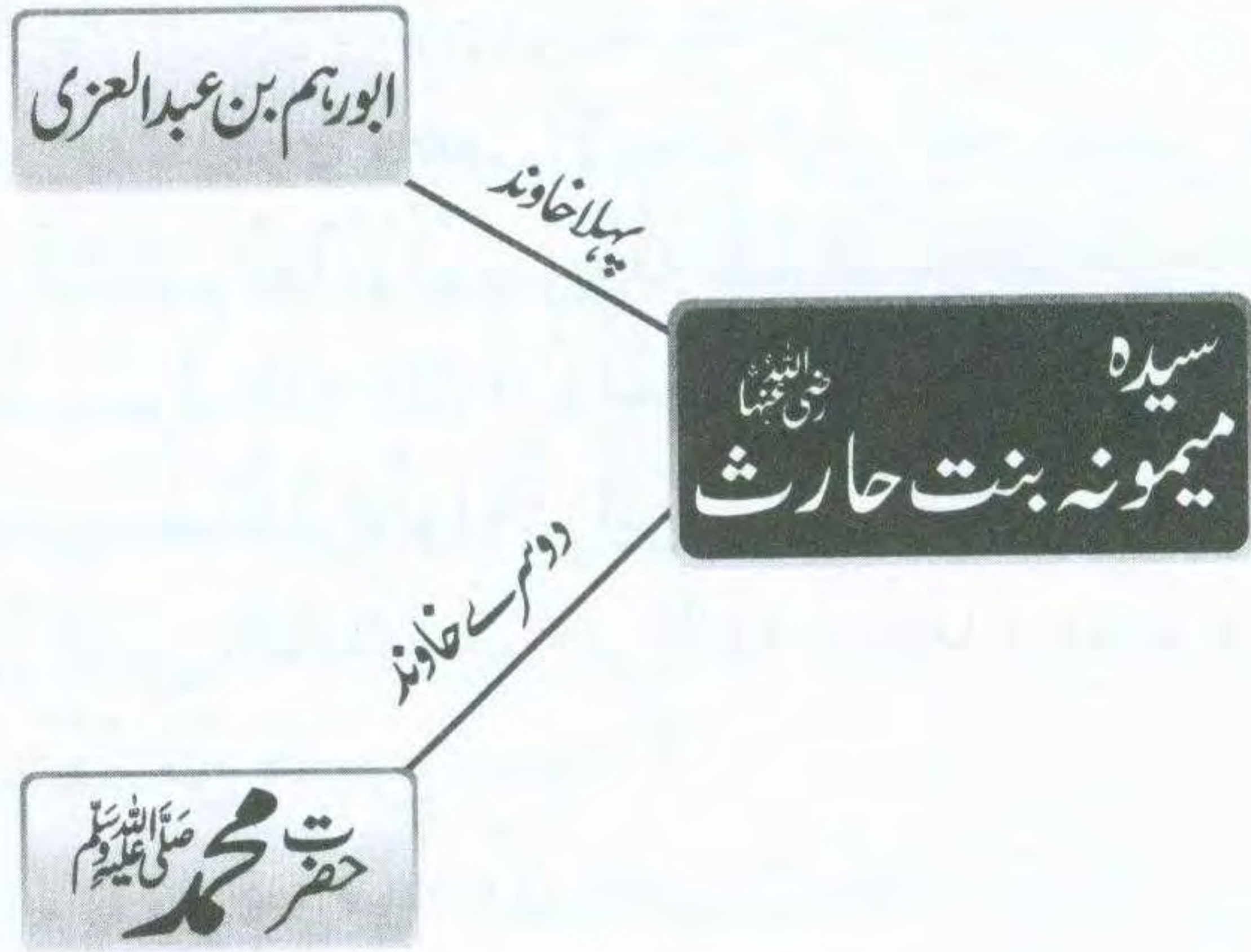
سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا خاوند:

ابورہم بن عبدالعزی بن عبدود بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی

بعض مؤرخین نے کہا کہ سخبرہ بن ابورہم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا خاوند تھا۔ بعض نے کہا حویطب بن عبدالعزی تھا۔ بعض نے کہا فروہ بن عبدالعزی تھا۔

آپ کے اس مشورے پر عمل پیرا ہونے سے خوشحالی وکشادگی کی امیدیں وابستہ کرلیں۔
رسول اللہ ﷺ نے نازک ترین صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:
((لَو خَرَجتُم اِلَی اَرضِ الحَبشَةِ فَاِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظلَمُ عِندَهٗ اَحَدٌ وَهِيَ اَرضُ صِدقٍ حَتّٰى يَجعَلَ اللّٰهُ لَكُم فَرَجًا مِمَّا اَنتُم فِيهِ)) ①
''اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف روانہ ہو جاؤ تو وہاں ایک ایسا بادشاہ رہتا ہے کہ اس کے ہاں کوئی بھی ظلم نہیں کرتا۔ یہ سچائی کی سرزمین ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس صورت حال سے نکال کر کشادگی سے سرفراز فرما دے۔''
مصنف عبدالرزاق میں علامہ زہری رحمہ اللہ سے روایت منقول ہے:
((لَمَّا كَثُرَ المُسلِمُونَ وَظَهَرَ الاِيمَانُ اَقبَلَ كُفَّارُ قُرَيشٍ عَلٰى مَن آمَنَ مِن قَبَائِلِهِم يُعَذِّبُونَهُم وَيُؤذُونَهُم لِيَرُدُّوهُم عَن دِينِهِم قَالَ فَبَلَغَنَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِمَن آمَنَ بِهٖ تَفَرَّقُوا فِي اَرضِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَيَجمَعُكُم قَالُوا اِلٰى اَينَ نَذهَبُ؟ قَالَ اِلٰى هَاهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَرضِ الحَبشَةِ فَهَاجَرَ اِلَيهَا ذَوُو عَدَدٍ مِنهُم مَن هَاجَرَ بِاَهلِهٖ وَمِنهُم مَن هَاجَرَ بِنَفسِهٖ)) ②
''جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی، ایمان پھیلنے لگا تو قریشی کافر اپنے قبائل میں سے جو بھی ایمان لاتا اسے طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے تاکہ انھیں ان کے دین سے منحرف کردیں اور دوبارہ اپنے دین میں شامل کرلیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان سے کہا کہ تم یہاں سے بکھر جاؤ۔ عنقریب اللہ تمہیں پھر اکٹھا کردے گا۔ ایمان والوں نے کہا کہ ہم کہاں جائیں؟ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں! آپ نے اپنے ہاتھ سے سرزمین حبشہ کی طرف اشارہ کیا۔ تو وہاں بہت سے اہل ایمان ہجرت کر گئے۔ ہجرت کرنے والوں میں بعض اپنے اہل وعیال کے ساتھ اور بعض اکیلے ہی تھے۔''
سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سکران بن عمرو کے ہمراہ بنو عامر کے آٹھ افراد

---

① رجال مبشرون بالجنة (۲/ ۱۰۲)۔
② مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث (۹۷۴۳)۔

کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ یہ لوگ اپنے گھر اور مال و دولت کو چھوڑ کر سمندری علاقے سے حبشہ کی طرف مہاجرین کے دوسرے قافلے کے ساتھ نکل پڑے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی منزل مقصود حبشہ پہنچ گئے۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حبشہ میں عرصہ دراز تک رہے۔ پھر وہ اسلامی ماحول میں امن سے زندگی بسر کرنے کے لیے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے بہت پہلے یعنی ابتدائی دنوں ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور انھوں نے بیعت کرنے کی سعادت بھی حاصل کر لی تھی۔ ان کے خاوند سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ دونوں اکٹھے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے دوسرے قافلے میں ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئے۔ [1]

علامہ نووی رحمہ اللہ اپنی کتاب تہذیب میں رقمطراز ہیں کہ سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور مہاجرین حبشہ میں سے تھے۔ پھر دونوں میاں بیوی مکہ معظمہ آئے اور سکران رضی اللہ عنہ نے وہاں بحالت اسلام وفات پائی۔ [2]

نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنہ مہاجرہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے متعلق افسردہ ہوئے کہ ان کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور وہ بیوہ ہو گئی ہیں۔ وہ مشرکین کی ایذا رسانی برداشت کرنے کے لیے بیچاری اکیلی رہ گئیں۔ لیکن انھوں نے معززین کی طرح صبر و تحمل سے کام لیا اور اس صورت حال میں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

وہ ایمان جس نے دل میں جڑیں پکڑ لی تھیں، وہ ان کے رگ و ریشے میں ضوفشانی کرنے لگا۔ ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فراق میں بڑے غم زدہ تھے اور ان کی وفات کے بعد تنہائی محسوس کر رہے تھے۔

سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بعثت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی معاون تھیں۔ آپ ان کے تعاون سے اللہ سبحان وتعالیٰ کی عبادت کے لیے آسانی سے تنہائی اختیار کر لیتے تھے اور اللہ

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۵۲)۔

[2] تہذیب الاسماء واللغات للنووی (۲/ ۳۴۸)۔

کی خوشنودی حاصل کرنے کے اسرار لیے کائنات پر غور و تدبر کرنے کے لیے موقع پا لیتے تھے۔ وہ بھی آپ کی محبت کے بل بوتے پر تنہائی سے گھبراتی نہیں تھیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت روحانی کمالات کو حاصل کرنے اور انھیں اپنے اندر جذب کرنے میں مستعد رہتیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب ﷺ کے بعد اسلام کی نبض، دعوت اسلامی کا گہوارہ، اور ہر قسم کے روحانی زخم کے لیے ایک شافی مرہم کی حیثیت اختیار کر گئیں اور وہ ہر راستے کو روشن کرنے والا نور ثابت ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی غم واندوہ میں مبتلا واپس گھر آتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کو حوصلہ دیتیں۔ آپ کا غم دور کرتیں اور آپ کو ہر طرح سے تسلی دیتیں۔ یہ اس وقت تک آپ کی مجلس سے نہیں اٹھتی تھیں۔ جب تک رسول اللہ ﷺ کے سب غم ہلکے نہ ہو جاتے اور آپ مسکرانے نہ لگتے۔

جب مسکراہٹ آپ کے مبارک ہونٹوں پر پھیل جاتی اور آپ کی آنکھوں میں عزم راسخ کی چمک پھیل جاتی تو انھیں دلی مسرت ہوتی۔ یہ سارا کام وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیتیں۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ منصب رسالت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے تازہ دم ہو جاتے اور اپنے رب کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے اور امانت رسالت ادا کرنے میں آسانی محسوس کرتے۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دنیا سے منہ پھیر کر کنارہ کشی اختیار کر لی اور آخرت کی طرف بھرپور توجہ دے کر اس کی اہمیت کو دل میں جاگزیں کر لیا تو یہ لمحات ان کے لیے سعادت بن گئے۔

جب انھوں نے وفات پائی تو رسول اللہ ﷺ، ان کی اولاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غم میں آنسو بہائے۔ خواتین قریش کی سردار، اسلام کی بہی خواہ ام المؤمنین، رب العالمین کے رسول ﷺ کی حبیبہ سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بعثت کے دسویں سال وفات پائی۔ یہ سال حزن وملال کا سال ثابت ہوا۔ اسی لیے اس کا نام عام الحزن (غم کا سال) قرار دیا گیا۔

ان مشکل حالات میں رسالت محمدیہ ؐ کے کام کو بدستور چلانے کے لیے وہ کون سی خاتون ہوسکتی ہے جو اس خلا کو پر کر سکے؟ جو صدیقہ طاہرہ مؤمنہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ میرے خیال میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خلا کو تو کوئی دوسری خاتون پُر نہیں کر سکتی تھی تاکہ رسول اللہ ﷺ کے دل میں ان کا مقام و مرتبہ برقرار رہے۔ دوسری خواتین میں سے کوئی

بھی ان کی ہمسر نہیں ہو سکتی تھی۔

خوشنما خواب

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف کچھ اس طرح بیان کیے ہیں:

((كَانَتْ سَيِّدَةً جَلِيلَةً نَبِيلَةً ضَخْمَةً))

''سیدہ، جلیل القدر شریف الطبع، فربہ جسم کی مالک تھیں۔''

اس بات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جن کی پرورش صاف ستھرے اور پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان مذکورہ اوصاف کے حوالے سے ان قریشی خواتین میں مشہور و معروف ہوئیں جنھوں نے آغاز اسلام میں شہرت حاصل کی۔

واقعات و حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جنھوں نے جلد ہی دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی، جلد ہی نیا دین ان کے رگ و ریشے میں رچ بس گیا۔ یہاں تک کہ وہ حکیمانہ انداز میں گفتگو کرنے لگیں، بصیرت کی آنکھ سے گرد و نواح کو دیکھنے لگیں۔ ان کے کمالات و اوصاف حمیدہ کو دیکھتے ہوئے سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی دلی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگیں: میری دلی تمنا ہے کہ میں بھی دلی پاکیزگی اور طبعی نفاست میں (سیدہ) سودہ (رضی اللہ عنہا) کے نقش قدم پر چلوں۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین بننے کا شرف عطا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات ہونے کا اعزاز بخشا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک خوشنما خواب دیکھا جو بعد میں عنایت الٰہی سے حقیقت کا روپ دھار گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن گئیں۔

طبقات ابن سعد میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک رات انھوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور آپ نے آتے ہی میری گردن پکڑ لی۔ انھوں نے اپنا یہ خواب اپنے خاوند کو بتایا تو انھوں نے سن کر یہ کہا: اگر تم نے سچ مچ یہی خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں مر جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے شادی کر لیں گے۔

انھوں نے یہ سن کر کہا: نہیں نہیں! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

پھر ایک دوسری رات انھوں نے خواب میں دیکھا کہ چاند ان کے اوپر ٹوٹ کر گرا ہے، اس حال میں کہ وہ لیٹی ہوئی ہیں۔ یہ خواب بھی اپنے خاوند کو بتایا تو انھوں نے یہ سن کر کہا اگر تو نے سچ مچ ایسا ہی دیکھا ہے تو میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور تو میرے بعد شادی کر لے گی۔

اتفاق سے سکران رضی اللہ عنہ کی طبیعت اسی دن سے ناساز رہنے لگی۔ تھوڑے ہی عرصے بعد وہ فوت ہو گئے اور سودہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا تمام تر انتظام و اہتمام مشہور و معروف صحابیہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے کیا جو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں اور انھوں نے ہی تمام ملنے جلنے والوں کو اس یقینی خبر سے آگاہ کیا۔

''میرے بارے میں ان سے بات کریں''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات طیبات رضی اللہ عنہن کو اچھی طرح معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قدر و قیمت کیا ہے۔ جب وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں تو ہر ایک کے دل کی خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھریلو غم قدرے ہلکا ہو اور آپ شادی کر کے اپنے گھر کے آنگن کو پھر سے سکون اور اطمینان کا گہوارہ بنا لیں۔ لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد کون ان کا مقام لے سکتا ہے؟ اور کون اس جرأت کا مظاہرہ کرے کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شادی کی تجویز پیش کرے؟

کیونکہ ہر کوئی یہ جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ کون یہ صلاحیت رکھتا تھا کہ اس میدان میں اپنی کوئی تجویز پیش کرے؟ کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کرے کہ خواتین قریش کی سردار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جگہ کوئی اور فروکش ہو۔ یہاں تک کہ جرأتوں کے پیکر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی محبوب نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کرتے ہوئے دلی طور پر گھبراہٹ محسوس کر رہے تھے۔

اب کیا کیا جائے؟ کوئی ایسا دکھائی نہیں دیتا جو یہ فریضہ ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ لیکن مشیت الٰہیہ نے ایک عالمہ فاضلہ صحابیہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو اس کام کے لیے منتخب کر لیا۔ ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آمد و رفت تھی۔ انھیں بعض گھریلو حالات معلوم تھے۔

وہ رسول اللہ ﷺ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے داغ مفارقت دے جانے کی وجہ سے حزن و ملال میں مبتلا دیکھا کرتی تھیں۔

ایک دن سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے اندر آنے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھا تو خوش آمدید کہا اور انھیں عزت و تکریم سے بٹھایا۔ وہ ایک سچی، مؤمن اور صابرہ خاتون تھیں۔ انھوں نے حبشہ کی طرف پہلی ہجرت اپنے خاوند سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی، پھر وہ تھوڑی دیر بعد ان کے ہمراہ مکہ واپس آ گئیں۔ تا کہ دونوں نبی کریم رسول اللہ ﷺ اور دیگر مسلمانوں کے ہمراہ رہنے کی سعادت حاصل کر سکیں اور ان کے ساتھ مل کر قریش کی طرف سے ڈھائے گئے مظالم کو صبر و تحمل سے برداشت کریں۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس تنگی سے نکلنے کا موقع فراہم کر دے۔

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے یہ چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سرور و انبساط سے مالا مال ہو جائیں۔ اور انھوں نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ شادی کر کے اس خلا کو پر کر لیں۔ جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور انھوں نے اپنے دلی ارادے کا اظہار کرنے کے لیے زبان کو حرکت دینے سے پہلے اپنے آپ کو اس جرأت کا مظاہرہ کرنے کے لیے تیار کیا جس کے لیے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ انھوں نے بڑے ادب و احترام سے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فراق کی وجہ سے مجھے غمگین دکھائی دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حزن و ملال میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا: ہاں! تم درست کہتی ہو۔ صورت حال یہی ہے، وہ بچوں کی ماں بھی تھی اور گھر کی مالکہ بھی۔ [1]

واقعات اور حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے دل میں اس حوالے سے بات کرنے کے لیے ایک جگہ بنا لی۔ انھوں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایک قریشی دانشمند خاتون کے ساتھ شادی کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے کے لیے اپنے دل میں نئے سرے سے جرأت محسوس کی اور بڑے ہی نرم اور دلآویز

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۵۶، ۵۷) المحبر (ص۷۹، ۸۰)۔ السیرۃ الحلبیۃ (۲/ ۴۲) السیرۃ النبویۃ لاحمد زینی دحلان (۱/ ۲۶۸) حجۃ اللہ علی العالمین للنبھانی (۲/ ۱۵۴)۔

انداز میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کی شادی کا اہتمام نہ کر دیا جائے؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

خواتین کا گروہ ہی اس کام کو سرانجام دینے کا مناسب انتظام کر سکتا ہے۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا یہ بات سن کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئیں۔ انھیں اپنی کوششوں کے راستے کو روشن کرنے کی امید نظر آئی۔ پھر اپنے دل سے پوچھا: کیوں نہ اس موقع پر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا یا سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کی پیش کش کر دی جائے؟ انھوں نے گزشتہ کل ہی اس بارے میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے بات کی تھی۔ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بات کر لی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس موضوع پر بات کرنے کا بڑے نرم لہجے میں عندیہ ظاہر کر دیا تھا۔

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے اس ماحول میں دل کی گہرائیوں میں پیدا ہونے والی ایک خوشی کی لہر محسوس کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موضوع پر بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ میں چاہتی ہوں کہ آپ کو دلی مسرت حاصل ہو؟ آپ چاہیں تو کنواری بیوی سے شادی کر لیں اور اگر چاہیں تو بیوہ خاتون سے شادی کر لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا: وہ کون ہیں؟ انھوں نے عرض کی: کنواری تو آپ کے محبوب صحابی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔[1] اور بیوہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ آپ پر ایمان بھی لا چکی ہیں۔ اور آپ کی تابع فرمان بھی ہیں۔ پھر خولہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ اور آپ کے سامنے ان کے خاوند سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی حالت زار کا تذکرہ بھی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان سے میرے بارے میں بات کر کے دیکھیے! اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی فرمایا۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کا دل اپنی مہم میں کامیابی دیکھ کر خوشیوں سے اچھلنے لگا۔ وہ مسرت و شادمانی کو دل میں سموئے ہوئے تیز قدم چلتی ہوئی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں۔ ان کے چہرے پر خوشی کی لہر رقص کناں تھی۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۵۷) السیرۃ النبویہ لاحمد زینی دحلان (۱/ ۲۶۷) الاصابۃ (۴/ ۳۳۰)

اب ہم سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا سے ان کی بقیہ مہم کو سر کرنے کے بارے میں سنتے ہیں کہ وہ اپنی زبان سے کس طرح یہ داستان بیان کرتی ہیں۔ اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کس طرح گفتگو کرتی ہیں؟ فرماتی ہیں کہ میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور اس کے باپ کے پاس گئی۔ باپ اچھا خاصا بوڑھا آدمی تھا۔ اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے گھر میں بیٹھا رہتا تھا۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر میں خیر و برکت داخل کر دی ہے۔

سودہ رضی اللہ عنہا نے میری بات سنتے ہی حیرانی سے کہا: خولہ! وہ کیسے؟

میں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ میں ان سے تمھارے نکاح کے بارے میں بات کروں۔

یہ بات سن کر سودہ رضی اللہ عنہا کے رگ و ریشے میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ انھوں نے یہ محسوس کیا کہ خوشی کے آنسو ان کے چہرے اور روح کو تر کر رہے ہیں۔ انھیں بہت پہلے اپنی نیند میں دیکھا ہوا خواب یاد آ گیا۔ آج ان کے رب نے خواب کی تعبیر کو حقیقت کا روپ دھارنے کا موقع فراہم کر دیا۔

انھوں نے تو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے کا دل سے طمع ہی نکال دیا تھا۔ لیکن ام المومنین بننے کا شرف تو اتنا بڑا اور اونچے درجے کا ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی شرف بھی نہیں کر سکتا۔

پھر وہ خولہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئیں۔ حال یہ تھا کہ خوشی سے نہال ہوئے جا رہی تھیں، چہرے پر مسرت و شادمانی کی چمک پھیلی ہوئی تھی۔ انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا: میں تو دلی طور پر آپ کو پسند کرتی ہوں۔ میں اور میرے یہ نصیب، کیا کہنے! چشم ما روشن، دل ماشاد۔ لیکن آپ اندر جائیں اور میرے ابا جان سے بھی اسی بات کا تذکرہ کر دیں تاکہ سونے پہ سہاگہ ہو جائے۔

(وہ فرماتی ہیں) میں سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کے پاس گئی اور زمانہ جاہلیت کی طرز پر اَنْعِمْ صَبَاحًا کہتے ہوئے سلام پیش کیا۔

اس نے پوچھا: آپ کون ہیں؟

میں نے کہا: خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہ بن امیہ سلمی، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جمحی کی بیوی ہوں۔

خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر اس نے

کچھ دیر تک مجھ سے باتیں کیں۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں اپنے دل سے معبودان باطلہ کو نکال چکی ہوں۔ میں نے ایمان قبول کر لیا ہے اور حبشہ کی طرف ہجرت بھی اختیار کی۔ پھر میں مکہ لوٹ آئی۔ وہ یہ سب کچھ جانتا تھا۔ اس نے پوچھا: اب کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس نے یہ سن کر کہا:

''محمد (رسول اللہ ﷺ) بڑے معزز ہم سر ہیں لیکن تیری سہیلی سودہؓ اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

میں نے کہا: وہ اس رشتے کو پسند کرتی ہیں۔

اس نے کہا: اسے میرے پاس بلاؤ۔

میں ان کے پاس گئی اور انھیں بلا لائی۔ اس نے سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا: بیٹی! یہ خولہ بنت حکیمؓ کہتی ہے کہ محمد بن عبداللہ (رسول اللہ ﷺ) نے تجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ وہ واقعی بڑے معزز ہمسر ہیں۔ کیا تو یہ بات پسند کرتی ہے کہ میں تیری شادی ان سے کر دوں؟

سودہ رضی اللہ عنہا نے خوشی کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ابا جان! میں اس رشتے کو پسند کرتی ہوں۔

ان کے باپ زمعہ نے خولہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا۔ اور ان سے کہا کہ ٹھیک ہے تم (سیدنا) محمد (رسول اللہ ﷺ) سے کہو کہ ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔

خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ [1] چار سو دینار حق مہر پر آپ کی شادی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طے پا گئی۔ اس طرح سودہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے گھر منتقل ہو گئیں تا کہ امہات المومنین کے زمرے میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کر سکیں اور خاتم النبیین ﷺ کی خدمت بجا لانے کا شرف حاصل کر سکیں۔ [2]

---

[1] ازواج النبی للصالحی (ص ۱۷۳)۔نساء من عصر النبوة (۲/ ۲۴۶، ۲۴۷) دلائل النبوة للبیهقی (۲/ ۲۱۱) تاریخ الاسلام للذهبی (السیرة النبویة ص ۲۸۰، ۲۸۱) الاصابة (۴/ ۳۴۹) اسدالغابة(۶/ ۱۸۹، ۱۹۰)۔ تاریخ الطبری (۲/ ۲۱۱، ۲۱۲) مختصر تاریخ دمشق (۲/ ۲۷۶، ۲۲۷) السمط الثمین (ص۱۱۸)۔

[2] عیون الاثر (۲/ ۳۷۷)۔

ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبداللہ بن زمعہ ابھی دین قریش پر تھا۔ وہ مکہ سے باہر تھا، جب وہ مکہ آیا اسے یہ پتا چلا کہ اس کی بہن سودہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کر لی ہے تو اس کا دماغ چکرا گیا، اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ وہ اس شادی کی وجہ سے حزن و ملال میں مبتلا ہو کر اپنے سر میں مٹی ڈالنے لگا۔ وہ گرجتا برستا، ڈراتا، دھمکاتا اور گرجتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا۔ اسے تو یہی عار لیے جا رہی تھی کہ سودہ رضی اللہ عنہا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کر لی ہے۔ ہائے یہ کیا ہو گیا! میں تو جیتے جی مر گیا۔ میں لٹ گیا۔ میں برباد ہو گیا، میں کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہ رہا۔ کاش! مجھے یہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے بصیرت کی نعمت عطا کی اور اس نے نور اسلام کے محاسن کو بچشم خود دیکھا تو وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اس نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کو صدق دل سے تسلیم کر لیا تو اپنے دل سے اس نے کہا: میں اس دن پاگل تھا جس دن میں نے اپنی بہن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی سے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے سر میں مٹی ڈالی تھی۔ یہ واقعی میری حماقت تھی۔ ①

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد شادی کی۔

یہ شادی نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی۔ تین سال یا اس سے کچھ عرصہ زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں یہ اکیلی رہیں۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی اور انھیں لے کر آپ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئیں۔ اس سے بڑا مقام و مرتبہ بھلا اور کیا ہو سکتا ہے؟

---

① ازواج النبی للصالحی (ص١٧٥، ١٧٦) مختصر تاریخ دمشق (٢/ ٢٧٧) السمط الثمین (ص١١٨) الکامل لابن الاثیر (٢/ ٣٠٧) السیرة الحلبیة (٢/ ٤٣) السیرة النبویة لاحمد دحلان (١/ ٢٦٨)۔

② تاریخ الاسلام للذہبی (عہد الخلفاء الراشدین ص ٢٨٧، ٢٨٨) تہذیب الاسماء واللغات للنووی (٢/ ٣٤٨)۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو اپنی روشن بصیرت سے اس بات کا ادراک ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی ان کے حال پر ترس کھاتے ہوئے، ان کے صبر کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اور ان کے جہاد کو پذیرائی عطا کرتے ہوئے کی ہے۔ وہ جوانی کی عمر گزار کر بڑھاپے میں قدم رکھ چکی تھیں۔ عمر کے ڈھلنے سے حسن و جمال بھی ماند پڑ چکا تھا۔ بظاہر کوئی صورت نہ تھی کہ جس کی طرف بالعموم مرد لپکتے ہیں۔ وہ جانتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی اللہ کی رضاء کی خاطر مجھے ناگفتہ بہ حالات سے نکالنے کی غرض سے کی ہے لیکن وہ حالات کو نہایت عمدہ اور خوبصورت انداز میں اپنے حق میں صبر و تحمل کے ساتھ آراستہ کرتی گئیں۔ اور ایمان کی مے سے شرابور ہوتی گئیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں بلند مرتبہ عطا کر دیا تھا، اور وہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا اور اس سے خوب اچھی طرح باخبر ہے۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اس اعتبار سے بڑی سعادت مند تھیں کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہو چکا تھا۔

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکراتے دیکھتیں تو ان کا چہرہ بھی مسکراہٹ سے چمکنے لگتا۔ ان کی انتہا درجے کی یہ تمنا تھی کہ وہ ہر دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش باش دیکھیں اور ان کی ہر ممکن یہ کوشش ہوتی کہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اذیت کے غم کو قدرے ہلکا کر سکیں۔ سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر میں اکثر و بیشتر ان اہل ایمان کے بارے میں گفتگو کرتیں جو نجاشی کے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ یہ اہل ایمان کے حالات بیان کرتیں۔

جب یہ دختر رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حالات بیان کرتیں تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی باتیں بڑے غور سے سنتے۔ آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتا کہ آپ کو ان باتوں سے گہری دلچسپی ہوتی ہے، جن میں آپ کی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپ یہ باتیں بڑے غور سے سنتے ہیں۔ جب سے آپ کی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے داماد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہجرت اختیار کی، آپ کا دل ان کو بہت یاد کرتا تھا۔

سودہ رضی اللہ عنہا یہ محسوس کر رہی تھیں کہ ان کے بارے میں گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اچھی لگتی ہے۔ ان کے نام سن کر اور ان کے حالات معلوم کر کے آپ دلی طور پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لگا کر بڑے غور سے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی باتیں سنتے، لیکن ان کے

ساتھ اپنی تکالیف و مشکلات کے بارے میں کچھ نہ بتاتے اور نہ اپنی امیدوں اور امنگوں کے بارے میں ان سے کوئی بات کرتے، جس طرح کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا کرتے تھے۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی کوشش ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کی مشکلات میں ہاتھ بٹائیں اور آپ ان مشکلات و مصائب کو جھیلنا قدرے آسان سمجھیں۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا خوب اچھی طرح اس بات کو جانتی تھیں کہ وہ یہ خلا کبھی بھی پر نہیں کر سکتیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جدائی سے آپ کے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ وہ تو اپنے لیے اسی کو بہت بڑی سعادت سمجھتی تھیں کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل ہوا ہے اور آپ نے انھیں کفر کی تاریکیوں سے اسلام کی روشنی کی طرف نکالا ہے۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ مجھے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتیں کہ آپ کو ہر طرح سے آسانی بہم پہنچائیں۔ جب آپ خاموش ہوتے تو وہ بھی احتراماً خاموش رہتیں۔ جب آپ کوئی اشارہ کرتے تو فوراً اس پر لبیک کہتیں۔ جس دن سے سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں قدم رکھا انھوں نے آپ کے خیالات و احساسات کو احترام کی نگاہ سے دیکھا اور جنت الفردوس میں ہیرے موتی سے بنے ہوئے آرام دہ گھر میں جا بسیرا کرنے والی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ کی یادوں اور وفاؤں کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ خانہ نبوی کے ساتھ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے بڑے روشن اور درخشاں واقعات وابستہ تھے۔

مکہ میں دختر رسول ﷺ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے تو ان کی نگاہ اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس قیمتی گھر پر پڑی جس گھر میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عمر کے بڑے سہانے دن دیکھے تھے۔ جو گھر وحی، ایمان اور صدق و صفا کا گہوارہ تھا، تو ان کے دل میں متضاد احساسات نے جنم لیا۔ جو شادمانی و خوف، خوشی و غم اور اضطراب و سکون کا بیک وقت روپ دھارے ہوئے تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے دروازے پر دستک دی۔ ہر طرف یہ خبر پھیل گئی کہ رقیہ اور عثمان رضی اللہ عنہما آ گئے ہیں۔ ام کلثوم و فاطمہ رضی اللہ عنہما اور دیگر جو بھی گھر میں موجود تھے، دوڑ کر دروازے پر آئے۔ انھوں نے اپنی بڑی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے معانقہ کیا۔ آنسو بہہ نکلے، یادیں بیدار ہوئیں۔ تمام بہنوں نے اپنی شفیق ماں کی جدائی کو محسوس کیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

اس دوران میں سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بھاری قدموں کے ساتھ تشریف لائیں۔ اور

وہ آتے ہی سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کو خوش آمدید کہنے لگیں۔ پلک جھپکتے ہی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں مہاجرین کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کا منظر چھا گیا اور آنکھوں کے سامنے یادوں کی بارات کے قافلے چلنے لگے۔ وہ رقیہ اور عثمان رضی اللہ عنہما سے ان مہاجرین کے بارے میں پوچھنے لگیں جو ابھی حبشہ میں تھے۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ میں قیام کے دوران میں زیادہ تر وقت سیدہ رقیہ اور سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ بسر کیا، یا چند ایک ایسی خواتین سے ملتی جلتی تھیں جو زیادہ تر اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گفتگو کرتیں۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو کسی دن یہ خیال تک بھی نہیں آیا تھا کہ مجھے مستقبل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن کر ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل ہوگا اور نہ ہی کبھی اس بات کا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے دل میں احساس پیدا ہوا تھا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کی وفات کے بعد ان کے تکلیف دہ ایام پر ترس نہ کھاتے اور ان تکالیف و مشکلات کو پیش نظر نہ رکھتے جو انھیں اللہ کے راستے میں جھیلنی پڑی تھیں تو یہ کبھی بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خلا قدرے پر کرنے کے لیے خانہ نبوت میں ثابت قدم نہ رہ سکتیں۔ یہ آپ کی نظر کرم تھی کہ آپ نے ایک بیوہ بوڑھی عورت کو سہارا دیا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبر مل گئی کہ سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما حبشہ سے واپس آگئے ہیں۔ یہ خبر سن کر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا اور دل میں شفقت اور پدرانہ محبت کے جذبات واحساسات انگڑائیاں لینے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیدہ بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو محبت بھرے انداز میں گلے لگایا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بغل گیر ہوئے۔ اور پھر بیٹھ گئے اور عثمان اور رقیہ رضی اللہ عنہما کی باتیں بڑے غور سے سننے لگے۔ وہ دونوں ہجرت حبشہ، مسلمانوں اور حبشہ کے حکمران نجاشی کے بارے میں باتیں کرنے لگے اور درمیان میں کبھی کبھی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سرزمین حبشہ سے وابستہ اپنی یادوں کا تذکرہ کرکے شریک گفتگو ہو جاتیں۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ میں رہائش پذیر رہیں، یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ جب

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہو گئے تو آپ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر ہمیں لانے کے لیے مکہ بھیجا۔ ہم سب مکہ سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ الزہرا، ام کلثوم، سودہ بنت زمعہ، ام ایمن حبشیہ ① زوجہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہن اور ان کے ہمراہ ان کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا۔ یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچ کر ② حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر فروکش ہوا۔ ③

سودہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں اپنے فرائض ادا کرنے لگیں، خانہ نبوت کی دیکھ بھال اور دختران رسول اللہ ﷺ کی نگہداشت اور نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی خدمت برآری میں مصروف ہو گئیں۔ تاکہ آپ کو ہر طرح کا آرام اور سکون میسر آسکے، گھر کی طرف سے آپ کو کوئی فکر نہ رہے اور گھر کے پرسکون ماحول کو دیکھ کر آپ کا دل خوش ہو جائے۔

تین سال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خانہ نبوت میں قدم رنجہ فرمایا۔ اور ان کی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بڑی روشن یادیں وابستہ ہوئیں۔ پھر خانہ نبوت میں دیگر ازواج مطہرات نے قدم رکھنے کی سعادت حاصل کی۔ مثلاً حفصہ بنت عمر، زینب بنت جحش اور ام سلمہ مخزومیہ رضی اللہ عنہن امہات المومنین کے زمرے میں شامل ہو گئیں۔

سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے دلچسپ واقعات

اس عزت والے نبوی گھرانے میں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی سے پاک کر دیا تھا، اس میں برکات کی برکھا برسائی۔ اس سے خیرات کے سوتے پھوٹے۔ اس گھرانے کے پہلوؤں سے ایک ایسا نور چمکا جس سے ساری دنیا روشن ہو گئی۔ اس نور نے جاہلیت کے اندھیروں سے ہدایت اور دین حق کی روشنی کی طرف دنیا کو نکال کر سیدھے راستے پر گامزن کیا۔ زبان کو سیدھی اور دوٹوک بات کا سلیقہ دیا اور اس نورِ اسلام نے اخلاقِ عالیہ، اوصافِ حمیدہ اور فضائل کو پروان چڑھایا۔ اس گھر میں ایمان کی دلربا خوشبو رچ بس گئی تھی اور

---

① نساء من عصر النبوۃ (۱/ ۴۳، ۴۴)۔

② طبقات ابن سعد (۱/ ۲۳۷، ۲۳۸) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۹)۔

③ رجال مبشرون بالجنۃ (۲/ ۲۹۹، ۳۲۹) زاد المعاد (۳/ ۶۱) الکامل لابن الاثیر (۲/ ۱۱۰)

فضائل کی تروتازگی نے اس گھر کے ماحول کو خوشگوار بنا دیا تھا۔

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شانہ بشانہ اس گھر میں زندگی کے دن گزارنے لگیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں اور یہ ساری امت کی خواتین میں سب سے زیادہ سمجھدار، اوصاف حمیدہ کی خوگر اور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوب نظر تھیں اور ان کے باپ سے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔

میں تو یہ کہوں گا کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس پاکیزہ خانہ نبوی میں نہایت خوشگوار انداز میں زندگی بسر کی، ہمیشہ نسوانی غیرت کو دبا کر رکھا۔ گھریلو حالات کو پرسکون رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی، دل میں صرف یہی لالچ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی باری بھی اپنی سوتن عائشہ رضی اللہ عنہا کو تفویض کر دی تھی۔ [1] اس حوالے سے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی رغبت کو احترام کی نگاہ سے دیکھا اور آپ کی خوشی کو مقدم جانا۔

ان کے پیش نظر ہمیشہ یہ تصور رہتا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں تو سب کچھ مل گیا۔ امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابی داود میں ہشام بن عمرو سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے:

((قَالَتْ عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِي كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ، مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا وَكَانَ قَلَّ يَوْمٌ اِلَّا وَهُوَ يَطُوْفُ عَلَيْنَا جَمِيْعًا۔ فَيَدْنُوْ مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيْسٍ حَتّٰى يَبْلُغَ اِلَى الَّتِيْ هُوَ يَوْمُهَا فَيَبِيْتُ عِنْدَهَا، وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ حِيْنَ اَسَنَّتْ، وَفَرِقَتْ اَنْ يُّفَارِقَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ، فَقَبِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا قَالَتْ نَقُوْلُ فِيْ ذٰلِكَ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَفِيْ اَشْبَاهِهَا اُرَاهُ قَالَ: ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا﴾ (النساء:۴/ ۱۲۸)))

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے میرے بھانجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ٹھہرنے اور باری کی تقسیم کے حوالے سے ہم میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں

---

[1] تاریخ الاسلام (المغازی ص ۶۲۱)۔

دیتے تھے۔ کوئی دن ہی ایسا ہوا ہوگا کہ آپ نے ہم سب کے پاس چکر نہ لگایا ہو۔ آپ سب ازواج کے پاس بیٹھتے، ان سے باتیں کرتے لیکن رات اس زوجہ کے پاس گزارتے جس کی باری ہوتی۔ سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) جب عمر رسیدہ ہو گئیں اور انھیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے طلاق دے کر فارغ کر دیں گے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اپنا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو سونپتی ہوں۔ آپ نے ان کی پیش کش کو قبول کر لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سودہؓ کے بارے میں اور اس قسم کی دوسری عورتوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا﴾ [1] (النساء: ۱۲۸) ''اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو۔''

اسی لیے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میری بھی اسی قسم کی عمدہ طبیعت ہو جائے۔ اور میں بھی سودہ رضی اللہ عنہا کے طرز عمل کو اختیار کر لوں۔ انھوں نے اپنا دن نبی کریم رسول اللہ ﷺ کو ودیعت کر دیا۔ یہ سودہ رضی اللہ عنہا کا ہی خاصہ ہے کہ انھوں نے اپنی باری پر رسول اللہ ﷺ کی منظور نظر رفیقہ حیات کو ترجیح دی۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے یہ کارنامہ صرف رسول اللہ ﷺ کا تقرب حاصل کرنے اور آپ سے محبت رکھنے کے حوالے سے سرانجام دیا۔ یہ ایثار و قربانی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ کو تسلیم کرتے ہوئے کی۔ رسول اللہ ﷺ باری کے مطابق اپنی سب ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے۔ سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے، لیکن وہ اس پر خوش تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کو ترجیح دیتی تھیں۔ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی خوشی میں اپنی خوشی محسوس کرتی تھیں۔

ابو عمر القرطبی رحمہ اللہ سے الاستیعاب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مروی ہے، آپ فرماتی ہیں:

((لَمَّا اَسَنَّتْ سَوْدَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِطَلاَقِهَا، فَقَالَتْ لاَ تُطَلِّقْنِيْ وَاَنْتَ فِيْ حِلٍّ مِّنِّيْ فَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب المرأة تهب یومها من زوجها لضرتها رقم الحدیث (۵۲۱۲)۔ صحیح مسلم رقم الحدیث (۱۴۶۳) الاستیعاب (۴/ ۳۱۸)۔ سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۲۱۳۵) الاصابة (۴/ ۲۳۰)۔

أُحْشَرَ فِي أَزْوَاجِكَ وَإِنِّي قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِي لِعَائِشَةَ، وَإِنِّي لَا أُرِيدُ مَا تُرِيدُ النِّسَاءُ فَأَمْسَكَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تُوُفِّيَ عَنْهَا مَعَ سَائِرِ مَنْ تُوُفِّيَ مِنْ أَزْوَاجِهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ)) ①

"جب سودہ (رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے ہاں عمر رسیدہ ہوگئیں اور رسول اللہ ﷺ نے انھیں طلاق دینے کا ارادہ کر لیا تو سودہ نے کہا: آپ مجھے طلاق نہ دیں، آپ کو میرے بارے میں اختیار ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن مجھے آپ کی بیویوں میں اٹھایا جائے۔ میں اپنا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو ہبہ کرتی ہوں۔ اب میں وہ نہیں چاہتی جو عورتیں چاہتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیش کش قبول کرتے ہوئے انھیں اپنے پاس رکھا، یہاں تک کہ سودہ (رضی اللہ عنہا) نے دیگر ازواج مطہرات کی طرح آپ ہی کے گھر میں وفات پائی۔"

ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا وحبیبنا محمد رسول اللہ ﷺ سے کہا:

((لٰكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُبْعَثَ فِي نِسَاءِكَ وَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِي لِعَائِشَةَ))

"میں یہ پسند کرتی ہوں کہ مجھے آپ کی بیویوں میں اٹھایا جائے میں نے اپنا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دیا۔"

آیئے! اب ہم ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی تعریف سنتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی خاتون ایسی نہیں دیکھی جس کے نقش قدم پر چلنا مجھے اچھا لگتا ہو، سوائے سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) کے۔ جب وہ عمر رسیدہ ہوگئیں تو انھوں نے اپنی باری عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سپرد کرتے ہوئے یہ کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تفویض کیا۔ ② سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یکساں پیش آنے والے یوں تو کئی ایک دلچسپ واقعات ہیں اور ہر واقعہ بڑا ہی پر لطف اور دلآویز ہے۔

---

① الاستیعاب (۴/ ۳۱۷، ۳۱۸)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۶) التاج الجامع للاصول (۳/ ۳۸۳)۔ صحیح مسلم رقم الحدیث (۱۴۶۳)۔ سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۲۱۳۵)

جس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ اپنی ان دونوں بیویوں سے دلی طور خوش تھے۔ لیکن ایک واقعہ قابل ذکر ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک مجلس میں پیش آیا۔

نسائی اور ابوبکر الشافعی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا ہے، فرماتی ہیں:

((زَارَتْنَا سَوْدَةُ يَوْمًا فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَهَا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ فِي حِجْرِي وَالْأُخْرٰى فِي حِجْرِهَا، فَعَمِلْتُ لَهُ حَرِيرَةً۔ أَوْقَالَ: خَزِيرَةً۔ فَقُلْتُ: كُلِي، فَأَبَتْ، فَقُلْتُ: لَتَأْكُلِينَ أَوْ لَأُلَطِخَنَّ وَجْهَكِ، فَأَبَتْ، فَأَخَذْتُ مِنَ الْقَصْعَةِ شَيْئًا، فَلَطَخْتُ بِهِ وَجْهَهَا، فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رِجْلَهُ مِنْ حِجْرِهَا لِتَسْتَقِيدَ مِنِّي، وَقَالَ لَهَا: "لَطِّخِي وَجْهَهَا" فَأَخَذَتْ مِنَ الْقَصْعَةِ شَيْئًا، فَلَطَخَتْ بِهِ وَجْهِي وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَضْحَكُ...... الحديث)) [1]

''ایک دن سودہ رضی اللہ عنہا ملاقات کے لیے ہمارے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ میرے اور ان کے درمیان میں اس طرح بیٹھے کہ ایک پاؤں میری گود میں رکھا اور ایک پاؤں ان کی گود میں رکھا۔ میں نے اس دن حریرہ (حلوہ نما) بنایا تھا۔ میں نے سودہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ کھاؤ! سودہ (رضی اللہ عنہا) نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: تو کھائے گی یا میں تیرے چہرے پر اس کی لیپ کر دوں؟ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر بھی انکار کر دیا تو میں نے پیالے سے کچھ حریرہ لیا اور ان کے منہ پر مل دیا، تو رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا پاؤں ان کی گود سے اٹھا لیا تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لیں۔ پس آپ نے سودہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ تم بھی اس کے چہرے پر لیپ کر دو تو انھوں نے پیالے میں سے کچھ لیا اور اسے میرے چہرے پر مل دیا۔ رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔''

[1] النسائی فی عشرۃ النساء رقم الحدیث (۳۱) تحفۃ الاشراف (۱۲/ ۲۶۱) المواھب اللدنیۃ (۲/ ۳۴۹)۔

خوش طبعی اور سکون و وقار

رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آتے تھے، جبکہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا خوش طبعی، سکون و وقار اور صفائی پسند جیسے اوصاف کی حامل تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی خوش طبعی کی عمدہ باتیں بڑے غور سے سنا کرتے تھے اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے اس عمدہ انداز میں باتیں کرتیں کہ آپ مسکرانے لگتے۔ طبقات میں علامہ ابن سعد رحمہ اللہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں:

((عَنْ سَوْدَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْتُ خَلْفَكَ الْبَارِحَةَ فَرَكَعْتَ بِيْ حَتّٰي اَمْسَكْتُ بِاَنْفِيْ مَخَافَةَ اَنْ يَقْطُرَ الدَّمُ قَالَ فَضَحِكَ وَكَانَتْ تُضْحِكُهُ الْاَحْيَانَ بِالشَّيْءِ)) [1]

''سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے گزشتہ رات آپ کے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ آپ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ میں نے اپنی ناک کو اس ڈر سے تھامے رکھا کہ کہیں خون نہ بہنے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی کبھار ہنسا دیا کرتی تھیں۔''

ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا مزاحیہ طبیعت اور پاکیزہ دل رکھتی تھیں۔ اسی لیے بعض اوقات امہات المومنین ان سے مذاق کیا کرتی تھیں اور ان سے خوش طبعی اور حکمت و دانائی سے بھرپور، اور دل کو خوش کر دینے والی باتیں سننے کے لیے ملتیں۔ بسا اوقات اس کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ اس خوش گوار گھریلو ماحول کو دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوتے اور ازواج مطہرات کے باہمی ہنسے کھیلے اور ایک دوسرے کے ساتھ خوش طبعی سے پیش آنے کو مستحسن نظروں سے دیکھتے۔ آپ کی اس رواداری سے ازواج مطہرات کے دلوں میں آپ کی محبت مزید گہری ہو جاتی۔ آپ اپنی بیویوں سے ہمدردانہ رویہ رکھتے اور دینی احکام کی روشنی میں ان کے حقوق کا خیال رکھتے۔

ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی کنیز خلیسہ اپنی آقا حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دلچسپ مزاحیہ واقعہ بیان کرتی ہیں۔ ان دونوں نے ان سے مذاق کیا کہ دجال ظاہر ہو گیا ہے۔ خلیسہ کہتی ہیں کہ حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۵۴) الاصابہ (۴/ ۳۳۱)۔

کہ اتنے میں نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کی بیوی سودہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔

ان دونوں میں سے ایک نے دوسری سے کہا: سودہ رضی اللہ عنہا آج کل بہت مزے میں بڑی آسودہ حال دکھائی دیتی ہیں۔ ہم آج انھیں پریشانی میں مبتلا کر کے چھوڑیں گے۔ جب وہ ان کے قریب آئیں تو دونوں نے ان سے اٹکھیلی کرتے ہوئے کہا: سودہ کیا تجھے کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوئی؟ سودہ رضی اللہ عنہا نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بڑی بے تکلفی سے پوچھا: اللہ تم دونوں پر رحم کرے! کیا ہوا؟ دونوں نے کہا: کانا دجال ظاہر ہو گیا۔ یہ سنتے ہی ان پر کپکپی طاری ہو گئی، وہ گھبرا گئیں اور گھر کے اس حصے میں جا کر چھپ گئیں، جہاں چولہا وغیرہ جلایا جاتا تھا۔

محمد رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا بات ہے، بڑی خوش نظر آ رہی ہو؟ دونوں نے ہنستے ہوئے سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بتایا۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دیکھتے ہی پوچھا: کیا واقعی کانا دجال نمودار ہو گیا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں تو! وہ کہاں سے نمودار ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ کمرے سے باہر آئیں اور اپنے کپڑوں سے گرد وغبار جھاڑنے لگیں۔ [1] میرا خیال ہے کہ جب سودہ رضی اللہ عنہا کسی بڑے معاملے کے بارے میں سنتیں تو تعجب کا اظہار کرتیں۔ خوش طبعی کا میدان بڑا ہی پر لطف اور دل پذیر ہوتا۔

محمد رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تاکہ وہ آپ کے نورِ ہدایت کے ذریعے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنی کا اہتمام کر سکیں اور اس حوالے سے لوگ آپ کے نقش قدم پر گامزن ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خوش طبعی سے منع نہیں کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھار مذاق کیا کرتے تھے لیکن ظرافت کا انداز اختیار کرتے وقت بھی آپ کی زبان مبارک سے حق بات ہی نکلتی۔ آپ بڑی خندہ پیشانی سے سودہ رضی اللہ عنہا کو بھی خوش طبعی کا انداز اپنانے کا صحیح طریقہ بتاتے اور خود بھی کبھی حقیقت اور مذاق کو خلط ملط نہ کرتے۔

اس حوالے سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاصابہ میں بیان کیا ہے:

((اَنَّ سَوْدَةَ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا مِتْنَا صَلّٰى لَنَا عُثْمَانُ بْنُ

[1] البداية والنهاية (۵/ ۳۲۷) اسد الغابة (۶/ ۸۷) الاصابة (۴/ ۳۷۸)۔

مَظْعُوْن حَتّٰی تَاْتِیَنَا اَنْتَ فَقَالَ لَهَا: یَا بِنْتَ زَمْعَةَ لَوْ تَعْلَمِیْنَ الْمَوْتَ لَعَلِمْتِ اَنَّهٗ اَشَدُّ مِمَّا تَظُنِّیْنَ)) ①

''سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم مر جائیں گے، تو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جنازہ پڑھائیں گے حتیٰ کہ آپ پہنچ جائیں، تو آپ نے فرمایا: اے زمعہ کی بیٹی! اگر تمہیں موت کی حقیقت کا علم ہو جائے تو تم سمجھ جاؤ کہ یہ تمھارے گمان سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

یہ ارشاد فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ رضی اللہ عنہا کی نظر اس جانب پھیر دی کہ موت کوئی معمولی چیز نہیں اور اس کی فکر کرنا ہماری توقع سے بھی بڑھ کر ہے۔

مقبول عذر

غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لیے اللہ نے اپنی مدد نازل کی۔ مسلمان دشمن کے ایک فریق کو قتل کرنے لگے اور دوسرے کو قیدی بنانے لگے۔ سہیل بن عمرو العامری بھی قیدیوں میں تھا۔ اسے مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ کامیاب و کامران لشکر اسلام میدان بدر سے مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ اس لشکر کی قیادت حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے تھے۔ جب لشکر اسلام مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گیا تو سہیل بن عمرو نے مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ سے کہا جنھوں نے اسے قید کیا تھا: مجھے قضائے حاجت کے لیے چھوڑ دیجیے۔ مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ بھی پاس ہی کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا: مجھے شرم آتی ہے ذرا پیچھے ہٹ جائیں کچھ فاصلے پر چلے جائیں۔ مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے۔ وہ سیدھے منہ چل پڑا اور اپنا ہاتھ بیڑی سے نکالا اور مزید چل دیا۔ جب کافی دیر تک واپس نہ آیا تو مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں باآواز بلند اعلان کر دیا کہ سہیل بھاگ گیا ہے۔ مجاہدین اس کی تلاش میں نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی تلاش میں شریک ہوئے اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا: جس کو بھی ملے وہ اسے قتل کر دے۔

مجاہدین اونٹوں اور گھوڑوں پر اسے تلاش کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ آپ نے اسے دیکھا کہ وہ درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا ہے۔ آپ اس کی

① الاصابة لابن حجر (۸/ ۱۹۷)۔معجم الکبیر طبرانی (۲۴/ ۳۴) مجمع الزوائد (۲/ ۳۱۹)۔

طرف آگے بڑھے دیکھا کہ سہیل بے حس وحرکت اپنی جگہ پر کھڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے پکڑ لیا اور واپس لائے اور آپ نے یہ حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھ دیا جائے، آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر آپ اسے اپنی سواری کی طرف لائے۔ نبی کریم ﷺ اپنی قصوا اونٹنی پر سوار ہو کر آگے چلے۔ سہیل بن عمرو کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اسے اونٹنی کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ جنھوں نے اسے قید کیا تھا، اس موقع پر یہ شعر کہے:

أَسَرْتُ سُهَيْلًا فَلَا أَبْتَغِي
بِهٖ غَيْرَهُ مِنْ جَمِيعِ الْأُمَمِ
وَخَنْدَقُ تَعْلَمُ أَنَّ الْفَتٰى
سُهَيْلًا فَتَاهَا إِذَا تَظَلَّمِ
ضَرَبْتُ بِذِي الشَّفْرِ حَتّٰى انْثَنٰى
وَأَكْرَهْتُ نَفْسِيْ عَلٰى ذِي الْعَلَمِ

''میں نے سہیل کو قیدی بنایا اور مجھے تمام اقوام عالم میں سے اس کے بدلے کوئی دوسرا منظور نہیں۔ خندق جان لے کہ سہیل جب ظلم کی شکایت کرے گا تو اس کا غلام ہوگا۔ میں نے تیز دھار تلوار سے اس پر وار کیا تو وہ دوہرا ہو گیا اور میں نے باوجود صاحب علم ہونے کے خود کو اس پر حملہ کرنے کے لیے بمشکل تیار کیا۔''

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان میدان بدر سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی مدد سے کامیاب وکامران ہو کر خوش وخرم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

اس دوران میں نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی بیوی ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا آل عفراء کے گھر میں تھیں [1] جس خاندان کے دو بیٹوں عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے ابوجہل کو میدان بدر میں قتل کر دیا تھا۔ وہاں اس گھر میں دیگر خواتین بھی تھیں۔ وہاں کسی شخص نے آ کر کہا: مدینہ میں قیدیوں کو لایا گیا ہے۔ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئیں۔ وہاں رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے۔ وہاں دیکھا کہ کمرے کے ایک کونے میں سہیل بن عمرو بھی پڑا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔

[1] نساء من عصر النبوة (١/ ٢٧١، ٢٧٨)

اس کے گردن سے بندھے ہوئے ہاتھ دیکھ کر سودہ رضی اللہ عنہا سے نہ رہا گیا۔ آپ نے لمبی آہ بھرتے ہوئے کہا: ارے ابویزید! تم نے اپنے آپ کو یونہی سپرد کر دیا۔ تم نے اپنے ہاتھ بندھوانے کے لیے پیش کر دیے، تم عزت کی موت مر کیوں نہیں گئے؟

سودہ رضی اللہ عنہا یہ نہیں جانتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سن رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر کہا: سودہ! تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بھڑکا رہی ہے۔
سودہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر شرمندہ ہوئیں اور برجستہ یہ کہا:

اے اللہ کے رسول! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں ابو یزید کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور میری زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے جو آپ نے سنے ہیں۔ معافی چاہتی ہوں۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن کر ہنس پڑے اور ان سے یہ وعدہ کیا کہ قیدیوں سے اچھا سلوک برتا جائے گا۔ ان کی معذرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لیا۔ اس لیے کہ آپ جانتے تھے کہ سودہ رضی اللہ عنہا کا مقصد نیک ہے۔ نیت خالص ہے۔ دل میں کوئی فتور نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ قیدیوں سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طرز عمل تھا کہ اپنا کھانا قیدیوں کو کھلا دیتے۔ [2]

اس دلآویز طریقے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے پیش آئے تاکہ وہ پوری دنیا کی عورتوں کے لیے نمونہ بن جائیں اور آپ کے گھر کی خواتین فوائد کا سرچشمہ ہوں اور اللہ کی رضاء کے مطابق لوگوں کو ان سے روحانی اور دینی فائدہ حاصل ہو اور الحمد للہ! تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس معیار پر پوری اتریں۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل و مناقب ہیں جن میں سے بعض کا تعلق حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ بعض کے سوتے ان کی شخصیت سے پھوٹتے ہیں، بعض کا فیضان ان کے اخلاق عالیہ سے ہوتا ہے اور بعض فضائل ایسے ہیں جو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں میسر آئے۔

---

[1] تاریخ طبری (۲/ ۳۹) الکامل لابن الاثیر (۲/ ۱۳۱) السیرۃ النبویۃ (۱/ ۶۴۵)۔
[2] الکامل فی التاریخ (۲/ ۱۳۱)۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات لوگوں کے اژدہام (ہجوم) سے پہلے وہاں سے روانگی کی اجازت دے دی۔

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت منقول ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتِ اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْلَةَ جَمْعٍ وَكَانَتْ ثَقِيلَةً ثَبِطَةً۔ فَأَذِنَ لَهَا)) ①

''عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سودہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزدلفہ کی رات جلد چلے جانے کی اجازت مانگی کیونکہ وہ بھاری جسم رکھتی تھیں، تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔''

حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا پر بڑا رشک کیا کرتی تھیں اور انھیں یہ بات پسند تھی کہ کاش! وہ خود وہ خاتون ہوتیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور یہ انھیں ہر چیز سے زیادہ پسند تھا۔ صحیح بخاری میں قاسم بن محمد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ امْرَأَةً بَطِيئَةً فَأَذِنَ لَهَا فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ فَلَأَنْ أَكُونَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَفْرُوحٍ بِهِ)) ②

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے مزدلفہ میں پڑاؤ ڈالا تو سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ لوگوں کا رش پڑنے سے پہلے ہی منیٰ کو روانہ ہو جائیں، آپ نے اجازت مرحمت فرما دی اور وہ لوگوں کی بھیڑ سے قبل ہی منیٰ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ہم آپ کے ساتھ ٹھہری رہیں اور آپ کے ساتھ ہی منیٰ کو

① صحیح البخاری کتاب الحج باب من قدم ضعفة اهله بليل رقم الحديث (١٦٨٠)۔

② صحیح البخاری (حواله سابق) رقم الحديث (١٦٨١)۔ صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب تقديم الضعفة من النساء رقم الحديث (١٢٩٠)۔ مسند احمد (٦/ ١٦٤) النسائی (٥/ ٢٦٦) طبقات ابن سعد (٨/ ٥٦) زاد المعاد (٢/ ٦٥٠)۔

گئیں، لیکن مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہنے کی مسرت سے کہیں زیادہ یہ پسند ہے کہ کاش! میں نے بھی سودہ (رضی اللہ عنہا) کی طرح اجازت لے لی ہوتی۔

تمام حج کے دوران میں نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ان میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کاربند اور آپ کے حکم کی پابند تھیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی بیویوں سے فرمایا:

((هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُورُ الْحُصُرِ)) ①

''اس دفعہ تو ہوا آئندہ گھروں ہی میں رہنا۔''

سودہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میں اس کے بعد کبھی حج نہیں کروں گی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ زینب بنت جحش اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ تمام ازواج حج کیا کرتی تھیں اور وہ دونوں یہ فرمایا کرتی تھیں:

((وَاللّٰهِ لَا تَحَرَّكُنَا دَابَّةً بَعْدَ اَنْ سَمِعْنَا ذَالِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم)) ②

''اللہ کی قسم! جب سے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہم نے اپنی سواری کو حرکت نہیں دی۔''

اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((حَجَجْتُ وَاعْتَمَرْتُ فَأَنَا اَقَرُّ فِيْ بَيْتِي كَمَا اَمَرَنِي اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ)) ③

''میں نے حج کیا اور عمرہ کیا، جیسا کہ مجھے میرے اللہ نے حکم دیا۔ اب میں گھر میں

---

① مسند احمد (۲/ ۴۴۶) (۶/ ۳۲۴) طبقات ابن سعد (۸/ ۵۵)۔ مسند ابی یعلی رقم الحدیث (۷۱۵۸) اسد الغابۃ (۷/ ۱۳۶) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۸) نساء مبشرات بالجنۃ (۱/ ۲۶۲) انساب الاشراف (۱/ ۴۶۵)۔

② طبقات ابن سعد (۸/ ۵۵)۔

بیٹھی ہوں۔"

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے جہاد کے میدان میں بھی اپنی طرف سے وافر حصہ ڈالا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئیں۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے مال غنیمت میں سے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اسّی (۸۰) وسق کھجوریں اور بیس وسق جو عطا کیے (ایک وسق چار من کا ہوتا ہے)

تاریخی مصادر سے پتہ چلتا ہے کہ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بڑی کریم الطبع اور سخی تھیں۔ درہم ان کے ہاں نہیں ٹھہرتے تھے، بلکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے دنیا سے بے رغبتی اور سخاوت کا شاندار انداز اپناتے ہوئے جلد خرچ کر دیا کرتی تھیں۔

اس حوالے سے ان کے فضائل میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں درہموں کی ایک تھیلی بھیجی۔ انھوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھیں بتایا گیا کہ یہ درہم ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تھیلی میں کھجوروں کی مانند کچھ معلوم ہوتا ہے۔ (پھر انھوں نے کہا) اے لڑکی! ایک تھالی مجھے دے دو۔ پھر اسے تقسیم کر دیا۔ [1]

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آیات نازل کیں جو قیامت تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ یہاں تک کہ اللہ زمین اور اس پر رہنے والوں کا وارث بن جائے گا۔ جمہور مفسرین، محدثین اور علماء نے ان کے بارے میں روایات بیان کی ہیں۔ ترمذی، طبرانی اور بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے طلاق دے دیں گے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے طلاق نہ دیں۔ مجھے اپنے پاس رہنے دیں۔ میں اپنا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تفویض کر دیتی ہوں، تو آپ نے ایسے ہی کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۹)۔ صحیح البخاری کتاب الایمان والنذور باب اذا حلف ان لا یشرب نبیذا رقم الحدیث (۶۶۸۶)۔ نسائی رقم الحدیث (۴۲۴۵) مسند احمد (۶/ ۴۲۹)۔

﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ (النساء۴/ ۱۲۸)

''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کر لیں۔ صلح بہرحال بہتر ہے۔''

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور حدیث نبوی

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا خاندان نبوت کی ان خواتین میں سے ایک تھیں جو حدیث نبوی کا سرچشمہ بنیں اور انھوں نے احادیث کو زبانی یاد کیا، ان کو روایت کیا اور لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو تقویٰ، علم کی محبت اور حفظ حدیث سے آراستہ و پیراستہ کیا ہوا تھا۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پانچ احادیث روایت کیں۔ جن میں سے ایک صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے صحابہ کرام میں سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے یحییٰ بن عبداللہ انصاری رحمہ اللہ نے احادیث روایت کیں۔ اب ہم وہ حدیث سنتے ہیں جو صحیح بخاری میں ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں جنھیں امام بخاری رحمہ اللہ نے امام شعبی سے اور انھوں نے عکرمہ سے اور انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

((عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَازِلْنَا نَنْبِذُ حَتّٰى صَارَتْ شَنًّا)) [1]

''نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سودہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ہماری بکری مرگئی تو ہم نے اس کا چمڑا رنگ لیا، پھر ہم اس میں نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ چمڑا پرانا ہو گیا۔''

---

[1] مسند احمد (۶/ ۴۲۹) دارمی (۳/ ۴۱)۔ ابو یعلی رقم الحدیث (۶۸۱۸) الطحاوی فی (شرح مشکل الاثار) رقم الحدیث (۲۵۴۳) طبرانی کبیر (۲۴/ ۱۰۱)۔ سنن البیہقی (۴/ ۳۲۹) مجمع الزوائد (۳/ ۲۸۲)۔

احکام حج کے بارے میں ام المومنین کی مرویات میں سے ایک روایت یہ ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے:

((عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اَبِىْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَّا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّحُجَّ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْكَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهٗ عَنْهُ قُبِلَ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاللّٰهُ اَرْحَمُ حُجَّ عَنْ اَبِيْكَ))

''ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ طاقت نہیں رکھتا کہ حج کرے۔ آپ نے فرمایا: کیا خیال ہے۔ اگر تیرے باپ پر قرضہ ہو اور تم اس کی طرف سے ادا کر دو تو حج قبول کر لیا جائے گا؟۔ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اللہ زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو اپنے باپ کی طرف سے حج کر۔''

رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی تو آپ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا پر راضی تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا زندگی کے مختلف پہلوؤں میں بھرپور ساتھ دیا۔

نیک اور متقی لوگوں کے ساتھ

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی زندگی خلافت راشدہ تک طویل ہوئی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی عزت وتکریم کیا کرتے۔ ان کا خیال رکھتے اور ان کے حالات سے باخبر رہتے تھے تاکہ انھیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عطیات کو قبول کیا، ان کا شکریہ ادا کیا، ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا لیکن ان عطیات میں سے کچھ بھی اپنے پاس بچا کر نہیں رکھا بلکہ مدینہ منورہ کے فقراء ومساکین میں اسی وقت بانٹ دیتیں، تاکہ ان کے اقتصادی حالات بہتر ہو جائیں اور وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ اس طرح وہ فقراء ومساکین کے دلوں کو تقویت بہم پہنچاتی رہتیں۔ اس طرح ان لوگوں کے دل میں پاکیزہ گھر کی محبت دھیرے دھیرے بڑھتی رہتی، احترام واکرام میں اضافہ ہوتا رہتا۔ وہ خانہ نبوت جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی سے

پاک کر دیا۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا اس گھر پر خصوصی کرم ہے کہ یہ ہر قسم کی آلائش سے پاک ہے۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا واتباع کو حرز جان بنائے رکھا اور آپ کے نقش قدم پر چلتی رہیں۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اسی سال کی عمر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں وفات پائی۔ (1) ان کی وفات سے امہات المومنین کی زندگی کے صفحات میں سے ایک صفحہ لپیٹ دیا گیا جس کی سیرت کی مہک نے دنیا کو معطر کر دیا۔ ام المومنین اپنی زندگی کی بہاریں گزار کر ابرار اور متقین کے ساتھ اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئیں۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِن اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اللہ ہمیں بھی اپنے صالح بندوں کے ساتھ جنت الفردوس میں جگہ عطا کر دے۔

آمین یارب العالمین!

❁❁❁

(1) اسد الغابة (٦/ ١٥٨) سير اعلام النبلاء (٢/ ٢٦٦)۔ الاصابة (٤/ ٢٣١) الاستيعاب (٤/ ٣١٨) انساب الاشراف (١/ ٤٠٧)۔

3

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا

خواتین اہل بیت

ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ
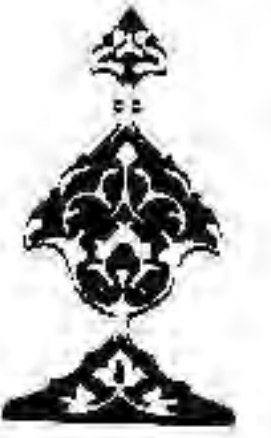
- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چالیس اوصاف وفضائل ایسے تھے جو کسی اور میں نہیں پائے جاتے تھے۔ان کے حق میں قرآنی آیات نازل ہوئیں جو رہتی دنیا تک تلاوت کی جاتی رہیں گی۔
- ان کی خواتین پر برتری ایسی ہے جیسا ثرید سارے کھانوں پر برتر ہوتا ہے۔
- سیدہ عائشہ صدیقہ دنیا وآخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں جن کے علم نے دنیا کو شرابور کر دیا۔
- پاکیزہ خانہ نبوی میں جسے مرکزی مقام حاصل تھا' یہ ساری امت کی خواتین میں سب سے بڑھ کر عالم' فاضل اور فقیہہ تھیں۔
- یہ روایت اور حفظ کی دنیا میں خاتون اول ہیں۔جنھوں نے (۲۲۱۰) دو ہزار دو سو دس احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔
- جن کا گھر نزول وحی کا مرکز' علمی وروحانی فوائد کا سرچشمہ' علماء کا گہوارہ اور معرفت کا حیرت کدہ بنا ہوا تھا۔جنھوں نے ۵۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عمدہ فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا: میں نے تین راتیں خواب میں تجھے دیکھا۔ میرے پاس فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر تجھے لایا اور کہنے لگا: یہ آپ کی رفیقہ حیات ہیں۔ فرشتے نے تیرے چہرے سے پردہ ہٹایا تو تم تھی۔ میں یہ کہتا تھا کہ اگر یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اپنے فیصلے کو لاگو کرے گا۔ ①

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں روایت نقل کی ہے کہ جبریل علیہ السلام سبز ریشم کے ٹکڑے میں ان کی تصویر نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور فرمایا: یہ آپ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہے۔ ②

علامہ زرکشی نے اپنی کتاب "الاجابة" میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چالیس ایسے فضائل و مناقب بیان کیے جو کسی دیگر خاتون میں نہیں پائے جاتے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام خواتین پر اس طرح برتری رکھتی ہیں جس طرح ثرید تمام کھانوں سے بہتر اور برتر ہوتا ہے۔ ③ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نوخوبیاں ایسی عطا کی گئیں جو اسلامی دنیا میں کسی اور کے نصیب میں نہیں آئیں۔

یہ عظیم المرتبت خاتون کون ہیں؟ جنھوں نے ساری دنیا میں ہلچل مچا دی۔ یہ جلیل القدر

---

① بخاری کتاب مناقب الانصار باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشة رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۳۸۹۵)۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عائشة رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۳۸) ۔ مسند احمد (۶/ ۴۱) ابو یعلی رقم الحدیث (۴۴۹۸)۔ طبقات ابن سعد (۸/ ۶۴) طبرانی کبیر (۲۳/ ۴۱، ۴۲، ۴۳) سنن البیهقی (۲/ ۴۱۰) (۷/ ۸۵)۔

② ترمذی رقم الحدیث (۳۹۶۷) ابن حبان رقم الحدیث (۷۰۹۴)۔

③ مسند احمد (۳/ ۱۵۶، ۲۶۴) طبرانی کبیر (۲۳/ ۱۰۹)۔ ابو یعلی (۳۶۷۲) ۔ بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۳۷۷۰) مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا، ح: (۲۴۴۶)

خاتون کون ہیں؟ جنھیں اس گھر میں مرکزی مقام حاصل ہوا جس گھر پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل و کرم کیا اور اس سے ہر قسم کی آلائش دور کر کے اسے صاف ستھرا اور پاکیزہ بنا دیا۔

میں نے آج جب اپنی قابل احترام مہمان اور عظیم المرتبت خاتون کے بارے میں پرانی حوالۂ جات والی کتابوں کو شمار کرنے کا ارادہ کیا تو وہ سیکڑوں سے متجاوز ہو گئیں۔ میں یہ صورت حال دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔ جب میں نے ان کے بارے میں گفتگو شروع کی تو ان کے فضائل دیکھ کر میری حیرت گم ہو گئی۔ واہ سبحان اللہ! اتنی عظیم خاتون، اتنے فضائل و مناقب کی حامل!! اتنے کمالات و اوصاف سے آراستہ!!! میں نے یقین کر لیا کہ یہ محض اللہ کا فضل ہے، جسے وہ چاہتا ہے اسے عنایت کرتا ہے۔ کیا ایسے فضائل کی نشر و اشاعت اور پھر انھیں اپنے اندر سمونے اور جذب کرنے سے بہتر کام کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟

اب ہم اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس کے آنگن میں قرآن حکیم کا نزول ہوا، تا کہ اس گھر کی مالکہ کے اوصاف و کمالات اور فضائل و مناقب بیان کرنے کا لطف آئے اور ہم اس عظیم خاتون کے مقام و مرتبہ کو قدرے پہچان سکیں، تا کہ وہ ہماری خواتین کے لیے قابل اقتدا نمونہ بن جائیں اور ہماری خواتین ان کے نقش قدم پر چل کر اللہ کی رضاء حاصل کر سکیں۔

امام مسروق بن عبدالرحمٰن ہمدانی کوفی رحمہ اللہ جو کہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے صدیق کی بیٹی صدیقہ، اللہ کے حبیب کی محبوب نظر رفیقہ حیات یعنی اس عظیم المرتبت خاتون نے حدیث بیان کی جن کی اللہ کی کتاب میں براءت کا علان کیا گیا۔

جس عظیم المرتبت خاتون کا اللہ کی کتاب میں براءت کا اعلان کیا گیا ہے وہ ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق اکبر قریشیہ، تیمیہ، مکیہ ہیں رضی اللہ عنہا۔ جو ساری امت کی خواتین [1]

---

[1] تاریخ الاسلام للذہبی (عہد معاویۃ رضی اللہ عنہ ۲۴۴، ۲۵۳)۔ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۳۵، ۲۰۱) مسند احمد (۶/ ۲۹)۔ طبقات ابن سعد (۸/ ۵۸، ۸۱)، المعرفۃ والتلریخ (۳/ ۲۶۸) حلیۃ الاولیاء (۲/ ۴۳، ۵۱) عیون الاخبار ۴/ ۲۰۴، ۲۰۵)۔ نسب قریش (ص ۲۳۲، ۲۳، ۲۵۲) السیرۃ النبویۃ (۲/ ۶۴۴)۔ تاریخ الطبری (۲/ ۹، ۱۰، ۳۷) کامل لابن الاثیر (۲/ ۴۸، ۶۸، ۱۱۰)، الذہد للامام احمد (ص۲۰۵) مجمع الزوائد (۹/ ۲۲۵، ۲۴۴) تہذیب التہذیب (۱۲/ ۴۳۳، ۴۳۶) الاصابۃ (۴/ ۳۴۸، ۳۵۰) الاستیعاب (۴/ ۳۴۵، ۳۵۱) اسد الغابۃ (۶/ ۱۸۸-۱۹۲)، نساء مبشرات بالجنۃ ←

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

مرہ بن کعب

کلاب	تیم
قصي	سعد
عبدمناف	کعب
ہاشم	عمرو
عبدالمطلب	عامر
عبداللہ	عثمان
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	عبداللہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ
	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا سلسلہ نسب مرہ بن کعب پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

سے بڑھ کر فقیہہ، عالمہ اور فاضلہ تھیں، جو پیارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں اور آپ کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف تھیں اور جن کی والدہ ماجدہ بھی جلیل القدر صحابیہ ام رومان رضی اللہ عنہا تھیں۔

جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى امْرَأَةٍ مِّنَ الْحُورِ الْعِينِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أُمِّ رُومَانَ))

''جس کو یہ چیز پسند آتی ہے کہ وہ ایک ایسی خاتون کو دیکھے جو بڑی خوبصورت آنکھوں والی جنت کی حور ہو تو وہ ام رومان (بنت عامر) کو دیکھے۔''

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور والدین کا سایہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان بیٹیوں میں سے ہیں جنھوں نے اسلام کے ماحول میں پرورش پائی۔ ''سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے عمر میں آٹھ سال چھوٹی تھیں۔ وہ اپنے ماں باپ کے بارے میں کہا کرتی تھیں کہ میں جب شعور کی عمر کو پہنچی تو اپنے والدین کو دین کے رنگ میں رنگے ہوئے دیکھا۔ [1] ام القریٰ مکہ مکرمہ میں جب سے اسلام کا نور پھیلا اس وقت سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اطاعت اور ایمان کے ماحول میں پروان چڑھیں۔ سیدہ عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما نے اپنے معزز والدین کی گود میں پرورش پائی۔ آفتاب ایمان کی روشنی میں اپنی آنکھیں کھولیں۔ مئے ایمان سے سرشار ہوئیں، اسلام کی محبت میں ان کی کلائی مضبوط ہوئی۔ اسلام کے سائے سے مستفیض ہوئیں۔ ان کے والدین ان کے لیے شجر سایہ دار کی مانند تھے اور وہ دونوں ان کے لیے اس مبارک درخت کی مانند تھے جس کی پھل دار شاخیں جھکی ہوئی ہوں اور وہ اپنا پھل ہر وقت دیتی ہوں۔

← (۲/ ۷، ۵۲) مستدرك حاكم (۳/ ۱۴۰۴) صفة الصفوة (۲/ ۱۵، ۳۸)۔ البداية و النهاية (۸/ ۹۱) كنز العمال (۱۳/ ۶۹۳) نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۱۴۷) طبقات ابن سعد (۸/ ۲۷۷) الاستيعاب (۴/ ۴۳۱) الاصابة (۴/ ۴۳۲) كنز العمال (۱۲/ ۱۴۶) انساب الاشراف (۱/ ۴۲۰)

[1] سير اعلام النبلاء (۲/ ۱۳۹)۔ تهذيب الاسماء واللغات (۲/ ۱۸۳) نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۱۳۴)۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ازواج واولاد کا خاکہ

عبداللہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (فوت)

پہلا خاوند

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سلمہ — عمر — زینب — درّہ

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
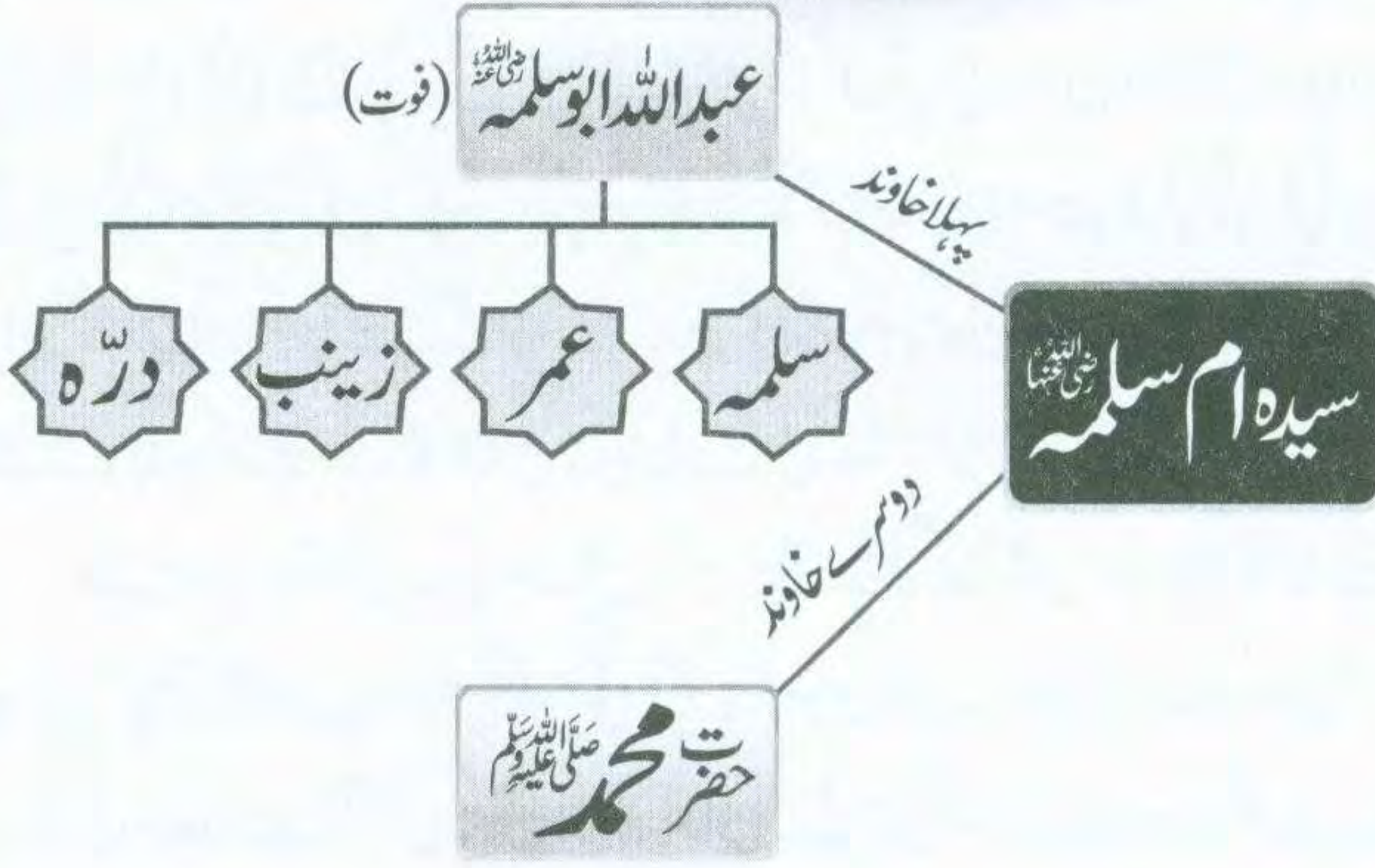
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی سیدنا عبداللہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان سے دو بیٹے (سلمہ اور عمر) اور دو بیٹیاں (زینب اور درہ) پیدا ہوئیں۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلے خاوند سے نسبی تعلق

عبداللہ بن عمر بن مخزوم

هلال — عبدالاسد — عبداللہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

مغیرہ — ابوامیہ — سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سلمہ — عمر — زینب — درّہ
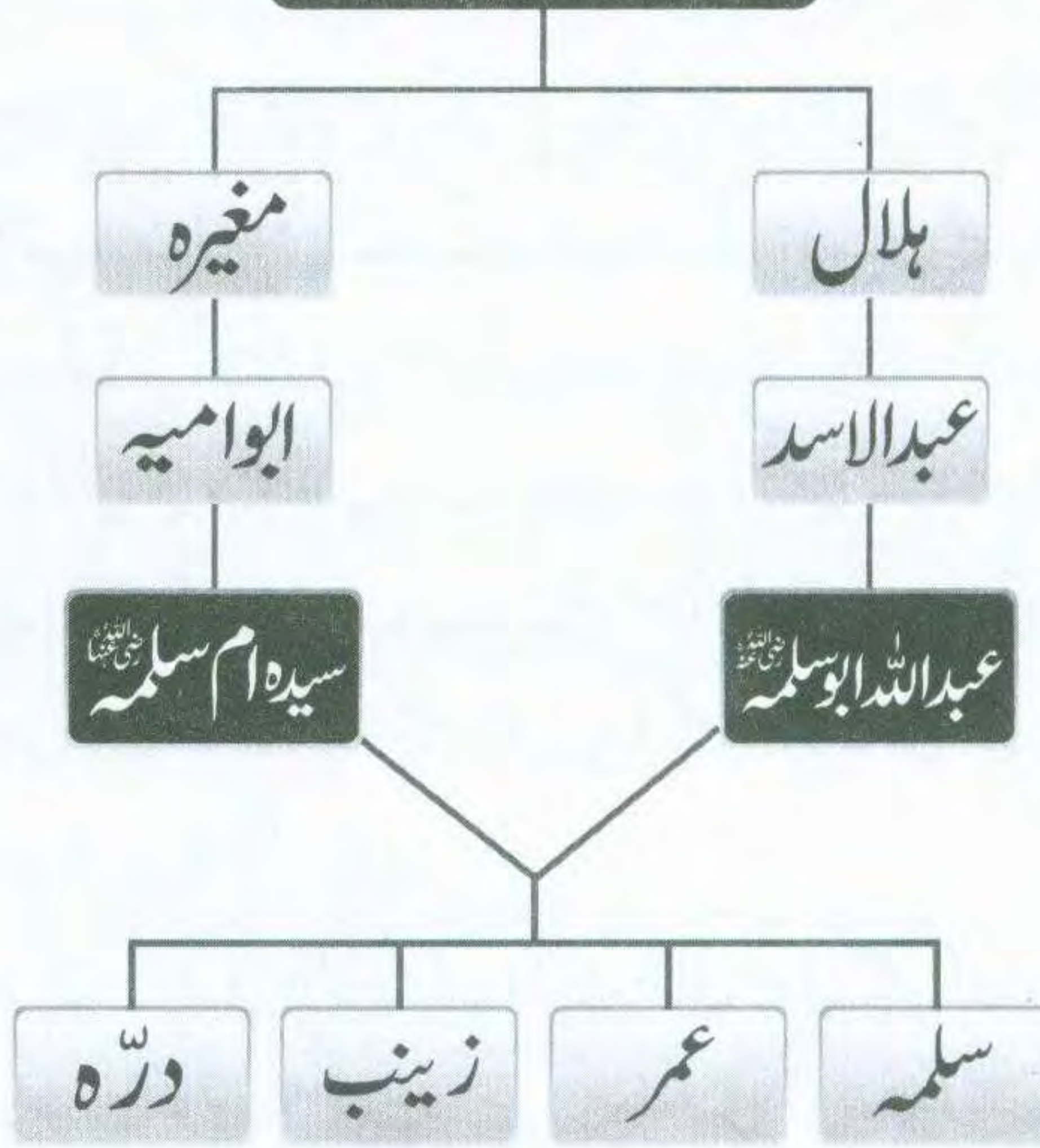
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب اپنے پہلے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف دو پشت پیچھے اس طرح ملتا ہے کہ سیدنا ابوسلمہ، عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے بیٹے ہلال کے پوتے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے دوسرے بیٹے مغیرہ کی پوتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب ابھی چھوٹی عمر کی تھیں تو ان کے والدین ان کی برکت بچشم خود دیکھا کرتے تھے اور وہ اس چیز کو محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل وکرم ہے۔ والدین کا اپنی بیٹی کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ ایک دن اللہ کے پیارے نبیؐ کی محبوب نظر رفیقہ حیات ام المومنین کے درجے پر فائز ہو کر علمائے امت کا ملجا وماویٰ، عارفین امت کی مرکز نگاہ اور علم فقہ اور معرفت کے حوالے سے نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے بڑھ کر برکت کا نشان بن جائے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر میں صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کو پیدا کر کے اسے چار چاند لگا دیے۔ اس گھر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا، تا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات بنیں۔ اور خواتین کی دنیا میں علم کے جھنڈے کو سر بلند کرنے والی ہوں۔ تا کہ وہ علم کی تاریخ میں کوئی بڑا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دے سکیں۔

ان کے باپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے سردار، رسول اللہ ﷺ کے مخلص دوست، بچپن کے ساتھی اور آپ کے اخلاق کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ جنھوں نے آپ کی سیرت کو اپنایا، جنھوں نے آپ کو سفر اور حضر میں رات اور دن پہچانا، جنھوں نے آپ کے تمام حالات سے آگاہی حاصل کی، جو آپ کے ایمان کے آنگن میں بہت جلد داخل ہوئے۔ جنھوں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ تمام عمدہ عادات انھوں نے اپنے افراد خانہ میں پیدا کیں اور خاص طور پر اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان عادات حمیدہ کا خوگر بنایا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ایک وفادار مثالی بیوی تھیں اور وہ ایک ایسی بیدار مغز ماں تھیں۔ جو تمام معاملات کو نور بصیرت سے دیکھا کرتی تھی، تا کہ ازدواجی زندگی درست طریقے سے گزرے۔ اسی لیے انھوں نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کیا، اسے عمدہ اخلاق کا خوگر اس لیے بنایا تا کہ وہ تمام ازواج مطہرات میں عزت کے مقام پر فائز ہو اور وہ مستقبل قریب میں پوری دنیا کی خواتین کے لیے ایک قابل قدر نمونہ بن جائے، اور پھر ایسے ہی ہوا۔

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی قابل فخر بات ہو سکتی ہے؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے کیسے عمدہ، حسین اور خوشنما اسلوب بیان میں خامہ فرسائی کی ہے۔ وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف اس خوش اسلوبی اور دلربا انداز میں ورطۂ تحریر میں لاتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے، انھوں نے اپنی مہارت کے سرچشموں سے اپنے لطیف قلم کو سیاہی فراہم کی ہو۔ وہ اپنی مشہور و معروف کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رنگ سفید تھا، بڑی حسین و جمیل تھیں، اسی وجہ سے انھیں حمیرا بھی کہا جاتا تھا۔ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے علاوہ کوئی کنواری بیوی نہیں تھی اور نہ ان جیسی کوئی محبوب نظر رفیقہ حیات تھی۔

میری معلومات کے مطابق پوری امت محمدیہ بلکہ ساری کائنات کی خواتین میں ان سے بڑھ کر کوئی خاتون نہیں ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے اپنے والد سے بھی فوقیت رکھتی تھیں۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک مقام رکھا ہے۔ البتہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی قابل فخر بات ہو سکتی ہے؟ اگرچہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شان نرالی تھی، اس کو نہیں پہنچا جا سکتا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا بہر حال افضل و اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ لیکن ان کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔''[1]

امام ذہبی رحمہ اللہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک ہی وقت میں شادی کی۔ آپ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں بسایا۔ تین سال کا عرصہ بیت گیا تو واقعہ بدر کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں بسایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کنواری خاتون سے نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی نہیں کی۔ ان کے علاوہ آپ کی تمام ازواج مطہرات بیوہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رفیقہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۴۰)۔

حیات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت پیار تھا۔ اور بسا اوقات آپ اس کا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو ۸ھ میں مسلمان ہوئے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ! انھوں نے پوچھا کہ مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: اس کا باپ۔ ①

امام ذہبی رحمہ اللہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عمدہ چیز کو محبوب گردانتے۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

((لَو كُنتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلٰكِنَّ أُخُوَّةَ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ)) ②

"اگر میں نے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ لیکن اسلام کی اخوت زیادہ افضل ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے سب سے افضل مرد سے محبت کی اور اپنی امت کی سب سے افضل خاتون کو رفیقہ حیات بنا کر محبوب نظر ہونے کا اعزاز بخشا۔ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ ان دو شخصیتوں سے بغض رکھا وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبغوض ٹھہرا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہت محض اللہ کی رضاء اور اس کے فیض کی مرہون منت تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس صورت حال کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے تحائف

---

① بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات السلاسل رقم الحدیث (۴۳۵۸)۔ مسلم کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ رقم الحدیث (۲۳۸۴) ابن حبان رقم الحدیث (۶۹۰۰) سنن البیہقی (۷/ ۲۹۹-۱۰/ ۲۳۳)۔ ترمذی رقم الحدیث (۳۸۸۶)۔ نسائی کبریٰ رقم الحدیث (۸۱۰۶) طبقات ابن سعد (۳/ ۱۷۶)، ابو یعلی رقم الحدیث (۷۳۴۵) سنن ابن ماجۃ (۱۰۱)۔ حاکم (۴/ ۱۲) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۴۲)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۴۲)۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ

کنانہ

- نضر
- مالک
- فہر
- غالب
- لؤی
- کعب
- مرہ
- تیم
- سعد
- کعب
- عمرو
- عامر
- عثمان
- عبداللہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ

- مالک
- غنم
- حارث
- دہمان
- سبیع
- اذینہ
- عتاب
- عبدشمس
- عویمر
- عامر
- ام رومان

عبداللہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ام رومان کی اولاد:

- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
- عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

سیدہ عائشہ r کے والدین کا سلسلہ نسب کنانہ بن خزیمہ پر آپس میں ملتا ہے۔ سیدہ عائشہ r کے سگے بھائی جناب عبدالرحمٰن t ہیں۔

بعض مؤرخین نے ام رومان کا شجرہ نسب یوں بیان کیا ہے: ام رومان بنت عامر بن عمیر بن ذہل بن دہمان بن حارث بن تیم بن مالک بن کنانہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کا سلسلہ نسب کنانہ بن خزیمہ پر آپس میں ملتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ کے ہاں بھیجتے۔ تا کہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ [1]

اس میدان میں میں تو یہ کہتا ہوں کہ صدیقہ کائنات وہ عظیم المرتبت خاتون ہیں جنھوں نے اپنے والدین کے ہاں صداقت کا دودھ پیا اور محمدیؐ دستر خوان سے غذا حاصل کی۔ لہٰذا کوئی تعجب نہیں کہ وہ خواتین کے درمیان میں نابغہ روزگار ہونے کا اعزاز حاصل کریں اور ان کے نصیب میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا خزانہ آئے۔ اس لیے کہ ہر لحاظ سے تمام صفات ان میں جمع ہو چکی تھیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

ان تمام صفات کے ہوتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حق بنتا ہے کہ انھیں خواتین کی دنیا میں زندہ جاوید ہونے کا اعزاز حاصل ہو اور علم کی دنیا میں ہمیشہ ان کا نام زندہ رہے۔ علم ہی کی بنا پر لوگوں کو ایک دوسرے پر درجات کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم و فضل کا مینارِ نور بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کے واقعات پڑھ کر ان کے حالات سے آگاہی حاصل کر کے اور ان کی ہر طرح سے برتری دیکھ کر آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ واقعی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ کائنات ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظیم المرتبت دختر نیک اختر ہیں۔ ان کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کے کیا کہنے!!

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا نُورٌ عَلٰی نور

مکہ مکرمہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت کے پہلے دن ہی سے ان کی زندگی میں نورانیت پہلو بہ پہلو وابستہ رہی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں انھوں نے ولادت پائی جو کہ صدق وایمان کا گھر تھا۔ ان کی ولادت مکہ معظمہ میں آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی ہوئی۔

ابھی آپ بچپن کے مرحلے ہی میں تھیں کہ دعوت اسلامیہ کی کرن پھوٹی، مکے کی فضا میں استوار ہوئی اور اسے اسلام کے آنگن میں داخل ہونے والوں کی فہرست میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھارہ افراد کے بعد اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

علامہ بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ نے کسی ایسی خاتون سے شادی نہیں کی جس کے والدین نے ہجرت کی سعادت حاصل کی

[1] نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۱۲، ۱۳)۔

ہو۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ان کے والد اور دادا دونوں صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہما

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں نورانیت بدستور شانہ بشانہ رہی۔ ابھی ان کا بچپن ہی تھا کہ جبریل علیہ السلام نے ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر ان کی تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائی اور بتایا کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں رفیقہ حیات ہے۔ یوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی گئی۔

جہاں تک ان کی منگنی کے متعلق حوالہ جات والی تاریخی کتابوں میں مذکور روایات متواترہ سے ہمیں معلومات حاصل ہوئیں، وہ اس طرح طے پائی کہ جب سیدہ مؤمنہ عالمہ فاضلہ نیک خاتون خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفادار بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بڑے غمزدہ رہتے ہیں تو انھوں نے عرض کی:

اے اللہ کے رسول! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟

آپ نے ان سے پوچھا: کس سے؟

خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: چاہیں کنواری سے کریں یا بیوہ سے۔

آپ نے ان سے پوچھا: کون کنواری اور کون بیوہ؟

خولہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ کنواری تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا) ہیں [1] اور بیوہ سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) ہیں جو آپ پر ایمان لا چکی ہیں اور جو آپ کے نقش قدم پر چلتی ہیں۔ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو ان دونوں کی طرف بھیجا۔ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئیں۔ مبارک منگنی کی بات چیت کی جس کے نتیجے میں غزوہ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب شادی ہوئی تو ان کی زندگی کی بہار کا آغاز تھا۔ وہ پہلے مرحلے ہی میں اپنے گھر کی مالکہ بن گئیں۔ وہ اس گھر میں اپنے شفیق خاوند کی محبوب نظر بیوی تھیں۔ وہ اپنے والدین کی بھی منظور نظر بیٹی تھیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اپنے گھر میں بھی شفقت، محبت اور ایثار کا ماحول ملا تھا۔

---

[1] اسد الغابۃ (٦/ ١٨٥)۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان محبت تو ایک مثالی نوعیت کی تھی۔ یہ وفا اور ایمانی جذبات پر مبنی محبت دنیا تک ہی محدود نہیں تھی، بلکہ اس کا دائرہ آخرت تک پھیلا ہوا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک نورانی ماحول سے دوسرے نورانی ماحول کی طرف منتقل ہو گئیں۔ ایک روشنی سے دوسری بہتر اور زیادہ روشنی کی طرف کوچ کیا۔ انھوں نے اپنے دل کے جذبات واحساسات کو ایک ایک کر کے ہمارے لیے محفوظ کر دیا۔ خانہ نبوت کی ہر چھوٹی بڑی ظاہری اور باطنی کیفیت سے ہمیں آگاہ کیا۔ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونے کے حوالے سے یا ایک ماحول سے دوسرے ماحول میں کوچ کرنے کے حوالے سے کسی ایک بھی ایسی بات کا تذکرہ نہیں کیا جس میں کسی شکوے شکایت کا عنصر پایا ہو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والدین کے سائے سے ایک مہربان خاوند کے سائے کی طرف منتقل ہوئیں۔ انھیں قدم قدم پر شفقت ہی ملی۔ نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی مہربانی اور شفقت سے بڑھ کر تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کبھی ایسا مشفقانہ رویہ نہیں دیکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی محبت، مہربانی اور شفقت تو ملجا و ماویٰ ہے۔ یہ وہ نورانی منظر تھا جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خانہ نبوت میں دیکھا۔ یہ نورانی منظر والدین کے گھر کے نورانی ماحول سے کہیں بڑھ کر تھا۔ انھیں نور درنور کا ماحول میسر آیا۔ جو نورانی ماحول انھوں نے اپنے والدین کے گھر میں چھوڑا تھا، خانہ نبوت میں اس سے کہیں بہتر نورانی ماحول میسر آیا۔

رسول اللہ ﷺ کا گھر تو وہ عظیم الشان گھر تھا جس میں وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اس گھر میں قرآن کی آیات نازل ہوتیں جن کی اکناف عالم میں تلاوت کی جاتی تھی۔

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا اور ہجرت کے واقعات

اسلام ایک ایسا نور ہے جو ان لوگوں کے دلوں میں سرایت کر جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔

کافر اپنے آپ کو طاقت ور سمجھتے تھے، وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے تھے لیکن اللہ اپنے نور کو ان کے ارادوں کے برعکس پورا کرنا چاہتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ اپنے اللہ سے وحی حاصل کیا کرتے تھے اور لوگ آپ سے دنیا و آخرت کا علم حاصل کیا کرتے تھے۔ آسمان سے وحی کی صورت میں حکمت کی باتیں نازل ہو

رہی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ بڑے بلند اخلاق تھے۔ آپ کی طرف لوگوں کے دل کھچے چلے آتے تھے۔ آپ کی باغ و بہار اور پرکشش شخصیت سے لوگوں کے دل متاثر تھے۔ آپ کے خلق عظیم کے خزانوں سے لوگ جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے۔ جو بھی آپ کا تابع فرمان ہو کر آپ کے قریب آتا آپ کے فیض سے مالا مال ہو جاتا۔ اور وہ آپ سے گہرائی اور سیرابی کے اعتبار سے کسب فیض کرتا۔

قریشی کافر مسلمانوں کو مسلسل اذیتیں دیتے رہے۔ جب انھیں پتہ چلا کہ اوس وخزرج قبائل نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے تو ان کی دشمنی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ بیعت اس بات پر ہوئی تھی کہ وہ آپ کا اس طرح دفاع کریں گے جس طرح اپنی عورتوں اور بیٹیوں کا دفاع کرتے ہیں۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمھارے بھائی اور تمھارے لیے گھر بنا دیے ہیں جہاں تم امن سے رہ سکتے ہو۔''

مسلمان مدینہ منورہ کی طرف جماعت در جماعت روانہ ہونے لگے۔ جب قریش مدینہ کے راستے میں گھات لگا کر کھڑے ہو گئے تو پھر مسلمان چوری چھپے اکا دکا کھسکنے لگے اور انصار ان مسلمانوں کا اپنی کمین گاہوں میں انتظار کرنے لگے جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انھوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ یہ پاکباز انصار، مہاجرین کو خوش آمدید کہنے لگے، کیونکہ مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے وہ صحابہ تھے جنھوں نے براہِ راست آپ سے علم حاصل کیا، آپ سے حکمت و دانائی کی باتیں سیکھیں اور انھوں نے آپ سے قرآن مجید زبانی یاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔

رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت کے فرمان کے منتظر تھے کہ کب آسمان سے حکم آئے اور آپ ہجرت کے سفر پر روانہ ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم آ گیا تو رسول اللہ ﷺ چھپ کر روانہ ہوئے اور پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر دوپہر کے وقت تشریف لے گئے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنے والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا، اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

بھی قریب ہی کھڑی تھیں: [1] ابا جان! یہ دیکھئے، ہمارے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ چادر میں لپٹے ہوئے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اس لمحے کوئی خاص معاملہ ہے جس کی بنا پر آپ اس وقت تشریف لائے ہیں۔ میرے پیارے اور سچے نبی پہلے کبھی اس وقت تشریف نہیں لائے۔ آپ نے فرمایا: پہلے تو گھر میں جو بھی ہے اسے نکال دیجیے پھر میں آپ کو بتاؤں گا کہ ماجرا کیا ہے۔'' اس وقت ان کے پاس سیدہ اسماء اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما ہی تھیں۔

عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد آپ پر قربان! یہ آپ کا خاندان ہی تو ہے، کوئی خطرے کی بات نہیں۔ آپ بے خطر ارشاد فرمائیں۔ جب حبیب کبریا علیہ السلام کو اہل خانہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر محبت بھرے انداز میں کہا: اے اللہ کے رسول! کیا مجھے بھی آپ کا ساتھ نصیب ہوگا؟ اے اللہ کے رسول! کیا میں بھی آپ کے ساتھ جا سکوں گا؟ حبیب کبریا علیہ السلام نے فرمایا:

''ہاں! تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔'' یہ سن کر ان کے دل پر رقت طاری ہوگئی، خوشی کے سبب آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اپنی زندگی کے یہ لمحات بڑے ہی سہانے معلوم ہو رہے تھے۔ کیا ان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور بڑا اعزاز ہوسکتا ہے کہ مدینہ منورہ کی طرف سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہو؟

اب اس موقع پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شعوری کیفیات کو دیکھیں جو ابھی اپنی عمر کی ساتویں بہار دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس انداز میں سوچ رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ جن سے ان کا نکاح طے پایا ہے اور آپ والد محترم کو بھی ہجرت کے سفر پر مدینہ منورہ اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں، انھوں نے اپنے تئیں کیا سوچا؟ ان کے ذہن میں کون سے خیالات گردش کرنے لگے؟

لیکن وہ پراعتماد تھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے خاوند اور ان کے والد کو اپنے سایہ عاطفت میں رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تائید کے سامان مہیا ہو رہے ہیں۔ انھوں نے سنا اور

---

[1] نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۱۳۳، ۱۶۰)۔

دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کی تیاری کر رہے ہیں۔ ان کا دل دھڑک رہا تھا، زبان سے یہ دعائیہ کلمات جاری تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دونوں مہاجرین کے لیے سلامتی کی التجائیں کر رہی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ اسماء اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کر کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان دونوں نے جلدی جلدی سامان سفر تیار کیا، دونوں کے لیے کھانا بنایا اور ایک تھیلے میں زاد راہ کو رکھا۔ نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں موجود بیوی سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور اپنی بیٹیوں کو یاد کیا اور ان کے حق میں یہ دعا کی: الٰہی! سفر کے دوران میں میرا ساتھ دینا اور میرے اہل خانہ کی حفاظت فرمانا۔ پھر یہ روئے زمین کا بہترین قافلہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نگرانی میں سفر پر روانہ ہو گیا۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ اس کا بیٹا ہجرت کر گیا ہے تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ ان کی پوتیوں اسماء اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے ان کا استقبال کیا۔ انھوں نے یہ چاہا تھا کہ وہ یہ تسلی کر لیں کہ بیٹا اپنے گھر والوں کے لیے مال و دولت چھوڑ گیا ہے۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یوں دکھائی دیتا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے تمھارے لیے گھر میں کوئی مال و دولت نہیں چھوڑا۔ اس حوالے سے اس نے مالی طور پر تمھارے لیے پریشانی پیدا کر دی ہے۔

اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: دادا جان! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ وہ تو بہت سا مال دولت چھوڑ گئے ہیں۔ چونکہ ان کے دادا جان نابینا تھے، سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ایک طاقچے تک لے گئیں۔ اس میں چھوٹے چھوٹے پتھر رکھ کر اوپر کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ کپڑے کے اوپر ہاتھ لگوا کر کہا: دیکھیے! کتنے سارے درہم و دینار ہمارے لیے گھر میں چھوڑ گئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے جب ہاتھ لگایا تو بے ساختہ کہنے لگے: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے تمھارے لیے اتنا مال چھوڑ کر بہت اچھا کیا، یہ تمھارے لیے کافی ہو گا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں اور اپنی ہمشیرہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی موقع شناسی کا یہ انداز دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھیں کہ ایسے نازک موقع پر وہ کیسا اچھوتا انداز اختیار کر رہی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ میں اطمینان سے رہائش پذیر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے محبوب غلام زید بن حارثہ اور ایک دوسرے غلام ابورافع رضی اللہ عنہما کو مکہ معظمہ بھیجا تاکہ وہ دونوں نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ کو مکہ سے مدینہ لے آئیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے ساتھ اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ ام رومان، سیدہ اسماء اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہن کو لے آئیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے اس سفر میں محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر دائیں بائیں سے مہاجرین کے اس قافلے پر نوازشات ہو رہی ہیں، کس قدر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا لطف وکرم ان کے شامل حال ہے اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں انصار کی پناہ گاہ کی طرف جا رہی ہیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اس سفر ہجرت کے بارے میں بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

''ہم مہاجرین مدینہ منورہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جس اونٹ پر میں سوار تھی وہ پہاڑ کی تنگ گھاٹی میں جب پہنچا تو بہت بری طرح بدکنے لگا۔ قریب تھا کہ میں اونٹ سے گر جاتی۔ میری والدہ نے یہ صورت حال دیکھ کر اونچی آواز سے کہا: عائشہ! اس کی لگام چھوڑ دو۔[1] میں نے اس کی لگام چھوڑ دی تو وہ تیزی سے یوں گھوما جیسے کوئی انسان اس کے نیچے آ گیا ہو۔ پھر وہ پرسکون ہو گیا اور پھر ہم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کے گھر سواری سے اتریں اور وہاں تقریباً دو سال قیام کیا۔ پھر غزوہ بدر کا واقعہ رونما ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بابل کے ویہڑے سے جنت نما خانۂ نبویؐ میں منتقل ہو گئیں تاکہ آپ کا شمار بھی ان لوگوں میں ہونے لگے جن کو اللہ تعالیٰ نے پاکباز قرار دیا ہے۔

صدیقہ کائنات اور مبارک شادی

۲ھ کا ماہ رمضان بیت گیا، شوال کا مہینہ آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام مسلمان غزوہ بدر میں ملنے والی کامیابی وکامرانی سے شاداں وفرحاں تھے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر بسانے کا خیال آیا، ادھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی یہ احساس پیدا ہوا اور یہ ان کی زندگی کے انتہائی قیمتی لمحات تھے کہ وہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی رفیقہ حیات بن کر ان کے گھر منتقل ہوں۔ حوالے کی تاریخی اور سیرت کی کتابوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعے کی تفصیلات منقول ہیں جسے ہم آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی

[1] طبرانی کبیر (۲۳/ ۱۸۳) مجمع الزوائد (۹/ ۲۲۸)۔ الاستیعاب (۴/ ۴۳۳) البدایة والنهایة (۳/ ۲۲۱) السیرة الحلبیة (۲/ ۴۷)۔

سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اس سعادت اور خوشی کے دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر انصار کے مرد وزن جمع تھے۔ ام رومان رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دو کھجوروں کے درمیان باندھے گئے جھولے میں بیٹھی جھولا جھول رہی تھیں۔ آپ کی والدہ نے وہاں سے انھیں اتارا۔ ان کے بال درست کیے، پانی سے منہ دھویا اور انھیں لا کر دروازے کے پاس کھڑی ہو گئیں۔ ان کا دل دھڑک رہا تھا۔ جب انھیں قدرے سکون حاصل ہوا تو گھر میں موجود انصاری خواتین کے پاس پہنچا دیا۔ ان میں اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ [1] انھوں نے انھیں دیکھ کر خیر و برکت کی دعاء کی اور ام رومان رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سپرد کر دیا۔

انصاری خواتین نے دلہن بنا کر انھیں دعائیں دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پھر اس کے بعد گھر میں موجود تمام خواتین و حضرات چلے گئے۔ اس روز کوئی اونٹ یا بکری وغیرہ ذبح نہیں کی گئی۔ سیدنا سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ آپ نے پیا اور کچھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نوش کیا۔ [2]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے شوال کا مہینہ بڑا بابرکت ثابت ہوا۔ اسی وجہ سے وہ اس مہینے کو بہت زیادہ پسند کرتی تھیں۔ ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ پسند کرتی تھیں کہ خواتین کی شادی شوال میں کی جائے۔

اس سلسلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان ملاحظہ ہو، آپ فرماتی ہیں:

((تَزَوَّجَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی شَوَّالٍ وَبَنٰی بِیْ فِیْ شَوَّالٍ فَاَیُّ نِسَآءٍ كَانَ اَحْظٰی عِنْدَهٗ مِنِّیْ)) [3]

---

[1] نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۲۰۵، ۲۳۳)۔

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب تزویج النبی ﷺ عائشة رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۳۸۹۴) صحیح مسلم کتاب النکاح باب جواز تزویج الاب البکر رقم الحدیث (۱۴۲۲)۔ سنن ابن ماجة رقم الحدیث (۱۸۷۶)۔ نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۲۱۷، ۲۱۸)۔ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۵۰) الاستیعاب (۴/ ۳۴۷)۔

[3] صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب التزوج رقم الحدیث (۱۴۲۳) مسند احمد (۶/ ۵۴، ۲۰۶) ترمذی (۱۰۹۳) ابن حبان (۴۰۵۸) دارمی (۲۲۱۷) طبرانی (۲۳/ ۶۸، ۷۰)۔ سنن ابن ماجه (۱۹۹۰) طبقات ابن سعد (۸/ ۵۹)۔

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں شادی کی اور شوال ہی میں میری رخصتی ہوئی۔ مجھ سے زیادہ نصیب والی آپ کی بھلا کون سی رفیقہ حیات ہوگی؟''

اس لیے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک ماہ شوال بڑی خیر و برکت، شان و شوکت اور یادگار مہینہ تھا۔ بلکہ یہ ان کے حق میں فضل و احسان کا مہینہ تھا۔

صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر بہت زیادہ نہ تھا بلکہ صرف پانچ سو درہم تھا۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی ہر زوجہ محترمہ کے مہر کی مقدار بھی بیان کرتی ہیں۔ آپ سے ایک ثقہ راوی جلیل القدر تابعی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنا حق مہر باندھتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیے باندھا اور یہ پانچ سو درہم کے برابر بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے لیے یہی حق مہر باندھا۔ ②

شادی کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس گھر میں منتقل ہوگئیں جو مسجد نبوی کے متصل ان کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اس گھر کی شان یہ ہے کہ یہاں وحی نازل ہوتی رہی۔ یہ گھر علماء و عظمائے امت کا گہوارہ ثابت ہوا اور یہاں سے پوری دنیا میں علم کا وافر حصہ پھیلا۔

اور یہاں پر ضروری ہے کہ یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی حجرے میں رسول اللہ ﷺ دفن ہوئے اور آپ کے جاں نثار ساتھی سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی حجرے میں دفن ہوئے اور آج تک وہ اسی گنبد خضرا میں محو استراحت ہیں۔ دنیا بھر کے لوگ مشرق و مغرب سے اس حجرے کی زیارت کے لیے کھچے کھچے چلے آ رہے ہیں۔ اور یہاں آ کر درود و سلام بھیجنے کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔ اس پاکیزہ خانہ نبوی کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزول اجلال کے بعد یہ شان و شوکت ملی کہ رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی و روحانی تربیت ہونے لگی تاکہ مسلمان ان سے اپنا دین حاصل کریں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان لمحات کو بڑی اہمیت دیتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ساری دنیا کی خواتین میں سب سے بڑھ کر فقیہ تھیں، حتی کہ تمام ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے علم

---

① صحیح مسلم کتاب النکاح باب الصداق رقم الحدیث (۱۴۲۶)۔

② ترمذی رقم الحدیث (۱۰۶۳)۔ مسند ابو یعلی (۲۷۵۲)۔ طبرانی (۱۲۸۸۰)۔ سنن البیہقی (۴/ ۶۸)۔ مسند احمد (۱/ ۳۳۵) تحفة الاشراف (۴/ ۷۰)۔

وفضل میں آپ بڑھ کر تھیں۔

صدیقہ کائنات پاکیزہ خانہ نبویؐ میں

نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے تمام گھروں پر سعادت کا پھریرا لہراتا رہا۔ باوجود اس کے کہ کئی کئی دن اور کئی کئی ہفتے ایسے ہی گزر جاتے کہ کسی چولہے میں آگ نہ جلتی، تمام اہل خانہ کھجور اور پانی کو نوش جان کرتے۔

جب تک دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یاد بسی رہے زندگی خوشگوار گزرتی ہے۔ خواہ مالی طور پر کتنی ہی تنگ دستی کیوں نہ ہو۔

عظیم حوصلے کے مالک حبیب کبریا علیہ السلام کی شفقت اور محبت میسر آئے تو زندگی تو خوشگوار اور باغ و بہار ہو ہی جائے گی، ذرہ برابر مال و دولت کے نہ ہوتے ہوئے بھی اس بابرکت گھر میں رہنے والوں کا دنیا کی تکمیل پر ہاتھ تھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہر طرح کی اعلیٰ وارفع شان وشوکت سے آراستہ و پیراستہ تھیں۔ عزت، شرافت، فضیلت، سخاوت، زہد وتقویٰ، غرض کہ ہر خوبی میں انھیں کمال حاصل تھا۔ ان کی روشن تاریخ بتاتی ہے کہ انھیں یہ کمالات خانہ نبوی سے حاصل ہوئے اور زندگی کے آخری لمحات تک وہ ان خوبیوں سے آراستہ رہیں۔

اب ہم ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی قدرے گہرائی میں اتر کر دیکھتے ہیں۔ اب ہم ان کی اجازت سے اس پاکیزہ گھر میں قدم رکھتے ہیں جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے توفیق ارزانی کی برکھا برسائی۔ اس گھر کو ہم توفیق الٰہی کا محور بھلا کیوں نہ کہیں، کیونکہ اس میں جلوہ افروز ہستی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام ہی رسول اللہ ﷺ نے مُوَفَّقه رکھ دیا تھا کہ یہ ایک ایسی عظیم المرتبت خاتون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمہ پہلو توفیق عطا کی ہوئی ہے۔

اب ہم اس حجرہ نبویہ میں داخل ہوتے ہیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے خاص تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے پہلے دن سے یہ دلی خواہش تھی کہ وہ پاکیزہ خانہ نبوی میں اور نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے مبارک دل میں وہ مقام حاصل کر لیں جو ان سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھا۔ لیکن سب وفاداروں سے بڑھ کر وفا کرنے والے رسول اللہ ﷺ نہایت درجہ مخلص تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مقام ومرتبہ کو کوئی دوسری خاتون نہ پہنچ سکی۔ ان کی تو شان ہی نرالی اور انوکھی تھی۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے خانہ نبوی میں سودہ بنت زمعہ العامریہ رضی اللہ عنہا آپ کی رفیقہ حیات بن کر آ چکی تھیں اور وہ جوانی کی عمر سے متجاوز ہو چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ وحی الٰہی کی بنا پر انھیں سہارا دینے کے لیے حکمت محمدیہ اور شفقت کے نتیجے میں شادی کی تھی، اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر کائنات میں بھیجا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سرتاج سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی محبت کرتی تھیں۔ اور ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو، جیسا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔ لیکن دن یونہی گزرتے گئے اور ان کے نرینہ اولاد نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنی بہن کے بیٹے عبداللہ بن زبیر کی مناسبت سے اپنی کنیت رکھ لے۔ لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی مناسبت سے ام عبداللہ کنیت رکھ دی گئی۔

صدیقہ کائنات اور شفقت نبوی ﷺ

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی رس بھری ان یادداشتوں اور قلبی احساسات کو تاریخ کے صفحات میں محفوظ کر دیا جو خانہ نبوی میں ازدواجی زندگی کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت، آپ کی شفقت ومحبت اور لطف وکرم سے تعلق رکھتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایسے لطف وکرم اور شفقت بھرے لہجے سے پیش آئے کہ جن کی محبت نے والدین کی شفقت کو بھلا دیا۔ انھیں اپنے گھر میں گڑیوں سے کھیلنے سے نہیں روکا، جس طرح وہ اپنی عادت کے مطابق اپنے ماں باپ کے گھر میں کھیلا کرتی تھیں۔ بعض اوقات ان کی چھوٹی عمر کی سہیلیاں گھر میں آ جاتیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرماتی ہوئی پردے کے پیچھے سے گھر میں داخل ہوتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے دیتے تاکہ وہ ان سے کھیل سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان سہیلیوں کے آنے سے خوش ہوتی ہیں۔ بخاری شریف میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں آ جاتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے جاتے۔ تو وہ میرے گھر میں کھیلتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخوشی اس

کی اجازت دیتے۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی آپ نے پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: یہ گھوڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے۔ میں نے کہا کیوں کیا سلیمان (علیہ السلام) کے گھوڑوں کے پر نہیں تھے؟ ② یہ سن کر آپ ہنس پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نوعمری کی قدر کرتے تھے۔ اس عمر میں بچیاں کھیل کود میں دلچسپی لیتی ہیں۔ آپ ممانعت نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ماں باپ کو نصیحت کرتی ہیں کہ اس پہلو کا خاص خیال رکھا کریں۔ نوعمر بچیوں کا تصور کرو! وہ کھیلنے میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ آپ اسی حساب سے ان کا خیال رکھیے (اور ان کی زیادہ روک ٹوک نہ کیا کریں۔)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حبشیوں کو مسجد میں نیزہ بازی کے کھیل میں مصروف دیکھ کر خوش ہوتیں۔ محدثین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، فرماتی ہیں:

حبشہ سے ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ لوگ مسجد میں کھیلنے لگے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھے چادر سے پردے میں کر رہے ہیں۔ تاکہ میں پردے کی اوٹ سے انھیں کھیلتا دیکھ سکوں، اور آپ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ مجھ نوعمر کھیل میں دلچسپی رکھنے والی کا جی نہ بھر گیا۔ ③

اس طرح حبیب کبریا علیہ السلام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے پہلے سالوں میں ان کی خوشی کو

---

① صحیح البخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس رقم الحدیث (٦١٣٠) صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (٢٤٤٠)۔ مسند احمد (٦/ ٢٣٤) طبقات ابن سعد (٨/ ٦١)۔

② سنن ابی داؤد رقم الحدیث (٤٩٣٢)۔ نسائی کبریٰ رقم الحدیث (٨٩٠١) سیر اعلام النبلاء (٢/ ١٥٠، ١٥١) نساء مبشرات بالجنة (٢/ ١٥)۔

③ صحیح البخاری کتاب العیدین باب اذا قامة العید رقم الحدیث (٩٨٨، ٣٥٢٩، ٣٥٣٠)۔ صحیح مسلم کتاب صلاة العیدین باب الرخصة فی اللعب رقم الحدیث (٨٩٢) ابن حبان (٥٨٧١) سنن البیهقی (٧/ ٩٢، ١٠/ ٢٢٤) مسند احمد (٦/ ٨٤، ٨٥، ١٦٦، ٢٧٠)۔

پیش نظر رکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طرز عمل تھا کہ وہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لاتے تو دیکھتے کہ بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی آواز سے گفتگو کر رہی ہے۔ آپ یہ منظر دیکھ کر ناراض ہوتے اور کہتے: بیٹی! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی آواز میں باتیں کر رہی ہو؟

بعض اوقات تو آپ کو اتنا غصہ آتا کہ بیٹی کو تھپڑ رسید کرنے لگتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے درمیان حائل ہو جاتے۔ تو یہ صورت حال دیکھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر سے چلے جاتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا افسردہ ہو جاتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ فرماتے: عائشہ! ذرا اس پر غور کرو کہ میں صورت حال کو سنبھالنے کے لیے تیرے ابا جان اور تیرے درمیان حائل ہو جاتا ہوں۔ یہ بات سن کر آپ خوش ہو جاتیں۔

بعض اوقات سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر آنے کے لیے اجازت طلب کرتے تو کیا دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کسی بات پر خوشی سے ہنس رہے ہیں، تو آپ یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرماتے کہ مجھے بھی اپنی خوشی میں شریک کیجیے تو دونوں میاں بیوی ہنستے ہوئے کہتے کہ ضرور! آپ بھی شریک ہو جائیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت سے پہلوؤں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ساتھ شفقت، محبت اور ہمدردی کا رویہ دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ بھی لگاتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آپ سے آگے نکل گئی۔ پھر ایک دفعہ جب مجھ پر موٹاپا طاری ہوا اور دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے نکل گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: عائشہ! یہ پہلی دوڑ کا بدلہ ہوا۔ [2]

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ما جاء فی المزاح رقم الحدیث (۴۹۹۹)۔ مسند احمد (۴/ ۲۷۲)۔ سنن الکبری۔ نسائی (۹۱۵۵)۔ مسند البزار (۲۵۴۹)۔ ابن قانع فی معجم الصحابة (۳/ ۱۴۴) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۳۱)۔

[2] سنن الکبریٰ نسائی (۸۹۴۲)۔ سنن ابن ماجة (۱۹۷۹)۔ مسند احمد (۶/ ۳۹) ابن حبان (۴۶۹۱)۔ طبرانی کبیر (۲۳/ ۱۲۵) مسند الحمیدی (۲۶۱)۔

صدیقہ کائنات اور جہاد

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسلام میں خواتین کے لیے جملہ احکامات ان کی جبلت، عادت، طبیعت، عقل ودانش اور جسمانی ساخت کو پیش نظر رکھ کر نازل کیے گئے ہیں تاکہ اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے ان کے لیے عمل کرنا آسان ہو۔ جہاد کے میدان میں عورت کی مشارکت اس کی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مباح قرار دی گئی ہے۔ میدان جہاد میں خواتین کو بیماروں کی تیمارداری، زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو کھلانے پلانے کی ذمے داری سونپی جاتی ہے، اور عملی طور پر عورت کی رو برو لڑائی میں مشارکت اضطراری حالت میں ہوتی ہے، جیسا کہ سیدہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد میں باقاعدہ لڑائی میں شرکت کی [1] اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس کر انھیں تہ تیغ کرنے لگیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جہاد کے میدان میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ غزوات رسول میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قابل قدر کارنامے سرانجام دیے۔ غزوہ احد میں بھی انھوں نے مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے ساتھ غزوہ احد میں ام سلیم بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی برابر کی شریک تھیں۔ بلکہ غزوہ احد میں لشکر اسلام میں چودہ جلیل القدر صحابیات شریک ہوئیں۔ اور ان خواتین عالم کی سردار سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ اس کے علاوہ ام ایمن حبشیہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی لشکر میں شامل تھیں۔ [2]

جب لڑائی نے زور پکڑا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے زخمی مجاہدین کو پانی پلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنا چشم دید منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ بنت ابی بکر اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ دونوں بڑی تندہی سے زخمی مجاہدین کو پانی پلانے کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں۔ اپنی کمر پر مشکیزے اٹھائے ہوئے بڑی تیز رفتاری سے پانی بھر کر زخمی مجاہدین کو پلا رہی ہیں۔ میدان جہاد میں یہ عمل انھوں نے بار بار دہرایا۔ [3]

---

[1] نساء من عصر النبوة (۱/ ۶۹، ۷۷)۔ [2] نساء من عصر النبوة (۲/ ۱۵۰۵)۔

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب اذ همت طائفتان منکم رقم الحدیث (۴۰۶۴) صحیح مسلم کتاب الجهاد باب غزوة النساء مع الرجال رقم الحدیث (۱۸۱۱) مسند ابی یعلی (۳۹۲۱) مسند ابی عوانة (۴/ ۳۱۹)۔

غزوہ احد میں جب معرکہ آرائی اپنے اختتام کو پہنچی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صورت حال کا جائزہ لینے کی طرف متوجہ ہوئیں۔ وہ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہند بنت عمرو بن حرام رضی اللہ عنہا سے ملیں وہ ایک اونٹ کو ہانکے لے جارہی تھیں ① جس پر ان کے خاوند عمرو بن جموح کے بیٹے خلاد بن عمرو بن جموح اور ان کے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما کے لاشے لدے ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کوئی نئی خبر؟ انھوں نے کہا سب بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح سالم ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے ہمیں بڑی سے بڑی مصیبت بھی معمولی دکھائی دیتی ہے۔ اللہ نے بہت سے اہل ایمان کو شہادت کے درجے پر فائز کر دیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ کون ہیں؟

سیدہ ہندؓ نے کہا: یہ میرے بھائی، بیٹے اور خاوند کی لاشیں ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سیدہ انھیں کہاں لے جارہی ہو؟

سیدہ ہند رضی اللہ عنہا نے کہا: میں انھیں مدینہ منورہ لے جارہی ہوں۔ وہاں انھیں دفن کروں گی۔

سیدہ ہند رضی اللہ عنہا نے اپنے اونٹ کو ہنکارا تو وہ بیٹھ گیا، پھر انھوں نے اسے ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا جب اس کا رخ مدینے کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا، بار بار انھوں نے اونٹ کو مدینے کی راہ پر چلانے کی کوشش کی لیکن جونہی اس کا رخ مدینے کی طرف کرتیں وہ بیٹھ جاتا۔ تھک ہار کر جب انھوں نے اونٹ کا رخ احد پہاڑ کی طرف کیا تو اونٹ تیزی سے چلنے لگا۔ سیدہ ہند رضی اللہ عنہا اسے لے کر نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ اس پر لدی ہوئی شہداء کی لاشوں کو دیگر شہدائے احد کے ساتھ آپ دفن کر دیں۔ دفن کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ سب شہداء جنت میں اکٹھے گئے ہیں۔ ②

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جہاد کا سفر جاری رکھا۔ غزوۂ احزاب میں بھی مجاہد خواتین کے ساتھ شریک جہاد ہوئیں۔ قلعے سے آپ دیگر خواتین اور بچوں کے ساتھ نیچے اتریں اور لشکر اسلام کی اگلی صفوں میں شامل ہوئیں اور اس باغیچے میں جا داخل ہوئیں جہاں مسلمانوں کا جم غفیر جمع تھا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے سیدہ

① نساء من عصر النبوة (۲/ ۵۷، ۶۵) رجال مبشرون بالجنة (۲/ ۶۵، ۹۴)۔

② نساء من عصر النبوة (۲/ ۶۳-۶۴) سیدة الحلبية (۲/ ۲۵۸) المغازی (۱/ ۲۶۵، ۲۶۶)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیگر خواتین کے ہمراہ دیکھ کر طبعی طور پر ناگواری کا اظہار کیا اور انھوں نے قدرے تلخ لہجے میں خواتین کی شمولیت کو نامناسب قرار دیا۔ یہ انداز دیکھ کر سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے عمر! تمھارے رویے پر بڑا افسوس ہے! یہ معزز خواتین تو اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے میدان جہاد میں نکلی ہیں۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تلخ کلامی کو بہت زیادہ محسوس کیا اور دوبارہ قلعہ میں تشریف لے گئیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مدد کی اور ایسے غیبی لشکر بھیج دیے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ دشمن کی فوج بکھر گئی، اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ گھبراتے ہوئے سر پر پاؤں رکھ کر اسی طرف بھاگ گئے جہاں سے آئے تھے۔

۶ ھ میں اس لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کے لیے قرعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا جس نے مریسیع کے مقام پر قبیلہ بنو مصطلق کے ساتھ نبرد آزما ہونا تھا۔ اس غزوہ کے دوران میں وہ ہولناک واقعہ پیش آیا جس نے ہر مسلمان مرد و زن کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کو اس نوعیت کے اذیت ناک حادثے کا کبھی بھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس میں منافقین کی طرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کی دسیسہ کاری کی گئی جن کے دلوں میں ایک عرصے سے حسد، بغض اور کینہ پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اور انھیں ان یہودیوں کی پشت پناہی حاصل تھی جن کے سینے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینے اور حسد کی آگ سے جل رہے تھے اور خاص طور پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو نشانہ بنانے کے درپے تھے۔

صدیقہ کائنات، آزمائش اور انعام

اس بہتان کی آزمائش جسے منافقین اور شر پسند عناصر نے اپنی گھٹیا کمین گاہوں میں اختراع کیا، مسلمانوں نے بڑے حوصلے کے ساتھ اس کا سامنا کیا اور انتہائی صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ انھوں نے اس فتنے کی بھڑکنے والی آگ کے شعلے کی تپش کو برداشت کیا۔

① مسند احمد (۶/ ۱۴۲)۔ ابن حبان (۷۰۲۸)۔ طبرانی کبیر (۵۳۳۰)۔ طبقات ابن سعد (۳/ ۴۲۱، ۴۲۳)۔ البدایۃ والنہایۃ (۴/ ۱۲۳) تاریخ الاسلام للذہبی (المغازی ص ۳۲۱، ۳۲۲)۔

مسلمانوں کو اچانک اس ہولناک صورت سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کے لیے دفعۃً ایک ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ نہ پائے ماندن اور نہ جائے رفتن۔ انھیں اس الجھن کی کوئی سلجھن دکھائی نہ دے رہی تھی کہ کریں تو کیا کریں، جائیں تو وہ کہاں جائیں۔

میرا یقین ہے کہ تقدیر الٰہی اور تدبیر ربانی نے یہ چاہا کہ اس مسلم معاشرے کی صاف ستھری معاشرتی زندگی کے لیے ایک عمدہ سبق کا سامان مہیا کیا جائے جس معاشرے کا مرکزی مقام وہ خانہ نبوت تھا جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاکیزہ اور صاف ستھرا بنا دیا تھا۔ اس حادثے کا آغاز تو ایک آزمائش سے ہوا لیکن اس کا انجام انعام الٰہی کی صورت میں سامنے آیا۔ کیا اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی انعام ہوسکتا ہے؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر باندھے گئے بہتان کا حادثہ بلاشبہ ایک بری تدبیر اور ایک گھناؤنی سازش تھی۔ منافقین کی یہ چال تھی کہ پاکیزہ اور صاف ستھرے مسلم معاشرے کو آلائشوں کی دلدل میں دھکیل دیا جائے۔ ایک سازش کے تحت معاشرے میں طرح طرح کی باتیں پھیلائی گئیں۔ بھانت بھانت کی بولیاں سننے میں آئیں۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ وہ بھی اس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے متعلق کہ جن پر زمانہ جاہلیت میں کوئی معمولی سا بھی عیب نہ لگایا جا سکا۔ انھیں اسلام میں نبیٔ اسلام کے ساتھ اور اسلام کے گھر میں داغدار کرنے کی گھناؤنی سازش کی گئی۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ کس قدر بڑا بہتان تھا جسے منافقین نے اختراع کیا اور سازشی ٹولے نے نہ صرف پاکیزہ مسلم معاشرے میں تخلیق کیا بلکہ انھوں نے پاکیزہ خانہ نبوی میں نقب لگائی۔ یہ وہ عظیم الشان اور عزتوں کا گہوارہ گھر ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔

ہماری معلومات کے لیے قرآن حکیم کے ساتھ چند روشن لمحات آتے ہیں جس کے آگے اور پیچھے باطل کا گزر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ہمارے لیے حدیث نبوی کے ساتھ روشن کرنوں کی مانند چند ضیاء ریز لمحات آتے ہیں۔ جس میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عزت وتوقیر کو بہتان لگنے سے پہلے اور اس کے بعد بام عروج تک پہنچا دیا تھا۔

آیئے! اب ہم اپنے احساسات و جذبات کو قدرے تیز کرتے ہیں اور اس علیم وخبیر کے کلام کے آگے کھڑے ہو کر غور سے سنتے ہیں جس نے منافقین کی مٹھی بھر جماعت کو ذلیل و خوار کر دیا۔ اور انھیں دور نبوت میں پاکیزہ اسلامی معاشرے سے بال کی کھال کی طرح باہر

نکال پھینکا، جس نے ان کی شخصیت کو پگھلا کر رکھ دیا، تاکہ اسلامی معاشرہ تمام تر آلائشوں سے پاک صاف ہو جائے اور اس کی خوشبو چہار سو پھیل جائے۔

صدیقہ کائنات اور حاسدوں کا حسد

مسلمان، حبیب کبریا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں معرکہ بنی مصطلق سے کامیاب و کامران فارغ ہوئے۔ مسلمانوں نے مصطلقی لشکر پر فتح حاصل کر لی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی پے در پے کامیابیوں نے منافقوں کے دلوں میں غیظ و غضب اور کینہ و حسد کی آگ بھر دی تھی۔ غصہ ان کے حلقوں میں اٹکا ہوا تھا۔ ایسے مواقع پر جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے وہ کہہ نہیں سکتے تھے۔ وہ پردوں کی اوٹ میں کھسر پھسر کرتے رہتے تھے۔ بہادری سے بالکل تہی دامن تھے، خصوصاً لڑائی سے تو ان کی جان جاتی تھی اور میدان قتال سے تو وہ اپنے آپ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔

جب وہ بدمعاش یہودیوں سے ملتے تو انھیں یہ تاثر دیتے کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ اسلام کا تو ہم ویسے ہی نام لیتے ہیں، مسلمانوں سے ہماری کوئی ہمدردی نہیں۔ جب مسلمانوں کو فتحیاب دیکھتے تو ان سے مل کر کہتے کہ ہماری تمام تر ہمدردیاں تمھارے ساتھ ہیں، تمھاری کامیابی ہماری دلی تمنا تھی، فتح و نصرت کی خوشی دیکھنے کے لیے ہم نے دن رات ایک کر دیا ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ منافقین کے کردار کو ان الفاظ میں طشت ازبام کرتے ہیں:

﴿ وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴾ (التوبۃ: ۹/ ۵۶)

”وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم سے نہیں ہیں بلکہ وہ تو ڈرپوک قوم ہے۔“

قرآن حکیم نے منافقین کا ایک اور کردار بھی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴾ (التوبۃ: ۹/ ۵۷)

”اگر وہ کوئی جائے پناہ، کوئی غار یا کوئی سر گھسانے کی جگہ دیکھ لیں تو ابھی اس کی

طرف دوڑ بھاگیں گے۔"

سازشی ٹولے کا قائد، بڑے بڑے منافقوں کا سردار، بدمعاش بہتان طرازوں میں سب سے بڑھ کر بدمعاش، عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ جس نے یہ ہولناک سازش گھڑی۔ جس نے نفاق اور فسق و فجور کے ماحول میں کائنات کی سب سے بڑھ کر پاکیزہ فطرت خاتون جس کی پاکیزگی کا تذکرہ قرآن و حدیث میں بھی کیا گیا، صدیقہ بنت صدیق حبیب کبریا کی محبوب نظر رفیقہ حیات، سیدالبشر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بہتان تراشا اور سرتا پا جھوٹی باتوں کو معاشرے میں پھیلایا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جس نے اس بہتان کی پشت پناہی کی وہ فاجر و فاسق منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ اللہ اسے دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کرے! یہ ایک ایسی گھناؤنی سازش تھی، ایک ایسا قبیح جرم تھا اور ایک ایسی شیطانی چال تھی کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو مسلم معاشرے میں نہ پر ہونے والا شگاف پڑ جاتا اور مسلمانوں کی کمر ٹوٹ جاتی۔

صدیقہ کائنات اور بہتان کی شدت

بہتان کا ہولناک حادثہ ایک اندھے فتنے کی صورت اختیار کر چکا تھا جس نے مسلمانوں کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ لوگوں کی اس ظالمانہ بہتان کے بارے میں مختلف آراء تھیں۔ کچھ لوگوں نے چپ سادھ لی تھی۔ انھیں اس دہشت زدہ ماحول میں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کیا کہیں؟ اور بعض نے کھل کر اس کو منافقین کی دسیسہ کاری کی قبیح حرکت اور گھناؤنی سازش قرار دیا۔ بعض لوگوں نے سیدہ طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی بیان کرنے کے حوالے سے چشم پوشی اختیار کی۔

اس بڑے حادثے اور بلا کی مصیبت کا انجام کیا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کے بارے میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اس کا کیا بنے گا؟ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان ناگفتہ بہ حالات کا کمال صبر و تحمل سے سامنا کیا۔ آپ کی ہر ممکن کوشش یہ تھی کہ مسلم معاشرہ فتنہ و فساد کی تیز آندھیوں سے بچا رہے اور جہالت کے پروردہ سازشی لوگوں کی مکارانہ چالوں کی دست برد سے بچا رہے۔

اس خطرناک حادثے اور ہولناک واقعے نے ام المومنین زوجہ سید المرسلین حبیب کبریا

علیہ السلام کی منظور نظر رفیقہ حیات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ان کے والدین اور خاندان کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ اس خوفناک حادثے نے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے خشک کر دیئے تھے۔ لیکن اس نازک ترین موقع پر اللہ تعالیٰ نے براءت کی آیات نازل کر کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر خاص اور مسلمانوں پر عمومی انداز میں فضل و کرم کیا اور ان کی غمی کو خوشی میں بدل دیا۔ غم و اندوہ کے بادل چھٹ گئے اور مصیبت ٹل گئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن حکیم کی ان آیات پر مشتمل وحی نازل کی جن میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان تھا۔ یہ تو آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس سلسلے میں آسمان سے قرآنی آیات نازل ہوں گی۔ کبھی کبھی دل میں یہ خیال آتا تھا کہ شاید ام المومنین فقیہہ طاہرہ صدیقہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے بارے میں آپ کو نیند کی حالت میں خواب کے ذریعے آگاہ کیا جائے گا۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہمہ پہلو شان وشوکت کو سر بلند کرنے، اہل بیت میں آپ کے مقام ومرتبہ کو اونچا کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں جو آپ کی اہمیت تھی اس میں مزید اضافہ کرنے کے لیے ان کی شان میں قرآنی آیات نازل کیں۔

آئندہ عبارت میں ہم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اس حادثے کی مکمل روداد نہایت فصیح و بلیغ اسلوب بیان میں دیکھیں گے۔ بلاشبہ یہ حدیث کے میدان میں ایک ادب پارہ ہے۔ نہایت عمدہ ادبی اسلوب میں یہ پورا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

صدیقہ کائنات اور مؤقف کا آغاز

پاکیزہ خانہ نبوی میں جس حادثے نے ہلچل مچا دی تھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تفصیل کے ساتھ اس کی روداد بیان کرتی ہیں، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو میں تقریباً ایک مہینہ بیمار رہی۔ لوگ بہتان تراشی کرنے والے لوگوں کی چہ میگوئیاں سن رہے تھے۔ بیماری کی حالت میں جو چیز مجھے کھٹک رہی تھی وہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ رویہ بدلا ہوا تھا۔ میں آپ کی طرف سے وہ مشفقانہ طرز عمل نہیں دیکھ رہی تھی جو آپ پہلے ایسے مواقع پر اختیار کیا کرتے

تھے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور روکھے پھیکے انداز میں حال احوال پوچھ کر چلے جاتے۔ مجھے اس رویے سے شک تو ہوتا لیکن اس شر کا مجھے احساس تک نہ تھا جو میرے بارے میں مدینے کی فضا میں پھیل چکا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ کی تفصیلات بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

مجھے ام مسطح رضی اللہ عنہا نے بہتان تراشی کرنے والوں کی شرارت سے آگاہ کیا۔ اپنے بارے میں یہ باتیں سن کر میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میری بیماری میں اضافہ ہوگیا۔ میں سارا دن روتی رہی۔ آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی۔ والدین میرے پاس تھے۔ میں مسلسل دو راتیں اور ایک دن روتی رہی۔ آنسو رکتے نہیں تھے۔ نیند آتی نہیں تھی۔ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ رونا دھونا میرے جگر کو چھلنی کر دے گا۔

ایک روز میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی۔ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ سلام کیا پھر آپ بیٹھ گئے۔ جب سے میرے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں آپ میرے پاس بیٹھتے نہیں تھے۔ مہینے بھر سے میرے بارے میں آسمان سے کوئی وحی بھی نازل نہیں ہوئی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے بیٹھتے ہی یہ ارشاد فرمایا: اے عائشہ! مجھ تک یہ یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تو ان سے بری ہے تو عنقریب اللہ تجھے ضرور بری کر دے گا اور اگر تجھ سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوا ہے تو اللہ سے معافی مانگ لے اور توبہ کر لے کیونکہ جب کوئی بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے بات پوری کر لی تو میرے آنسو تھم گئے۔ مجھے یوں لگا جیسے آنکھوں سے کبھی آنسو ٹپکے ہی نہیں۔ میں نے ابا جان سے کہا کہ میری طرف سے آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیں۔ میرے ابا جان نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

میں نے اپنی امی جان سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیں۔ انھوں نے بھی یہ کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میں اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

صدیقہ کائنات، براءت کی گواہی اور خوشی کا آغاز

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں غم و اندوہ کی پر چھائیاں پڑ چکی تھیں لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ماں باپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرنے سے ہچکچا رہے ہیں، دونوں میں سے کسی نے میرے بارے میں ایک بات بھی نہیں کی۔ گویا میں ان سب کے نزدیک قابل عتاب ہوں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ معاملہ اللہ علیم وخبیر کے سپرد کر دیا تاکہ وہی اس کو حل کرے اور وہی خانہ نبوی اور خانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آلائشوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ کرے۔

اب ہم اس واقعے کی باقی روداد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ام المومنین کو کس طرح خوشیوں کے دن دکھلانے والا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث براءت بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ میں ابھی نو عمر تھی اور قرآن کریم بھی ابھی زیادہ نہیں پڑھی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! جو کچھ آپ نے میرے بارے میں سن رکھا ہے میرے علم کے مطابق وہ آپ سب کے دل میں گھر کر چکا ہے اور آپ سب ان باتوں کو سچ مانتے ہیں۔ اس موقع پر اگر میں یہ کہوں کہ میں بالکل بری ہوں (بے گناہ اور بے قصور ہوں) تو مجھے سچا نہیں مانو گے اور اگر میں اس جرم کا اعتراف کرلوں جو اللہ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کیا تو تم مجھے سچا مان لو گے۔ اللہ کی قسم! اس موقع پر تو میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے والد محترم کی بات ہی کہوں گی:

﴿ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ ﴾ (یوسف: ۱۲/ ۱۸)

یہ بات کہہ کر میں اٹھی اور بستر پر لیٹ گئی۔ اللہ جانتا ہے کہ میں اس وقت بالکل بری تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ مجھے ضرور بری کرے گا۔ لیکن اللہ کی قسم یہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں ایسی وحی نازل کرے گا جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔ میں تو اپنے تئیں یہ سمجھتی تھی کہ میں کہاں اور میرے بارے میں کلام الٰہی کہاں!

میں تو یہ امید لگائے بیٹھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری براءت کے بارے میں خواب میں ضرور کچھ دیکھ لیں گے۔ خواب کے ذریعے اللہ مجھے بری کر دے گا۔ اللہ کی قسم! ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہاں بیٹھے تھے۔ گھر والے بھی ابھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر وحی

نازل ہونے لگی۔ سردی کے موسم میں بھی آپ پسینے سے شرابور ہو گئے۔ پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے شروع ہوئے۔ وحی کے بوجھ کی وجہ سے آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوا کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہو گئی تو مسکراتے ہوئے اٹھے۔ آپ کا چہرہ خوشی سے تمتمار رہا تھا۔ آپ کی زبان مبارک سے پہلی بات یہ نکلی:

"عائشہ! مبارک ہو! اللہ نے تجھے بری کر دیا ہے۔"

میری امی جان نے کہا: عائشہ! اٹھو اور ان کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں (شکریہ ادا کرنے کے لیے) اٹھ کر ان کے پاس نہیں جاؤں گی۔ میں تو آج اپنے رب کریم کا شکر ادا کروں گی جس نے میری عزت کی لاج رکھ لی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی، [1] میری براءت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دس آیات نازل کیں:

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ ... وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک رقم الحدیث (۴۱۴۱) صحیح مسلم کتاب التوبة باب فی حدیث الافک رقم الحدیث (۲۷۷۰) مصنف عبدالرزاق (۹۷۴۸)۔ ابن حبان (۴۲۱۲) طبرانی کبیر (۲۳/ ۱۳۳)۔ سنن البیهقی (۱۰/ ۴۱)۔ ابو یعلی (۴۹۲۷)۔ ترمذی (۳۱۸۰)۔ سنن ابی داؤد (۴۰۰۸، ۵۲۱۹)، زاد المعاد (۱/ ۱۶۱)، البدایة و النهایة (۳/ ۱۶۰، ۱۶۳)۔ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۵۳، ۱۵۹)۔

وَلْيَصْفَحُوا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

"اے مسلمانو! جن لوگوں نے جھوٹی تہمت پھیلائی وہ تمھارے ہی اندر کی ایک جماعت ہے۔ لیکن اس واقعے کو تم اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمھاری آزمائش کے لیے بہتر ہوا۔ تم میں سے جس نے جتنا گناہ سمیٹا وہ اس کی سزا بھگتے گا، اور جس نے اسے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جب تم لوگوں نے یہ تہمت سنی تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے ہی بہن بھائیوں کے بارے میں نیک گمان کیوں نہ کیا؟ اور کیوں نہ کہا کہ "یہ تو صریح بہتان ہے۔" اور الزام لگانے والے کیوں چار گواہ نہ لائے، جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم مسلمانوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس معاملے میں تم پڑ گئے تھے اس کے باعث تم پر کوئی بڑی آفت آ جاتی۔ جب تم اپنی زبانوں سے جھوٹی تہمت نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔ کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ "ہمیں زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ معاذ اللہ! یہ بہت بڑا بہتان ہے۔" اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔ اللہ اپنے احکام تم سے صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے۔ اور یاد رکھو! اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نرمی کرنے والا اور مہربان ہے تو تم پر کوئی آفت نازل ہو جاتی۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ نے خانہ نبوی پر کشادگی اور خوشحالی نازل کر دی اور اسے غم واندوہ سے نجات عطا کر دی۔ اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اپنا فضل و کرم کیا اور انھیں غم واندوہ اور

اذیت ناک پریشانی سے بچا لیا۔ اسی طرح تمام اہل ایمان کے گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی جن گھروں پر المناک حادثے نے غموں کے پہرے بٹھا رکھے تھے اور منافقین کے خبث باطن کی وجہ سے جن کا جینا دوبھر ہو چکا تھا۔

سورۂ نور کی گیارھویں آیت سے لے کر بیسویں آیت تک غور کرنے والا جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کی روشنی میں غور کرتا ہے تو وہ آسانی سے اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے اور مسلم معاشرے پر بہت بڑا فضل وکرم ہے۔ یہ آیات نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول علیہ السلام کو ایک بہت بڑی آزمائش سے بچا لیا۔ آپ کو ڈھارس بندھائی اور دل کو تسلی دی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی ناک خاک آلود کی اور اہل بیت کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کیا۔

جس طرح اہل بیت سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش کو دور کر کے انھیں پاک وصاف کر دیا، اسی طرح دشمنان دین یعنی منافقین کی دسیسہ کاریوں کو طشت از بام کر کے انھیں ذلیل وخوار کیا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر اپنی بغلیں جھانکتے رہ گئے۔ منافقین اور سازشی لوگوں کے دلوں کی بیماری آشکار ہو گئی۔ اس سے حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتوقیر اور عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ آیات قرآنیہ کے نازل ہونے سے منافقین کی طرف سے بہتان تراشی کی قلعی کھل گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ اور زیادہ بلند ہوا۔ بلاشبہ یہ اس ذات کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ پسندیدہ تھی، ان کی عزت اور شرف میں اضافہ ہوا اور فاسقوں، فاجروں اور منافقوں کو ذلت ورسوائی اور بدنامی کے سوا کچھ نہ ملا۔

اس بہتان تراشی کے واقعے کو بعض مستشرقین نے بڑا بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ ان میں جرمن مستشرق بروکلمان سرفہرست ہے۔ اس نے اپنی کتاب ''تاریخ الشعوب الاسلامیہ'' میں بہتان کے واقعہ کو ایسا مرچ مسالہ لگا کر بیان کیا ہے جس سے صاف طور پر اس کے خبث باطن کا پتہ چلتا ہے۔

دراصل قدیم اور جدید منافقین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادے کی عزت وعظمت اور نرالی شان وشوکت برداشت نہیں ہو پا رہی۔ اس لیے وہ معاشرے میں بے پر کی ہوائیاں

اڑاتے رہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی سچی اور مقدس کتاب میں آیات براءت نازل کر کے قیامت تک آنے والے منافقین کا منہ بند کر دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہنا ہے خواہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ چاند پر تھوکنے والا بھلا چاند کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟

صدیقہ کائنات اور صبر وتحمل

قرآن حکیم کی ان آیات پر جب کوئی انسان غور کرتا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے حوالے سے نازل ہوئیں۔ تو اس کے دل میں ان کٹھن لمحات کی تصویر گردش کرنے لگتی ہے جو خانہ نبوی اور خانہ صدیق اکبر پر گزرے۔ انسان سوچتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ المناک خبر سن کر کس طرح صبر کیا ہوگا؟ اور یہ اندوہناک خبر سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہوا ہوگا؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ ترین، صدق وصفائی کی خوگر، اپنی محبوب رفیقہ حیات، جن کے والد محترم کے ساتھ آپ کو بے حد محبت تھی، ان کے خلاف لوگوں کی باتیں سن کر آپ کو اتنی دلی کوفت ہوئی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آپ تو اپنی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بہت اچھا گمان رکھتے تھے۔ لیکن لوگ تھے کہ ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جان لیوا مصیبت و آزمائش کی گھڑیوں میں اس کمال درجے سے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا کہ نہ اس سے پہلے کوئی مثال ملتی ہے اور نہ بعد میں۔ تقریباً سینتیس دنوں کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں براءت کی آیات نازل ہوئیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس آئے تو آپ کو منافقین کی طرف سے اڑائی گئی اس افواہ کی خبر ملی۔ منافقین جانتے تھے کہ سراسر بہتان ہے، ان کے بیمار دلوں کی تیار کی ہوئی ایک سازش ہے۔ وہ جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہیں۔ ان کے ہاں یہ معمولی بات تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ بڑی بات تھی۔ ذرا تصور کیجیے کہ یہ خبر سن کر خاندان ابی بکر رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہوا ہوگا؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کم غم لاحق نہیں ہوا۔ جب سے انھیں یہ بات معلوم ہوئی تو ان کے ہاتھوں کے تو طوطے اڑ گئے۔ منافقین اور ان کے چیلے چانٹے جو ہوائیاں اڑا رہے تھے اس سے انھیں اس قدر دلی اذیت پہنچ رہی تھی کہ کچھ نہ

پوچھیے۔ انھیں ان مصیبت کی گھڑیوں میں کچھ بجھائی نہیں دیتا تھا کہ کیا کہیں اور کیا کریں؟

ہر طرف سے ان کی طرف نگاہیں اور انگلیاں اٹھ رہی تھیں۔ ذرا ان اذیت ناک لمحات، گھڑیوں اور دنوں کو اپنے تصور میں لائیں جو انھوں نے گزارے! وہ کس قدر کڑی آزمائش میں زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن اس قادر مطلق عزیز وحمید کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ وہ اس غم واندوہ کے ٹل جانے کے منتظر تھے جس کے بوجھ نے ان کے کندھوں کو دبا رکھا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اپنی ذات سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس مصیبت کے دوران میں پیش آنے والے ان کٹھن حالات کا تذکرہ کرتی ہیں جن حالات نے انھیں جسمانی اور فکری اعتبار سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! ان دنوں میں جو تنگی کے حالات خاندان ابوبکر رضی اللہ عنہ پر آئے میری معلومات کے مطابق شاید ہی کسی دوسرے خاندان پر آئے ہوں۔

ان ناگفتہ بہ حالات میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تو دلی طور پر مطمئن تھی کیونکہ مجھے پتا تھا کہ میں بے قصور ہوں اور میرا اللہ مجھ پر قطعاً ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ وحی ہی کے ذریعے میری براءت کا اعلان ہوگا۔ لیکن میرے والدین بہت گھبرائے ہوئے تھے کہ اگر وحی کے ذریعے ان لوگوں کی باتوں کی تصدیق ہو گئی تو ہم تو جیتے جی مر جائیں گے، کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ خوف ان کے لیے جان لیوا نہ بن جائے۔

لیکن وحی کے ذریعے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکبازی اور براءت کے اعلان نے یکسر صورت حال کو بدل کر رکھ دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آیات کے ذریعے بہتان کی کیفیت کو واضح کر دیا اور بہتان تراشنے والوں کو واضح الفاظ میں جھوٹا اور باطل قرار دے دیا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بری قرار دیا گیا اور ان کی تعریف کی گئی اور اس اجر وثواب کا تذکرہ کیا گیا جو ان کے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے۔ دنیا میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ سیرت اور مسلم معاشرے میں ان کے بلند درجہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ ان کے حق میں قرآن حکیم میں ایسی آیات اتاری گئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی اور اہل ایمان مرد و

زن ان آیات کی تلاوت کر کے ثواب حاصل کرتے رہیں گے۔ یہ سورۂ نور کی ابتدائی سولہ آیات ہیں جن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان آیات کی ابتداء ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوْ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ (النور: ۲۴/ ۱۱) سے ہوتی ہے اور اختتام ان آیات پر ہوتا ہے:

﴿ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيهِمُ اللهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ○ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ أُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۖ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○﴾ (النور: ۲۴/ ۲۴-۲۶)

علامہ زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں سے ہر آیت مستقل طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو آشکار کرتی ہے اور آپ کو دلاسا دینے کا باعث بنتی ہے اور اسی طرح ہر آیت میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاندان کی پاکبازی کا اعلان ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ ہے جنھوں نے اس بہتان تراشی میں حصہ لیا یا اس قسم کی فضول باتوں کو سننے میں دلچسپی لی۔ اس اندوہناک حادثے میں انہیں صبر وتحمل کا پھل مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو بتا دیا کہ یہ بہتان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں بہتر ثابت ہوا۔ ان کی شان و شوکت پہلے کی نسبت زیادہ ابھر کر سامنے آئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی عظمت، رفعت اور اہمیت کو مزید چار چاند لگا دیے۔ ان کی پاکیزگی کے تذکرے ارض و سما کے رہنے والوں میں ہونے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمتوں اور رفعتوں کے کیا کہنے!!

صدیقہ کائنات اور خصوصی امتیازات

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایسی امتیازی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن سے ان کی عظمت دوبالا ہو گئی۔ یہ امتیازی خصوصیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے کے بعد منظر عام پر آئیں جن کی بنا پر یہ دنیا بھر کی خواتین میں منفرد دکھائی دیتی ہیں اور خانہ نبوی میں رفعتوں کی چوٹی پر فائز نظر آتی ہیں۔ جو اس بلند مرتبہ پر پہنچ جائے اسے حق ہے کہ وہ اس عظمت پر فخر کرے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے بری قرار دے دیا تو انھوں نے اپنی براءت کے اس واقعے کو نہایت عمدہ فصیح و بلیغ انداز و اسلوب میں بیان کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ایک عمدہ گواہی دے کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ قرآن مجید وہ آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے رکھی ہے۔

ایک بابرکت مجلس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہایت ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ باتیں کیں جن کی بنا پر آپ پوری دنیا کی خواتین میں منفرد اور ممتاز دکھائی دیتی ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

مجھے نو خصوصیات ایسی عطا کی ہیں جو کسی اور خاتون کو میسر نہیں:

1. جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے ساتھ شادی کا حکم دیا گیا تو جبریل علیہ السلام میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
2. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے تو میں کنواری تھی اور میرے علاوہ آپ کی کوئی بھی زوجہ محترمہ کنواری نہیں تھی۔
3. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو آپ کا سر میری گود میں تھا۔
4. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے حجرے میں دفن کیا گیا۔
5. جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لحاف میں ہوتی تو میرے گھر کو فرشتے ڈھانپ لیتے اور اس دوران میں وحی نازل ہوتی۔
6. میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول اور آپ کے جگری دوست کی بیٹی تھی۔
7. میرے بارے میں آسمان سے آیات نازل ہوئیں۔
8. میں خود بھی پاکیزہ فطرت ہوں اور پاکباز والدین کے ہاں ہی میں نے جنم لیا۔
9. میرے ساتھ مغفرت اور اچھی روزی کا وعدہ کیا گیا۔ [1]

---

[1] ابو یعلی (۴۶۲۶) مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۱) طبقات ابن سعد (۸/ ۴۳، ۴۴)۔ نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۱۷) تهذيب الاسماء واللغات (۲/ ۳۵۱) سير اعلام النبلاء (۲/ ۱۴۱) ازواج النبی للصالحی (ص۱۲۰، ۱۲۱)۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے فضائل و مناقب اور کمالات و امتیازی خصوصیات بالکل حقیقت پر مبنی بیان کیں۔ واقعی یہ خوبیاں نہ آپ سے پہلے دنیا بھر کی کسی خاتون میں دیکھی گئیں اور نہ ہی آپ کے بعد کسی خاتون کو نصیب ہوئیں۔

بہت سے علماء، ادباء اور شعراء نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کو بڑے اعلیٰ و ارفع ادبی اسلوب میں بیان کر کے ذخیرۂ ادب میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے اور ہمارے عظیم علمی ورثے کو مالا مال کیا ہے جس سے رہتی دنیا تک لوگ اپنے حصے کو حاصل کر کے اپنے لیے علمی، ادبی اور روحانی غذا کا سامان مہیا کرتے رہیں گے۔

جوں جوں وقت گزرتا جائے گا لوگوں کے دلوں میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کی عظمت کی دھاک بیٹھتی جائے گی۔ بہت سے ادیب علماء اور شاعر علماء نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب اپنے اپنے انداز میں بیان کیے ہیں۔ ان میں سے مشہور و معروف شاعر ابو عمر بن عیسیٰ بن محمد الاندلسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب اپنے ایک دلنشین قصیدے میں بیان کیے ہیں۔ قصیدہ پیش خدمت ہے۔ پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کی سعادت حاصل کیجیے:

① اِنِّی اَقُوْلُ مُبَیِّنًا عَنْ فَضْلِهَا
وَمُتَرْجِماً عَنْ قَوْلِهَا بِلِسَانِیْ

② یَا مُبْغِضِیْ لَا تَاْتِ قَبْرَ مُحَمَّدٍ
فَالْبَیْتُ بَیْتِیْ وَالْمَکَانُ مَکَانِیْ

③ اِنِّی خُصِصْتُ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ
بِصِفَاتِ بِرٍّ تَحْتَهُنَّ مَعَانِیْ

④ وَسَبَقْتُهُنَّ اِلَی الْفَضَائِلِ کُلِّهَا
فَالسَّبْقُ سَبْقِیْ وَالْعِنَانُ عِنَانِیْ

⑤ زَوْجِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ اَرَ غَیْرَهٗ
اللّٰهُ زَوَّجَنِیْ بِهٖ وَحَبَانِیْ

⑥ وَاَتَاهُ جِبْرِیْلُ الْاَمِیْنُ بِصُوْرَتِیْ
فَاَحَبَّنِیْ الْمُخْتَارُ حِیْنَ رَآنِیْ

⑦ وَاَنَا ابْنَةُ الصِّدِّيْقِ صَاحِبِ اَحْمَدَ
وَحَبِيْبِهٖ فِي السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ

⑧ وَتَكَلَّمَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ بِحُجَّتِيْ
وَبَرَاءَتِيْ فِيْ مُحْكَمِ الْقُرْآنِ

⑨ وَاللّٰهُ فِي الْقُرْآنِ قَدْ لَعَنَ الَّذِيْ
بَعْدَ الْبَرَاءَةِ بِالْقَبِيْحِ رَمَانِيْ

⑩ وَاللّٰهُ فَضَّلَنِيْ وَعَظَّمَ حُرْمَتِيْ
وَعَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ بَرَّانِيْ

⑪ وَاللّٰهُ وَبَّخَ مَنْ اَرَادَ تَنَقُّصِيْ
اِفْكًا وَسَبَّحَ نَفْسَهٗ فِيْ شَاْنِيْ

[۱] میں ان کے فضائل بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میں مترجم کی حیثیت سے ان کی باتوں کو اپنی زبان میں بیان کر رہا ہوں۔

[۲] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے مجھ سے بغض رکھنے والے! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بھی نہ آیا کر کیونکہ وہ گھر میرا گھر ہے، وہ جگہ میری جگہ ہے۔

[۳] مجھے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

[۴] میں فضائل و مناقب کے اعتبار سے تمام خواتین پر سبقت رکھتی ہوں۔ سبقت میرا مقدر ہے اور باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہے۔

[۵] میرا خاوند صرف اللہ کا رسول ہے۔ میں نے ان کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ اللہ نے میری ان کے ساتھ شادی کی اور مجھے بطور نعمت ان کو عطا کیا۔

[۶] جبریل علیہ السلام میری تصویر آپ کے پاس لائے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر پسند کیا۔

[۷] میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں جو احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اور آپ کے رازوں میں بھی اور علانیہ طور پر بھی حبیب ہیں۔

[۸] اللہ عظیم و برتر نے قرآن مجید میں میری براءت کا اعلان کر کے میری حجت قائم

کر دی۔

9 اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جس نے میری براءت کے بعد مجھ پر کیچڑ اچھالا۔

10 اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی زبانی مجھے الزام سے بری کر کے مجھ پر اپنا فضل وکرم کیا اور میری عظمت کو دوبالا کر دیا۔

11 جس نے بہتان کے ذریعے میری توہین کا ارادہ کیا اللہ نے اس کو زجر وتوبیخ کی اور میری شان میں اپنی ذات کی تسبیح وتقدیس بیان کی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کے ضمن میں امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض محققین نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام پر جب بدکرداری کا الزام لگایا گیا تو پنگھوڑے میں پڑے ہوئے ایک بچے کی زبانی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جب سیدہ مریم علیہا السلام پر الزام لگا تو انھیں ان کے بیٹے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی بری ہونے کا موقع فراہم کیا اور وہ اس وقت بولے جب ابھی بولنے کی عمر نہیں تھی۔ لیکن جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت قرآن مجید میں آیات نازل کر کے اپنے مبارک کلام سے کی۔ **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔**

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمتوں کے کیا کہنے!![1]

صدیقہ کائنات، امہات المومنینؓ اور واقعہ بہتان

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس خانہ نبوی میں اکیلی نہیں تھیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی سے پاک صاف کر دیا تھا بلکہ وہاں اس گھر میں دیگر امہات المومنین مثلاً ام سلمہ، سودہ بنت زمعہ، زینب بنت جحش اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہن بھی ان کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ اس خانہ نبوی پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ بہت بڑا فضل وکرم رہا اور اس کا خوشگوار اثر عام مسلمانوں پر بھی پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امہات المومنین کو اس بہتان کے بارے میں لب کشائی سے بچائے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ

[1] تفسیر القرطبی (۱۲/ ۲۱۲)۔

ثابت نہیں کہ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف کوئی ایک بات بھی کہی ہو یا کوئی اشارہ تک بھی کیا ہو۔

حالانکہ وہ تمام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتنیں (سوکنیں) تھیں۔ یہ ایک طبعی سی بات ہے کہ ہر سوکن خاوند کے ہاں اپنی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ایسے مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتی ہے لیکن مجال ہے کہ ان میں سے کسی نے کوئی بات یا اشارہ تک کیا ہو۔

فضل عظیم اور خیر کثیر کے مالک اللہ تعالیٰ نے تمام ازواج مطہرات کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس میں ملوث ہونے سے بچائے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات خوب اچھی طرح جانتی تھیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں، آپ کے دل میں سب سے زیادہ ان کی قدر و قیمت ہے، وہ آپ کے مطمح نظر کو سب سے زیادہ جانتی ہیں اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سب سے بڑھ کر جلد از جلد ایسے اسباب مہیا کر لیتی ہیں جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور دل خوش ہو جاتا ہے۔

تمام ازواج مطہرات چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت اور جلوت سے خوب اچھی طرح واقف تھیں اس لیے وہ جانتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کیا قدر و قیمت ہے۔ اس لیے وہ اس نازک ترین موقع پر بالکل خاموش رہیں۔ کسی نے بھی لب کشائی کی جرأت نہیں کی۔ کسی نے اگر کچھ کہا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اچھے تاثرات ہی کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براءت کے سلسلے میں وحی نازل ہونے سے پہلے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تمھارا اس بہتان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تم اس کے متعلق کیا جانتی ہو؟ یا تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟

انھوں نے جواب میں کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو اس قسم کی صورت حال میں محفوظ رکھتی ہوں۔ جہاں تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں میری رائے کا تعلق ہے، اللہ کی قسم! میری معلومات کے مطابق وہ سراپا خیر و برکت ہیں۔ [1]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو خراج تحسین پیش کرتی ہیں، ان کی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك (حدیث: ۴۱۴۱)۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة باب توبة القاذف و حدیث الافك (حدیث: ۲۷۷۰) مفصل تخریج چند صفحات قبل گزر چکی ہے۔

دینی فضیلت، علم، ادب، سخاوت اور نیکی کا برملا اعتراف کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں وہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس نازک ترین موقع پر ان کے تقویٰ وطہارت کی بنا پر انھیں کسی قسم کی سازش میں ملوث ہونے سے بچائے رکھا۔

یہ بہت مشکل سمجھا جاتا ہے کہ عورت ایسے موقع پر کسی عورت کی تعریف کرے لیکن نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تو بات ہی دوسری تھی۔ وہاں تو یہ دیکھنے میں آیا کہ ایک زوجہ محترمہ اپنی سوکن کی تعریف کرتی ہے اور جو اس میں صلاحیت پائی جاتی ہے وہ برملا اس کا اعتراف کرتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سوکن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

> زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے ہاں مقام ومرتبہ حاصل کرنے کے لیے میرا مقابلہ کیا کرتی تھی۔ میں نے زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) کو دین، تقویٰ، صداقت، صلہ رحمی اور صدقہ وخیرات کرنے کے اعتبار سے بہت بہتر پایا۔ [1]

منافقین اور خاص طور پر ان کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول کی سازشوں اور مکاریوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پر دے مارا۔ رئیس المنافقین ابن ابی اپنے حسد، بغض اور کینے کی آگ میں جھلس کر رہ گیا۔ اس کی تمام تر کوشش بری طرح ناکام ہوئی، اس کا نام بدبخت مجرموں کی فہرست میں لکھ دیا گیا۔ بہتان تراشی کا یہ حادثہ اس کے فجور وفسوق اور منافقت کی علامت اور دلیل بن کر رہ گیا۔ یہ بدنامی رہتی دنیا تک اس کے پلے پڑ گئی اور آخرت میں بھی وہ ذلیل وخوار ہوگا۔

صدیقہ کائنات اور ربانی رخصت

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابرکت ذات کے خوشگوار اثرات کی وجہ سے تیمّم کی آیت نازل ہوئی جو امت کے لیے رحمت کا قانون بن گئی اور اس کی وجہ سے امت اسلامیہ کے کندھوں سے ایک بوجھ اتر گیا۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک سفر میں، غالباً غزوہ بنی مصطلق کے سفر میں، واقعہ پیش آیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسلمان خواتین کے ہمراہ اپنے ہودج میں

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۳، ۲۱۴)۔ مسند احمد (۶/ ۱۵۱)۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۴۲)۔ ابن حبان (۷۱۰۵)۔

سفر پر روانہ ہوئیں۔ جب یہ قافلہ بیدا مقام پر پہنچا، اس جگہ کو ذات الجیش اور قربان بھی کہتے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گردن سے گر گیا۔ اس ہار کی تلاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے۔ آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی وہیں ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں کے پاس پانی موجود نہیں تھا۔ لوگ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر گلہ شکوہ کرنے لگے اور کہنے لگے: آپ دیکھ رہے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر کے تمام لوگوں کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کر دیا۔ نہ ہمارے پاس پانی ہے اور نہ ہی اس جگہ کوئی پانی کا نام ونشان ہے۔ اب ہم کیا کریں؟

یہ باتیں سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں سر رکھ کر سوئے ہوئے ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بیٹی! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگوں کو روک رکھا ہے ان کے پاس پانی بھی نہیں ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غصے سے اپنی بیٹی کو ڈانٹنے لگے۔ اور ان کی بغل میں کچوکے دینے لگے۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُف تک نہ کی اور نہ ہی اپنی جگہ سے حرکت کی، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا۔ آپ نہیں چاہتی تھیں کہ حرکت کرنے سے آپ کے آرام میں خلل پیدا ہو۔

ادھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان پر مسلسل اپنے غصے کا اظہار کیے جا رہے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس صورت حال کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں: اس روز میرے ابا جان نے مجھے بہت ڈانٹ پلائی۔ انھوں نے غصے سے مجھے کہا: یہ کیا مذاق بنا رکھا ہے؟ ہر سفر کے دوران میں مسلمانوں کو تیری وجہ سے کسی نہ کسی مشکل ترین صورت حال سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بیٹی اپنے رویے پر غور کرو! میرے ابا جان غصے کی حالت میں کافی دیر تک ڈانٹ پلاتے رہے اور میں نے چپ سادھ رکھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام سے سوئے رہے، یہاں تک کہ صبح کا وقت ہو گیا۔ آپ کے پاس بھی تو پانی نہیں تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی رخصت پر مشتمل آیات نازل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا

بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝﴾ (مائدہ: ۵/ ۶)

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آئے یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو پھر تم پانی نہ پا سکو تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، اس طرح کہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا اس مٹی سے مسح کرلو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی ڈالنے کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تم کو پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔''

یہ حکم سن کر مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اٹھے اور انھوں نے تیمم کیا، پھر سب نے رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ سب مسلمانوں کے دل نور یقین سے چمک اٹھے۔ نماز جب ادا ہو چکی تو اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمھاری طرف سے کوئی پہلی برکت نہیں۔ تم امت کے لیے سراپا رحمت و برکت ہو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے یہ رخصت کا حکم نازل کر دیا تو ابا جان میرے پاس تشریف لائے، ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ انھوں نے میرے پاس آکر شفقت بھرے انداز میں کہا: بیٹی! تم تو سراپا برکت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تیری وجہ سے مسلمانوں پر برکت اور رحمت کا قانون نازل کیا جس سے تمام مسلمانوں کو آسانی میسر آئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جہاں تک میرے ہار کے گم ہونے کا تعلق ہے تو جب اس اونٹ کو اٹھایا گیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ [1] اللہ تعالیٰ نے اس نئے شرعی حکم کے ضمن میں جو اپنا فضل و کرم کیا تھا مسلمان اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تنگی کو دور کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اس بات کا تذکرہ کیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈانٹ پلانے کے بعد یہ آسمانی حکم سن کر اپنی بیٹی کے پاس تشریف لائے اور بڑے ہی شفقت بھرے انداز میں اپنی بیٹی سے کہا: بیٹی! تم سراپا

---

[1] صحیح البخاری کتاب التیمم رقم الحدیث (۳۳۴)۔ صحیح مسلم کتاب الحیض باب التیمم رقم الحدیث (۳۶۷) مسند احمد (۶/ ۲۷۲) طبرانی کبیر (۲۳/ ۱۵۹) سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۵۶۸)۔

برکت ہو۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی خندہ پیشانی سے اپنی بیٹی کے فضل وشرف اور مقام و مرتبہ کا اعتراف کیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کا ہار بھی بڑا بابرکت ثابت ہوا کہ اس کی وجہ سے امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رخصت کا انعام حاصل ہوا۔ مسلمان تیمّم کے نئے حکم کے نازل ہونے سے دلی طور بہت خوش تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بابرکت ذات کی وجہ سے انھیں یہ خوشی نصیب ہوئی۔ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روحانی پاکیزگی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند مقام و مرتبہ تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم وفقہ اور عمل وتقویٰ کے اعتبار سے بڑے بلند مقام پر فائز تھیں۔

صدیقہ کائنات اور حدیث کی پہلی حافظہ

نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے رب کو پیارے ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ابھی انیس سال کی نہیں ہوئی تھی۔ ان کے علم کی شہرت روئے زمین پر پھیل چکی تھی۔ حدیث کے روایت کرنے اور اس کے حفظ کرنے کے اعتبار سے یہ نابغہ روزگار تھیں۔ اصحاب رسول علیہ السلام کا کوئی گھرانہ ایسا نہیں ہے جس نے سیدہ عائشہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر احادیث بیان کی ہوں۔ البتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر باریک بین اور زیادہ قوی الحافظہ تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علمی صداقت اور احادیث روایت کرنے کے حوالے سے دیانت وامانت میں امتیاز حاصل تھا۔ اصول دین میں رائے دینے اور قرآن حکیم کے باریک نکات بیان کرنے کے اعتبار سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام لوگوں پر فوقیت حاصل تھی۔

جب بھی کبار صحابہ کرام کو وراثت کے کسی مسئلے کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے اور آپ بڑی آسانی سے وہ مسئلہ حل کر دیتیں۔ اور اس مسئلے کی حقیقت اور مقاصد کو واضح کر دیتیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حافظہ بہت قوی تھا جس کی وجہ سے وہ حدیث نبوی کے حوالے سے صحابہ کرام کے لیے بڑا اہم مرجع بن چکی تھیں۔ انھیں صرف فن حدیث ہی میں کمال حاصل نہ تھا بلکہ شعر، ادب، تاریخ، طب، سلسلہ انساب اور ستاروں کے علم میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔ فقیہ مدینہ سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ جن کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے لوگ دور دراز

سے آیا کرتے تھے، فرماتے ہیں:

''میں نے فقہ، طب اور شعر و شاعری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔''

مسند عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے احاطۂ علم میں کتنا عظیم ذخیرہ موجود تھا بلکہ قوموں کے حوادث، تاریخ کی مشکلات، شرعی احکام کی باریکیوں اور عبادات کی نزاکتوں کے بارے میں کتنی گہری اور زیادہ معلومات تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پڑھنا بہت اچھا جانتی تھیں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت محدود تعداد اس وصف سے آراستہ تھی۔ اس دور میں جسے پڑھنا اور لکھنا آتا تھا اسے کامل تصور کیا جاتا تھا۔ اور اسی نام سے اسے پکارا جاتا تھا۔ ہم عدل و انصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات روئے زمین پر علم کی اشاعت، دین کے پھیلاؤ، حدیث کی روایت، عام مسلمانوں کے لیے، طالب علموں کے لیے اور دین کا پرچار کرنے والوں کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشہ چین تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مقدار میں عمدہ اور مبارک علم کو روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کو یہ سعادت بھی حاصل تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر ایمان لائیں۔ اسے زبانی یاد کیا۔ اسے اپنے لیے بابرکت جانا اور اس سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

یہ تمام صحابہ کرام سے حدیث حفظ کرنے اور فتویٰ دینے کے اعتبار سے بڑھ کر تھیں۔ واہ سبحان اللہ! کیا شان تھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی تذکرہ اسی پر بس نہیں ہو جاتا بلکہ انھوں نے اپنے اباجان کے علاوہ سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا سعد بن ابی وقاص، اور سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی اور اسی طرح خواتین میں سیدہ فاطمۃ الزہراء اور سیدہ جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات طیبات رضی اللہ عنہن نے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

جلیل القدر تابعین عروہ بن زبیر، عامر الشعبی، عطا بن ابی رباح، مسروق بن اجدع اور سعید بن مسیب رحمہم اللہ کے علاوہ کثیر تعداد میں تابعین عظام نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ [1] ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جلیل القدر تابعیات نے بھی کثیر تعداد میں حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ صحابہ اور تابعین کے دور کی عظیم المرتبت خواتین نے سچائی کی خوگر، خواتین کی سردار، خانہ نبوی کی رونق اور دنیا بھر کی عالمہ، فاضلہ، حافظہ، فرمانبردار، نیک، عبادت گزار اور روزے دار خواتین کی سردار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علمی استفادہ بھی کیا اور ان سے حدیث روایت کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

دور نبوی اور دور تابعین میں علم کی مختلف اصناف خصوصاً حدیث کے روایت کرنے میں نیز علم اور تعلیم کے میدان میں خواتین نے بہت نمایاں کردار ادا کیا۔

اب ہم بعض ان عالم، فاضل اور فقیہ خواتین کے نام لیتے ہیں جنھوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا اور علمی میدان میں انھوں نے بڑے گہرے اور ایسے نمایاں اثرات چھوڑے جو اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ ان خوش نصیب خواتین کے نام درج ذیل ہیں:

1. زینب بنت ابی سلمہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا، یہ بڑی مشہور و معروف صحابیہ ہیں۔
2. ام الحسن بصریہ۔
3. حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔
4. صفیہ بنت ابی عبید۔
5. عائشہ بنت طلحہ تیمیہ۔
6. عمرہ بنت عبدالرحمٰن۔
7. معاذہ عدویہ۔
8. ام کلثوم بنت ابی بکر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باپ کی جانب سے ہمشیرہ تھیں۔
9. نہیہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کنیز۔
10. جسرہ بنت دجاجہ۔
11. ذِفرہ بنت غالب۔
12. زینب بنت نصر۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۳۵، ۱۳۹) تهذیب التهذیب (۱۲/ ۴۳۳، ۴۳۶) اسد الغابة (۶/ ۱۲)۔

⑬ زینب سہمیہ۔

⑭ سمیہ بصریہ۔

⑮ شمیسہ عتکیہ۔

⑯ صفیہ بنت شیبہ۔

اور دیگر بہت سی خواتین

اللہ ان سب پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ آمین

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کس قدر وسیع پیمانے پر علم کی نشر و اشاعت کی جسے دیکھ کر تابعی علماء وفقہاء بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ واقعی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن وحدیث کا وافر حصہ عطا کیا ہوا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۲۲۱۰ دس احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دور نبوی کی کوئی خاتون ایسی نہیں جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی ہو۔ اس میدان میں یہ سب خواتین میں ممتاز مقام پر فائز دکھائی دیتی ہیں۔ ان کا شمار ان سات صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنھوں نے ایک ہزار سے زیادہ احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی اور وہ خوش نصیب سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درج ذیل ہیں:

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

② سیدنا عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

④ سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما۔

⑤ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

⑥ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما۔

⑦ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جن کا اصل نام سعد بن مالک تھا۔

ایک شاعر نے مندرجہ بالا حفاظ حدیث کو اپنے اشعار میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

سَبْعٌ مِنَ الصَّحْبِ فَوْقَ اَلْف قَدْ نَقَلُوا
مِنَ الْحَدِيْثِ عَنِ الْمُخْتَارِ خَيْرِ مُضَرُ

أَبُوهُرَيْرَةَ سَعْدٌ جَابِرٌ أَنَسٌ
صِدِّيقَةٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا ابْنُ عُمَرْ

''سات عدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جنھوں نے مضر قبیلے کے بہترین چشم و چراغ نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سے زیادہ احادیث روایت کیں۔ وہ ہیں: ابوہریرہ، سعد بن مالک، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، سیدہ عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات احادیث کی کتابوں یعنی صحیح، سنن اور مسانید میں بکھری پڑی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک سو چوہتر (۱۷۴) احادیث ایسی مروی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں میں ہیں، چون (۵۴) احادیث صرف بخاری شریف میں ہیں اور انہتر (۶۹) احادیث صرف مسلم شریف میں مذکور ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کے کچھ نمونے پیچھے آپ کی سیرت کے ضمن میں مذکور ہیں۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث میں ہے جسے قاسم بن محمد رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ)) [1]

''جس نے ہمارے اس معاملے یعنی دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہوگی۔''

حدیث کی کتابوں پر ایک نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم و معارف کی بلندی پر فائز تھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونہار شاگرد تھیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ علماء کی معلّمہ، مفسرین کی سردار، محدثین کی استاد اور پوری امت میں سب سے بڑھ کر فقیہ تھیں۔ ان کے معارف و آداب حوالے کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ان سے ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رفعت شان، رائے کے نفاذ اور نور نبوت سے مستفیض

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح رقم الحدیث (۲۶۹۷) صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام رقم الحدیث (۱۷۱۸) سنن ابوداؤد رقم الحدیث (۴۶۰۶)۔ مسند احمد (۶/ ۲۷۰)۔

ہونے والے کلمات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذاتی رفعت کے علاوہ ان کا شمار ان صحابہ کرام کے زمرے میں ہوتا تھا جو کثرت سے فتوے جاری کرتے تھے، جن کی طرف احکام شریعت معلوم کرنے کے لیے رجوع کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ کثرت سے فتوی دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سات تھے:

① ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔
② سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔
③ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔
④ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔
⑤ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔
⑥ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔
⑦ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ [1]

علامہ بلاذری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''انساب الاشراف'' میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

((كَانَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا قَدِ اشْتَغَلَتْ بِالْفَتْوٰى فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَهَلُمَّ جَرًّا اِلٰى اَنْ مَاتَتْ وَكُنْتُ مُلَازِمًا لَهَا)) [2]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں فتویٰ دینے میں مشغول رہیں۔ یہ سلسلہ یونہی جاری رہا، یہاں تک کہ آپ وفات پا گئیں اور میں آپ کی خدمت میں حاضر رہتا۔''

صدیقہ کائنات اور خوشگوار تعریف

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت سے فضائل و مناقب سے آراستہ کیا تھا جن کی وجہ سے سرکردہ علماء، نامور زہاد اور گنے چنے عبادت گزاروں نے آپ کی تعریف و توصیف میں بہت کچھ لکھا اور نامور علماء تو آپ کی تعریف میں ایک دوسرے سے بازی لیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بھلا ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کیوں نہ کریں؟ جب کہ اللہ رب العالمین نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کی تعریف میں آیات

---

[1] الاحکام ابن حزم (۲/ ۸۹)۔
[2] انساب الاشراف (۱/ ۴۱۸)۔

نازل کی ہیں۔ اس سے بڑھ کر بھی بھلا کسی کی کوئی تعریف ہو سکتی ہے۔

بڑے بڑے علماء اور مصنّفین نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے اور انھوں نے بہت کچھ اپنی محفلوں میں بیان کیا ہے۔ تاکہ یہ قیامت تک مؤمن خواتین کے لیے نمونہ ہوں۔ لیکن آپ کی تعریف وتوصیف میں ان کے بھانجے سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ مفتیٔ مدینہ نے نہایت ہی جامع و مانع اسلوب اختیار کیا، فرماتے ہیں:

((صَحِبْتُ عَائِشَةَ فَمَا رَأَيْتُ اَحَدًا قَطُّ كَانَ اَعْلَمَ بِآيَةٍ اُنْزِلَتْ وَلاَ بِفَرِيْضَةٍ وَلاَ بِسُنَّةٍ وَلاَ بِشِعْرٍ وَلاَ اَرْوٰى لَهُ وَلاَ بِيَوْمٍ مِنْ اَيَّامِ الْعَرَبِ وَلاَ بِنَسَبٍ وَلاَ بِكَذَا وَلاَ بِكَذَا وَلاَ بِقَضَاءٍ وَلاَ طِبٍّ، مِنْهَا فَقُلْتُ لَهَا يَا خَالَةُ! الطِّبُّ مِنْ اَيْنَ عُلِّمْتِيهِ؟ فَقَالَتْ كُنْتُ اَمْرَضُ فَيُنْعَتُ لِيَ الشَّيْءُ وَيَمْرَضُ الْمَرِيْضُ فَيُنْعَتُ لَهُ وَاَسْمَعُ النَّاسَ يَنْعَتُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ فَاَحْفَظُهُ)) [1]

"میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحبت میں رہا۔ میں نے کبھی کسی کو کسی آیت، کسی فریضہ، کسی سنت، کسی شعر، کسی لڑائی، کسی حسب ونسب، کسی فیصلے یا طب میں آپ سے بڑا عالم یا روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا: خالہ جان! طب آپ نے کہاں سے سیکھی؟ تو فرمایا: میں بیمار ہو جاتی تو میرے علاج کے لیے کوئی چیز بیان کی جاتی، کوئی اور بیمار ہو جاتا اور اس کے لیے کوئی دوائی بیان کی جاتی اور میں لوگوں سے سنتی کہ بعض بعض کو دوائی کے بارے میں بتاتے ہیں تو میں اسے زبانی یاد کر لیتی۔"

سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے بہت سے علم کے بارے میں کوئی سوال ہی نہیں کیا۔

سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ مزید یہ فرماتے ہیں کہ اگر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو واقعہ افک (بہتان) ہی آپ کی عظمت، جلالت اور رفعت شان کے لیے بہت کافی تھا۔ قرآن مجید میں آپ کے حق میں آیات نازل ہوئیں جو قیامت تک پڑھی

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۸۳) حلیة الاولیاء (۲/ ۴۹) مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۲) نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۴۵)۔

جائیں گی۔ ①

امام مسروق بن اجدع رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کثرت سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا اور ان کے علمی سرچشمے سے سیراب ہوئے۔ امام مسروق سے پوچھا گیا کہ کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میراث کا علم اچھی طرح جانتی تھیں؟ تو امام مسروق نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ میراث کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کرتے تھے۔

وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ ان سے میراث کے بارے میں پوچھتے تھے۔ ②

ابوبردہ بن ابی موسیٰ اپنے باپ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا:

((ما أَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابِ محمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَنْهُ عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا)) ③

''ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی مسئلے میں کوئی مشکل پیش آئی پھر ہم نے اس مسئلے کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ہم نے اس کا علم ان کے پاس پایا۔''

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَوْ جُمِعَ عِلْمُ عَائِشَةَ اِلٰى عِلْمِ جَمِيْعِ النِّسَاءِ لَكَانَ عِلْمُ عَائِشَةَ اَفْضَلَ)) ④

''اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کا تمام عورتوں کے علم سے موازنہ کیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم بڑھ کر ہوگا۔''

---

① اسد الغابة (٦/ ١٩١)۔

② الحاکم فی المستدرك (٤/ ١١) سنن دارمی (٢/ ٣٤٢)۔ ابن سعد (٨/ ٦٦) سیر اعلام النبلاء (٢/ ١٨٢)۔ نساء مبشرات بالجنة (٢/ ٣٩)۔

③ ترمذی رقم الحدیث (٣٨٨٣)۔

④ الحاکم فی المستدرك (٤/ ١١) تاریخ الاسلام للذهبی (عهد معاویةؓ ص ٢٤٧) مجمع الزوائد (٩/ ٢٤٣)

سیدنا عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ ان اکابر تابعین میں سے ہیں جنھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ آپ کی تعریف نہایت ہی جامع و مانع الفاظ میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((كَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَاَحْسَنَ النَّاسِ رَاْيًا فِي الْعَامَّةِ)) ①

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے زیادہ فقیہہ اور عام مسائل میں سب لوگوں سے زیادہ اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دل آویز فضائل ومناقب

کوئی محقق اپنی کتاب میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تمام فضائل ومناقب کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ لیکن ہم حبیب کبریا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب نظر رفیقہ حیات کے چمن کا ایک پھول پیش کرتے ہیں۔ ہم آپ کے چند فضائل ومناقب بیان کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں جو نیلے صاف ستھرے آسمان پر جگمگاتے ہوئے تاروں کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔

دنیا سے بے رغبتی کے لحاظ سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے بڑھ کر زاہدہ تھیں۔ آپ اس خوشحالی کے ہوتے ہوئے بھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نصیب میں کردی تھی دنیا کے ساز وسامان سے بے رغبتی کے اعتبار سے بہت بلند درجے پر فائز تھیں۔

ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں:

((كَانَتْ لِلدُّنْيَا قَالِيَةً ، وَعَنْ سُرُوْرِهَا لَاهِيَةً ، وَعَلٰى فَقْدِ اَلِيْفِهَا بَاكِيَةً)) ②

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہد وتقویٰ کے اتنے زیادہ دلنشیں قصے ہیں کہ کانوں کو سنتے ہوئے اکتاہٹ ہی محسوس نہ ہو، بلکہ یہ قصے اور داستانیں سن کر حوصلے بلند ہوتے ہیں اور اس حقیقی زندگی میسر آنے کی دل میں آرزو پیدا ہوتی ہے جو زندگی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پسند تھی اور وہ ہے آخرت کی زندگی۔ سیدہ عائشہؓ کے دل میں آخرت کی خوشحال زندگی کے حصول کی لگن تھی، تاکہ وہاں مالک وقادر مطلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہو۔

① تاریخ الاسلام للذہبی (عہد معاویۃ بن ابی سفیان ص ۲۴۷) اسد الغابۃ (۶/ ۱۹۱)۔
② حلیۃ الاولیاء (۲/ ۴۴)۔

جب ہم سخاوت کے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہیں اور سخاوت کے سمندر میں داخل ہوتے ہیں تو ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخاوت کے سمندر کی لہر کی مانند پاتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسلسل سخاوت کرتی رہتی تھیں، کبھی اس سے دست کش نہیں ہوتی تھیں۔ سخاوت کے میدان میں وہ اس اونچے درجے تک پہنچ چکی تھیں کہ ہر کسی کی نظریں ان کی طرف اٹھتی تھیں اور ہر کوئی انھیں رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

اس سلسلے میں سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا تَقْسِمُ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَاِنَّهَا لَتَرْقَعُ جَيْبَ دِرْعِهَا)) ①

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ ستر ہزار تقسیم کر رہی ہیں اور خود اپنی قمیص کے گریبان کو پیوند لگا رکھا ہے۔''

سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ اپنی خالہ کے زہد وتقویٰ اور جود وسخا کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایک دفعہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے۔ اللہ کی قسم! شام نہ پڑنے دی کہ وہ سب تقسیم کر دیے۔ آپ کی کنیز نے کہا: کاش! اگر آپ ایک درہم کا ہمارے لیے گوشت خرید لیتیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے غصے کے لہجے میں کہا: اگر تو یہ بات نہ کہتی تو کیا ہوتا، اور اس دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا روزہ تھا۔ وہ اپنی جود وسخا اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے کتنی معزز تھی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ہماری اماں جان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

((كَانَتْ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَكْرَمِ اَهْلِ زَمَانِنَا وَلَهَا فِي السَّخَاءِ اَخْبَارٌ)) ②

''ام المومنین ہمارے زمانے کے سب لوگوں سے زیادہ معزز اور سخی تھیں اور سخاوت کے حوالے سے ان کے بہت سے واقعات ہیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جہاں تک عبادت کا تعلق ہے تو اس کے کیا کہنے! یہ چیز

---

① حلیۃ الاولیاء (۲/ ۴۷)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۹۸)۔

ہی کوئی دوسری تھی۔ چونکہ انھوں نے پاکیزہ اور عزت والے خانہ نبوی میں پرورش پائی اور وہاں بچشم خود نبوت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، وحی کی آیات کا مشاہدہ کیا اس لیے آپ نبی کریم ﷺ کی عبادت اور آپ کے طریقے سے بہت زیادہ متاثر ہوئیں، عبادت گزاری میں وہ رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے لگیں، یہاں تک کہ عبادت کے میدان میں وہ مرجع خلائق بن گئیں۔ وہ رات کو قیام کیا کرتیں اور دن کو روزہ رکھتیں، یہاں تک کہ وہ نماز اور روزے کی محبت میں وارفتہ ہوگئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہر روز روزہ رکھتی تھیں۔ حج اور عمرہ کرنا انھیں بہت پسند تھا۔ اس سلسلے میں بہت سے واقعات ان سے متعلق ہیں۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان ایک اہم دلیل ہے جب کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا عورتوں پر جہاد واجب ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں! ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں لڑائی نہیں ہوتی، اور وہ ہے ''عمرہ'' [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک ایسی عظیم فضیلت ہے جو شاید ہی آپ کی کسی سوکن میں پائی جاتی ہو اور وہ یہ کہ انھیں جبریل علیہ السلام نے سلام کیا۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاعَائِشُ هٰذَا جِبْرِيلُ وَهُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تَرٰى مَالاَ نَرٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل (علیہ السلام) تمھیں سلام کہتے ہیں۔

---

[1] بخاری کتاب الجهاد باب جهاد النساء، ح (۲۸۷۶) مسند احمد (۶/ ۶۷، ۶۸) ابن خزیمة رقم الحدیث (۳۰۷۴) مسند ابو یعلی رقم الحدیث (۴۵۱۱) ابن حبان (۳۷۰۲) مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث (۸۸۱۱) سنن ابن ماجة رقم الحدیث (۲۹۰۱)۔

[2] بخاری کتاب فضائل الصحابة باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۳۷۶۸) صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۴۷) مسند احمد (۶/ ۸۸) سنن دارمی رقم الحدیث ۲۶۴۱ ابوداؤد رقم الحدیث (۵۲۳۲) ترمذی رقم الحدیث (۲۶۹۳) مسند ابو یعلی رقم الحدیث (۴۷۸۱) ابن حبان رقم الحدیث (۷۰۹۸)۔

آپ نے کہا: انھیں بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو ان پر۔ اے اللہ کے رسول! آپ جو کچھ دیکھتے ہیں ہم نہیں دیکھ پاتے۔"

ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کمال ادبی اسلوب میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

((اَلصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ، الْعَتِيْقَةُ بِنْتُ الْعَتِيْقِ حَبِيْبَةُ الْحَبِيْبِ وَأَلِيْفَةُ الْقَرِيْبِ، سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ الْخَطِيْبِ، الْمُبَرَّأَةُ مِنَ الْعُيُوْبِ، الْمُعَرَّاةُ مِنَ ارْتِيَابِ الْقُلُوْبِ، لِرُؤْيَتِهَا جِبْرِيْلُ رَسُوْلُ عَلَّامِ الْغُيُوْبِ، عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی اللہ عنہا)) ①

"صدیق کی بیٹی صدیقہ، عتیقہ (جہنم سے آزاد) عتیق کی بیٹی، اللہ کے محبوب کی محبوبہ، اللہ کے مقرب کی مقربہ، تمام رسولوں کے سردار، خطیب اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ، جو عیوب سے بری، شکوک قلب سے صاف، جس کے دیکھنے کے لیے اللہ نے جبریل فرشتے کو بھیجا، جسے علام الغیوب ہستی نے اسے دیکھنے کے لیے بھیجا۔ یہی ہیں مومنوں کی ماں امی عائشہ رضی اللہ عنہا۔"

اگر ہم سیدہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب تلاش کرنے لگیں تو ہمارے پاس آپ کے فضائل و مناقب پر مشتمل کتابوں کے انبار لگ جائیں گے، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر ہی ہم اکتفا کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ)) ②

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام خواتین پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام

---

① حلیۃ الاولیاء (۲/ ۴۳)۔

② صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۳۷۷۰)۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عائشة ام المومنین رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۴۶) مسند احمد (۳/ ۱۵۶) طبرانی کبیر (۲۳/ ۱۰۹) مسند ابو یعلی رقم الحدیث (۳۶۷۲) ترمذی رقم الحدیث (۳۸۸۷) سنن ابن ماجة رقم الحدیث (۳۲۸۱) نسائی کبریٰ رقم الحدیث (۶۶۹۲)۔

کھانوں پر ہے۔''

تمام عزتوں سے بڑھ کر جو عزت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نصیب میں آئی وہ یہ ہے کہ آپ کا حجرہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری ٹھکانہ بنا جس کی زیارت کے لیے دور دراز سے لوگ کھچے چلے آتے ہیں اور وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام بھیجتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فضل و شرف پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ انھوں نے ایک دفعہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے حجرے میں تین چاند اتر آئے ہیں تو انھوں نے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو تیرے حجرے میں روئے زمین کے سب سے افضل تین اشخاص دفن ہوں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرے میں دفن کیا گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایک چاند ہے جو تو نے اپنے خواب میں دیکھا اور یہ سب سے بہتر ہے۔ پھر دوسرے چاند کو وہاں دفن کیا گیا۔ یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خود تھے۔ پھر تیسرے چاند کو اس حجرے میں دفن کیا گیا اور وہ تھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، اور ان کے دفن ہونے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خواب کی تعبیر مکمل ہوئی۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

صدیقہ کائنات اور ادب

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے علم، زہد اور تقویٰ کے آسمان پر بہت بلند مقام حاصل کیا اور فصاحت و بلاغت کے میدان میں وہ بلند مقام حاصل کیا کہ دور نبوت یا اس کے بعد آنے والے دور میں کوئی خاتون وہ مقام حاصل نہ کر سکی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اعلیٰ وارفع اور احسن واکمل فصاحت و بلاغت کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ گواہی دیتے ہیں:

((وَلَهَا حَظٌّ وَافِرٌ مِنَ الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ مَعَ مَالَهَا مِنَ الْمَنَاقِبِ رضی اللہ عنہا))

''فضائل و مناقب کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت میں ان کو وافر حصہ ملا تھا۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بنیادی طور پر فصاحت و بلاغت کی شُدبُد تو اپنے والد گرامی کے گھر حاصل کی کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فصاحت و بلاغت،

حسب ونسب اور تاریخی واقعات کے لحاظ سے بڑی مہارت رکھتے تھے اور وہ اس حوالے سے بڑے مشہور و معروف تھے۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے گھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے میں منتقل ہو گئیں اور آپ کی آنکھوں کے سامنے پروان چڑھیں۔ آپ ہی سے ادب میں مہارت حاصل کرنے لگیں اور قرآنی بیان کے سرچشموں پر وارد ہو کر ان سے سیراب ہونے لگیں اور فصاحت و بلاغت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ ان کی باتیں نور نبوت سے بکھرتی ہوئی کرنیں معلوم ہوئیں، سننے والا ان کا کلام سنتے ہی انگشت بدنداں رہ جاتا۔ ان کا اسلوب بیان ایسا فصیحانہ و بلیغانہ ہوتا کہ سننے والے پر جادو طاری ہو جاتا۔

جہاں تک واقعہ افک کا تعلق ہے تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس انداز میں اس کی روئیداد بیان کی وہ ایک ادب پارے کی حیثیت اختیار کر گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت تو ضرب المثل کی حد کو پہنچ گئی۔ سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

((وَاللّٰهِ مَاسَمِعْتُ قَطُّ اَبْلَغَ مِنْ عَائِشَةَ)) [1]

''اللہ کی قسم! میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح و بلیغ کلام کرتے ہوئے نہیں سنا۔''

موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَارَاَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ)) [2]

''میں نے کسی کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر فصیح کلام کرتے نہیں دیکھا۔''

احنف بن قیس۔ آپ کیا جانیں کہ احنف بن قیس کون ہیں؟

یہ عرب کے مشہور و معروف فصیح و بلیغ خطیب ہیں جن کی فصاحت و بلاغت اور حلم و بردباری کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((سَمِعْتُ خُطْبَةَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ وَالْخُلَفَاءِ بَعْدَهُمْ فَمَا سَمِعْتُ الْكَلَامَ مِنْ فَمِ مَخْلُوْقٍ اَفْخَمَ وَلَا اَحْسَنَ

---

[1] تاریخ الاسلام للذھبی (عھد معاویة ص ۳۴۹)

[2] بھجة المجالس للقرطبی (۲/ ۳۴۹)۔

مِنهُ مِنْ فِي عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا)) ①

''میں نے ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے خلفاء کے خطبے سنے۔ میں نے اللہ کی مخلوق کے منہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر فصیح و بلیغ کلام نہیں سنا۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زبانی اشعار یاد ہونے کے حوالے سے بھی ایک اعزاز حاصل تھا۔ سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((رُبَّمَا رَوَتْ عَائِشَةُ الْقَصِيدَةَ سِتِّينَ بَيْتًا أَوْ أَكْثَرَ)) ②

''بسا اوقات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ اشعار پر مشتمل قصیدہ زبانی بیان کر دیا کرتی تھیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس حوالے سے اپنے بارے میں بیان فرماتی ہیں:

((رَوَيْتُ لِلَبِيدِ بْنِ رَبِيعَةَ نَحْوًا مِّنْ أَلْفِ بَيْتٍ))

''میں نے لبید بن ربیعہ کے تقریباً ایک ہزار اشعار بیان کیے ہیں۔''

لبید ان مشہور و معروف شعراء میں سے ایک ہیں جنھوں نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ دیکھا اور یہ ان فصیح و بلیغ شعراء میں سے ہیں جنھوں نے دنیا کو متاثر کیا۔ اسی لیے جلیل القدر اور ثقہ تابعی امام عامر شعبی رحمہ اللہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم و فضل اور فقہی معلومات پر تعجب کرتے ہوئے ان کا ذکر خیر کرتے اور پھر جب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنی بات ختم کر لیتے تو آخر میں کہتے:

((مَا ظَنُّكُمْ بِأَدَبِ النُّبُوَّةِ))

''تو تمھارا ادب نبوت کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بچوں کو تلقین کرنے کے حوالے سے بڑی گہری نظر تھی۔ وہ بچوں کو علم، ادب اور شعر کے میدان میں پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا چاہتی تھیں۔ وہ ہمیشہ بچوں کو

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۹۱) حاکم فی المستدرك (۴/ ۱۱)۔
② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۸۳)۔
مستدرك حاكم رقم الحديث (۶۷۹۲)۔
طبقات ابن سعد (۸/ ۷۲، ۷۳)۔

شعر و شاعری کی تعلیم دینے کی وصیت کیا کرتی تھیں۔ کیونکہ اس سے بچے کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور ان کی گفتگو میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ وہ فرمایا کرتی تھیں:

((رَوُّوا اَوْلَادَکُمُ الشِّعْرَ تَعْذُبُ اَلْسِنَتُهُمْ))

"اپنے بچوں کو شعر سے سیراب کرو، اس سے ان کی زبانوں میں مٹھاس پیدا ہو گی۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو شعر کے حوالے سے بڑا ملکہ و مقام حاصل تھا۔ کوئی حادثہ یا واقعہ پیش آتا تو آپ اس کی مناسبت سے شعر کہہ دیتیں۔

سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا کَانَ یَنْزِلُ لِعَائِشَةَ شَیْءٌ اِلَّا اَنْشَدَتْ فِیْهِ شِعْرًا)) ①

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی چیز درپیش آتی تو آپ اس حوالے سے شعر پڑھ دیتیں۔"

شاید ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فصاحت و بلاغت میں یہ ادبی و علمی مقام ان عرب وفود سے خطبے اور اشعار سن کر میسر آیا ہو جو وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے خاص اسلوب میں بیان کرتے تھے۔ عرب وفود ہر جگہ سے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ آپ ان کی باتیں غور سے سنا کرتی تھیں اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور خطبے بتایا کرتی تھیں۔ اس طرح ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ جب امیر المومنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اپنے زمانے کے سب سے بڑے فصیح و بلیغ آدمی زیاد سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت کے بارے میں پوچھا تو اس نے برملا کہا کہ اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں تو یہ کہوں گا کہ ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سب لوگوں سے بڑھ کر فصیح و بلیغ ہیں۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا فَتَحَتْ بَابًا تُرِیْدُ اَنْ تُغْلِقَهٗ اِلَّا اَغْلَقَتْهُ وَلَا اَغْلَقَتْ بَابًا تُرِیْدُ اَنْ تَفْتَحَهٗ اِلَّا فَتَحَتْهُ)) ②

---

① بهجة المجالس (١/ ٣٧)۔

② صفة الصفوة (٢/ ٣٦)۔

"اللہ کی قسم! کوئی کھلا ہوا دروازہ انھوں نے بند کرنا چاہا تو بند کر دیا اور کوئی بند دروازہ کھولنا چاہا تو اسے کھول دیا۔"

حقیقت یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فصاحت و بلاغت کے حوالے سے قادر الکلام، زبردست فصیح و بلیغ اور جلیل القدر خاتون تھیں۔ عمدہ و دلنشیں اسلوب میں بات کرنے کا سلیقہ ان میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ ان کی گفتگو انتہاء درجے کی نفاست سلاست اور حلاوت سے آراستہ ہوتی۔ ان کی گفتگو میں ہلکا پن قطعاً نہیں پایا جاتا تھا، بلکہ کسی کی غلط بات سن کر یہ جز بز ہو جایا کرتی تھیں اور سختی سے اس کا مؤاخذہ کرتیں اور ایسی گفتگو کرنے والے کو فصاحت و بلاغت کے سیدھے راستے پر گامزن کر دیتیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے زریں اصول

جب ہم ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال زریں کی طرف دیکھتے ہیں تو وہ ایسے جادو بیانی کے اسلوب میں ڈھلے ہوئے نظر آتے ہیں کہ انھیں سنتے ہی دلوں پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ ادبی صلاحیت دراصل قرآن مجید کے دستر خوان سے حاصل ہوئی جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں اور نہ اس کے صاف ستھرے چشمے کبھی خشک ہوں گے۔

اس لیے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال زریں نہایت شستہ اور دلنشیں ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:

((لِلّٰهِ دَرُّ التَّقْوٰى مَا تَرَكَتْ لِذِي غَيْظٍ شِفَاءً)) [1]

"اللہ بھلا کرے تقویٰ کا جس نے غیظ و غضب والے کے لیے کوئی شفاء نہ چھوڑی۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول حکمت، ادب اور حسن نظر پر مشتمل کلمات ملاحظہ کریں: فرماتی ہیں:

((لَا سَهَرَ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ مُصَلٍّ اَوْ عَرُوْسٍ اَوْ مُسَافِرٍ)) [2]

"تین راتوں کو جاگنے والے اشخاص صرف تین ہیں: نمازی، نئی شادی والا یا مسافر۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار کی مدح میں ایسی کمال کی بات کہی کہ دل باغ باغ ہو گیا۔ وہ

---

[1] عیون الاخبار (۱/ ۱۴۱)۔ [2] عیون الاخبار (۱/ ۱۴۱)۔

ان خوش نصیب انصار کی مدح سرائی کرتی ہیں جو اپنی ضرورت کو پس پشت ڈال کر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ سنیے! ان کے بارے میں انھوں نے کیا فرمایا:

((مَا تُبَالِي الْمَرْءَةُ اِذَا نَزَلَتْ بَيْنَ بَيْتَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ صَالِحَيْنِ اِلَّا تَنْزِلُ مِنْ اَبَوَيْهَا)) ①

''جب بھی کوئی عورت جو نیک انصاری گھرانوں میں اترتی ہے، یعنی بیاہ کر آتی ہے، تو وہ ان کو والدین اور وہ اسے بیٹی ہی سمجھتے ہیں۔''

رزق کی تلاش کے بارے میں وہ ایسا قول زریں بیان کرتی ہیں جو اپنی شیرینی میں جواب نہیں رکھتا۔ فرماتی ہیں:

((اِلْتَمِسُوا الرِّزْقَ فِيْ خَبَايَا الْاَرْضِ)) ②

''زمین کے کونوں میں رزق تلاش کرو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مریل شخص کو دیکھا جو اپنے زہد وتقویٰ کی نمائش کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟

آپ کو بتایا گیا کہ یہ زاہد یعنی صوفی منش آدمی ہے تو آپ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

((قَدْ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ زَاهِدًا وَكَانَ اِذَا قَالَ اَسْمَعَ وَاِذَا مَشٰى اَسْرَعَ وَاِذَا ضَرَبَ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ اَوْجَعَ)) ③

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ زاہد تھے، جب وہ کوئی بات کہتے تو اسے سناتے یعنی زور سے کہتے، جب وہ چلتے تو تیز رفتاری سے چلتے اور جب کسی کو اللہ کے حکم کے مطابق مارتے تو اسے خوب درد پہنچاتے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زاہدوں کے سردار تھے۔ جب ان کا حال یہ تھا تو یہ شخص کس باغ کی مولی ہے کہ یہ اپنے زہد وتقویٰ کی نمائش مریل انداز میں کر رہا ہے۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

① الزهد للامام احمد (ص۲۰۶)۔ عيون الاخبار (۳/ ۲۳) صفة الصفوة (۲/ ۳۲)۔
② نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۴۷)۔
③ نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۴۷)۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب لوگوں کو نصیحت کرنا چاہتیں تو نہایت عمدہ اور دلکش اسلوب بیان اختیار کرتیں۔

اس حوالے سے آپ کا ایک قول زریں ملاحظہ ہو۔ جس میں اطاعت اختیار کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کی نہایت خوبصورت انداز میں تلقین کی گئی ہے۔ فرماتی ہیں:

((اِنَّكُمْ لَنْ تَلْقَوُا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِشَيْءٍ خَيْرٍ لَكُمْ مِنْ قِلَّةِ الذُّنُوْبِ فَمَنْ سَرَّهُ اَنْ يَسْبِقَ الدَّائِبَ الْمُجْتَهِدَ فَلْيَكُفَّ نَفْسَهُ عَنْ كَثْرَةِ الذُّنُوْبِ)) ①

''قلت گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ جس کے ساتھ تم اللہ سے ملاقات کرو، جو شخص مسلسل محنت سے عبادت کرنے والے شخص سے سبقت چاہتا ہے اسے چاہیے کہ کثرت گناہ سے خود کو بچالے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا درج ذیل قول زریں تو آپ کی کمال درجے کی دین داری، تقویٰ اور حقوق اللہ کی معرفت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتی تھیں:

((مَنْ عَمِلَ بِمَا يُسْخِطُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَادَ حَامِدُهُ مِنَ النَّاسِ لَهُ ذَامًّا))

''جو ایسا عمل کرتا ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے تو لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والا اس کی مذمت کرنے لگے گا۔''

ہاں! یہ بات برحق ہے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوگی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو زیادہ احسان کرنے پر انگیخت کیا کرتی تھیں اور شکوک وشبہات، الزام تراشی، شہرت طلبی اور باتونی بننے سے اجتناب کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آدمی برا کب ہوتا ہے؟

تو آپ نے جواب دیا کہ جب وہ اپنے آپ کو نیک خیال کرنے لگے۔

یہ تھے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول چند اقوال زریں جو امہات الکتب کے حوالے سے آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں۔ اب ہم آپ کے چند اور دلنشیں اقوال پر

① وفیات الاعیان (۳/ ۱٦)۔

بات کو ختم کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:

((یَابُنَیَّ لَا تَطْلُبُوْا مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ غَیْرِ عِنْدِ اللّٰهِ بِمَا یُسْخِطُ اللّٰهَ))

''میرے بیٹو! جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ غیر اللہ سے نہ مانگو، اس طریقے سے جو اللہ کو ناراض کر دے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حسن اخلاق کی دس علامتیں ہیں جو اسے نصیب ہوتی ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو اور اس پر خاص نظر کرم ہو۔ اللہ یہ صفات اسے دیتا ہے جس کو محبوب جانتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ علامتیں باپ میں نہ ہوں لیکن بیٹے میں پیدا ہو جائیں۔ آقا میں نہ ہوں اور غلام میں پیدا ہو جائیں۔ یہ تو اسے ملتی ہیں جس کے نصیب اچھے ہوتے ہیں، اور وہ ترتیب وار یہ ہیں:

① سچ ② لوگوں سے نرم برتاؤ ③ صلہ رحمی ④ امانت کی حفاظت ⑤ پڑوسی سے نرم برتاؤ ⑥ سائل کو خالی نہ موڑنا ⑦ انعام دینا ⑧ مہمان نوازی ⑨ وعدہ وفائی اور ⑩ ان سب کی بنیاد ہے حیاء۔[1]

خوش اخلاقی کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ زریں قول ملاحظہ ہو، آپ فرماتی ہیں:

((رَأْسُ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ الْحَیَاءُ))[2]

''حیاء خوش اخلاقی کا سردار ہے۔''

الفت اور محبت کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول زریں بھی ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتی ہیں:

((جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا وَبُغْضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْهَا))

''جس نے احسان کیا ہو دل اس کی طرف کھنچتے ہیں اور جس نے برا سلوک کیا ہو دل اس سے نفرت کرتے ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دلنشیں اقوال میں سے ایک یہ قول بھی ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتی ہیں:

((اِنَّ لِلّٰهِ خَلْقًا قُلُوْبُهُمْ کَقُلُوْبِ الطَّیْرِ کُلَّمَا خَفَقَتِ الرِّیْحُ خَفَقَتْ

---

① بهجة المجالس (۱/ ٦٠١، ٦٠٢)۔

② بهجة المجالس (۱/ ٥٩٢)۔

مَعَهَا فَأُفٍّ لِلْجُبَنَاءِ فَأُفٍّ لِلْجُبَنَاءِ))

''اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح ہیں، جب ہوا نرم پڑے تو وہ بھی ساتھ ہی مائل ہو جاتے ہیں۔ افسوس بزدلوں پر! افسوس بزدلوں پر!''

سچی اطاعت کے حوالے سے آپ فرماتی ہیں:

((مَنْ اَرْضَى اللّٰهَ بِاِسْخَاطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ اَرْضَى النَّاسَ بِاِسْخَاطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ))

''جس نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کر لیا اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کیا اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک معرفت سے لبریز دل آویز اور دلربا قول یہ بھی ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتی ہیں:

((كُلُّ شَرَفٍ دُونَهُ لَوْمٌ فَاللَّوْمُ اَوْلٰى بِهٖ وَكُلُّ لُؤْمٍ دُونَهُ شَرَفٌ فَالشَّرَفُ اَوْلٰى بِهٖ))

''ہر شرف جس کے پیچھے ملامت ہو تو ملامت بہتر ہے اور ہر ملامت جس کے پیچھے شرف ہو تو اس کے لیے شرف بہتر ہے۔''

صدیقہ کائنات اور حوّا کی بیٹیاں

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہر طبقے کی عورت کے لیے ان کا حصہ دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے ہر مفید دروازے پر دستک دی اور انوکھا و نرالا انداز اختیار کیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہر عورت کے لیے راہنمائی ملتی ہے۔ دوشیزاؤں، شادی شدہ عورتوں بلکہ ہر عمر کی عورتوں کے لیے ان کی زندگی مشعل راہ ہے۔ یہ صورت حال اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دلی طور پر یہ چاہتی ہیں کہ عورت زندگی کی دوڑ میں ہر خیر و برکت کے کام کی چابی ہو اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے حوالے سے مرد کی مددگار ہو، تا کہ مرد و زن دونوں اس جنت میں پہنچ جانے میں کامیاب ہوں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے لیے کیا ہے۔

ہم ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس حوالے سے دیکھتے ہیں تو وہ پہلے مردوں کو اپنے لیے رفیقہ حیات منتخب کرنے کے لیے حسن انتخاب کی نصیحت کرتی ہیں کہ شادی سے پہلے خوب اچھی طرح جانچ پڑتال کر لینی چاہیے کہ بیوی ایسی ہو جو ہر اعتبار سے اس کے لیے بہتر ہو۔ اسی طرح آپ والدین کو یہ نصیحت کرتی ہیں کہ اپنی بیٹی کے لیے ایک ایسے خاوند کو تلاش کریں جو شریف الطبع اور وفادار ہو۔ اور ہر لحاظ سے بیٹی کا ہم پلہ ہو۔ اس حوالے سے آپ فرماتی ہیں:

((اَلنِّكَاحُ رِقٌّ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ عِندَ مَنْ يُرِقُّ كَرِيْمَتَهٗ))

''نکاح ایک بندھن ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو خوب اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے کہ اپنی عزیز بچی کو کس کے ساتھ باندھ رہا ہے۔''

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والدین کو یہ وصیت کرتی ہیں کہ چھوٹی بچیوں کے احساسات اور ذوق کا خیال رکھا کریں۔ اس حوالے سے وہ ارشاد فرماتی ہیں:

((اُقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الَّتِیْ تَسْمَعُ اللَّهْوَ))

''چھوٹی عمر کی بچی کی دلچسپی کا لحاظ کرو اور اندازہ لگایا کرو جو کھیل کود میں دلچسپی رکھتی ہے۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شادی شدہ خواتین کو نصیحت کرتی ہیں کہ وہ اپنے خاوندوں کے لیے زیب و زینت اختیار کرنے کا اہتمام کیا کریں کیونکہ یہ چیز ان کو گرویدہ بناتی ہے۔

آپ ایک خاتون کو نصیحت کرتی ہیں:

((اِنْ كَانَ لَكِ زَوْجٌ فَاسْتَطَعْتِ اَنْ تَنْزِعِیْ مَقْلَتَيْكِ فَتَصْنَعِيْنَهَا اَحْسَنَ مِمَّا هُمَا فَافْعَلِیْ)) [1]

''اگر تیرا خاوند ہے اور تو اس پر استطاعت رکھتی ہو کہ اپنی آنکھوں کو بہت بہتر اور خوبصورت بنا کر اس کے سامنے پیش کرے تو ضرور ایسا کر۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شادی شدہ خواتین کو اپنے خاوندوں کے دلوں میں گھر کرنے کے لیے مختلف قسم کی خوشبو لگانے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔

ایک خاتون آپ کے پاس اکثر و بیشتر آیا کرتی تھی۔ اس نے آپ سے مہندی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے دلکش انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۷۰، ۷۱) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۸۸)۔

((شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ))

"اچھا پودا ہے اور پاکیزہ پانی ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یونہی خواتین کو صرف نصیحتیں کرتی ہی نہیں رہتی تھیں وہ بذات خود بھی نیک خواتین کے لیے بہترین نمونہ تھیں جس کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

((اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ اِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَاِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ))

"دنیا ایک ساز و سامان ہے اور اس کا بہترین ساز و سامان نیک عورت ہے۔ اگر خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور اگر وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اگر اس سے غیر حاضر ہو تو وہ اپنی ذات اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاوند اور بیوی کے درمیان دائمی محبت و الفت پیدا کرنے کی خواہاں تھیں۔ اس لیے وہ حوا کی بیٹیوں کو پکارا کرتیں کہ اپنے گھروں میں باہمی محبت و الفت کا ماحول پیدا کرو۔ خاوند اور بیوی کے درمیان دائمی محبت و الفت گھر کو جنت نظیر بنا دیتی ہے۔ اس میدان میں وہ یہ ارشاد فرماتی ہیں:

((اَمِيْطِيْ عَنْكِ الْاَذٰى وَتَصَنَّعِيْ لِزَوْجِكِ كَمَا تَصَنَّعِيْنَ لِلزِّيَارَةِ وَاِذَا اَمَرَكِ فَلْتُطِيْعِيْهِ وَاِذَا اَقْسَمَ عَلَيْكِ فَابَرِّيْهِ وَلَا تَاْذِنِيْ فِيْ بَيْتِهٖ لِمَنْ يَكْرَهُ)) [1]

"اپنے سے میل کچیل کو دور رکھ اور اپنے خاوند کے لیے اسی طرح بناؤ سنگھار کیا کر جس طرح تو کسی تقریب میں جانے کے لیے کیا کرتی ہے۔ جب وہ تجھے کوئی حکم دے تو اس کا کہا مان۔ جب وہ تجھ پر قسم کھائے تو اس کی لاج رکھتے ہوئے قسم کو پورا کر دے اور اس کے گھر میں کسی ایسے شخص کو داخل ہونے کی اجازت نہ دے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کسی عورت کے بے کار بیٹھے رہنے کے حق میں نہیں تھیں

[1] مصنف عبدالرزاق (۳/ ۱۴۶)۔

بلکہ وہ عورتوں کو ایسے کاموں میں جتے رہنے کی تلقین کرتی تھیں جو کام ان کے لیے خیر و برکت اور خوش حالی کا پیش خیمہ بنیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خواتین کو ایسے کاموں کا اہتمام کرنے کی طرف توجہ دلایا کرتی تھیں جو زندگی کی مشکلات پر قابو پانے کے لیے خاوند کے معاون ہوں۔ آپ فرماتی ہیں:

اے خواتین کی جماعت! تم اس انعام سے خوش ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ان خدمات کے عوض تیار کر رکھا ہے جو تم نے دنیا میں اپنے خاوندوں کی خدمت گزاری اور اپنی اولاد کی پرورش کے حوالے سے سرانجام دیں۔ تم نے دنیا میں بے چارگی کی زندگی بسر کی لیکن تمھیں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان خدمات کے صلے میں اللہ تعالیٰ تمارے تمام صغیرہ گناہوں کو بخش دے گا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ خواتین میں افضل کون ہے؟

تو انھوں نے یہ جواب دیا:

((هِيَ الَّتِي لاَ تَعْرِفُ عَيْبَ الْمَقَالِ: وَلاَ تَهْتَدِي بِمَكْرِ الرِّجَالِ فَارِغَةُ الْقَلْبِ اِلَّا مِنَ لِزَّيْنَةِ لِبَعْلِهَا وَالِابْقَاءِ فِي الصِّيَانَةِ عَلٰى اَهْلِهَا))

''وہ عورت جو بات کے عیب کو نہ جانتی ہو اور مردوں کی چال نہ چلتی ہو، جس کا دل خاوند کے لیے زیب و زینت کے علاوہ بالکل فارغ ہو اور اپنے خاندان کی حفاظت کو باقی رکھنے والی ہو۔''

صدیقہ کائنات اور سفر آخرت

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد تقریباً نصف صدی تک زندہ رہیں اور آپ نے اس دوران میں دنیا کو علم، دین، ادب اور معرفت سے مالا مال کر دیا۔ ان کا حجرہ علم کا قصد کرنے والوں اور فقہ و معرفت کے متوالوں کے لیے قبلے کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ وہ علم و عرفان کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تا کہ وہ اس صاف و شفاف چشمے سے اپنی علمی پیاس بجھا سکیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم اور دین کا انسائیکلو پیڈیا تھیں، ہر اس شخص کے لیے جو علم و عرفان کی دولت حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔ امت کے خواص اور عوام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے محتاج تھے۔ یہ حیران و پریشان کی رہنمائی کرتیں۔ جاہل کو علم سے بہرہ ور کرتیں، طالب علم کو فضائل اختیار کرنے کے لیے ارشاد فرماتیں۔ عالم کو علمی مسائل سلجھانے کے لیے سہارا دیتیں۔ اصحاب فضل میں مزید فضائل کے بیج بوتیں۔ مختلف طبقات کے لوگ، حکمران اور عوام الناس یکساں طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علمی فیض حاصل کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔ لوگ ان کے حجرے کی زیارت کے لیے دور دراز سے آتے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مشتاقین کا مقصود، محبین کا مرکز نگاہ، عارفین کا گہوارہ، مؤمنین کی امیدوں کا محور اور مخلص لوگوں کا ملجا و ماویٰ بن گیا تھا۔

۵۸ھ کے ماہ رمضان میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں اور انھوں نے وصیت کی کہ انھیں امہات المومنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ ماہ رمضان کی سترہ تاریخ منگل کی رات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور ان کی پاکیزہ روح نے راضی خوشی اپنے رب کی طرف پرواز کی۔ جب ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی وفات کا سنا تو انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غم میں روتے ہوئے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَّا اَبَاهَا))

''اللہ کی قسم! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھیں، سوائے ان کے باپ کے۔''[1]

اسی رات نماز عشاء کے وتر پڑھنے کے بعد انھیں دفن کر دیا گیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر چھیاسٹھ برس تھی۔[2] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ مدینہ منورہ اور اردگرد کے رہنے والے جنازے میں شریک ہوئے۔ جنازے میں اتنی بھیڑ تھی کہ اس سے پہلے اتنی تعداد میں لوگ کبھی دیکھے نہیں گئے تھے۔

یہ تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قبر میں پانچ محرم افراد اترے۔ جن میں

---

[1] نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۵۰)۔

[2] طبقات ابن سعد (۸/ ۷۶)۔

سے ذیل کے نام پیش خدمت ہیں:

① عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر (عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے کے بیٹے)

② عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر (عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ (یا انیس) سال تھی۔ [1] جنت البقیع کے قبرستان میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسد خاکی سپرد خاک کیا گیا۔ جو دنیا بھر کی خواتین میں فضل وشرف، علم وعرفان اور سخاوت کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھیں۔

الوداع کہنے سے پہلے میں ان لوگوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے، وہ یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور نہ ہی یہ ہمارے بس میں ہے کہ ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرسکیں۔ ہم نے تو یہاں ان کے چند خاص علمی اور ادبی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ جو انھوں نے پاکیزہ خانہ نبوی میں اہل بیت کی راہنمائی کے لیے فریضہ سرانجام دیا۔ ہم نے اس کی ایک جھلک دکھلانے کی سعادت حاصل کی ہے اور ان کی ادبی اور معاشرتی حیثیت کو اجاگر کیا ہے تاکہ وہ ہماری خواتین کی راہنمائی کے لیے ایک بہترین نمونہ ہوں۔

میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور امید رکھتا ہوں کہ وہ ہمیں بہتر اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ وہ بہتر کارساز اور مددگار ہے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❁❁❁

---

① اسد الغابة (٦/ ١٩٢)۔
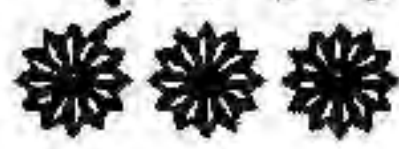
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تفصیلی نسب نامہ
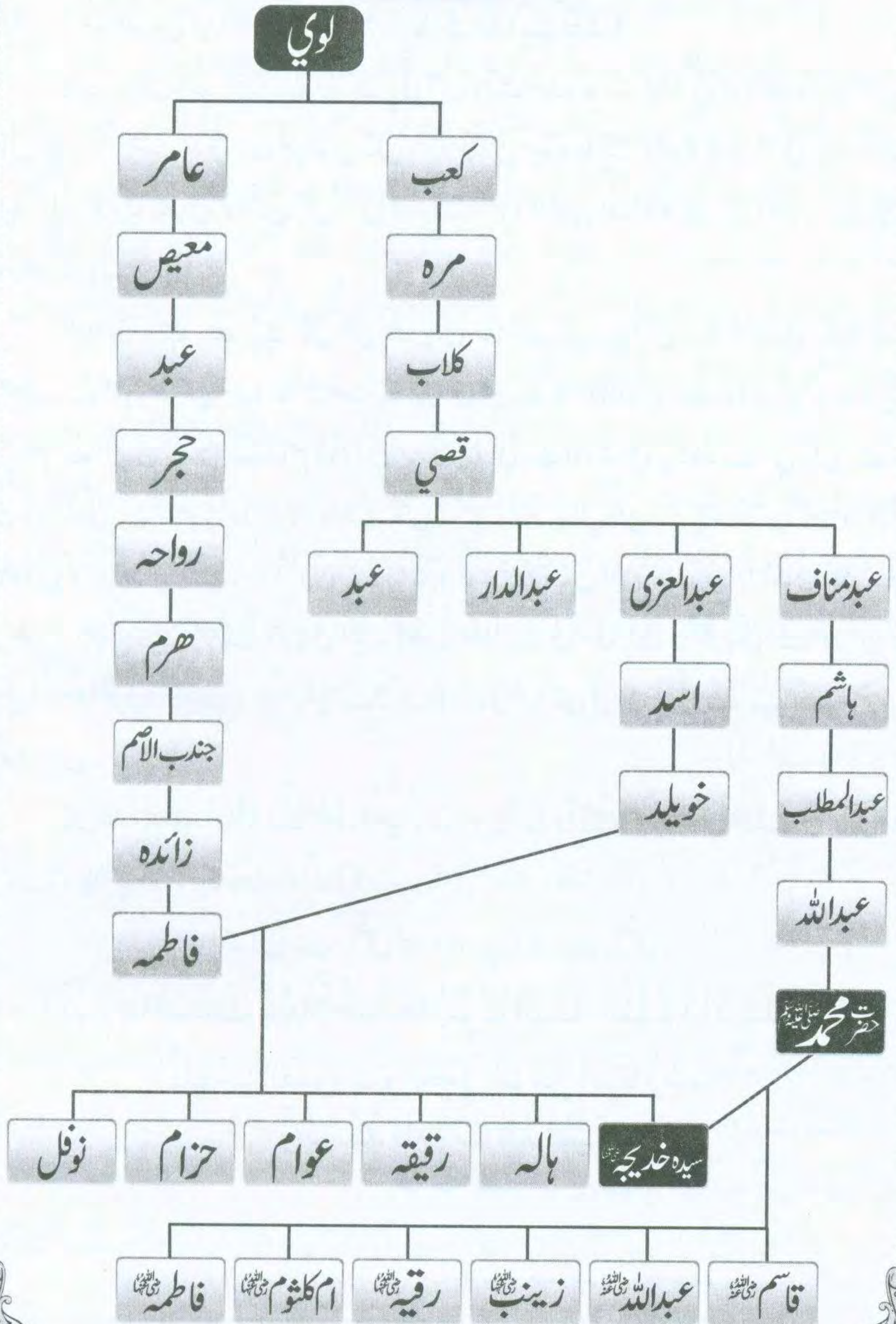
لوی

کعب ← مرہ ← کلاب ← قصی

عامر ← معیص ← عبد ← حجر ← رواحہ ← ہرم ← جندب الاصم ← زائدہ ← فاطمہ

قصی: عبد مناف، عبد العزی، عبد الدار، عبد

عبد مناف ← ہاشم ← عبد المطلب ← عبد اللہ ← حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عبد العزی ← اسد ← خویلد

خویلد + فاطمہ: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، ہالہ، رقیقہ، عوام، حزام، نوفل

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم + سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا: قاسم رضی اللہ عنہ، عبد اللہ رضی اللہ عنہ، زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا

4

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اھل بیت

ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

- بہت زیادہ روزہ رکھنے والی، راتوں کو کثرت سے قیام کرنے والی، متقی پرہیزگار، صاف ستھری اور جنتی خاتون۔
- اتین اہل بیت کے مدرسہ کی ایک ہونہار شاگرد جنہوں نے ٹھ احادیث زبانی یاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔
- یہہ، عالمہ اور دور نبوت کی عالم فاضل خواتین میں سے ایک جلیل القدر خاتون۔
- لکھنا جاننے والی خواتین میں سے ایک قرآن کریم کی نگہداشت رکھنے والی خاتون اور قرآن کریم کے جمع کرنے میں جن کا بہت بڑا حصہ ہے۔
- جن کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔
- ن کی سن ۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

کیا ہم آسمانی برج جوزا کے کان میں یہ بات ڈالنے کی طاقت رکھتے ہیں کہ آج جس جلیل القدر مہمان خاتون کا تذکرہ کرنے لگے ہیں وہ اس اہل بیت کے ہار کی لڑی ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی سے پاک کر دیا ہے۔

وہ مہمان خاتون کون ہیں؟ کہ جن کے ذکر سے ہم اپنی کتاب کو آراستہ کر رہے ہیں اور اپنے کانوں کو ان کی سیرت کی سماعت سے محظوظ کر رہے ہیں اور ان ہستیوں کی سیرت کے تذکرے سے بھی اپنے کانوں میں رس گھول رہے ہیں جو اس عمدہ و یکتا ہار میں پروئی گئیں۔ یہ نبوی ہار آپ کے مبارک گھر کے سائے میں رہا۔

ان کے ذاتی اوصاف وضاحت کے ساتھ بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ ان کا باپ کون تھا؟ یاد رہے، ان کے والد حسب ونسب کے اعتبار سے ہر خاص و عام کے نزدیک مشہور و معروف ہیں۔ ہم میں سے بھلا کون ہے جو ان کو نہیں جانتا؟ ہماری مجلسیں تو ان کے تذکرے سے خوشگوار ہوتی ہیں۔ ان کی صحبت میں چلنے سے تو رفتار میں حسن پیدا ہوتا ہے۔

سنیے! وہ ہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، ہماری آج کی مہمان کے والد گرامی۔ اگر آپ چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی ضیافت کے قابل کہاں ہیں؟ ہم تو ان کی اور اہل بیت کی سیرت کے تذکرے سے اپنی زندگی کے لمحات کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں۔ وہ لمحات کتنے ہی مفید اور دلربا ہوں گے جو ہم جلیل القدر شخصیات کا تذکرہ کرنے میں صرف کریں گے۔

یہ کریمہ بنت کریم اور شریفہ بنت شریف وہ جلیل القدر خاتون ہیں جن کا ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خاص طور پر خاص انداز میں تذکرہ کیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ:

((هِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِيْنِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ)) [1]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۲۷)۔

''یہ وہ ہیں جو ازواج مطہرات میں میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سوکن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعریف یونہی نہیں کر رہیں بلکہ ان کی یہ سوکن ان عظیم المرتبت خواتین میں سے ہے جن کی باتوں کے چرچے زمانے بھر میں ہوئے ہیں۔ اور ان کے فضل و شرف، دین داری، عفت و عصمت اور زہد وتقویٰ سارا زمانہ جانتا ہے۔

حافظ ابونعیم اصفہانی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ دلکش انداز میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((اَلصَّوَّامَةُ ، الْقَوَّامَةُ ، الْمَزْرِيَّةُ بِنَفْسِهَا اللَّوَّامَةِ ، وَارِثَةُ الصَّحِيفَةِ الْجَامِعَةِ لِلْكِتَابِ)) [1]

''بہت روزے رکھنے والی، قیام کرنے والی، خود کو حقیر سمجھنے والی اور ملامت کرنے والی، مصحف قرآن کی وارث بننے والی اور کتاب اللہ کو جمع کرنے والی۔''

کیا بھلا عبادت کے ضمن میں نماز اور قیام سے بھی بلند مرتبہ کوئی اور عبادت ہے؟ ہماری آج کی ان صفحات کی مہمان جلیل القدر میں یہ دونوں صفتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

آج ہم ان خوش نصیب خواتین میں سے ایک کے بارے میں بات کریں گے کہ عنایات الٰہیہ جن کے شامل حال رہیں اور انھیں امہات المومنین میں سے ایک بننے کا اعلیٰ و ارفع مقام حاصل ہوا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:

((حَفْصَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ السِّتْرُ الرَّفِيعُ بِنْتُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَعَنْهُ)) [2]

''ام المومنین بلند پردہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی لخت جگر ہیں۔ اللہ دونوں سے راضی ہو۔''

---

[1] حلیة الاولیاء (۲/ ۵۰)۔

[2] اسد الغابة (٦/ ٦٥، ٦٧) تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۱۱، ۴۱۲)۔ الاصابة (۴/ ۲٦۴) حلیة الاولیاء (۲/ ۵۰) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۲۷، ۲۳۱) نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۲۱۵، ۲۸۲) طبقات ابن سعد (۸/ ۸۱، ۸٦) صفة الصفوة (۲/ ۳۸)۔ الاستیعاب (۴/ ۲٦۸) البداية والنهاية (۸/ ۳۰) سیرة النبوية (۲/ ٦۴۵) مستدرك حاكم (۴/ ۱۴، ۱۵) تقريب التهذيب (۲/ ۵۹۴)۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

الیاس بن مضر بن نزار

مدرکہ	قمعہ (عمیر)
خزیمہ	لحي
کنانہ	عامر
نضر	عمرو
مالک	سعد
فہر	جذیمہ (مصطلق)
غالب	مالک
لؤي	عائذ
کعب	حبیب
مرہ	ابوضرار
کلاب	حارث
قصي	سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
عبدمناف	
ہاشم	
عبدالمطلب	
عبداللہ	
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	

عمرو بن عامر بن لحي (اپنے دادا کی نسبت سے عمرو بن لحي) ہے جس نے عرب میں بت پرستی کا آغاز کیا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب الیاس بن مضر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا خاندان بنو مصطلق کے نام سے معروف تھا۔

سبقت لے جانے والوں کے ساتھ چند لمحات

ایمان کے روشن اور وسیع آنگن میں پہلے داخل ہونے والوں کی داستانوں کے ساتھ زندگی بڑی شیریں، نفیس اور متحرک دکھائی دیتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایمان کے آنگن میں داخل ہونے کے لحاظ سے سبقت لے جانے والے وہ منتخب خوش نصیب لوگ تھے جن کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع میں وارفتہ ہوئے، جنھوں نے آپ کے راستے پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ جن کے دل آپ کی وجہ سے روشن ہوئے، جن کی عقلیں آپ کی راہنمائی سے منور ہوئیں اور جن کے دل رات کے اوقات اور دن کے اطراف میں ذکر الٰہی میں محو ہوئے۔

ان سبقت لے جانے والوں میں سیدہ حفصہ بنت فاروق رضی اللہ عنہا کا نام بھی آتا ہے، جن کی پرورش اسلام کے ساتھ محبت کے ماحول میں ہوئی۔ جب سے انھوں نے زندگی کا شعور حاصل کیا انھوں نے اسلام کو اپنے اردگرد دیکھا۔ انھوں نے بچشم خود دیکھا کہ اسلام کی نورانی کرنیں خانہ عمر رضی اللہ عنہ پر نچھاور ہو رہی ہیں اور یہ وادی ام القریٰ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے بعد دوسرا گھر ہے جس کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اسلام اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ان پر ضیاء فگن ہو۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے اباجان بہ بانگ دہل اسلام کا اعلان کر رہے ہیں، اپنے ماموں ابنائے مظعون کو دیکھا جو سردار صحابہ میں سے تھے، مدرسہ نبوت کے تربیت یافتہ مشہور اپنے چچا زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اپنی پھوپھی فاطمہ بنت خطاب اور ان کے خاوند سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ سب لوگ نور نبوت سے راہنمائی حاصل کرنے لگے ہیں اور وہ اللہ کے نور میں چل رہے ہیں۔ زندگی کی مصیبتیں ان کے سامنے ہیچ ہیں، اس لیے کہ وہ اس حقیقت کو جان چکے ہیں کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اس پاکیزہ اور صاف ستھرے ماحول میں پروان چڑھیں۔ انھوں نے فیوضات الٰہیہ کو بچشم خود دیکھا کہ ان کے اباجان کے کندھوں پر نچھاور ہو رہے ہیں۔ وہ اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دل میں بڑے ارمان رکھتے تھے لیکن ابھی مکہ میں ان کے اظہار کا مناسب موقع نہ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف شفقت بھرے جذبات سے

دیکھا کرتے تھے۔

جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا شادی کی عمر کو پہنچیں تو ان کے ساتھ نسبت کے لیے بنو سہم قبیلے کے ایک سردار خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی۔ [1] وہ مکے کے ان جگر گوشوں میں سے تھے جنہیں اسلام قبول کرنے کے حوالے سے سبقت لے جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ انھوں نے صحابہ کے شیخ اور سردار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔

سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی شادی خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ طے پا گئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس مبارک شادی سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ اپنے اس معزز داماد سے بھی بہت خوش تھے۔ دونوں میاں بیوی ایمان کی زندگی گزارنے لگے۔ لیکن مکہ میں فاجر و فاسق مشرکوں کا جتھا قریشی معاشرے کے ممتاز و منتخب افراد کے اسلام قبول کرنے سے بڑا اجز بز تھا۔ وہ اپنا غصہ ہر اس مسلمان پر نکالنے لگتے جس پر ان کا بس چلتا۔

دعوت کے ہر راستے میں رکاوٹیں پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔ اس موقع پر مسلمانوں کے جتھے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے جہاں کے حکمران کی شہرت یہ تھی کہ وہ بڑا انصاف پسند ہے۔ اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ڈھایا جاتا۔ سیدنا خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔ یہ اس جماعت میں شامل تھے جس نے حبشہ میں اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے سر زمین مکہ کو چھوڑ دیا تھا۔ اور مشرکین کی اذیت سے نجات پا لی تھی۔ لیکن سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق موجزن ہوا۔ اور اپنے بچپن کی چراگاہ اور کھیل کود کے مرکز ام القریٰ کی یاد ستانے لگی، بیت اللہ یاد آنے لگا۔ ان کے ذہن میں صبح و شام یہ یادیں گردش کرنے لگیں۔ سر زمین حبشہ میں وہ صبر سے رہنے پر قادر نہ رہ سکے۔ انھوں نے سفر کی تیاری کی۔ سامان سفر باندھا اور مکہ واپس آ گئے۔

پھر انصار کی کچھار مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ اپنی صابر و شاکر اور صاحب ایمان بیوی حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

وہاں ایک نیک دل انصاری رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا۔ انھیں اپنے گھر ٹھہرایا اور بڑے اچھے انداز میں مہمان نوازی کی۔ جب اہل ایمان کی ہجرت مکمل ہو گئی تو

---

[1] الاستیعاب (۴/ ۲۶۰) تہذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۳۸)۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی اور آپ مدینہ منورہ اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ وہاں آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات کا نظام قائم کیا۔ ایک انصاری شہسوار ایک بہترین فدائی ابوعبس بن جبر انصاری رضی اللہ عنہ سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ کے دینی بھائی قرار دیے گئے۔

سیدنا خنیس اور سیدنا ابوعبس رضی اللہ عنہما دونوں آپس میں دینی بھائی بننے پر بہت خوش ہوئے۔ دونوں ہی مدرسہ نبوت کے تربیت یافتہ اور رسول اللہ ﷺ کے لشکر کے شہسوار تھے۔

اس طرح سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ کو دو ہجرتیں کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شہید کی بیوی

سیدہ حفصہ اور سیدنا خنیس رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ میں اسلامی تعلیمات حاصل کر رہے تھے، وہ دونوں اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو رہے تھے اور اسلام کے سائے میں خوش وخرم تھے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا علم وعرفان کی محبت میں زندگی بھر سرشار رہیں۔ سیدنا جبریل علیہ السلام جو بھی وحی لے کر رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتے تو وہ اسے زبانی یاد کر لیتی تھیں اور قرآن کریم کے معانی پر غور و تدبر کیا کرتی تھیں۔ اس صورت حال نے انھیں عبادت گزار خواتین کی صف میں بلند مقام پر فائز کر دیا تھا۔

رہے ان کے خاوند سیدنا خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ! تو انھوں نے ان مشرکین کی حرکات پر کڑی نگاہ رکھنی شروع کر دی جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ انھوں نے اس غرض سے تیاری شروع کر دی کہ بڑے بڑے مشرکین کے ساتھ نبرد آزما ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کیا جائے۔

مدینہ منورہ میں ہجرت کا دوسرا سال شروع ہوا۔ قریش مسلمانوں سے مقام بدر میں لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔ کافروں کے قائد ابوجہل بن ہشام نے یہ کہتے ہوئے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم! ہم مقام بدر پر پہنچنے کے بغیر واپس نہیں آئیں گے۔ وہاں ہم تین دن رہیں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانے کھلائیں گے، شراب پلائیں گے۔ گانا گانے والیوں کے گانے سنیں گے۔ عرب ہمارے اس اقدام اور جمع ہونے کے بارے میں سنیں گے تو اس کے بعد ہمیشہ ہم

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ

کعب بن لؤی

عدی	مرہ	ھصیص
رزاح		عمرو
قرط		جمح
عبداللہ		حذافہ
ریاح		وہب
عبدالعزی		حبیب
نفیل		مظعون
خطاب		زینب رضی اللہ عنہا
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ		

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا — سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ
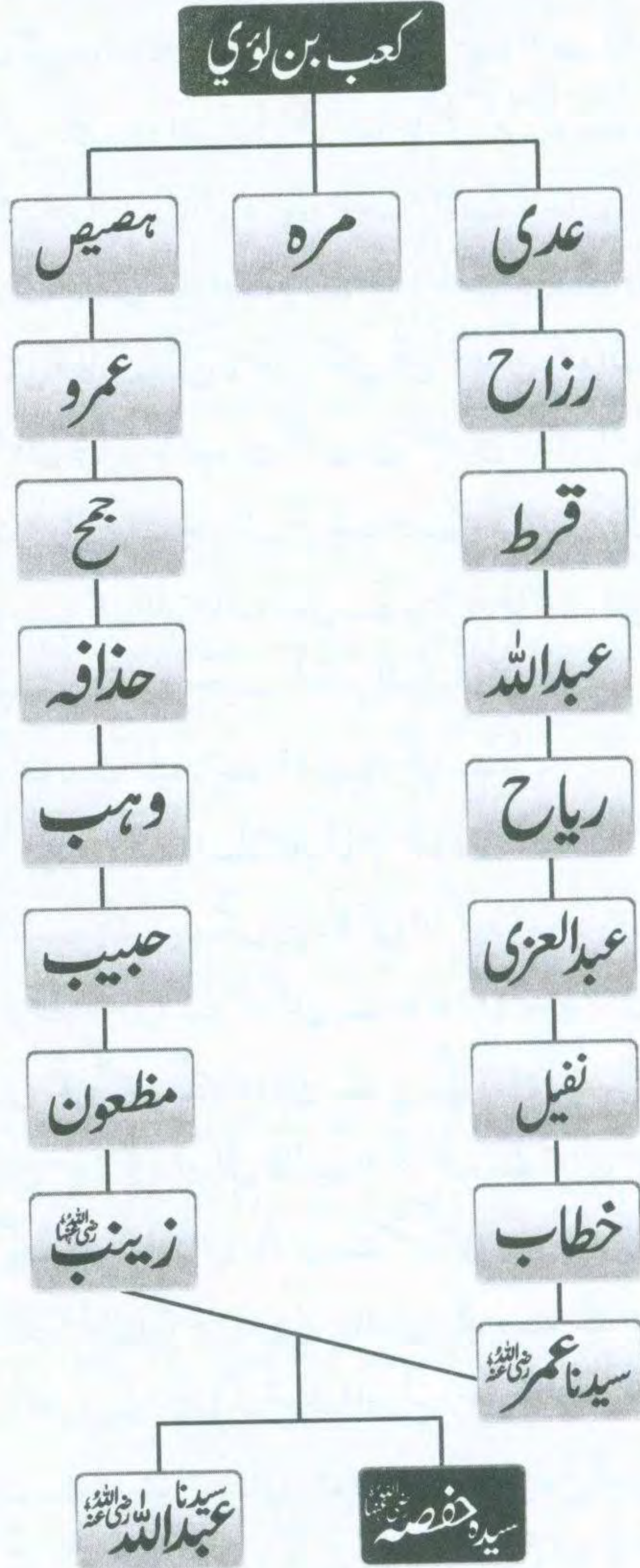
سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ محترمہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔ آپ کے والدین کا سلسلہ نسب کعب بن لوی پر آپس میں جا ملتا ہے۔

سے مرعوب رہیں گے۔

مشرکین مقام بدر کی طرف چل پڑے۔[1] ادھر سے مسلمان بھی حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی قیادت میں روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ ابوجہل کی بولتی بند کر دیں اور ان کے ہمراہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاندان سے چھ رشتہ داروں نے بھی روانہ ہونے کا شرف حاصل کیا، اور وہ تھے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سیدنا عمر بن خطاب، چچا سیدنا زید بن خطاب، تین ماموں عثمان بن مظعون، عبداللہ بن مظعون اور قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہم اور ماموں کا بیٹا سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔ اس طرح سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے سات افراد جنگ بدر میں شریک ہوئے، جنہیں بدری صحابہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ مژدہ جانفزا سنایا:

((اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ))

''جو چاہو سو کرو، تمھارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔''

جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ تمام مسلمانوں میں سے بہتر تھے۔

سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں جہاد کا حق ادا کر دیا۔ بنو سہم میں سے لشکر اسلام میں ان کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ انھوں نے مشرکین کے ساتھ اتنی شدید لڑائی لڑی کہ انھیں غصے میں بھڑکا دیا۔ ان کی صفوں میں گھس گئے اور ان کے پرخچے اڑا دیے۔ مسلمانوں کے بہادر جن میں جنگ بدر کے جوان سیدنا علی بن ابی طالب اور قریش کے جوان سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما تھے جنگ میں شریک ہوئے اور ان دونوں نے مشرکین کے ساتھ خوب دو دو ہاتھ کیے۔

سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ مسلمان شہسواروں کی بہادری دیکھ رہے تھے اور ان کے دفاعی جذبے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ شیر خدا اور شیر رسول کافروں کی طرف بڑھ رہا ہے اور ان کی تلوار انھیں موت کے گھاٹ اتار رہی ہے اور ان کے سینے پر آویزاں مور کا پر قریش کے سرداروں کے دلوں میں تیر بن کر چبھ رہا ہے۔ معرکہ شروع ہوا تو انھوں نے مشرکین کے سرداروں میں سے عتبہ بن ربیعہ عبشمی، اسود بن عبدالاسد مخزومی اور عقیل بن اسود وغیرہ کو چشم زدن میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سیدنا خنیس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بڑی بہادری اور جواں مردی

---

[1] رجال مبشرون بالجنة (۱/ ۱٦)۔

سے لڑنے لگے۔ مشرکین کی تلواروں نے ان کے جسم پر کئی جگہ زخم لگائے۔ زخموں سے خون پھوٹنے لگا لیکن وہ مسلمانوں کے ساتھ شانہ بشانہ لڑتے رہے یہاں تک کہ مشرکین دم دبا کر بھاگ گئے۔ لڑائی اپنے اختتام کو پہنچی۔

ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ اہل ایمان اللہ کی مدد سے خوش ہوئے کیونکہ شرک کے ستون ابوجہل اور ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ اور امیہ بن خلف وغیرہ میدان بدر میں موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ وہ مٹی اور پتھروں کے نیچے رسوائی اور ذلت کے طوفان میں غرق ہو چکے تھے اور انھیں میدان بدر کے قلیب نامی کنویں میں پھینک دیا گیا تھا۔ اس طرح یہ ظالم اپنے انجام کو پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ تین دن تک میدان بدر میں ٹھہرے رہے تا کہ مسلمانوں کی توانائی بحال ہو۔

سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہنا رک چکا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اس قافلے میں شریک ہو کر چلے جن کے سروں پر فتح کے جھنڈے لہرا رہے تھے اور انھوں نے مدینہ پہنچ کر مال غنیمت میں سے اپنا حصہ بھی حاصل کیا اور خنیس رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ انھیں پہلے سے فتح کی خبریں پہنچ چکی تھیں۔ انھوں نے اپنے خاوند کی تعریف کی جو اس حالت میں واپس آئے کہ جہاد کے نشانات ان کے جسم پر نمایاں تھے جو ان کی بہادری کی گواہی دے رہے تھے اور سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے اس مبارک جنگ میں پیش آنے والی عنایات الٰہیہ کا تذکرہ بھی کیا۔

قرآن کریم نازل ہوا اور اس معرکے کے نقوش واضح کرنے لگا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ الانفال پڑھی۔ واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر بہت دیر تک ٹھہری رہیں:

﴿ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (الانفال: ۸/ ۱۰)

”یہ بات اللہ نے تمھیں صرف اس لیے بتا دی تا کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمھارے دل مطمئن ہو جائیں۔ ورنہ مدد تو جب بھی ہو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔“

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اللہ کی مدد پر خوش ہوئیں اور اپنے خاوند کے زخموں کا علاج کرنے لگیں

اور ان کی صحت پر پوری توجہ دینی شروع کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شہادت لکھ دی تھی۔ تھوڑے ہی دن گزرے کہ انھوں نے اپنی روح خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔ سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ اپنے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پا گئے اور ان شہداء کی فہرست میں ان کا نام لکھ دیا گیا جو زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پتہ چلا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں جنت البقیع میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم دیا۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند خنیس رضی اللہ عنہ کی وفات پر بہت زیادہ غمزدہ ہوئیں جنھوں نے شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی داغ مفارقت دے دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تو نافذ ہو کر رہتا ہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا اور خود اس کی تقدیر کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جو نافذ ہو کر رہتی ہے، جس کا رخ کوئی نہیں پلٹ سکتا۔ پھر وہ اپنے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے عبادت میں مصروف ہو گئیں اور اپنے باپ کے گھر میں دن رات عبادت اور اطاعت الٰہی میں گزارنے لگیں، نماز اور روزے کا تسلسل سے اہتمام کرنے لگیں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے زخم کو بھر دے۔ جب وہ بیوہ ہوئیں تو اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور اچھی روایت

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا چند ماہ بیوہ رہیں۔ ان کے چہرے سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ اسی طرح غم واندوہ کے آثار بھی نمایاں طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ حزن و ملال کے آثار نابغہ روزگار سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روشن نگاہ سے اوجھل نہ تھے، جو درد اور گھٹن ان کی بیٹی کو درپیش تھی انھیں وہ اپنے نور بصیرت سے دیکھ رہے تھے، لیکن وہ اپنی بیٹی کی عبادت میں گہری دلچسپی دیکھ کر بہت شاداں وفرحاں تھے۔ بیٹی کا نیکی اور خوش اخلاقی سے گہرا تعلق بھی ان کے لیے مسرت کا باعث تھا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ شہید سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ کی بیوی اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو جو صدمہ لاحق ہوا تھا وہ جان چکے تھے لیکن یہ ابھی عدت کے دن گزار رہی تھیں۔ آپ کو ان کی حالت دیکھ کر ترس آیا۔

حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ازدواجی خاکہ

خنیس رضی اللہ عنہ (فوت)

پہلا خاوند

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
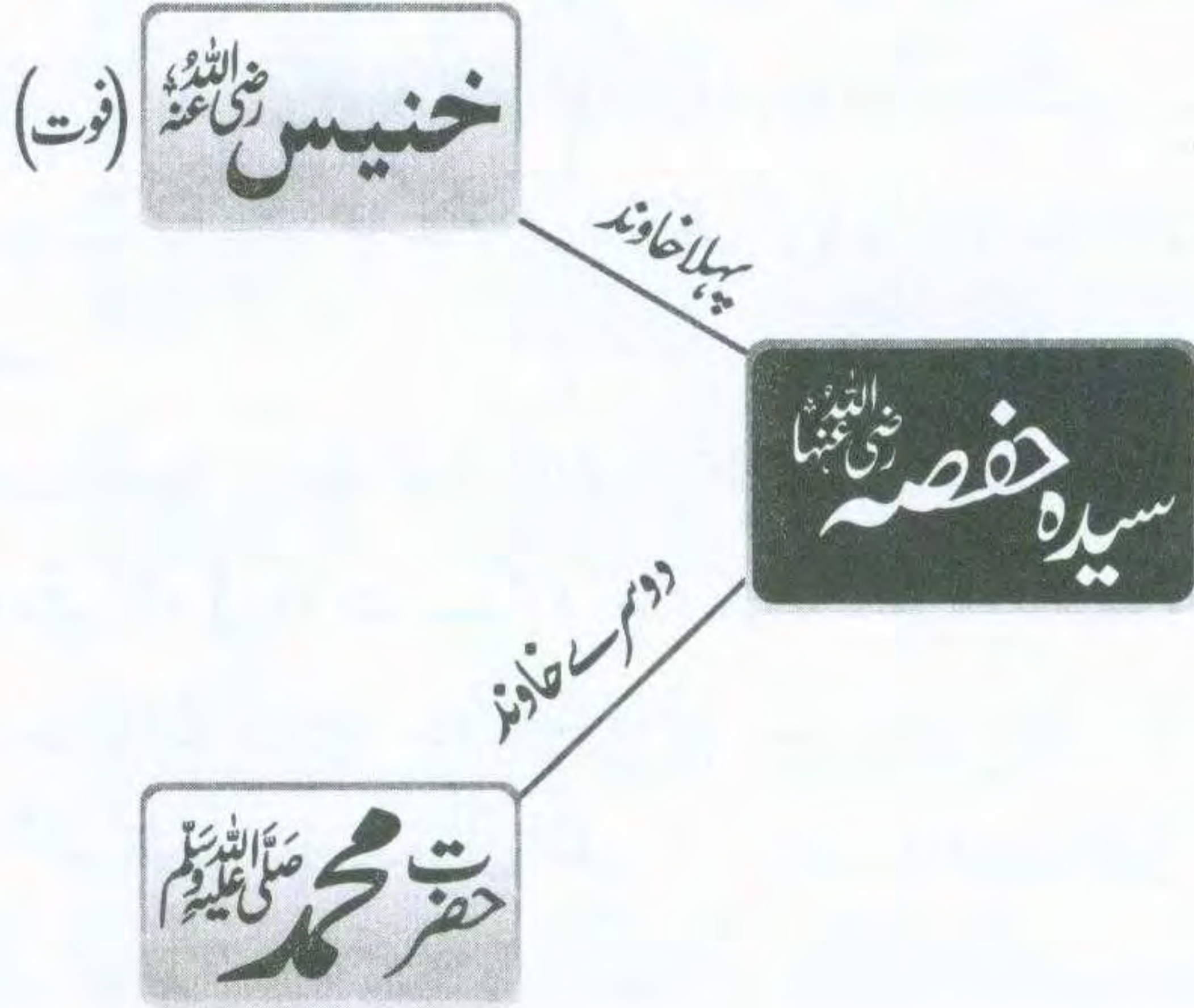
سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی دونوں شوہروں سے کوئی اولاد نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ انھیں اپنے حبالۂ عقد میں ان امہات المومنین میں شامل ہونے کا اعزاز بخشنے کے خواہاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ رکھا ہے اور انھیں پاکیزگی کی نعمت سے سرفراز کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ کا یہ راز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں محفوظ رہا اور کوئی بھی اس سے آگاہ نہ ہوا۔

سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلامی معاشرے میں ایک اچھی روایت قائم کرنا پسند کی۔ اس طرح کہ انھوں نے اپنی بیٹی کے لیے سعادت کے سرچشمے کی مدنی معاشرے میں تلاش شروع کی۔ یہ روایت بلا شبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بالکل انوکھی تھی۔ اس میں خیر و بھلائی کی سچی ہمدردی اور اسلامی جذبہ کا تمام تر جوہر پایا جاتا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس طرز پر سوچنا شروع کر دیا جس نے ایک عرصے سے ان کے ذہن رسا میں چمک پیدا کر دی تھی اور فکر و نظر کو ثمر آور بنا دیا تھا۔ انھیں یہ بات سوجھی کہ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے احباب کو اس راز میں شریک کیا جائے جو ان کے سینے میں انگڑائیاں لے رہا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دوست سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ آج کل اپنی بیوی دختر رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے غم و اندوہ میں مبتلا ہیں اور ان کا دل رفیقہ حیات کے داغ مفارقت دے جانے کی وجہ سے پگھلا جا رہا ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ ان کی پسلیوں میں آگ کا شعلہ بھڑک رہا ہے، حلق خشک ہو رہا ہے اور حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی دختر نیک اختر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کی بنا پر دل میں جدائی کا تیر پیوست ہو چکا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس نہج پر سوچنا شروع کر دیا کہ کیا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غم و اندوہ کا اس طرح مداوا ہو سکتا ہے کہ اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حبالہ عقد میں دے دیا جائے؟ حالانکہ وہ اس حقیقت کو جانتے تھے کہ میری بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا دختر رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتی لیکن شادی سے وہ تنہائی کی وحشت سے تو نجات پا سکتے ہیں۔

جب ان کے ذہن میں یہ سوچ پیوست ہو گئی تو یہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ پہلے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی مناسب تعزیت کی اور پھر اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی پیش کش کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں اپنی بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) کا

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلے شوہر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

کعب بن لؤي

ہصیص	عدی	مرہ
عمرو	رزاح	کلاب
سہم	قرط	قصي
سعد	عبداللہ	عبدمناف
عدی	ریاح	ہاشم
قیس	عبدالعزی	عبدالمطلب
حذافہ	نفیل	عبداللہ
① خنیس	خطاب	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

① سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند تھے۔ آپ مہاجر مدینہ اور بدری صحابی تھے۔ معرکہ بدر میں زخمی ہوئے۔ اور زخموں کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد وفات پاگئے۔ خنیس کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی اکرم سے ہوئی۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ

- کعب بن لؤی
  - عدی
    - رزاح
      - قرط
        - عبداللہ
          - ریاح
            - عبدالعزی
              - نفیل
                - خطاب
                  - سیدنا عمر رضی اللہ عنہ
                    - سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا
                    - سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ
                  - زید
                  - امیمہ
                  - صفیہ
                - عمرو
            - اذاۃ
          - تیم
          - صداد
    - عویج
  - مرہ
  - ھصیص
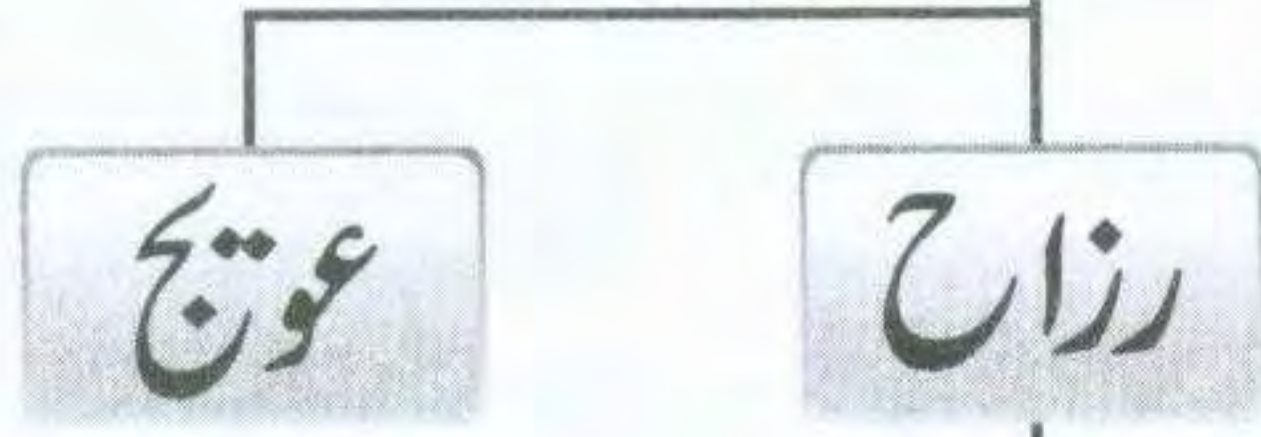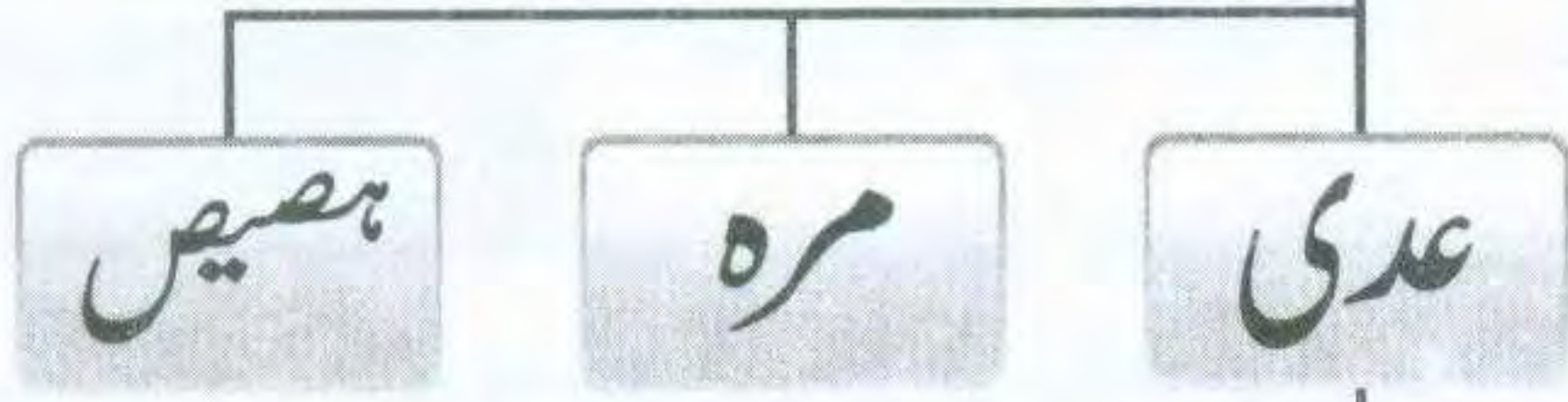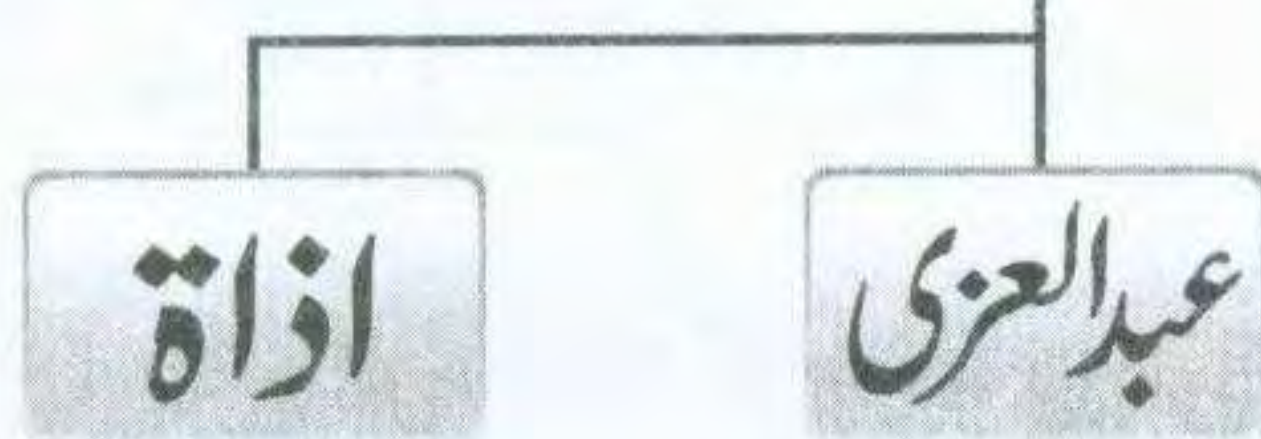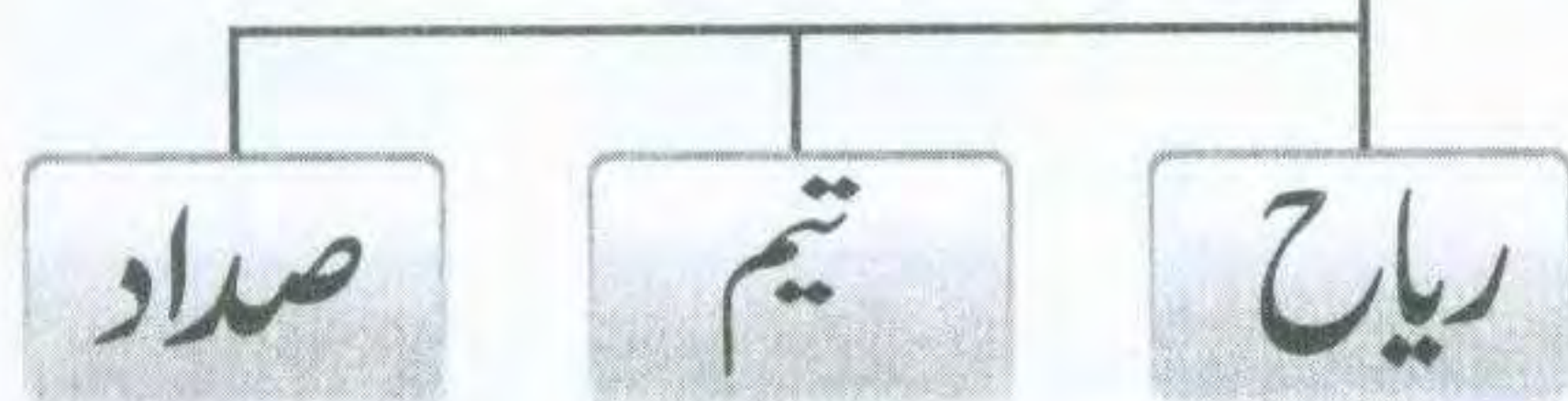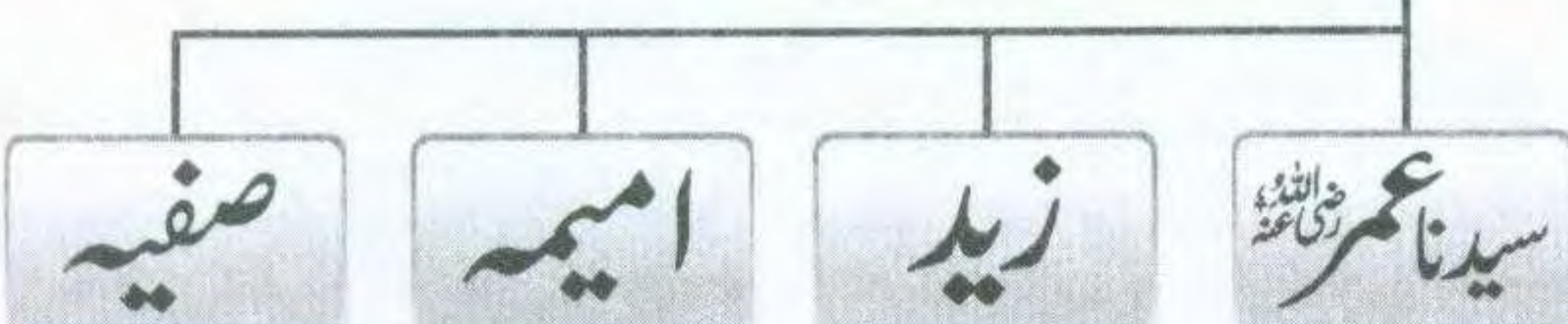
اپنا حال دل کہہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر مسکراتے ہوئے اور غمخواری کا انداز اپناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عمر! گھبراؤ نہیں! حفصہ سے شادی وہ کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس سے شادی کرے گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔ (1)

چند دن گزرے تو نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی کیونکہ ان کی بہن رقیہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں تھیں جو وفات پا چکی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو ان کے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ واقعی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہیں لیکن عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر کون ہے؟ پھر دل میں اس خیال نے انگڑائی لی کہ رسول اللہ ﷺ ہی بہتر دکھائی دیتے ہیں، لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ میری بیٹی آپ کے حبالہ عقد میں آنے کا شرف حاصل کر سکے؟ اگر ایسا ہو جائے تو زہے قسمت! رسول اللہ ﷺ تو وحی الٰہی کے مطابق شادی کرتے ہیں۔

اللہ کی قسم! وہ تو عثمان، عمر اور آل عمر سے بہتر ہیں۔ ایسا ہو جائے تو مجھے اور کیا چاہیے! میرے تو نصیب جاگ اٹھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں جو خیال پیدا ہوا تھوڑے ہی عرصے بعد اسے عملی جامہ پہنا دیا گیا۔

ان کے دل کے ارمان پورے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نسبت کا پیغام بھیج دیا اور ان سے شادی کر لی۔ اس طرح انھیں وہ شرف حاصل ہوا جس کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ اس طرح وہ امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہو گئیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک عظیم نسبت قائم ہو گئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس دلچسپ واقعہ پر فقیہ مدینہ سیدنا سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ نے دونوں کو ایک ساتھ بہتر بنا دیا۔

---

(1) صحیح البخاری کتاب المغازی باب (۱۲) رقم الحدیث (۴۰۰۵) مسند احمد (۱/ ۱۲) طبقات ابن سعد (۸/ ۸۲) الاستیعاب (۴/ ۲۶۰، ۲۶۱) اسد الغابة (۶/ ۹۵) انساب الاشراف (۱/ ۴۲۳)۔

وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے اور دختر رسول ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر تھیں۔ ①

جب شادی طے پا چکی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے عمر! محسوس نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ حفصہ (رضی اللہ عنہا) کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ ایک راز کی بات تھی میں نہیں چاہتا تھا کہ اس راز کو افشا کر دوں۔ ہاں! اگر رسول اللہ یہ رشتہ نہ کرتے تو میں بخوشی اسے قبول کر لیتا۔ ②

اس موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بلند مرتبہ منکشف ہوا اور یہ پتہ چلا کہ یہ کتنے بڑے راز دان ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس مبارک شادی کے حوالے سے حکمت الٰہیہ کا ادراک ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور خوشی سے یہ آیت کریمہ پڑھنے لگے:

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۗ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○﴾ (النمل: ۲۷/ ۴۰)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے اور کثرت کے ساتھ اللہ کی تعریف کے گن گانے لگے کہ اللہ نے ان پر اور ان کی بیٹی پر یہ احسان عظیم کیا کہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیٹی کا رشتہ قبول کر لیا۔ آپ ﷺ تو وہ ہستی ہیں جنھوں نے ہمیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالا۔ آپ نے یہ رشتہ قبول کر کے میرے اور میری بیٹی کے زخمی دل پر مرہم پٹی باندھ دی۔ زہے قسمت! آپ میری عابدہ، زاہدہ اور فرمانبردار بیٹی کے شریک حیات بن گئے۔

میرے نصیب کے کیا کہنے!

میں تو اس پر اپنے رب کا جس قدر بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے۔

یہ مبارک شادی ۳ھ کو طے پائی۔ اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔

اس سے پہلے پاک و صاف خانہ نبوی میں سیدہ سودہ بنت زمعہ اور سیدہ عائشہ بنت

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۸۳)۔

② صحیح البخاری کتاب النکاح باب عرض الانسان ابنته رقم الحدیث (۵۱۲۲) طبقات ابن سعد (۸/ ۸۲)۔ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۲۸) نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۲۶۱) الاستیعاب (۴/ ۲۶۱)۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ام المومنین کی حیثیت سے قدم رنجہ فرما چکی تھیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کو نصیحت کرنے لگے: دیکھنا! دختر صدیق سے کسی معاملے میں جھگڑا نہ کرنا۔ خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے باپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دلی محبت کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کرتے تھے: بیٹی! تو کہاں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہاں ان کا باپ کہاں اور تیرا باپ کہاں!!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سیدہ حفصہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما

جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا خانہ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات کی حیثیت سے داخل ہوئیں تو انھوں نے اپنی تمام تر کوششوں کا محور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول مقبول علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کو بنالیا۔

ان کی متانت، تقویٰ اور علم وعرفان کے ساتھ دلی لگاؤ نے انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عزت کے مقام پر فائز کر دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور نگرانی میں زندگی بسر کرنے لگیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ الفت اور شفقت سے پیش آنے لگے جس کی وجہ سے وہ علم اور تقویٰ کے میدان میں قدم بقدم آگے بڑھنے لگیں کیونکہ وہ خانہ نبوی میں ایک ہونہار شاگرد کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اس کوشش میں تھیں کہ کسی طرح علم وعرفان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہم پلہ ہوسکیں۔ ابا جان کی وصیت ہر وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پیش نظر رہتی کہ دیکھنا! کہیں کسی معاملے میں دختر صدیق سے نہ الجھ بیٹھنا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ وہ اس صورت حال پر کڑی نگاہ رکھتے تھے کہ بیٹی خانہ نبوی میں کس طرح رہتی ہے؟ وہاں ان کا طرز عمل کیا ہے؟

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا یہ بات اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ علم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درجے کو نہیں پہنچ سکتیں۔ بلکہ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے علم ومعرفت اور ذہانت

وفطانت کی مناسبت سے نبی کریم ﷺ کے دل میں سب سے زیادہ سبقت لے جا چکی تھیں۔ لہٰذا وہ اپنے بابا کی وصیت کو ہر دم پیش نظر رکھتیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل و جان سے احترام کرتیں اور ان سے قدم ملا کر چلنے کو اپنے لیے اعزاز سمجھتیں۔

آئندہ چند سالوں میں پاک و صاف خانہ نبوی میں دوسری بیویاں بھی داخل ہوئیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر سیدہ حفصہ، سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ مل گئیں۔ ان سب کو امہات المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ خانگی امور پہلی طرح کے نہ رہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے دل میں رقابت کے احساسات پیدا ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ حکمت و دانائی کے ساتھ نہایت شفقت بھرے انداز سے حالات سنوارنے لگے۔ آپ کا رویہ نہایت دلنشیں تھا، جیسے شبنم کا رویہ پھولوں کے ساتھ یا شفیق ماں کا رویہ اپنے دودھ پیتے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی معاملے میں تکرار نہ کرنا

ہم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ہر حکم کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور اپنا یہی شعور اور احساس اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل کر رہے تھے لیکن سیدہ حفصہ اور دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہی تھیں جو اپنی تمام بیویوں کے ساتھ نہایت شفقت اور ہمدردی کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ ایسا ہمدردانہ رویہ تو کسی گھر میں نہیں پایا جاتا تھا۔ بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہمدردانہ رویہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض معاملات میں مراجعت کرتے ہوئے وضاحت طلب کیا کرتی تھیں۔

بعض اوقات امہات المومنین آیات، احکام اور امور فقہیہ کے بارے میں سوال کیا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے سوالات کا نہایت حکیمانہ انداز میں اس طرح جواب دیا کرتے تھے جس طرح ایک شفیق استاد اپنے ہونہار شاگردوں کو جواب دیتا ہے۔ اس طرح کے سوال و جواب کی محفل رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ازواج مطہرات، صحابہ کرام یا لوگوں کے ساتھ بپا ہوتی رہتی تھی جو بیرونی علاقوں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب خواتین میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ

ﷺ سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کی بشارت سنی تھی جنھوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا تھا، جن کو اصطلاح میں ''شجری صحابہ'' کہتے ہیں۔

مسلم شریف میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے بتایا، انھوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس فرماتے ہیں کہ وہ شجری صحابہ جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً یہ بات کہی کہ کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ (مریم: ۱۹/ ۷۱)

''اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس میں داخل نہ ہو۔''

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے:

﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ ﴾ (مریم ۱۹/ ۷۲)

''پھر ہم پرہیز گاروں کو نجات دے دیں گے اور ظالموں کو زانوؤں کے بل جہنم ہی میں چھوڑ دیں گے۔''[1]

یہ خبر مدینہ منورہ کی خواتین میں پھیل گئی۔ ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویوں سب کو پتہ چل گیا۔ وہ سب نبی کریم ﷺ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے مابین ہونے والی گفتگو سے آگاہ ہوگئیں اور انھوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے کس قدر ہمدردی اور حکمت و دانائی سے بات کو سمجھایا ہے۔

ایک روز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کسی معاملے میں ان پر اعتراض کیا۔ یہ صورت حال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بڑی ناگوار گزری۔ بیوی نے کہا: آپ خواہ مخواہ میرے اس رویے پر ناراض ہو رہے ہیں۔ یہاں تو مجھ سے افضل خواتین آپ سے افضل شخصیت سے تکرار کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ آپ کی بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) جو مجھ سے کہیں افضل ہے وہ اپنے خاوند

---

[1] صحیح مسلم شرح النووی (۱۶/ ۵۸) دلائل النبوۃ للبیهقی (۴/ ۱۴۳) طبقات ابن سعد (۸/ ۴۵۸) الاستیعاب (۴/ ۲۷۱) نساء من عصر النبوۃ (۲/ ۹۱) تهذیب الاسماء واللغات (۱/ ۱۵۲) مجمع الزوائد (۹/ ۳۰۴) رجال مبشرون بالجنة (۲/ ۲۵۸)۔

رسول اللہ ﷺ سے بعض معاملات میں تکرار کرتی ہے اور یہ بات پورے مدینے میں مشہور ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ یوں دکھائی دیا جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا: کیا میری بیٹی نے رسول اللہ ﷺ سے کسی معاملے میں تکرار کیا ہے۔ جو سن رہا ہوں اس کے سنانے والے کو میرا دل سچا نہیں مانتا۔ شاید غلط فہمی ہو؟

البتہ یہ بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے چادر اپنے کندھے پر رکھی اور جلدی سے مسجد نبوی کی طرف چل پڑے، پھر اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا قصد کیا۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو چہرے پر غصہ نمایاں تھا۔ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: بیٹی! کیا واقعی یہ سچ ہے کہ تم نے کسی معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے تکرار کیا اور وہ سارا دن ناراض رہے؟

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بے ساختہ جواب دیا: ہاں ابا جان! اللہ کی قسم! ہم سبھی آپ سے تکرار کرتی ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم میں سے کوئی آج رات تک انھیں چھوڑ سکتی ہے؟

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں ابا جان!

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غضب ناک ہو کر سخت لہجے سے کہا: اے حفصہ! میں تجھے اللہ کے عذاب اور رسول کریم ﷺ کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ یاد رکھنا! تم میں سے جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کیا وہ نقصان اٹھائے گی۔ کیا تمھیں اس بات کا احساس نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول مقبول ﷺ کی ناراضی پر ناراض ہو جاتے ہیں؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے مزید یہ کہا کہ تم اپنی اوقات میں رہو۔ اس میں اپنے مقام و مرتبے کو پیش نظر رکھو۔ کہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان دیکھ کر دھوکا نہ کھا جانا۔ ان کی رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بڑی قدر و قیمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے باپ کو بھی بڑی محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی معاملے میں تکرار نہ کرنا اور نہ ہی کوئی مطالبہ کرنا۔ جو کچھ تجھے چاہیے، مجھے بتا۔

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو خانہ نبوی میں ان کی قدر و قیمت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تجھے دلی طور پر نہیں چاہتے۔ اگر میں نہ

ہوں تو وہ تجھے طلاق دے دیں۔ ①

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا یہ باتیں سن کر خاموش ہو گئیں اور اپنے باپ کی نصیحت کو پلے باندھ لیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات غور سے سنتیں اور دل و جان سے اس پر عمل کرتیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبات کرنے یا تکرار کرنے میں اکیلی نہیں تھیں۔ تاہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو اس سے روک دیا اور یہ تلقین کی کہ ہر صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے، ہر حال میں اللہ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو پیش نظر رکھنا ہے اور نبی علیہ السلام کے پاکیزہ گھرانے کا لحاظ کرنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی سے پاک وصاف کر دیا ہے۔

سیدہ حفصہ اور ماریہ رضی اللہ عنہا اور قرآنی خوشگوار درس

جب سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مصر کی سفارت سے واپس تشریف لائے ① تو اپنے ساتھ قبطیوں کے عظیم قائد مقوقس کی جانب سے تحائف بھی ہمراہ لائے۔ ان تحائف میں شمعون کی دو بیٹیاں ماریہ اور سیرین بھی تھیں۔

سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اسلام قبول کرنے کی رغبت دلائی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بصیرت سے اسلامی خوبیاں پہچان لیں اور اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اور انھیں حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کردہ گھر میں رکھا۔

ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش مسجد نبوی کے قریب تھی اور اسی طرح دیگر ازواج مطہرات کی رہائشیں بھی مسجد نبوی کے قریب تھیں۔

شاہ مصر مقوقس کی جانب سے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا شاہی تحائف کے ساتھ مدینہ منورہ آنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں شامل ہونا ایک تاریخی یادگار کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حرم میں اماں ہاجرہ بھی شامل ہوئیں۔ وہ بھی شاہ مصر کی بیٹی تھیں جن سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے جنم لیا۔ اس طرح انھیں ام العرب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ کسے معلوم تھا کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا مستقبل میں ایک بیٹے کو جنم دے گی۔ چونکہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حسن و

① نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۲٦٦، ۲٦۷)۔

جمال کی پیکر تھیں، انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے حرم میں داخل ہو چکی تھیں تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک موقع پر سوکن ہونے کے ناطے ان کا رسول اللہ ﷺ سے قرب ناگوار گزرا۔ آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے اطوار دیکھتے ہوئے انھیں ہر چند تسلی دی اور صبر کی تلقین کی اور خاموش رہنے کا مشورہ دیا لیکن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کر دیا اور خاموش نہ رہیں، جس کا وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو پتہ چل گیا۔

آپ نے جب استفسار کیا تو کہنے لگیں: آپ کو کس نے بتایا؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے علیم وخبیر ذات اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب معاملے سے آگاہ کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝﴾ (التحریم ۶۶/ ۳)

”مجھے علیم وخبیر نے آگاہ کیا ہے۔“

اس میں اسی طرف اشارہ ہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت چونکہ تیز طرار تھی اس لیے دل میں جو کچھ ہوتا جھٹ اس کا اظہار کر دیا کرتی تھیں۔ بعض اوقات اس سے ماحول میں قدرے ناخوشگواری بھی پیدا ہو جاتی۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور درس نبوی

جب ازواج مطہرات کو حفصہ اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے واقعے کا پتہ چلا تو سبھی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ہم نوا بن گئیں۔ سیدہ حفصہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس موقع پر محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے تھا تاکہ خانگی معاملات میں کسی قسم کا ہیجان پیدا نہ ہوتا۔ لیکن سوتن ہونے کے ناطے ان کے جذبات انگیخت ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ اجتماعی کیفیت ناگوار گزری اور آپ نے تمام ازواج مطہرات سے مسلسل ایک ماہ تک الگ تھلگ رہنے کی قسم کھا لی اور آپ تمام ازواج سے منہ موڑ کر بالا خانہ میں تشریف لے گئے۔ مسلمانوں میں یہ بات پھیل گئی کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دینا چاہتے ہیں [2] اور یہ بات بھی عام ہوگئی کہ سیدہ

---

① رجال مبشرون بالجنة (۲/ ۲۶۱، ۲۶۷)۔

② سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فی المراجعة رقم الحدیث (۲۲۸۳)، نسائی کتاب الطلاق باب الرجعة رقم الحدیث (۳۵۶۲)، ابن ماجه رقم الحدیث (۲۰۱۶)، دارمی رقم الحدیث (۲۲۶۹)، طبرانی (۲۳/ ۳۰۴)۔

حفصہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے طلاق دے دی ہے کیونکہ انھوں نے وعدے کے باوجود راز کو افشا کر دیا تھا۔

جب یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیکاٹ کر دیا ہے تو ازواج مطہرات بے چین ہو گئیں اور بہت زیادہ شرمندہ ہوئیں کہ یہ کیا ہو گیا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سب سے زیادہ ندامت محسوس ہو رہی تھی۔

جب مہینہ پورا ہو گیا، مسلمان مسجد نبوی میں سر جھکائے بیٹھے تھے، یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے، سب مسلمانوں کے چہرے افسردہ تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھے اور سیدھے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ دیکھا کہ بیٹی زار و قطار رو رہی ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ روتے ہوئے کہنے لگیں: معلوم نہیں، البتہ آپ مسلسل ایک ماہ سے اپنے بالا خانے میں الگ تھلگ رہ رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالا خانہ کے دروازے پر اپنے غلام رباح کو پہرے دار بنایا ہوا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے اندر آنے کی اجازت لو۔ یہ کہہ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رباح کے جواب کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ نے دوبارہ سہ بارہ رباح سے کہا۔ وہ بدستور خاموش کھڑا رہا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صورت حال دیکھتے ہوئے بآواز بلند کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں کہ عمر دروازے پر آیا ہے اور اندر آنا چاہتا ہے اور یہ بھی بتا دیں کہ اللہ کی قسم! میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی خاطر نہیں آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔ ابھی کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ (یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیں) اسی وقت رباح نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اندر جا سکتے ہیں کیونکہ اجازت مل گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے۔ ادھر ادھر دیکھا۔ چھت کو دیکھا۔ دیواروں پر نظر دوڑائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر نگاہ پڑی۔ دیکھا کہ چٹائی کے نشانات جسم پر پیوست ہیں۔ کمرے میں مٹھی بھر جو اور چمڑے کا پیالہ پڑا ہوا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیوں رو رہے ہو۔

عرض کی: اے اللہ کے رسول! ادھر قیصر و کسریٰ کس قدر ٹھاٹھ سے زندگی بسر کر رہے ہیں، دنیا کی ہر نعمت انھیں میسر ہے، اور آپ اس قدر تنگ دستی سے دن گزار رہے ہیں!

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یہ سب سہولتیں ان کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔ پھر آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا سے اعراض کی حقیقت سے آشنا کیا اور فرمایا کہ آخرت بہتر اور دائمی ہے۔

اے فرزند خطاب! کیا تجھے اس میں کوئی شک و شبہ ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان سب سہولتوں کا اہتمام کر دیا ہے جبکہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور آخرت میں ہمیں ان نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ [1]

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ استغفار کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دھیمے انداز اور ایمان بھرے لہجے میں باتیں کرنے لگے۔ ان کی باتوں میں صداقت کا غلبہ تھا۔ عرض کی: اے اللہ کے رسول! بیویوں کے معاملے میں آپ کے لیے کوئی دشواری نہیں۔ اگر آپ انھیں طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، جبریل امین، میکائیل، میں، ابوبکر اور جملہ اہل ایمان آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے لطیف انداز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گفتگو شروع کر دی جس سے آپ کا غصہ جاتا رہا اور آپ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو خوش دیکھا تو عرض کی کہ مسجد میں تمام مسلمان یہ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: نہیں! ابھی میں نے طلاق نہیں دی۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوشی سے اچھل پڑے اور باآواز بلند اللہ اکبر کہا۔ انھوں نے آپ سے اجازت طلب کی کہ مسجد میں موجود مسلمانوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! آپ سب کو یہ بات بتا دیں میری طرف سے اجازت ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر، سورۃ التحریم رقم الحدیث (۴۹۱۳)، صحیح مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء رقم الحدیث (۱۴۷۹) تفسیر القرطبی (۱۸/ ۱۹۱)، الدر المنثور (۸/ ۲۲۱)۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بالا خانہ سے شاداں وفرحاں نیچے اترے اور بلند آواز سے کہا: حاضرین ذی وقار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝﴾ (التحریم۔ ٦٦/ ١-٥)

''اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اس کو آپ حرام کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمھارا کارساز ہے اور وہ کامل علم وحکمت والا ہے۔ اور اس وقت کو یاد کرو، جب نبی نے اپنی بیویوں میں سے کسی کے ساتھ خفیہ بات کی لیکن جب اس عورت نے اس بات کی خبر آگے کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو سب بتلا دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیوی کو جا کر کچھ بات بتا دی اور کچھ کو ٹال دیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیوی کو بات بتائی تو وہ کہنے لگی: اس کی خبر آپ کو کس نے کی؟ انھوں نے جواباً کہا: اس ہستی نے خبر دی جو سب کچھ جاننے اور پوری خبر رکھنے والی ہے۔ اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہتر ہے۔ کیونکہ

تمھارے دل کو اس (توبہ) کی طرف مائل ہو ہی چکے ہیں اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یاد رکھنا، یقیناً اس کا کارساز اللہ بھی ہے، جبریل بھی اور تمام نیک مؤمن بھی۔ اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کی مدد کرنے والے ہیں، اگر پیغمبر تمھیں طلاق دے دیں تو بہت جلد ان کو ان کا رب تمھارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں عنایت فرما دے گا جو فرمانبردار، ایمان والی، اللہ کے حضور جھکنے والی، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ دار، کچھ بیوہ اور کچھ کنواری ہوں گی۔''[1]

ان آیات کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے بائیکاٹ ختم کر دیا اور پھر سے گھریلو زندگی میں چہل پہل شروع ہوگئی۔ اس کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ محتاط ہو گئیں اور ہر وقت ان کے پیش نظر یہی رہتا کہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ وہ ہمیشہ یہ آیت پڑھا کرتی تھیں:

﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝﴾

(التحریم: ٦٦/ ٥)

''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو جلد ہی پیغمبر کا پروردگار ان کو تم سے بہتر کنواری و بیوہ عورتیں تمھارے بدلے میں عطا کر دے گا جو مطیع، مؤمن، فرمانبردار، توبہ کی دلدادہ، عبادت گزار اور روزے دار ہوں گی۔''

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نمایاں اوصاف

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا خانہ نبوی میں اپنے فرائض پوری تندہی سے سرانجام دیا کرتی تھیں۔ دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو قیام کیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے بارے میں آسمان سے ایک پاکیزہ پیغام لے کر سیدنا جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ یہ پیغام بڑا ہی عزت افزا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

((اِنَّهَا صَوَّامَةٌ، قَوَّامَةٌ وَهِيَ زَوْجُكَ فِي الْجَنَّةِ))[2]

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم رقم الحدیث (٤٩١١)، صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الکفارہ علی من حرم رقم الحدیث (١٤٧٤)۔

[2] مستدرك حاکم (٤/ ١٥) مجمع الزوائد (٩/ ٢٤٥)۔ المطالب العالیه رقم الحدیث ←

''بلا شبہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی، بہت زیادہ رات کو قیام کرنے والی ہے، اور وہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہو گی۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں:

((اِنَّهَا صَوَّامَةٌ، قَوَّامَةٌ وَاِنَّهَا مِنْ نِسَاءِكَ فِي الْجَنَّةِ)) ①

''بے شک وہ بہت روزے رکھنے والی، بہت قیام کرنے والی ہے اور وہ جنت میں بھی آپ کی بیویوں میں سے ہو گی۔''

اس کے بارے میں اہل خانہ میں سے ایک شخص نے بتایا کہ ان کا اپنے اللہ سے بہت گہرا رابطہ تھا۔ یہ کثرت سے روزے رکھتیں یہاں تک کہ روزے ہی کی حالت میں وفات پائی۔ ②

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا جب اپنے والد گرامی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں پروان چڑھنے لگیں تو اپنی ہمجولیوں اور سہیلیوں میں ذہین و فطین مشہور ہوئیں۔ جب نور اسلام مکہ معظمہ پر ضوء فگن ہوا تو یہ چھوٹی عمر ہی میں ایمان لا کر سبقت لے جانے والی خوش نصیب خواتین کی فہرست میں شامل ہو گئیں۔ ان کی صلاحیتیں دن بدن آشکار ہونے لگیں۔ یہ بڑی ذہین تھیں، فوراً بات کی گہرائی تک پہنچ جاتیں۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا قرآن نازل ہوتا اسے سن کر اسی وقت زبانی یاد کر لیتیں۔

انھیں لکھائی سیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو ایک عالم، فاضل لکھائی کی ماہر صحابیہ شفا بنت عبداللہ العدویہ رضی اللہ عنہا نے انھیں لکھنا سکھلا کر ان کی تمنا کو پورا کر دیا۔ یہ قریشی خواتین میں عالمہ فاضلہ مشہور و معروف تھیں اور فن کتابت میں انھیں مہارت حاصل تھی۔ یہ پرانی مسلمان خواتین میں سے تھیں اور یہ ان خواتین میں سے تھیں جنھوں نے بہت پہلے ہجرت کرنے کا شرف حاصل کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا اعزاز بھی پایا تھا۔ ان کا شمار

← (۴۱۵۴) طبقات ابن سعد (۸/ ۸۴) طبرانی کبیر (۱۲/ ۳۰۶)۔ صفة الصفوة (۲/ ۳۹) الاستیعاب (۴/ ۲۶۱)۔ الاصابة (۴/ ۲۶۵)۔

① تهذیب الاسماء واللغات للنووی (۲/ ۳۳۸) فتوحات الربانية للصديقى الشافعى (۱/ ۳۲۳)۔

② الاصابة (۴/ ۲۶۵)۔

دانشمند اور فاضل خواتین میں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ بسا اوقات ان کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں دوپہر کو آرام بھی کر لیا کرتے تھے۔ انھوں نے آپ کے لیے بستر اور چادر بھی تیار کر رکھی تھی جس میں آپ محو استراحت ہوتے۔

جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوگئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر منتقل ہوگئیں تو سیدہ شفا رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر ملنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتیں۔ ایک دن یہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے انھیں دیکھ کر ارشاد فرمایا:

((عَلِّمِيهَا رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيهَا الْكِتَابَةَ)) [1]

''اسے چیونٹی کا دم بھی سکھلا دو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھلایا ہے۔''

اس واقعے سے یہ جواز ملتا ہے کہ عورت کو لکھائی کی تعلیم دینی چاہیے اور اسے علم و عرفان سے آراستہ کیا جائے۔ اس واقعے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہرات پڑھنا لکھنا جانتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پڑھنا جانتی تھیں لیکن لکھنا نہیں جانتی تھیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی پڑھ لیتی تھیں لیکن لکھتی نہیں تھیں۔ لکھنا جاننے والی عالم فاضل صحابیات میں سے ایک ام کلثوم بنت عقبہ الامویہ رضی اللہ عنہا تھیں [3] اور تابعیات میں سے سیدہ عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رحمہا اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے میرے ابا جان نے لکھنا سکھلایا تھا۔ اسی طرح سیدہ کریمہ بنت مقداد وغیرہ کا نام بھی لکھنے والی خواتین میں لیا جاتا ہے۔ یہ وہ معزز خواتین ہیں جنھوں نے عورتوں کی تاریخ میں سنہری باب رقم کیے۔

خلفائے راشدین کے دور میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا خواتین کے مسائل کے حوالے سے مرجع کی حیثیت رکھتی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی عورتوں کے حوالے سے مسئلہ

---

① نساء من عصر النبوة (۱/ ۲۳۱، ۴۲۰)۔

② ابوداؤد کتاب الطب باب ماجاء فی الدقی رقم الحدیث (۳۸۸۷) ابن ابی شیبة (۸/ ۳۸) نسائی فی اکبری رقم الحدیث (۷۵۴۳) طبرانی فی الکبیر (۲۴ / ۷۹۰) سنن البیهقی (۹/ ۳۴۹)۔

③ نساء من عصر النبوة (۲/ ۱۹۷، ۲۰۸)۔

در پیش ہوتا تو آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ [1]

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فقہ، عبادت، معاشرتی اصلاح اور علم و ادب میں بڑی مہارت رکھتی تھیں۔ جب وہ قرآن و حدیث کے مسائل بیان کرتیں تو فصاحت و بلاغت کا دل نشیں اسلوب بیان اختیار کرتیں جس سے ظاہر ہوتا کہ آپ بہت بڑی فصیح و بلیغ خاتون تھیں۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مار کر زخمی کر دیا گیا تو اس نازک ترین موقع پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ادیبانہ انداز میں اپنے تاثرات بیان کیے۔ آپ نے اس غم واندوہ کے موقع پر فرمایا:

((يَا اَبَتَاهُ مَايَحْزُنُكَ وِفَادَتُكَ عَلٰى رَبٍّ رَّحِيمٍ وَلاَ تَبِعَةَ لِاَحَدٍ عِنْدَكَ، وَمَعِيَ لَكَ بَشَارَةٌ لاَ اُذِيعُ السِّرَّ مَرَّتَيْنِ، وَنِعْمَ الشَّفِيعُ لَكَ الْعَدْلُ لَمْ تَخْفَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ خَشِنَةُ عِيْشَتِكَ وَعَفَافُ نِهْمَتِكَ، وَاَخْذُكَ بِاَكْظَامِ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ)) [2]

"اے میرے ابا جان! مہربان پروردگار کے پاس آمد پر غم نہ کھایئے گا، کسی کا آپ پر بوجھ نہ ہو اور میرے پاس آپ کے لیے ایک بشارت ہے جو ایک راز ہے اور میں اسے دوبارہ بیان نہ کروں گی۔ انصاف پرور ہستی آپ کی سفارشی بنے گی۔ آپ کی یہ پر مشقت زندگی، پاکیزہ حاجت، آپ کا بہترن اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو گرفتار کرنا اللہ پر مخفی نہیں ہے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے جو خطاب کیا وہ بھی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایک شاہکار تھا۔ فرماتی ہیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لاَنَظِيْرَلَهُ، وَالْفَرْدِ الَّذِيْ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، اَمَّابَعْدُ، فَكُلُّ الْعَجَبِ مِنْ قَوْمٍ زَيَّنَ الشَّيْطَانُ اَفْعَالَهُمْ، وَنَصَبَ حَبَائِلَهُ لِخَتْلِهِمْ، حَتّٰى هَمَّ عَدُوُّ اللّٰهِ بِاِحْيَاءِ الْبِدْعَةِ وَنَبْشِ الْفِتْنَةِ، وَتَجْدِيْدِ الْجَوْرِ بَعْدَ دُرُوْسِهِ، وَاِظْهَارِهِ بَعْدَ دُثُوْرِهِ، وَاِرَاقَةِ الدِّمَاءِ وَاِبَاحَةِ الْحِمٰى، وَانْتِهَاكِ مَحَارِمِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

[1] نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۲۷۳)۔
[2] سير اعلام النساء (۱/ ۲۷٦)۔

بَعْدَ تَحْصِيْنِهَا، فَأَضْرٰى وَهَاجَ وَتَوَغَّرَ وَثَارَ غَضَبًا لِلّٰهِ وَنَصَرَهُ لِدِيْنِ اللّٰهِ، فَأَخْسَأَ الشَّيْطَانَ، وَكَفَّ إِرَادَتَهُ، وَأَصْعَرَ خَدَّهُ لِسَبْقِهِ إِلَى مُشَايَعَةِ أَوْلَى النَّاسِ بِخِلَافَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْمَاضِيْ عَلٰى سُنَنِهِ الْمُقْتَدِيْ بِدِيْنِهِ، الْمُقْتَصِّ لِأَثَرِهِ، فَلَمْ يَزَلْ سِرَاجُهُ زَاهِرًا وَضَوْءُهُ لَامِعًا وَنُوْرُهُ سَاطِعًا لَهُ مِنَ الْأَفْعَالِ الْغُرَرُ وَمِنَ التَّقَدُّمِ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ إِلَى اَنْ قَبَضَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ قَالِيًا لِمَا خَرَجَ مِنْهُ))

''سب تعریف اس اللہ کے لیے جس کی کوئی نظیر نہیں، جو منفرد ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ حمد و ثنا کے بعد! اس قوم پر بہت تعجب ہے جن کے لیے شیطان نے ان کے کام مزین کر رکھے ہیں، ان کو شکار کرنے کے لیے پھندے اور جال لگا رکھے ہیں۔ اس رب کے دشمن نے بدعت کو زندہ کرنے کا ارادہ کیا۔ فتنے کو ابھارنے، ظلم مٹنے کے بعد اسے پھر ایجاد کرنے، ظلم و ستم کے خاتمے کے بعد اسے از سر نو جلا بخشنے، خون بہانے، ممنوع کو جائز سمجھنے، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کرنے، حرمات الٰہیہ کے تحفظ کے بعد پھر ان کو پامال کرنے کا ارادہ کیا...... تو اس کے مقابلہ میں یہ اللہ کا بندہ جوش میں آکر غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، دین الٰہی کی حدود کے لیے مستعد ہو گیا، شیطان کو رسوا کر دیا، اس کے ارادے کو خاک میں ملا دیا، اس کا رخ موڑ دیا کیونکہ اب وہ اس خلیفہ اول کی الوداعی کے بعد مسند خلافت کو سنبھال رہے تھے، سنن پیغمبر ﷺ پر گامزن، ان کے دین کی اقتدا میں اور انہی کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ ان کا چراغ جلتا رہا، روشنی ہر سو پھیلتی رہی اور نورانی کرنیں جگمگاتی رہیں۔ ان کے افعال روشن سنہری چہرے لیے ہوئے تھے اور وہ اطاعت ربانیہ میں پیش قدمی ہی کرتے رہے تاآنکہ دائمی اجل کے ذریعے باری تعالیٰ نے ان کو دار فانی سے وصول کر لیا اور وہ فوت ہونے والا بھی جس دنیا کو الوداع کہہ رہا تھا اس سے بے زار ہی تھا۔''

اگر ہم ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے تمام اوصاف حمیدہ شمار کرنے لگیں تو ان صفحات کا دامن کم پڑ جائے۔ ہم نے یہاں ان صفحات میں ان کے چیدہ چیدہ اوصاف بیان کیے ہیں

تاکہ ان سے اس حیات مستعار میں روشنی حاصل کی جا سکے اور مؤمن خواتین کے لیے آپ کے یہ اوصاف نمونہ اور مشعل راہ بن سکیں۔

قرآن کریم اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

جب میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی آہستہ آہستہ جمع کرنے لگتا ہوں تو ان کے اس فضل وشرف پر آ کر دیر تک ٹھہرا رہتا ہوں کہ انھوں نے قرآن مجید کو جمع کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ صلاحیت انھیں ودیعت کر رکھی تھی تاکہ قیامت تک اہل ایمان ان کا یہ فضل وشرف پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے حق میں دعائیں کرتے رہیں۔

خلافت راشدہ کے دور میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کریم جمع کرنے میں کتنی جدوجہد کی، میں ان کے اس کارنامے پر دیر تک غور کرتا رہتا ہوں کہ یہ ان کا امت پر کتنا بڑا احسان ہے۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اس قرآن کریم کی نگرانی اور حفاظت میں کس قدر حساس تھیں جو واقعی ایسی کتاب ہے کہ باطل نہ اس کے سامنے ٹھہر سکتا ہے اور نہ ہی پیچھے آ سکتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو باطل کے نام ونشان کو مٹانے والی ہے۔ میں اس حقیقت کو جانتا ہوں اور دیگر لوگ بھی اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کیا اور اس کی حفاظت کا بھی خود ذمہ لیا، لیکن قرآن کریم پہلے پہل اہل ایمان کے دلوں میں لکھا ہوا تھا۔ اہل ایمان نے اپنے اللہ سے کیا ہوا وعدہ خوب نبھایا۔ اس کے سپارے اور سورتیں حفاظ صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھیں اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے بھی اس ذمے داری کو خوب نبھایا۔ ان کے حافظے بڑے صاف شفاف تھے۔ ان کے دلوں میں کسی قسم کی میل نہیں تھی اور نہ ہی انہیں نسیان کا عارضہ لاحق تھا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم جہاں سینوں میں محفوظ تھا وہاں وہ چمڑے کے ٹکڑوں، چوڑی ہڈیوں اور لکڑیوں پر بھی لکھا ہوا تھا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیائے فانی سے کوچ کیا تو قرآن مجید کے حوالے سے ان صحابہ کرام کی طرف رجوع کیا جاتا تھا جو حافظ قرآن تھے اور ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس حوالے سے کاتب وحی صحابہ کرام کی طرف بھی رجوع کیا جاتا اور وہ مشہور ومعروف تھے۔ اگر قراءت کے حوالے سے کوئی مشکل پیش آتی تو لکھے ہوئے نصوص کی طرف رجوع کیا جاتا۔

یہ منظر اس طرح باقی نہ رہا۔ مرتدین کے خلاف لڑائیاں شروع ہو گئیں تو ان لڑائیوں

میں بہت سے حافظ قرآن صحابہ کرام جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر نابغہ روز گار سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں قرآن کریم جیسی نعمت ہاتھوں سے نکل نہ جائے۔ اگر باقی ماندہ حفاظ صحابہ کرام بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تو پھر کیا بنے گا؟ قرآن کریم کو جمع کرنا بڑا دشوار ہو جائے گا۔ یہ سوچ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں پیدا ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر صورت حال یہی رہی تو حفاظ کرام کے ناپید ہونے کی وجہ سے قرآن مجید جیسی عظیم نعمت سے ہم ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ کیوں نہ جلدی سے قرآن مجید کو جمع کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اسے امت کے لیے محفوظ بنا دیا جائے؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اس مبارک فکر کے لیے کھول دیا۔ لیکن اس عظیم مہم کو سر کرنے کے لیے کون ذمہ داری اٹھائے گا؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس اہم ذمے داری کو سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ پوری طرح نبھا سکتے ہیں کیونکہ وہ سب سے بڑے کاتب وحی تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ عقلمند نوجوان ہو، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی لکھتے رہے ہو لہٰذا قرآن کریم کو جمع کرنے کا فریضہ تم ہی سرانجام دو۔ [1]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کا مشکل ترین فریضہ سرانجام دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ شروع شروع میں تو گھبرائے لیکن انھوں نے جہد مسلسل سے اس فریضے کو سرانجام دینے کا عمل شروع کر دیا۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی اس مہم کے بارے میں خود بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا تو میں نے قرآن مجید کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اسے چمڑے کے ٹکڑوں اور چوڑی ہڈیوں پر لکھا۔ غرض کہ جو بھی چیز میرے ہاتھ لگتی میں اس پر قرآنی آیات لکھنے لگا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو میں نے قرآن مجید کو ایک صحیفے میں جمع کر دیا تھا اور یہ نسخہ ان کے پاس تھا۔ [2]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس کام میں تین سال صرف ہوئے۔ جب پہلے نسخے کی کتابت مکمل ہو گئی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ نسخہ لے کر ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی (۷/ ۱۴۹)۔

[2] عن الاتقان للسیوطی (۱/ ۱۸۶) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۴۳۱)۔

گئے تا کہ یہ ان کے پاس محفوظ و مامون رہے۔ اس طرح ہماری اماں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے پورے دور خلافت میں قرآن کریم کے اس قلمی نسخے کی نگران رہیں۔

یہ صورت حال اسی طرح رہی یہاں تک کہ مختلف شہروں میں قراءت کے مختلف لہجے رواج پانے لگے۔ اس اختلاف کو ایک عظیم المرتبت راز دان رسول صحابی سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بڑی شدت سے محسوس کیا۔ انھوں نے بغور جائزہ لیتے ہوئے دیکھا کہ عراقی اور شامی علماء کی قراءت میں اختلاف ہے۔ وہ اس صورت حال سے بہت گھبرائے اور فوری طور پر خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھبرائے ہوئے انداز میں کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں معاملہ خلط ملط نہ ہو جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اپنی کتاب قرآن کریم میں اس طرح اختلاف کرنے لگ جائیں جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی اپنی کتاب میں اختلاف کا شکار ہو گئے تھے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے اندیشے کو شدت سے محسوس کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس اختلاف کی خبریں چند دیگر مقامات سے بھی موصول ہو چکی تھیں۔ چنانچہ انھوں نے قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کے متعدد نسخے لکھوانے کا پختہ ارادہ کر لیا تا کہ قرآن مجید کے ایک جیسے نسخے اردگرد کے شہروں میں بھیجے جائیں اور وہاں کے باشندے انھی نسخوں کی تلاوت کریں تو اس سے مختلف قراءتوں کی وجہ سے اختلاف کا اندیشہ جاتا رہے گا۔

اس موقع پر شیخ القراء ماہر علم الفرائض، مفتی مدینہ، کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کردار قرآن کریم کو جمع کرنے کے حوالے سے نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ انھیں یہ ذمہ داری سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سونپی۔ وہ اس اہم ترین کام کے لیے کمربستہ ہو گئے اور اپنے ساتھ تین صحابہ کرام عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو ملا لیا۔ یہ تینوں فصاحت و بلاغت کے دھنی اور قرآن کریم کے حافظ تھے۔

پھر سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ پہلا نسخہ لے لیں جو ان کے پاس محفوظ تھا تا کہ قرآن مجید کی کتابت کے وقت اس سے استفادہ کیا جا سکے۔ بعد میں یہ نسخہ انھیں واپس کر دیا جائے گا۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قرآنی نسخے عالی مرتبت حافظ قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

نگرانی اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں لکھے گئے۔ یہ تمام نسخے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسخے کو سامنے رکھ کر تیار کیے گئے اور ان کی تیاری میں حافظ قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مدد لی گئی جن آیات میں قراءت کے اعتبار سے اختلاف ہوتا تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رابطہ کیا جاتا جنھوں نے وہ آیات براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی تھیں۔ جو وہ بتاتے اسی قراءت پر اعتماد کیا جاتا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے قرآن حکیم کو جمع کرنے کے لیے ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا تاکہ پوری امت کے لیے وہ نسخہ چراغ کی مانند ہو اور سبھی اس سے روشنی حاصل کریں اور اختلاف کی صورت میں اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ قرآن حکیم کی کتابت اور اسے جمع کرنے کے ضمن میں درج ذیل نکات کو پیش نظر رکھا گیا:

① ان قابل اعتماد حافظ قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آیات کو سن کر لکھا گیا جنھوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر وہ آیات یاد کی تھیں۔

② ان آیات کو لکھا گیا جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر تلاوت کرتے رہے۔ جن آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی، ان کو احاطۂ تحریر میں نہ لایا گیا خواہ ان کا حکم باقی کیوں نہ ہو۔

③ بعض صحابہ کرام نے اپنے ذاتی نسخوں میں بعض آیات کی شرح یا ناسخ و منسوخ کے بارے میں لکھا ہوتا یا اس قسم کی کوئی اور تحریر ہوتی تو ان تمام زوائد کو الگ کر دیا گیا اور صرف قرآنی آیات کو ضبط تحریر میں لایا گیا۔

④ پورا قرآن کریم سورتوں اور آیات میں مرتب انداز کے ساتھ ضبط تحریر میں لایا گیا نیز سورتوں اور آیات کی ترتیب وہی رکھی گئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تھی۔

⑤ آج جو قرآن کریم ہمارے سامنے ہے اس کی ترتیب وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق دی گئی تھی۔

⑥ اس مصحف کے متعدد نسخے تیار کیے گئے تاکہ ایک ایک نسخہ ہر شہر میں بھیج دیا جائے اور لوگ اسی کی طرف رجوع کریں۔

﴿۷﴾ باہمی قراءت کے اختلاف کے وقت قریش کی زبان کو بنیاد بنایا جائے کیونکہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِیْ شَیْءٍ فَاکْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَیْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ))

''جب تمھارا اور زید بن ثابت کا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو تم اسے قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ یہ ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔''

اس طرح قرآن حکیم کی کتابت کا کام مکمل ہوا، قرآن حکیم کے متعدد نسخے تیار کرائے گئے اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہر شہر کی طرف ایک نسخہ روانہ کر دیا تاکہ وہاں کے باشندے اس کی طرف رجوع کریں اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ انھیں واپس کر دیا گیا۔ قرآن حکیم کے جمع کرنے میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت قیامت تک قائم رہے گی۔

بیدار مغز محدثہ

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم کے حفظ اور اس کی نگہداشت کے حوالے سے بہت بلند مقام پر فائز ہیں۔ اسی طرح حدیث نبوی کی معرفت میں بھی وہ اعلیٰ مقام پر فائز نظر آتی ہیں۔ ان کا شمار ان امہات المومنین میں ہوتا ہے جو بیدار مغز اور حدیث شریف کی حافظہ تھیں۔ بلکہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا شمار تو ان خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے زیادہ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا، جنھوں نے اپنے سینوں میں احادیث کا ذخیرہ محفوظ کیا۔ ایسا بھلا کیوں نہ ہوتا؟ جبکہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا مدرسہ نبوت کی ایک ہونہار طالبہ تھیں اور علم و عرفان کے اعتبار سے خانہ نبوی میں ام المومنین سیدہ عائشہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے بعد ان کا نام آتا ہے۔ حدیث شریف کے میدان میں ان کی بہت عمدہ یادیں پائی جاتی ہیں۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے والد گرامی کے حوالے سے ساٹھ احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ان سے مروی تین یا چار احادیث ایسی ہیں جن پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کا اتفاق ہے اور چھ ایسی روایات ہیں جن میں امام مسلم منفرد ہیں۔ [1] ام المومنین سیدہ

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۰) تہذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۳۹) المجتبی لابن الجوزی (ص ۹۳) فتوحات الربانیة علی الاذکار النواویة (۱/ ۳۲۳)۔

حفصہ رضی اللہ عنہا سے مردوں میں ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کرنے کی سعادت حاصل کی اور یہ اپنی بہن سے چھ سال عمر میں بڑے تھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان پر رشک کیا کرتے تھے اور ان کے رشک کرنے کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کثرت سے ان کا آنا جانا تھا۔ جب بھی کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو یہ اپنی ہمشیرہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچ جاتے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے کے حوالے سے بڑے مشہور ومعروف تھے۔

جن دیگر افراد نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا ان میں آپ کے بھتیجے حمزہ بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کے علاوہ حارثہ بن وہب، شتیر بن شکل، مطلب بن ابی وداعہ، عبداللہ بن صفوان بن امیہ، مسیّب بن رافع اور بہت سے دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے نام آتے ہیں۔ بہت سی خواتین نے بھی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے حدیث شریف کا علم حاصل کیا اور ان میں سرفہرست سیدہ ام مبشر الانصاریہ رضی اللہ عنہا کا نام آتا ہے۔ ان کے علاوہ سیدہ حفصہ بنت ابی عبید رحمہا اللہ کا نام بھی آتا ہے۔ [1]

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے امام بخاری اور چند دیگر محدثین نے نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کی:

((اَخْبَرَتْنِی حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ، وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ)) [2]

”مجھے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جب صبح ظاہر ہونے پر مؤذن اذان دے کر فارغ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کھڑی ہونے سے پہلے دو ہلکی سی رکعتیں ادا کرتے

---

[1] تهذيب التهذيب لابن حجر (۱۲/ ۴۱۰) نساء من عصر التابعين (۱/ ۹۱، ۱۰۳)۔

[2] صحيح البخارى كتاب الاذان باب الاذان بعد الفجر رقم الحديث (۶۱۸) صحيح مسلم كتاب الصلاة المسافرين وقصرها باب استحباب ركعتى سنة الفجر رقم الحديث (۷۲۳) مسند احمد (۶/ ۲۸۴)۔ سنن دارمى رقم الحديث (۱۴۴۴)، سنن البيهقى (۲/ ۴۸۱)۔ مسند ابوعوانة (۲/ ۲۷۴)۔ مسند ابو يعلى رقم الحديث (۷۰۳۲) مسند عبدالرزاق رقم الحديث (۴۷۶۹، ۴۸۱۱)۔ موطا امام مالك (۹۸)۔

تھے۔“

امام مسلم رحمہ اللہ عبداللہ بن صفوان کے حوالے سے اپنی کتاب میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت نقل کرتے ہیں:

((اَخْبَرَتْنِی حَفْصَةُ اَنَّها سَمِعَتِ النَّبِیَّ ﷺ یَقُولُ: لَیُؤَمَّنَّ هٰذَا الْبَیْتَ جَیْشٌ یَغْزُوْنَهٗ، حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِبَیْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ، یُخْسَفُ بِأَوْسَطِهِمْ وَیُنَادِیْ اَوَّلُهُمْ آخِرَهُمْ ثُمَّ یُخْسَفُ بِهِمْ، فَلَا یَبْقٰی اِلَّا الشَّرِیْدُ الَّذِیْ یُخْبِرُعَنْهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ اَشْهَدُ عَلَیْكَ اَنَّكَ لَمْ تَكْذِبْ عَلٰی حَفْصَةَ وَاَشْهَدُ عَلٰی حَفْصَةَ اَنَّهَا لَمْ تَكْذِبْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ)) ①

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس بیت اللہ کی طرف ایک لشکر لڑائی کے پیش قدمی کرے گا حتیٰ کہ جب وہ بیدا جگہ پر پہنچیں گے تو ان کے درمیان والا حصہ دھنسا دیا جائے گا اور اگلا حصہ پچھلے حصے کو پکارے گا لیکن پھر سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ ایک شخص کے سوا کوئی نہ بچے گا جو بھاگ جائے گا اور لوگوں کو خبر سنائے گا۔ ایک آدمی حفصہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں سے کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹ نہیں بولا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ انھوں نے بھی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا۔“

سنن ابی داؤد اور سنن بیہقی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت مذکور ہے:

((عَنْ حَفْصَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَجْعَلُ یَمِیْنَهٗ لِطَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ وَثِیَابِهٖ وَیَجْعَلُ یَسَارَهٗ لِمَاسِوٰی ذَالِكَ)) ②

”نبی کریم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور پہننے کے لیے استعمال کرتے اور بائیں جانب کو دوسرے کاموں کے لیے۔“

---

① صحیح مسلم شرح النووی (۱۸/ ۵، ۶)۔

② سنن ابو داؤد کتاب الطهارة باب كراهية مس الذكر باليمين رقم الحديث (۳۲) مستدرك حاكم (۴/ ۱۰۹) طبرانی كبير (۲۳/ ۳۴۶) مسند احمد (۶/ ۲۸۷) مسند ابو يعلی (۲/ ۳۲۶، ۳۲۷)۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل اور عبادت کے طریقے بھی مروی ہیں۔

آپ فرماتی ہیں:

((اَرْبَعٌ لَمْ یَکُنْ یَدَعُهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِیَامُ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ وَرَکْعَتَا الْفَجْرِ)) ①

"چار چیزوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے: دسویں محرم کا روزہ، ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کا روزہ، ہر مہینے میں سے تین دنوں کا روزہ اور فجر کی دو رکعتیں۔"

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے ایک تھیں جن سے بعض اوقات فتویٰ صادر کرتے وقت رجوع کیا جاتا تھا۔

امام ابو محمد علی بن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے بہت سے ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بیان کیے ہیں جن سے کسی فتوے کے حوالے سے ایک مسئلہ یا دو مسئلے یا اس سے زیادہ مسائل بیان ہوتے ہیں۔ اسی طرح امام موصوف نے بہت سی عالم فاضل صحابیات کے نام بھی بیان کیے ہیں جنھوں نے فتوے صادر کرنے کے حوالے سے شہرت حاصل کی۔ ان میں سے ام المومنین سیدہ حفصہ، ام المومنین سیدہ صفیہ، ام المومنین سیدہ ام حبیبہ، ام المومنین سیدہ جویریہ، ام المومنین سیدہ میمونہ، سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدہ ام عطیہ الانصاریہ، سیدہ لیلیٰ بنت قائف، سیدہ اسماء بنت ابی بکر، سیدہ ام شریک، سیدہ خولاء بنت تویت، سیدہ ام درداء کبریٰ، سیدہ عاتکہ بنت زید، سیدہ سہلہ بنت سہیل، سیدہ فاطمہ بنت قیس، سیدہ ام سلیم بنت ملحان، سیدہ زینب بنت ابی سلمہ اور سیدہ ام ایمن حبشیہ رضی اللہ عنہن وغیرہ کے نام بیان کیے ہیں۔ ②

خلیفہ زاہد کی زاہدہ بیٹی

دنیا مؤمن کے سامنے اپنی زیب و زینت کے پر پھیلاتی ہے۔ وہ اس بات کی

① سنن النسائی کتاب الصیام رقم الحدیث (۲۴۱۸)، سنن النسائی فی الکبریٰ رقم الحدیث (۲۷۲۴)، مسند احمد (۶/ ۲۸۷)، مسند ابو یعلی (۲/ ۳۲۶)، طبرانی کبیر (۲۳/ ۳۵۴، ۳۹۶)، ابن حبان (۶۴۲۲)۔

② الاحکام فی اصول الاحکام (۲/ ۸۹، ۹۰)۔

استطاعت رکھتا ہے کہ دنیا کی آرائش و زیبائش سے اپنی منشا کے مطابق استفادہ کرے لیکن عقلمند مؤمن محض اللہ کی رضاء کے لیے ہر قسم کی دنیوی زیبائش و آرائش سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔ وہ اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے دنیا سے دست کش ہو جاتا ہے، اس لیے کہ عقلمند مؤمن دنیا کو دوست کے لبادے میں دشمن سمجھتا ہے اور اس سے سخت محتاط رہتا ہے۔ اس کے پیش نظر ان نعمتوں کو حاصل کرنا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس باقی رہنے والی ہیں۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد گرامی قدر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دونوں ہی دنیا سے بیزار تھے اور اس کے چنگل سے دور بھاگتے تھے۔

خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رفیق حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا سے بے رغبتی کا طریقہ سیکھا تھا اور اسی راستے پر وہ گامزن تھیں جس راستے کی نشاندہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ زہد درحقیقت دنیا کی ہر زیب و زینت سے کنارہ کش ہونے کا نام ہے۔ اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کو اس حوالے سے رہنمائی کرتے رہتے تھے اور آپ اسی راستے پر گامزن تھے جس راستے پر حبیب کبریا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چلتے دیکھا تھا۔

آیئے! اب ہم زہد کے حوالے سے سیدنا عمر اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے مثالی زاہدانہ کردار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات کا سلسلہ وسیع پیمانے پر پھیل گیا اسلامی سلطنت کی حدود چہار سو وسیع ہو گئیں اور ہر شعبے کی نمایاں شخصیات امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ پہنچنے لگیں جنھوں نے ایران اور روم کو پسپا کر دیا تھا۔ آپ ان سے بڑے اطمینان وسکون سے ملتے اور بیرونی علاقوں سے آنے والے وفود کے ساتھ اسی سادہ لباس میں ملاقات کرتے جو آپ معمول کے مطابق پہنا کرتے تھے۔ وفود کی آمد پر کسی تکلف کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ آپ کی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ محسوس کرتے ہوئے ابا جی کے حضور عرض کی کہ اگر آپ وفود کی آمد پر اچھا اور عمدہ لباس پہن لیا کریں تو مناسب رہے گا، دور دراز سے وفود آپ کی زیارت کے لیے آتے ہیں، آپ کے بارے میں انھوں نے بہت کچھ سن رکھا ہوتا ہے۔ میرے خیال میں تو ان کے اچھے کھانے کا

بھی اہتمام ہونا چاہیے تاکہ وہ یہاں سے اچھا تاثر لے کر واپس جائیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیار بھرے لہجے میں کہا کہ بیٹی! مجھے یہ بتاؤ کہ کسی انسان کے بارے میں اس کے اہل خانہ سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہوتے ہیں؟ کہنے لگیں: بالکل ٹھیک ابا جان! بات تو یہی ہے کہ گھر والے گھر کے مالک کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹی! میں تجھ سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عالی شان لباس پہننے کا اہتمام کیا؟ کبھی سیر ہو کر انھوں نے یا آپ کے گھر والوں نے کھانا کھایا؟ وہاں تو صورت حال یہ تھی کہ صبح کو سیر ہو کر کھا لیتے تو شام کو بھوکے رہتے اور اگر شام کو سیر ہو کر کھانا کھاتے تو صبح کو بھوکے ہوتے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جی ہاں ابا جان! ہوتا تو ایسے ہی تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے گھر والوں نے کبھی سیر ہو کر کھجوریں کھائیں یہاں تک کہ خیبر فتح ہو گیا اور اے میری بیٹی! میں تجھ سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتی ہو کہ جب تم نے آپ کے لیے دستر خوان بچھا کر عمدہ قسم کے کھانوں سے اسے بھر دیا تو دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل گیا، تم نے یہ صورت حاصل دیکھ کر دستر خوان کو لپیٹا اور سادہ کھانا مہیا کیا؟

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! بات تو کچھ ایسے ہی تھی اور آپ بالکل سچ فرماتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! میں تجھ سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چادر پر سوتے۔ ایک مرتبہ تم نے اس چادر کی چار تہیں کر کے بچھا دیں۔ جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ اس گداز بستر کی وجہ سے تم نے مجھے رات کے قیام سے روک دیا ہے۔ چادر کی تہیں معمول کے مطابق دو ہی لگایا کرو۔

میں تم سے اللہ کی قسم دے کر یہ بھی پوچھتا ہوں کیا تم یہ بھی جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑوں کو دھونے کے لیے اتار دیتے۔ سیدنا بلال نماز کے لیے اطلاع دینے آتے تو آپ مزید کپڑوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت نماز کے لیے تشریف لے جاتے جب آپ کے دھلے ہوئے کپڑے خشک ہو جاتے؟

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آبدیدہ ہو کر کہا: ابا جان! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر سیدنا عمر

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! میں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں، کیا تم جانتی ہو کہ انصار کے قبیلہ بنو ظفر کی ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک تہبند اور ایک اوڑھنے کے لیے چادر بنائی۔ جب ایک چیز تیار ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی زیب تن کر کے نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ بات کہنے کے بعد زار و قطار رونے لگے۔ بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی رونا شروع کر دیا۔ دونوں باپ بیٹی دیر تک روتے رہے۔ آپ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں غم کی شدت کی وجہ سے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز ہی نہ کر جائے، پھر بیٹی سے کہنے لگے: دیکھو بیٹی! میرے لیے دو ہی نمونے ہیں اور دو ہی راستے ہیں جن پر گامزن رہنا اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں، اور جب تک میری زندگی ہے میں انھی کے راستے پر چلتا رہوں گا، اسی میں میری کامیابی و کامرانی ہے۔ ایک سیدنا حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ یہی میرے لیے مشعل راہ ہیں، یہی میرے مقتدیٰ ہیں، انھیں کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں اور انھی کی زندگی میرے لیے نمونہ ہے۔

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ انھوں نے ٹھنڈا شوربا اور روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ شوربے میں زیتون کے تیل کی آمیزش کر دی۔ یہ دیکھ کر فرمانے لگے کہ ایک برتن میں دو سالن؟ میں مرتے دم تک یہ نہیں کھاؤں گا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں جو سیدنا عمر اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی پر دلالت کرتے ہیں۔ دونوں باپ بیٹی پوری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے رکھا۔ کبھی کبھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی بھی ان کے راستے کو اور زیادہ منور کر دیتی۔ دن اسی طرح گزرتے گئے یہاں تک کہ تاریخ اسلام کا وہ نازک دن آ پہنچا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز کے دوران میں خنجر مار کر زخمی کر دیا گیا۔ مدینہ منورہ کی خواتین کے ہمراہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بھی روتی ہوئی اپنے ابا جان کے پاس پہنچیں، لیکن آپ نے درد سے کراہتے ہوئے اپنی بیٹی سے کہا: بیٹی! نوحہ نہ کرو اور اس طرح جزع فزع نہ کرو۔

علامہ زبیدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا گیا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

نے غم میں ڈوبے ہوئے یہ کہا:

((یَا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، یَا صِهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، یَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ! لِابْنِهِ اَجْلِسْنِیْ، فَلاَ صَبْرَلِیْ عَلٰی مَا اَسْمَعُ فَقَالَ لَهَا اِنِّیْ اُخْرِجُ لِمَالِیْ عَلَیْكِ مِنَ الْحَقِّ اَنْ تَنْدُبِیْنِیْ بَعْدَهَا، فَاَمَّا عَیْنَیْكِ فَلاَ اَمْلِكُهُمَا، اِنَّهُ لَیْسَ مِنْ مَیِّتٍ یُنْدَبُ بِمَا لَیْسَ فِیْهِ اِلَّا مَقَتَهُ الْمَلاَئِکَةُ))

''سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر! اے امیر المؤمنین!...... تو وہ اپنی بیٹی سے فرمانے لگے: مجھے بٹھاؤ میں یہ سن کر صبر نہیں کر سکتا۔ فرمانے لگے کہ اے حفصہ! تجھ پر میرا جو حق ہے اس کے ذریعے میں تجھے کہتا ہوں کہ اب ایسے الفاظ نہ نکالنا۔ ہاں! تیری آنکھوں پر تو قابو نہیں ہو سکتا، کیونکہ جس میت پر بھی باآواز بلند اس کی صفات بیان کر کے رویا جائے تو فرشتے اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خنجر مارا گیا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا زار و قطار رونے لگیں۔ تو آپ نے زخمی حالت میں ارشاد فرمایا: بیٹی حفصہ! کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جس پر نوحہ کیا جائے اسے عذاب کیا جاتا ہے۔ یوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی لخت جگر کو خوشی اور غمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پیش نظر رکھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

برحق موت کا وقت آ گیا

خلافت راشدہ کے دور میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے خوشگوار زندگی بسر کی۔ خلفائے راشدین، کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، عالی مرتبت فقہاء، ان کی بڑی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ ہر ایک کے دل میں ان کا بے پناہ احترام تھا۔ ہر کسی کو ان کے فضل و شرف کا اعتراف تھا۔ دور نبوی میں بھی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا علم و عرفان، فقہ اور ادب کے حوالے سے مرکز نگاہ کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔

جب سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کے درمیان دردناک فتنہ ظاہر ہوا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ارادہ کر لیا تھا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بصرہ کی طرف روانہ ہوں لیکن ان کے بھائی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روک دیا اور انھیں گھر ہی میں رہنے کا مشورہ دیا۔ چونکہ یہ اپنے بھائی کا بڑا احترام کیا کرتی تھیں لہٰذا ان کا مشورہ مانتے ہوئے گھر ہی میں رہیں۔ بھائی نے کہا کہ آپ اپنے گھر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی میں مصروف رہیں۔ اسی میں آپ کی بہتری ہے۔ اس قسم کے ہنگاموں سے آپ بالکل الگ تھلگ رہیں۔

اسی طرح دن اور سال گزرتے گئے۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گھر علم وعرفان کا روشن مینار اور حدیث کے طالب علموں کا ملجا و ماویٰ بنا رہا۔ ۴۵ھ ماہ شعبان میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے جسمانی کمزوری محسوس کی اور یہ کمزوری دن بدن بڑھنے لگی تو آپ نے یہ محسوس کر لیا کہ اب سفر آخرت کے لیے روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے، اور ایسے ہی ہوا۔ چند دنوں کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس وقت مدینے کا گورنر مروان بن حکم تھا۔ اس نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس نے چارپائی کو کندھا بھی دیا۔ پھر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنت البقیع کے قبرستان تک جنازے کو کندھا دیا اور قبر میں ان کے دو بھائی عبداللہ اور عاصم اترے۔ اسی طرح بھتیجوں میں عبداللہ، سالم، حمزہ اور عبدالرحمٰن قبر میں اترے۔

وفات کے وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔[1] ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو قبر تک الوداع کرنے کے لیے جلیل القدر صحابی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے۔ ان صفحات میں ہم نے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی قابل رشک سیرت کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہم سیرت نگاری کا حق تو ادا نہیں کر سکتے البتہ جس قدر ممکن ہو سکا ہم نے آپ کی زندگی کے نمایاں اور درخشاں پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے یہ اعزاز عطا فرمائے کہ قیامت کے دن مجھے اہل بیت کا ساتھ نصیب ہو۔ جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا ہے۔ آمین۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

وصلى الله على النبى محمد وعلى آله و اصحابه وسلم

---

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۱۴، ۱۵)، تهذيب الاسماء واللغات للنووى (۲/ ۱۳۳۹)، ازواج النبى للصالحى (ص ۱۴۴)، طبقات ابن سعد (۸/ ۸۶)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۲۹)۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

کعب بن لوی

مرہ	عدی	ہصیص
کلاب	رزاح	عمرو
قصی	قرط	جمح
عبدمناف	عبداللہ	حذافہ
ہاشم	رباح	وہب
عبدالمطلب	عبدالعزی	حبیب
عبداللہ	نفیل	مظعون
محمد صلی اللہ علیہ وسلم	خطاب	زینب رضی اللہ عنہا

خطاب اور زینب رضی اللہ عنہا ← سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہا ← سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ← سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اولاد نہ ہوئی

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب والد اور والدہ (دونوں) کی طرف سے کعب بن لوی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتا ہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔

5

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذالک الفوز العظیم (المائدہ ۵/۱۱۹)

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا

خواتین اهل بیت

اُم المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

- ان خواتین میں سے ایک جنہوں نے نیکی اور احسان میں شہرت حاصل کی۔
- مساکین، غرباء اور فقراء کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے اور ان پر صدقہ وخیرات کرنے کی وجہ سے یہ ام المساکین کے نام سے مشہور ومعروف ہوئیں۔
- جن سے نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد کے بعد شادی کی۔
- جنہوں نے اپنے رب کی طرف نیکوں کی طرح بڑے سکون سے کوچ کیا اور عبادت گزاروں کی سی خاموشی سے اپنے رب سے جاملیں۔
- جنہوں نے ۴ ہجری میں وفات پائی اور ازواج مطہرات میں مدینے کے اندر سب سے پہلے فوت ہوئیں اور جنت البقیع کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔

خیر و بھلائی کے دروازوں سے

حقیقی مسلمان تمام لوگوں سے بڑھ کر خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے۔ اس لیے کہ مسلم خواہ مرد ہو یا عورت، خیر و بھلائی کو اپنے لیے مخصوص نہیں رکھتا بلکہ اسے اپنے اردگرد بسنے والے لوگوں پر بانٹتا رہتا ہے جس سے اس کے دل کو روشنی میسر آتی ہے اور وہ خیرات و صدقات کو لوگوں میں بانٹتے ہوئے نہایت ہی بارونق ماحول میں زندگی گزارتا ہے۔ مصر کے مشہور و معروف ادیب اور مفکر عباس محمود العقاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کامیاب زندہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی کے ہر پہلو میں اپنا اثر چھوڑے۔ اس کے دل میں یہ خواہش ہو کہ وہ اپنا سایہ کائنات کی ہر چیز پر پھیلا دے، اپنے شعور کو ہر جگہ تک پہنچا دے، اس کی فکر ہر دل میں جاگزیں ہو جائے، اپنے اسرار و رموز کو کائنات کے کونے کونے تک پہنچا دے، وہ اپنی زندگی کو اس طرح مفید عام بنا دے کہ جس کی کوئی انتہاء ہی نہ ہو اور اس کی زندگی ایسا کمال کا سودا بن جائے کہ جو کسی بازار میں بھی دستیاب نہ ہو اور نہ ہی کوئی مالدار کہیں سے اسے خرید سکے۔

جو کوئی نیکی اور خیرات و صدقات کے کام سے مانوس ہو جائے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسے اجر و ثواب سے نوازتے رہتے ہیں۔ جو نیکی کرنے اور صدقہ و خیرات کرنے کا عادی بن جائے وہ اس راستے پر گامزن رہنے میں دلی طور پر مسرت اور راحت محسوس کرتا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سے خیر و بھلائی کے راستے بتائے ہیں جن پر گامزن ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ راستے اختیار کرنے پر اجر و ثواب کے حوالے سے بھی ترغیب دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی خیر و برکت کے کام کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ خواہ کام کتنا ہی چھوٹا اور معمولی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۹۷)

''اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝﴾

''جو بھی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔''

ہماری آج کی مہمان اہل بیت نبوی کی ان پاکیزہ خواتین میں سے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے معزز بنایا اور دیگر خواتین پر فضل و شرف عطا کیا۔ یہ ان خواتین میں سے ایک ہیں جنھیں احسان و فضل کے حوالے سے شہرت حاصل ہوئی اور فضل و کرم کے اعتبار سے جنھوں نے بڑا نام پیدا کیا، اور انھیں نہ صرف شہرت کے حوالے سے زندہ جاوید ہونے کا اعزاز حاصل ہوا بلکہ امہات المومنین کی لڑی میں شامل ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا اور اس طرح انھوں نے پاکیزہ خانہ نبوی میں قدم رنجہ ہونے کی سعادت بھی حاصل کی۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ الہلالیہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ زندگی کے حالات کے بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ [1]

اس معزز خاتون کو غربا و مساکین کی بہت زیادہ خدمت کرنے کی بنا پر ام المساکین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝﴾ (الرحمان: ۵۵/ ۶۰)

''نیکی واحسان کا بدلہ سوائے اچھائی واحسان کے کچھ نہیں۔

کیا ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ہم ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر کما حقہ روشنی ڈال سکیں؟ کیا ہم اس طرح ان کے بہت سے احسانات کا کچھ بدلہ چکا سکتے ہیں؟ کیا ہم اس طرح ان کی زندگی کے زیر سایہ سعادت کے چند لمحات گزار سکتے ہیں؟

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کی سیرت بیان کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

خانہ نبوی میں قدم رکھنے سے پہلے حالات زندگی

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی بعثت نبوی سے تقریباً تیرہ سال پہلے مکہ معظمہ میں

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۳۳، ۳۴) مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۸)، اسد الغابة (۶/ ۱۲۹)، سير النبوية (۲/ ۶۴۷)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۸)، البداية والنهاية (۴/ ۹۰، ۵/ ۲۹۵)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۵، ۱۱۶)، الاصابة (۴/ ۳۰۹) الاستيعاب (۴/ ۳۰۵، ۳۰۶)، تاريخ الطبرى (۲/ ۸۰، ۲۱۴)، دلائل النبوة للبيهقى (۷/ ۲۸۵)۔

پیدائش ہوئی۔ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جوان ہوئیں تو مکہ نور اسلام سے جگمگا رہا تھا اور یہ ان خوش قسمت لوگوں کی فہرست میں شامل ہوئیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں سبقت لے جانے کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں لیکن سب سے مشہور قول امام زہری رحمہ اللہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کی شادی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی اور وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ طفیل بن حارث کی بیوی تھیں اور اس کے بعد ان کے بھائی عبیدہ بن حارث مطلبی رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ [1]

ہم اس بات کی تو استطاعت نہیں رکھتے ہیں کہ ان اقوال کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کر سکیں یا کسی ایک قول کو ترجیح دے سکیں، اور نہ ہی ہمارے پاس اس حوالے سے کوئی ثقہ سند پائی جاتی ہے۔ البتہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ مؤرخین، سیرت نگاروں اور سوانح نگاروں کی آراء اپنے معزز قارئین کی خدمت میں پیش کر دیں تاکہ ہم حقیقت کی روشنی کے قریب پہنچ سکیں۔

امام طبرانی محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

((تزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَيْنَبَ بِنْتَ خُزَيْمَةَ الْهِلَالِيَّةَ أُمَّ الْمَسَاكِيْنِ كَانَتْ قَبْلَهٗ عِنْدَ الطُّفَيْلِ بْنِ الْحَارِثِ بِالْمَدِيْنَةِ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ ہلالیہ سے شادی کی۔ آپ سے پہلے وہ طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں بیوی تھیں۔''

اس سے ملتی جلتی بات ابن کلبی نے بھی کہی ہے، وہ فرماتے ہیں:

((كَانَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ الْخُزَيْمَةِ عِنْدَ الطُّفَيْلِ بْنِ الْحَارِثِ فَطَلَّقَهَا، فَتَزَوَّجَهَا أَخُوْهُ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ عَلٰى رَأْسِ أَحَدٍ وَّثَلَاثِيْنَ شَهْرًا مِنَ

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۸) الاصابۃ (۴/ ۳۰۹) ازواج النبی للصالحی (ص ۹۳)۔

[2] طبرانی کبیر (۲۴/ ۵۸)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۸)۔ الکامل لابن الاثیر (۲/ ۱۷۰) انساب الاشراف (۱/ ۴۲۹)۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

مضر بن نزار

- الیاس
- مدرکہ
- خزیمہ
- کنانہ
- نضر
- مالک
- فہر
- غالب
- لؤی
- کعب
- مرہ
- کلاب
- قصی
- عبدمناف
- ہاشم
- عبدالمطلب
- عبداللہ
- **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم**

- قیس عیلان
- خصفہ
- عکرمہ
- منصور
- ہوازن
- بکر
- معاویہ
- صعصعہ
- عامر
- ہلال
- عبدمناف
- عمرو
- عبداللہ
- حارث
- خزیمہ
- **سیدہ زینب رضی اللہ عنہا**
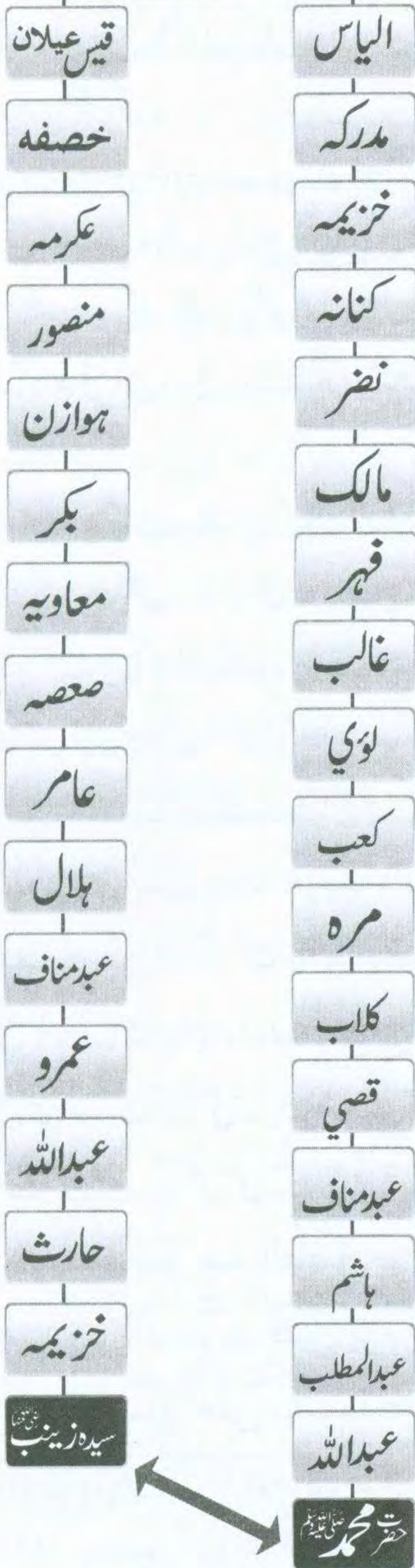
سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب مضر بن نزار پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب اکثر سوانح نگاروں نے عموماً بنو ہلال کے تحت ہلال بن عامر تک بیان کیا۔ الحمد للہ دارالابلاغ کی ریسرچ کمیٹی نے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب مضر بن نزار تک بیان کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے نسبی تعلق کا شرف واضح کیا ہے۔

الْهِجْرَةِ بَعْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رضی اللہ عنہا)) ①

''سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ انھوں نے طلاق دے دی تو اس کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا۔ وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے اکتیس ماہ بعد رمضان میں انھیں اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا۔ اس سے پہلے آپ کے عقد میں سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا آ چکی تھیں۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی امہات المومنین میں شمولیت

۳ھ کو جنگ احد بپا ہوئی جس میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جام شہادت نوش کر گئے۔ انھوں نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاء اور جنت کے حصول کے لیے چھوڑا جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کر رکھا تھا۔

شہداء کی بیویوں اور بچوں کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے یارو مددگار نہیں چھوڑا کہ وہ زندگی بھر دگرگوں حالات کے تھپیڑے کھاتے رہیں بلکہ ان میں سے ہر وہ جو قدرت رکھتا تھا اس نے کسی نہ کسی شہید کی بیوی کو اپنے حبالۂ عقد میں لے کر اسے اور اس کے ننھے منے بچوں کو تحفظ فراہم کیا اور ان کے دلوں سے جدائی اور یتیمی کے درد کو مٹایا۔

یہاں ہم کچھ دیر کے لیے سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ ① جن کے خاوند غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور انھوں نے غم و اندوہ کا نہایت دردناک انداز میں اظہار کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے غم میں ڈوبے ہوئے کلمات کو اپنے مبارک کانوں سے سن لیا۔ آپ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

((وَاِنَّ لِلزَّوْجِ مِنَ الْمَرْءَةِ مَكَانًا مَاهُوَ لِاَحَدٍ))

''عورت کے دل میں اپنے خاوند کا جو مقام و مرتبہ ہوتا ہے وہ اور کسی کا نہیں ہوتا۔''

آپ نے سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم نے یہ سب کچھ کیوں کہا؟

انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے بچوں کی یتیمی کا خیال آ گیا۔ اے اللہ کے رسول! میرے لیے دعا کیجیے اور میرا خیال رکھیے۔

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۵)۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ازدواجی شجرہ کی وضاحت

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ازواج کے متعلق مورخین کے دو قول ہیں:

①... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

②... آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی طفیل بن حارث سے ہوئی۔ اس نے طلاق دے دی تو اس کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ ان کے بعد سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی۔

اگر دونوں اقوال کو تطبیق دی جائے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی طفیل بن حارث سے ہوئی۔ انہوں نے طلاق دے دی اور ان کے بھائی عبیدہ بن حارث نے سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ عبیدہ کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کی جنگ احد میں شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آئیں۔

[واللہ اعلم بالصواب]

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ازدواجی شجرہ

ایک قول کے مطابق

عبداللہ بن جحش
(غزوہ احد میں شہید ہو گئے)

پہلا خاوند

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرے قول کے مطابق

طفیل بن حارث (طلاق)

پہلا خاوند

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

دوسرے خاوند

عبیدہ بن حارث (بدر میں شہید ہو گئے)

تیسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
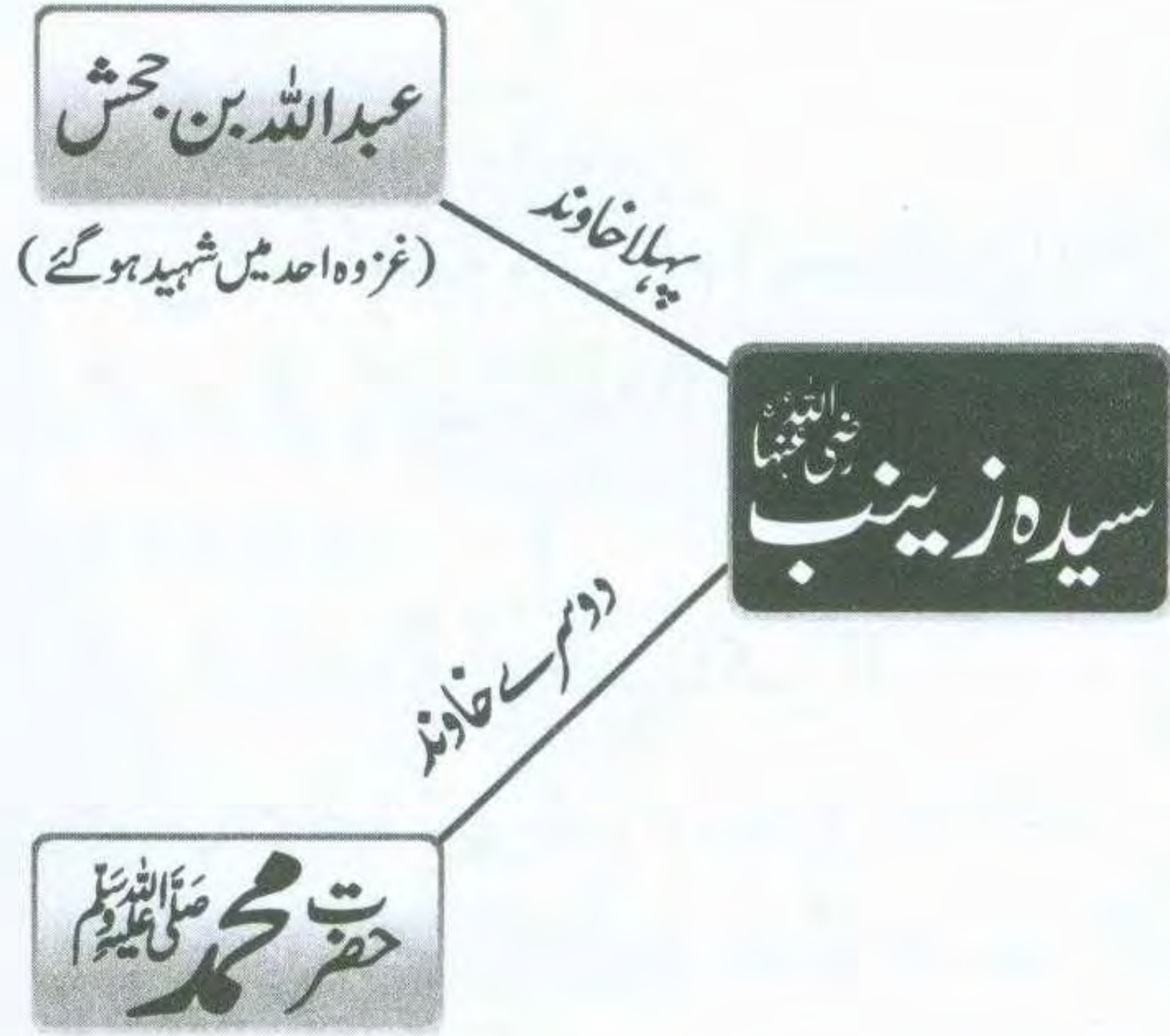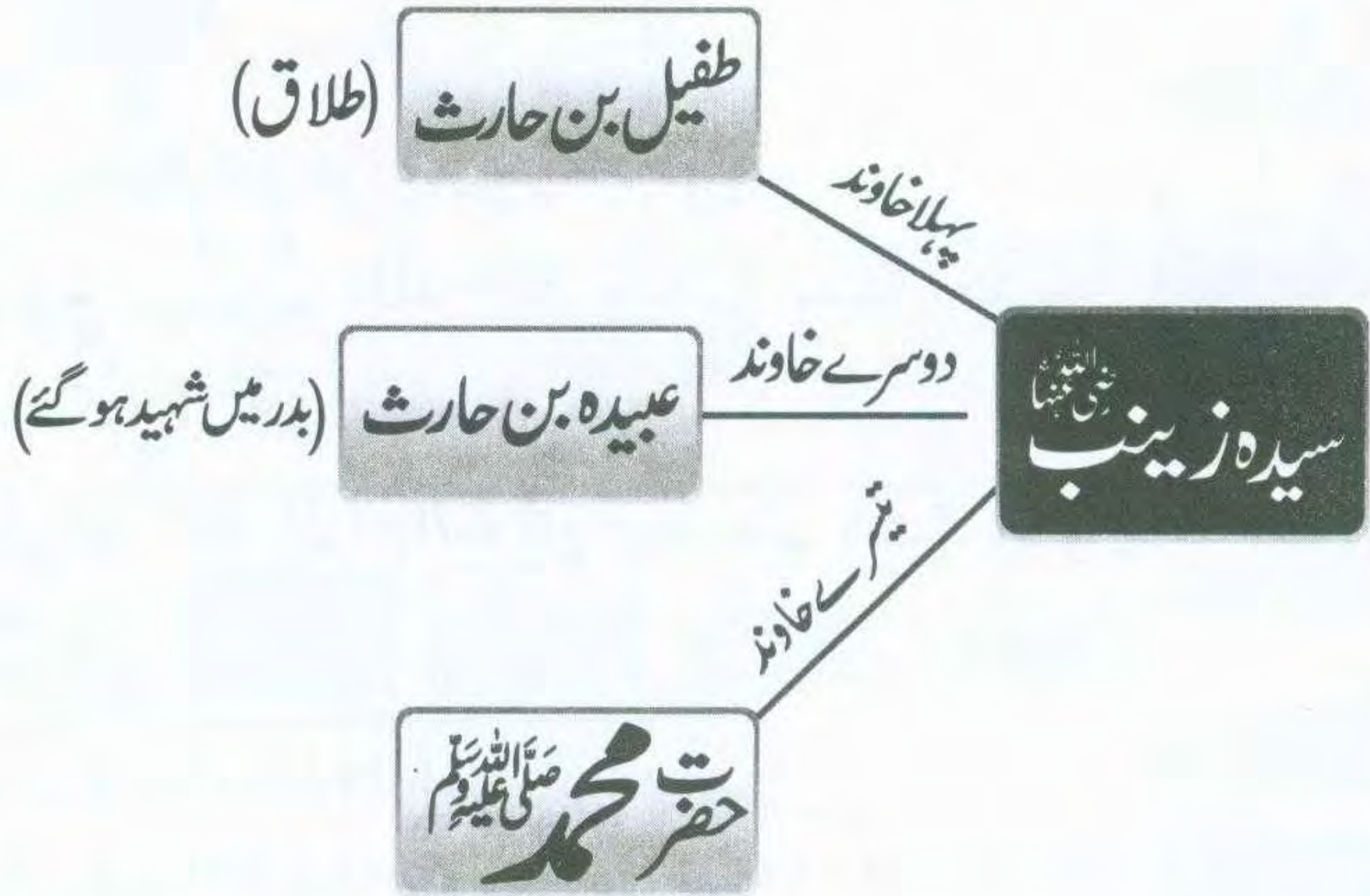
((كَانَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ خُزَيْمَةَ الْهِلَالِيَّةُ تُسَمّٰى أُمَّ الْمَسَاكِيْنِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ))

''سیدہ زینب بنت خزیمۃ ہلالیہ رضی اللہ عنہا زمانہ جاہلیت ہی میں ام المساکین کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔''

علامہ بلاذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَكُنِّيَتْ بِذٰلِكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، أَيْ أُمَّ الْمَسَاكِيْنِ)) ①

''زمانہ جاہلیت ہی میں ان کی یہ کنیت یعنی ام المساکین رکھ دی گئی تھی۔''

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَتْ تُدْعٰى فِي الْجَاهِلِيَّةِ أُمَّ الْمَسَاكِيْنِ))

''ان کو زمانہ جاہلیت میں ام المساکین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔''

علامہ طبرانی رحمہ اللہ امام زہری رحمہ اللہ کے حوالے سے ثقہ سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

((تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَيْنَبَ بِنْتَ خُزَيْمَةَ الْهِلَالِيَّةَ وَهِيَ أُمُّ الْمَسَاكِيْنِ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِكَثْرَةِ إِطْعَامِهَا الْمَسَاكِيْنَ)) ②

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو ام المساکین کہلاتی ہیں۔ ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ وہ مسکینوں کو بکثرت کھانا کھلایا کرتی تھیں۔''

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سیرت میں رقمطراز ہیں:

((تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَيْنَبَ بِنْتَ خُزَيْمَةَ الْهِلَالِيَّةَ أُمَّ الْمَسَاكِيْنِ)) ③

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔''

---

① انساب الاشراف (۱/ ۴۲۹)۔

② طبرانی کبیر (۲۴/ ۵۷)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۸)، اسد الغابة (۶/ ۱۲۹)، درالسحابة للشوکانی (ص۳۲۸)۔

③ السیرة النبویة (۲/ ۶۴۷)۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ سے نسبی تعلق

خزیمہ بن مدرکہ

کنانہ — ہون — اسد

کنانہ
نضر
مالک
فہر
غالب
لؤي
کعب
مرہ
کلاب
قصي
عبدمناف
ہاشم
عبدالمطلب
عبداللہ
حضرت محمد ﷺ

اسد
دودان
غنم
کبیر
مرہ
صبرہ
یعمر
رئاب
جحش

عبیداللہ — عبداللہ — ابواحمد (عبد) — سیدہ زینب رضی اللہ عنہا — حمنہ رضی اللہ عنہا
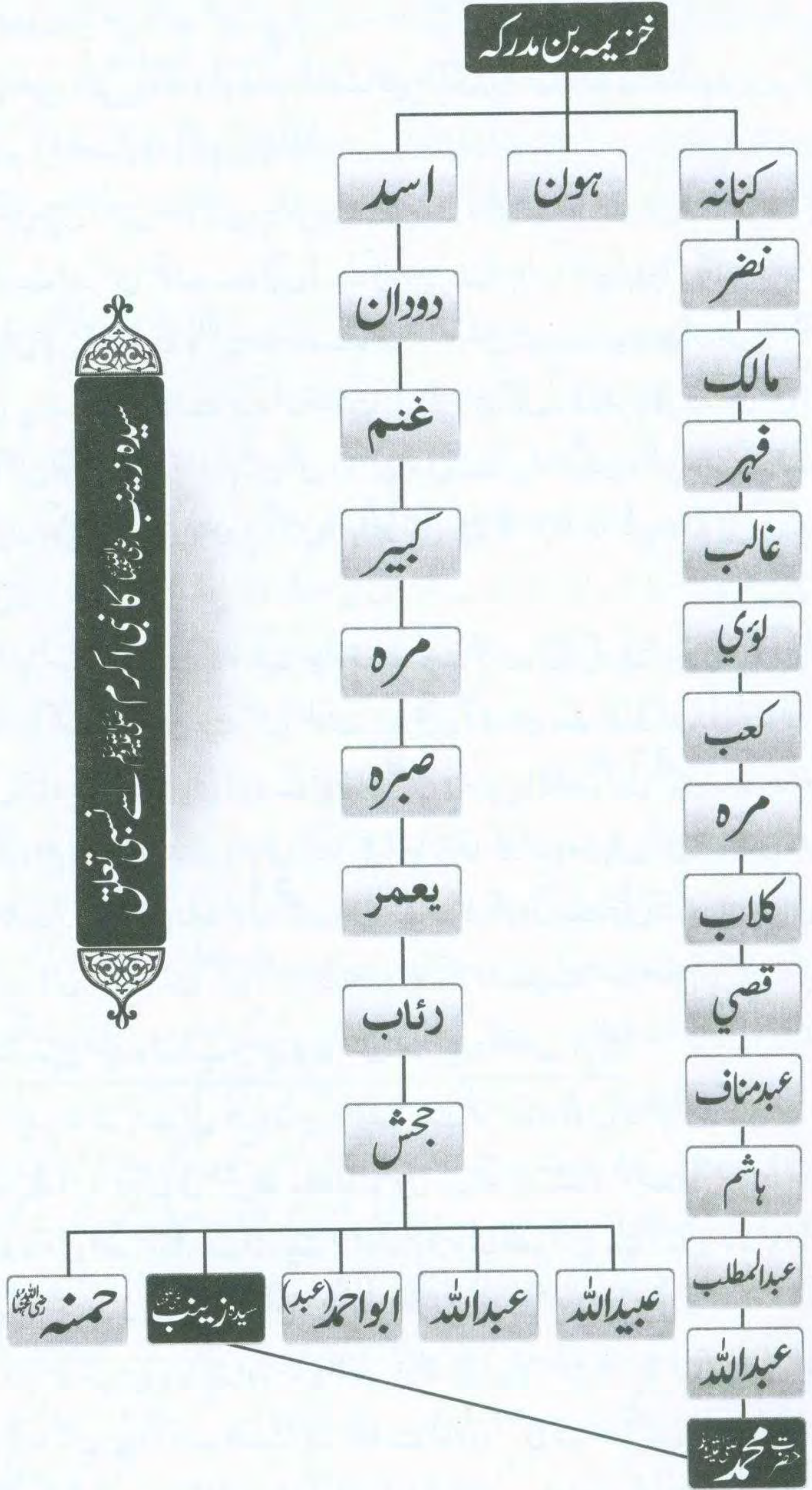
علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَهِيَ الَّتِي يُقَالُ لَهَا أُمُّ الْمَسَاكِينِ لِكَثْرَةِ صَدَقَاتِهَا عَلَيْهِمْ وَبِرِّهَا لَهُمْ وَإِحْسَانِهَا إِلَيْهِمْ)) ①

''یہی ہیں جنہیں مساکین پر کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے، ان کے ساتھ نیکی کرنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا۔''

ہاں ہاں! یہ بات بالکل درست ہے کہ ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا فقراء اور مساکین پر سب خواتین سے بڑھ کر شفقت کرنے والی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی انھیں یہ امتیاز حاصل تھا اور زمانہ اسلام میں بھی وہ اس خوبی سے آراستہ تھیں، لیکن جب یہ نعمت ایمان سے سرفراز ہوئیں اور خاص طور پر انھیں ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا تو ان کی یہ خوبی دو چند ہوگئی۔

ام المساکین ہونے کا وصف سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو پاکیزہ خانۂ نبوی کی خواتین میں ممتاز بنا گیا۔ مساکین سے حسن سلوک سے پیش آنا، ان کے ساتھ ہمدردی کرنا اور شفقت سے پیش آنا، یہ سب خوبیاں ان کے فیاضانہ فضل و کرم پر دلالت کرتی تھیں۔ مدینہ منورہ میں بھی انھیں ام المساکین کے نام ہی سے پکارا جاتا تھا کیونکہ وہ یہاں بھی مساکین، غرباء اور فقراء کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتی تھیں، ان کے ساتھ رحم دلی سے پیش آتیں اور ان کی ہر ممکن مدد کرتیں۔ اس طرح انھیں فضل و کرم اور جود و سخا کے حوالے سے ممتاز مقام حاصل ہو گیا تھا۔

ام المساکین سیدہ زینب، سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہن

سیدہ عائشہ بنت ابی بکر اور سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کو ام المساکین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے پہلے ام المومنین کی حیثیت سے خانہ نبوی میں قدم رکھنے کا شرف حاصل ہوا تھا اور ان دونوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ اس لیے انھیں خانہ نبوی میں ام المومنین کی حیثیت سے نئی آنے والی سے کوئی خطرہ یا رقابت محسوس نہ ہوئی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی ہے اور انھیں خانۂ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شفقت، محبت اور رحم دلی میسر ہے اور وہ دونوں یہ بھی جانتی تھیں کہ

① البداية والنهاية (۴/ ۹۰)۔

رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے نہیں بولتے اور نہ ہی اپنی مرضی سے کوئی کام سرانجام دیتے ہیں بلکہ آپ ہر بات اور ہر کام وحی الٰہی کی بنیاد پر سرانجام دیتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی بنیاد پر کی ہو؟

ام المساکین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنی پیش رو سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کوئی رقابت نہیں رکھتی تھیں۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا الفت ومحبت اور شفقت کے ماحول میں خوشگوار زندگی بسر کر رہی تھیں اور انھیں اپنی زندگی میں اسلام کی عظمت واضح طور پر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ مساکین کے ساتھ شفقت، نرم دلی اور حسن سلوک سے پیش آنے کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتی تھیں۔ وہ اپنا تمام وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مساکین کی دیکھ بھال میں صرف کرتیں۔ غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور ان پر صدقہ و خیرات کرنے سے ان کو دلی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ اسی لیے تو ان کے اصل نام پر ان کی کنیت غالب آ گئی [1] اور اس کنیت پر ان کو بھی بڑا فخر حاصل تھا۔ اگر کوئی شخص ان کو کنیت کے حوالے سے یاد کرتا تو ان کو خوشبو کے خوشگوار جھونکے کی طرح محسوس ہوتا۔

ہاں ہاں! یہ بات درست ہے کہ ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا خیرات و صدقات خوشی سے کیا کرتی تھیں۔ ان کے حجرے سے خیرات وصدقات اور اللہ و رسول کی اطاعت ہی برآمد ہوتی دکھائی دیتی۔ بلا شبہ یہ ان کا بہت بڑا اعزاز تھا۔ ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل بڑا مطمئن تھا۔ اس لیے کہ وہ رب العالمین کے رسول سیدنا محمد ﷺ کی رفیقہ حیات تھیں۔ بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی فضل وشرف اور فخر کی بات ہو سکتی ہے۔ ان کے دل میں کسی کے بارے میں کسی قسم کی کوئی میل نہ تھی۔ ان کا دل آئینے کی طرح صاف شفاف تھا۔ اور اس اعزاز پر وہ بڑی خوش تھیں کہ انھیں ام المومنین ہونے کا مرتبہ و مقام حاصل ہو گیا ہے اور لوگ ان کو ام المساکین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم جو علم اور عبادت کے لیے دنیا سے کٹ کر مسجد نبوی میں ہر وقت رہتے تھے یہ ان کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں، کیونکہ یہ سب درسگاہ نبوی کے پہلے طالب علم تھے اور ان سب کو رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور نگرانی میسر تھی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش

---

[1] المعارف لابن قتيبة (ص١٣٥)۔

آتیں۔ ان کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتیں۔ جس کی وجہ سے ان سب کے دلوں میں ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بڑا احترام تھا اور وہ سب ان کے جود و کرم سے متاثر ہو کر ان کے لیے دعائیں کرتے اور ان کے حق میں تعریفی کلمات کہتے۔

جنت کی طرف روانگی

ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا خانہ نبوی میں قیام زیادہ طویل عرصے تک نہ رہا اور نہ ہی انھیں دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ زیادہ لمبی زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ چند ماہ ہی گزرے تھے کہ جو لوگ مسجد نبوی میں موجود تھے ان کے چہروں پر غم و اندوہ کے آثار نمایاں ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک شخص نمودار ہوا جس نے برسر عام یہ اعلان کیا کہ لوگو! ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اپنے رب سے جا ملی ہیں۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہایت پرسکون خاموشی میں قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی طرح خاموشی سے اس گھر سے نکلیں تا کہ ان نیک لوگوں کے پاس، ان کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے، جو ان سے پہلے سلامتی کے گھر کی طرف سدھار گئے تھے اور جنت متقی لوگوں کے لیے ایک بہترین گھر ہے۔ ام المساکین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی موت نے حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کی خواتین کی سردار زوجہ طاہرہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی موت کو یاد کروا دیا جو آپ کی سچے دل سے معاون تھیں اور جن کو سب سے پہلے ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا، جو اسلام کی علمبردار اور مؤمن خواتین کی سچے دل سے قدر دان تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ ام المساکین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس حال میں وفات پائی کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت نہیں کی تھی۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَمَا رَوَتْ شَيْئًا)) [1]

''انھوں نے کوئی چیز روایت نہیں کی۔''

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں:

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۸)۔

((وَمَا نَعْلَمُهَا أَسْنَدَتْ شَيْئًا)) ①

''ہمیں معلوم نہیں کہ انھوں نے کوئی چیز روایت کی ہو۔''

شاید یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ خود مساکین کے حالات سنوارنے میں مشغول رہتیں اور رسول اللہ ﷺ کے گھر میں بہت کم ٹھہرنا نصیب ہوا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((تُوُفِّيَتْ أُمُّ الْمَسَاكِيْنِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ، لَمْ تَلْبَثْ مَعَهٗ إِلَّا يَسِيْرًا)) ②

''ام المساکین نے وفات پائی جبکہ رسول اللہ ﷺ زندہ تھے اور وہ آپ کے ساتھ بہت کم عرصہ ٹھہریں۔''

ام المومنین و ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا نے ربیع الثانی ۴ھ میں وفات پائی اور انھیں مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا، ③ اور جب انھوں نے وفات پائی ان کی عمر تیس سال تھی۔ ④

طبقات ابن سعد میں محمد بن عمر کے حوالے سے مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی قبر میں کون اترا تھا؟ تو انھوں نے کہا کہ ان کے تین بھائی قبر میں اترے تھے۔ میں نے کہا کہ جب انھوں نے وفات پائی تو ان کی عمر کتنی تھی؟ انھوں نے کہا تقریباً تیس سال۔ ⑤

مدینہ منورہ میں ام المساکین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سب سے پہلے وفات پائی اور اس سے پہلے مکہ میں ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تھی۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ انھوں نے رسول اللہ کی زندگی میں وفات

---

① المجتبی (ص۹۵)۔

② مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۸) طبرانی کبیر (۲۴/ ۵۷)۔

③ الاصابة (۴/ ۳۰۹) السمط الثمین (ص۱۳۰)، انساب الاشراف (۱/ ۴۲۹) نور الابصار (ص۴۷) المواهب اللدنية (۲/ ۸۹) دلائل النبوة للبيهقى (۳/ ۱۵۹)، عیون الاثر (۲/ ۳۸۱)۔

④ طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۶) الاصابة (۴/ ۳۰۹)، ازواج النبی للصالحی (ص۱۹۵)۔

⑤ طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۶)۔

پائی [1] اور آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا بھی کی۔ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی اور بیوی نے آپ کی زندگی میں وفات نہیں پائی۔ اللہ تعالیٰ ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو اور انھیں عزت کا ٹھکانا دے۔ وہ کریم بھی ہے اور رحیم بھی ہے اور ان کو بدلہ عطا فرمائے۔ وہ اپنی کتاب عزیز میں یہ فرماتا ہے:

﴿ وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝ ﴾ (النجم: ۵۳/ ۳۱)

''کہ وہ نیکی کرنے والوں کو نیکی کا اچھا بدلہ دے۔''

اللہ تعالیٰ ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جنت الفردوس میں نیک لوگوں کی فہرست میں شامل فرمائے۔ اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ وہ ہمیں بھی اپنی رحمت سے اہل بیت کا ساتھ نصیب فرمائے۔ بلا شبہ میرا رب غنی اور کریم ہے۔ اول اور آخر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تمام تعریفیں لائق ہیں۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

[1] اسد الغابة (٦/ ١٢٩) عيون الاثر (٢/ ٣٨١)۔

6

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذٰلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطہیرا

خواتین اہل بیت

ام المومنین سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

* دنیا جہان کی عورتوں کی ایک سردار' عمدہ رائے سے آراستہ اور ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی رضاء کے حصول کے لیے کوشاں۔
* نبی کریم ﷺ کے نزدیک ان کا مقام ومرتبہ بڑا بلند تھا۔ آپ ان کے گھر میں ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۝﴾

(الاحزاب: ۳۳/۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے آلودگی کو ختم کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔''

* یہ فقیہ صحابیات میں سے تھیں اور انہوں نے ''۳۷۸'' احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ عالم' فاضل' قاریہ' فصاحت وبلاغت سے آراستہ ادیبہ تھیں۔ ان سے بہت سے اقوال زریں منقول ہیں۔
* اسی سال سے زیادہ عمر پائی اور امہات المومنین میں سے سب کے بعد وفات پائی۔
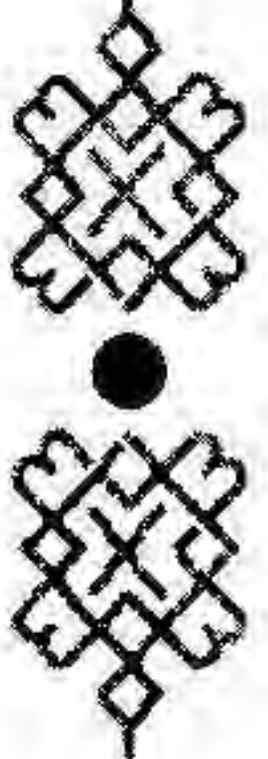
یہی لوگ ہیں مقرب

وہ ایمان کے آنگن میں سبقت لے جانے والوں میں سرفہرست تھے۔ ان کا تعلق مکے کے ان بڑے لوگوں کے گروہ سے تھا جنھوں نے بہادری، سخاوت، صبر اور ایمان کے حوالے سے دلکش مثالیں قائم کیں۔ ان غیرت مند لوگوں میں ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ ایک بڑے سردار تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ آپ کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ یہ اسلام قبول کرنے کے اعتبار سے ان سبقت لے جانے والوں میں تھے جنہیں ایمان کی لذت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل تھی۔

سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے دس افراد کے بعد اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس اعتبار سے ان کا نام ان خوش نصیبوں میں شامل ہے جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانے کی سعادت حاصل کی۔ یہ ان خوش نصیب مقربین میں سے تھے جنھوں نے پہلے ہی دن حق کو پہچان لیا تھا کہ جب ایمان کی بادنسیم مکہ کی فضا بلکہ دنیا میں عطر بیز ہوئی تو ان پاکیزہ نفوس کو معطر کر دیا۔

ایمان میں سبقت لے جانے والوں میں ایک نمایاں نام اس جلیل القدر خاتون کا ہے جو مختلف فضائل سے آراستہ تھیں۔ یہ عالمہ، فاضلہ، پاکیزہ اور حسن و جمال کی پیکر خاتون سیدہ ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا کی بیٹی تھیں جنہیں اپنی کنیت ام سلمہ سے شہرت حاصل ہوئی اور ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ [1]

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۸۶، ۹۶)، المعارف (ص۱۲۸، ۱۳۶)، مستدرك حاكم (۴/ ۱۶، ۱۹)، اسد الغابة (۶/ ۳۴۰، ۳۴۳)، مسند احمد (۶/ ۲۸۸)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۵)، تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۵۵) الاصابة (۴/ ۴۰۷، ۴۰۸)، الاستيعاب (۴/ ۴۰۵، ۴۰۸۔ ۴/ ۴۳۶، ۴۳۷)۔ عيون الاثر (۲/ ۳۸۱، ۳۸۲) تاريخ الطبرى (۲/ ۱۰۰، ۱۲۴) صفة الصفوة (۲/ ۴۰)، مسند ابى يعلى (۱۲/ ۳۰۲، ۴۶۰) البداية والنهاية (۸/ ۲۱۴) زاد المعاد (۱/ ۱۰۶، ۱۰۸)

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

((مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ، كَانَتْ قَبْلَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ اَخِيهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالْأَسَدِ الْمَخْزُومِيِّ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَكَانَتْ مِنْ اَجْمَلِ النِّسَاءِ وَاَشْرَفِهِنَّ نَسَبًا)) ①

''یہ ان مہاجر خواتین میں سے تھیں جنھوں نے پہلے ہی مرحلے میں ہجرت کی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آنے سے پہلے ایک نیک آدمی سیدنا ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ یہ ان خواتین میں سے تھیں۔ جو سب سے زیادہ حسین وجمیل اور خاندانی اعتبار سے سب سے بڑھ کر معزز تھیں۔''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب خواتین میں سے تھیں جنھوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور سیدنا محمد ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لاکر دنیا و آخرت کی بھلائی اپنے دامن میں سمیٹ لی۔ اس سے پہلے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، ان کی بیٹیوں، ام ایمن حبشیہ اور ام فضل سیدنا عباس بن عبدالمطلب کی بیوی کو ایمان قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ رضی اللہ عنہن

بلند اخلاق

اگر ہم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قبل از اسلام زندگی پر روشنی ڈالیں تو ہمیں وہ اپنے خاندان میں عظیم المرتبت اور عالی مقام خاتون دکھائی دیتی ہیں۔ اپنی قوم بنی مخزوم میں انھیں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی تھیں جو قریش کا ہر دل عزیز سردار تھا اور سخاوت کا ایسا دھنی تھا کہ اسے لوگوں میں بطور مثال پیش کیا جاتا تھا۔ جو لوگ اس کے ساتھ سفر کرتے ان تمام کے سفری اخراجات اس کی طرف سے ادا کیے جاتے۔ اس کے ساتھ سفر کرنے والے کبھی اپنا زاد راہ لے کر نہ جاتے اور نہ ان کو آگ جلانی پڑتی، سب سفر کرنے والوں کی کفالت اس کے ذمہ ہوتی۔ اس لیے یہ زاد مسافر کے لقب سے جانا پہچانا جاتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عظیم باپ، سخاوت کے پیکر کے گھر میں پرورش پائی۔ جود وسخا کی یہ قابل رشک خوبی ان میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۲)۔

جب ہند بنت ابی امیہ نے جوانی میں قدم رکھا تو ان کی شادی بنومخزوم کے ایک سردار سیدنا ابوسلمہ بن عبدالاسد سے کر دی گئی جو اپنے قبیلے میں شجاعت، سخاوت، شرافت اور جوانمردی کے اعتبار سے بڑے مشہور و معروف تھے۔ شادی کے بعد یہ ان کے گھر میں منتقل ہو گئیں تاکہ باقی زندگی کی بہاریں وہاں گزاریں۔

ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ تقریباً سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے۔ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی عادات و اوصاف کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ مکے کی فضا میں معطر شبنم کی مانند جانے پہچانے جاتے تھے۔ وہ ہر مجلس کی جان اور ہر محفل کی روح رواں تھے۔ وہ عز و شرف اور حسب و نسب کے اعتبار سے بلند مقام پر فائز تھے۔ ان سب خوبیوں سے بڑھ کر ان کی یہ خوبی تھی کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ اس طرح کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ماموں کے بیٹے تھے اور ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

سیدہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا بڑی خوشحالی اور فراوانی کی زندگی بسر کر رہی تھیں، ان کے خاوند ہر طرح سے ان کا خیال رکھتے، فراخ دلی سے خرچ کرتے اور بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ سیدہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں میں حسن و جمال اور حسن اخلاق کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر تھیں۔ اپنے والد کی خوبیوں کا وافر حصہ انھیں میسر تھا جن کے گہرے اثرات پورے مکے کی فضا پر حاوی تھے۔ پھر ملی زندگی میں ایسے دن بھی آئے کہ انھوں نے تمام تر دنیوی رعنائیوں کو خیر باد کہہ دیا اور اس روحانی نعمت سے شادکام ہوئیں جس کی خوشبو نے مکے کی فضا کو معطر کر رکھا تھا۔ یہ اسلام کی مہک تھی جس سے اپنے دامن کو معطر کرنے کے لیے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوت دے رہے تھے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند اللہ پر ایمان لانے کے لیے جلدی سے آگے بڑھے اور دونوں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان دونوں میاں بیوی کا اسلام قبول کرنا بنومخزوم کو بڑا ناگوار گزرا۔ وہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر غصے سے آگ بگولہ ہو گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنومخزوم ہی کے ایک چشم و چراغ ارقم بن ابی ارقم بن اسد مخزومی رضی اللہ عنہ کے گھر کو اسلامی تعلیم و تربیت کا گہوارہ بنا رکھا تھا لیکن بنومخزوم کو اس راز کا پتہ ہی نہ چل سکا کہ یہ گھر ایمان میں سبقت لے جانے والوں کی تربیت کا مرکز بن

چکا ہے۔

بنومخزوم اور قریش کو جس چیز نے غضبناک کر رکھا تھا وہ یہ تھی کہ قریش کے مرد و زن، نوجوان اور بوڑھے دھڑا دھڑ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ انھوں نے دین اسلام کی پیروی اختیار کر رکھی تھی اور آپ کی رسالت کو تسلیم کر رکھا تھا۔ ہاں ادھر ام سلمہ اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہما نے بھی اسلام قبول کر لیا جس سے بنومخزوم غصے سے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ ان کے سر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے کھول رہے تھے۔ ان کا چچا ولید بن مغیرہ مخزومی جو یگانہ روز گار تھا اور عدل و انصاف کے حوالے سے مشہور و معروف تھا اور عز و شرف اور سرداری سے متصف تھا، وہ خود بھی نیز ان کے چچا کا بیٹا اور ان کے دیگر ساتھی نو آموز اسلام پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ گرا رہے تھے۔

انھوں نے ان کے رضاعی بھائی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بھی معاف نہیں کیا۔ قریش اور بنو مخزوم کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب انھوں نے یہ دیکھا کہ سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے نوجوان طبقے کو اپنا گرویدہ بنا چکے ہیں اور وہ سب ایمان کی مے میں مخمور ہو چکے ہیں۔ ان سب نے اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کو یکسر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گھروں میں عیش و عشرت کی زندگی کو خیر باد کہہ کر تنگ دستی اور فقر و فاقہ کے دن گزار رہے ہیں اور انھوں نے مال، اولاد، بھائیوں، ماں باپ اور بیویوں کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ان سب رشتوں ناطوں پر سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ترجیح دے رکھی ہے۔

یہ صورت حال دیکھ کر قریش کے دماغ چکرا گئے اور ان کے دل ڈوبنے لگے۔ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں، آنکھیں جس کا مشاہدہ کر رہی ہیں، کان جو باتیں سن رہے ہیں، ان کے لیے یہ سب کچھ حیرت زدہ ہونے کا باعث ہے۔ وہ حیران و پریشان ہیں، بات کچھ بنتی دکھائی نہیں دیتی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی کیفیت۔ جائیں تو جائیں کدھر؟ کریں تو کیا کریں؟ آخر کار کفار قریش نے نو آموزان اسلام کو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کر دیں۔ نئے اسلام لانے والوں پر ہر قسم کی سزا کا حربہ استعمال کیا گیا کہ شاید اس سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے خوف زدہ ہو کر رک جائیں لیکن جیسے جیسے مصائب و مشکلات میں اضافہ ہونے لگا ویسے ویسے لوگ دیوانہ وار دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواء کی۔ بادِ مخالف سے اہل ایمان کی پرواز میں بلندی آتی گئی۔

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اس صورت حال سے مشرکین فاجر و فاسق اور زیادہ دل گرفتہ ہوئے، کینے کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی ور وہ نئے اسلام قبول کرنے والوں کو تکلیف دینے میں نت نئے طریقے اختیار کرنے لگے۔

مصائب کے میدان میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی مشرکین کے ہاتھوں تکالیف برداشت کیں لیکن دونوں میاں بیوی نے جوانمردوں کی طرح صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اپنے مؤمن بھائیوں کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا مرحلہ آ پہنچا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ کی جانب ہجرت کا واقعہ ایسی فصاحت و بلاغت کے پیرائے میں بیان کیا ہے کہ وہ سیرت نبوی کے ابتدائی دور کا ایک سنہری باب قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ نے حسن بیان کا ایک ایسا دلکش انداز اختیار کیا ہے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور آپ کے حسن بیان سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے الفاظ مصری کی ڈلیاں ہیں یا موتیوں کی لڑیاں ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی مہاجر خواتین میں سے ایک تھیں جنھوں نے یہ ہجرت کا سفر اپنے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ طے کیا۔ انھوں نے مہاجرین کے ساتھ حبشہ میں خوشحالی کے دن بسر کیے۔ ہم ان مہاجرین کو اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ مبارک باد دیتے ہیں۔ مہاجرین کا یہ بابرکت گروہ عرب کے معزز گھرانوں پر مشتمل تھا۔ حبشہ کی طرف قریش کے جن سرکردہ اشخاص نے ہجرت کی اس کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ بَنِيْ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ))

''بنو امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف میں سے جس مسلمان نے سب سے پہلے اپنی بیوی رقیہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت اختیار کی وہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور واقعہ ہجرت

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے ساتھ تھیں جنھوں نے اسلام کی خاطر سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت اختیار کی۔ وہاں انھوں نے بیٹی زینب کو جنم دیا پھر وہاں ان کے ہاں سلمہ، عمر اور درہ پیدا ہوئے۔[1] اور یہ بتانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کے سفر پر روانہ ہونے والے بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں اور ان خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں:

1. سیدنا عثمان بن عفان اور ان کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہما
2. سیدنا ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہما
3. سیدنا ابوسلمہ اور ان کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہما
4. سیدنا عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہما
5. سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
6. سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
7. سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
8. سیدنا ابوسبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ
9. سیدنا حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
10. سیدنا سہیل بن وہب رضی اللہ عنہ
11. سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
12. سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مندرجہ بالا سبھی احباب چپکے سے روانہ ہوئے تاکہ کسی کو کان کان خبر نہ ہو۔ سمندر کے ساحل پر پہنچے تو وہاں دو کشتیاں موجود تھیں، وہ ان پر سوار ہوئے اور سرزمین حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ اللہ والے اس مبارک سفر پر ماہ رجب ۵ نبوی میں روانہ ہوئے تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو ابھی ۵ برس کا عرصہ ہوا تھا۔

---

[1] تاریخ الاسلام للذہبی (المغازی ص ۲۵۵)، طبقات ابن سعد (۸/ ۸۷)، المواهب اللدنیة (۲/ ۸۴)۔

سرزمین حبشہ کی طرف جو دوسرا مہاجرین کا قافلہ روانہ ہوا وہ ۸۳ مردوں اور ۱۹ عورتوں پر مشتمل تھا۔

ایک مبارک محفل میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ کی طرف ہجرت کی داستان بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کی۔ اگرچہ یہ ایک طویل داستان ہے لیکن معزز قارئین اس داستان کو بڑی دلچسپ اور دلآویز محسوس کریں گے، کیونکہ اس ہجرت میں تبلیغ دین اور دعوت محمدیہ کی نشر و اشاعت کا بہت اہتمام کیا گیا اور خاص طور پر سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جس فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایوان بالا میں اسلام کا تعارف پیش کیا اس سے حبشہ کا نجاشی، مذہبی رہنما اور اعیان حکومت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

تاثر کا یہ حال تھا کہ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام کے حقائق بیان کر رہے تھے اور حاضرین مجلس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس بیان سے متاثر ہو کر آخر کار حبشہ کے حکمران نجاشی نے اسلام قبول کر لیا اور اہل ایمان مہاجرین کا بھرپور ساتھ دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ﴾ (المائدہ: ۵/ ۸۲)

''اور آپ مؤمنوں کے ساتھ دوستی میں سب سے قریب ان لوگوں کو پائیں گے جو خود کو عیسائی کہتے ہیں۔''

آئیے اب ہم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ہجرت حبشہ کے حوالے سے ایمان و یقین سے لبریز، فصاحت و بلاغت سے آراستہ، شہد سے زیادہ میٹھی، دل کش، دل فریب، دل ربا اور دل نشین گفتگو سنتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں تو ہجرت کا ایک واقعہ ہے لیکن انداز بیان ایسا دل نشین ہے کہ کیا کہنے! الفاظ کا چناؤ، جملوں کی بناوٹ، حسن بیان کی رعنائی، انداز کلام کی رنگینی، اور فصاحت و بلاغت کی ایسی چاشنی کہ سننے والا انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

جب ہم سرزمین حبشہ میں فروکش ہوئے تو روئے زمین کے ایک بہترین پڑوسی سے واسطہ پڑا۔ اس نے حسن سلوک کے دریا بہا دیئے اور ہم اپنے دین پر گامزن رہے۔ اللہ سبحانہ و

تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوئی اور نہ ہی ہم نے کوئی ناخوشگوار بات سنی۔ ہمارے لیے ہر طرح کا امن، سکون اور چین تھا اور ہر روز عید کی مانند بسر ہو رہا تھا۔ ہم سکون کی نیند سوتے تھے اور سلامتی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جب ہمارے امن وسکون کا قریش کو پتہ چلا تو انھوں نے مشورہ کیا کہ مضبوط نمائندوں کو قیمتی تحائف دے کر نجاشی کی طرف بھیجا جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ ہمارے افراد جو اس کے پاس راہ فرار اختیار کر کے پہنچ چکے ہیں انھیں واپس ہمارے سپرد کر دیا جائے۔

انھوں نے نمائندگی کے لیے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص کو منتخب کیا اور ان سے کہا کہ جب آپ حبشہ پہنچیں تو نجاشی سے ملاقات کرنے سے پہلے وہاں کے مذہبی رہنماؤں سے ملیں۔ پہلے ان کی خدمت میں تحائف پیش کریں اور اس کے بعد نجاشی سے مل کر اس موضوع پر گفتگو کریں۔ انھوں نے اسی طرح کیا۔ دونوں نے پہلے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ فرداً فرداً ملاقات کی، ان کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کیے اور پھر نجاشی سے ملاقات کے دوران میں اس کی خدمت میں تحائف پیش کیے اور ساتھ ہی یہ مطالبہ کر دیا کہ مہاجرین کو ان کے سپرد کر دیا جائے۔ نجاشی نے کہا کہ پہلے میں ان کا مؤقف سنوں گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس سلسلے میں کیا اقدام کرنا ہے۔ دونوں نے نجاشی سے کہا:

بادشاہ سلامت! آپ کی سرزمین میں ہمارے چند سر پھرے جوان آئے ہیں۔ انھوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین کو بھی قبول نہیں کیا۔ ان کی قوم کے سرداروں اور آباؤ اجداد نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ ان سب شر پسند عناصر کو ان کی طرف واپس کر دیں۔ وہ جانیں اور ان کا کام۔ اس طرح آپ ہر طرح ان فسادیوں سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ وہ ان کی حرکات کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا علاج بھی انھیں کے پاس ہے۔

دربار میں بیٹھے ہوئے مذہبی رہنماؤں نے ان دونوں قریشی نمائندوں کی بھرپور تائید کی اور کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ ان شر پسند عناصر کو ان کے سپرد کر دیجیے، ہمارے سروں سے یہ بلاٹل جائے گی۔

نجاشی یہ سن کر غصے سے آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا: نہیں نہیں! میں اس طرح ان لوگوں کو ان کے سپرد نہیں کروں گا۔ میں پہلے ان سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ اگر یہ بات سچ

ہوئی جس طرح یہ کہتے ہیں تو انھیں ان کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر معاملہ اس کے برعکس نکلا تو میں ان کو قطعاً ان کے سپرد نہیں کروں گا بلکہ انھیں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے سر زمین حبشہ میں رکھا جائے گا اور ان کی ہر طرح سے نگہداشت کی جائے گی۔

پھر اس نے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا، انھیں دربار میں آنے کی دعوت دی اور ساتھ ہی نجاشی نے اپنے ملک کے مذہبی رہنماؤں کو بھی بلا لیا۔ دربار لگ گیا۔ نجاشی نے مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے جدا ہو گئے ہو اور تم نے نہ میرے دین کو قبول کیا ہے اور نہ کسی دیگر ملت کے دین کو اختیار کیا ہے؟ مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے برجستہ فرمایا:

بادشاہ سلامت! ہم ایک جاہل قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے، مردار کھاتے، بے حیائی کا ارتکاب کرتے، رشتے ناطے منقطع کرتے، ہم پڑوسی کے حقوق کو بھولے ہوئے تھے اور ہمارا طاقتور کمزور کو ہڑپ کر لیا کرتا تھا۔ ہم اسی طرح زندگی کے شب و روز بسر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم ہی میں سے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا۔ جس کے حسب و نسب کو ہم جانتے تھے۔ اس کی سچائی، دیانت و امانت اور پاک دامنی سے ہم خوب اچھی طرح واقف تھے۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اس کی توحید کا اقرار کر لیں اور اسی کی عبادت کریں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا، حرام کردہ کاموں اور خون بہانے سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور ہمیں بے حیائی کا ارتکاب کرنے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ انھوں نے ہمیں یہ حکم بھی دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمیں نماز، زکوۃ اور روزے رکھنے کا حکم دیا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی اور جو کچھ بھی وہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے، ہم نے اس کی اتباع کی۔ اس بنا پر ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی۔ انھوں نے ہمیں طرح طرح کی تکالیف دیں، انھوں نے ہمیں اپنے اس دین سے برگشتہ کرنے اور پھر سے بتوں

کی پوجا کرنے پر مجبور کیا، ہم پہ ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ جب ان کا ظلم انتہا سے بڑھ گیا تو ہم مجبور ہو کر آپ کے ملک کی طرف نکل آئے۔ ہمیں امید ہے کہ بادشاہ سلامت! آپ کے پاس ہم پر کوئی ظلم نہیں ڈھایا جائے گا۔

نجاشی نے کہا: کیا تمھارے پاس اللہ کی طرف سے آنے والے پیغام کا نمونہ ہے؟

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں!

نجاشی نے کہا کہ مجھے بھی پڑھ کر سناؤ تو سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی ابتدائی آیات سنائیں۔ صورت حال یہ تھی کہ وہ آیات کی تلاوت کر رہے تھے اور ادھر نجاشی اور دربار میں موجود مذہبی راہنماؤں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ زار و قطار رونے سے سب کی داڑھیاں تر ہو چکی تھیں۔

نجاشی نے سورۂ مریم کی آیات سن کر کہا: بلا شبہ یہ پیغام اور جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیغام لائے تھے ایک ہی طاقچے سے برآمد ہونے والے پیغام دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں کمال درجے کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ پھر قریش کے دونوں نمائندوں کی طرف رخ کرتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا: تم یہاں سے جا سکتے ہو اور اللہ کی قسم! میں ان اللہ والوں کو تمھارے سپرد نہیں کروں گا۔ یہ یہاں میرے معزز مہمانوں کی طرح رہیں گے اور میرے ملک میں انھیں ہر طرح کی سہولت مہیا کی جائے گی۔

جب وہ دونوں قریشی نمائندے دربار سے نکلے تو بڑے شرمندہ تھے۔ عمرو بن عاص نے اپنی خفت کو مٹانے کے لیے کہا کہ اللہ کی قسم! میں کل نجاشی کو ان کے بارے میں یہ بتاؤں گا کہ یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بندہ خیال کرتے ہیں۔ پھر (اگلے دن) دونوں قریش نمائندے دربار میں پہنچے اور نجاشی سے مخاطب ہو کر کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں بڑی عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں۔ نجاشی نے مہاجرین کی طرف پیغام بھیجا اور انھیں دربار میں بلا کر پوچھا کہ تمھارا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم ان کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو ہمیں ہمارے نبی علیہ السلام نے ان کے بارے میں بتایا ہے یعنی یہ کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور کلمہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے پاک دامن مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا۔

نجاشی نے یہ بات سن کر جوش سے زمین پر ہاتھ مارا، ایک تنکا اٹھایا اور کہا: اللہ کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں اور حقیقت میں اس تنکے کے برابر بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا:

تم میرے معزز مہمان ہو، تم امن وسکون سے رہو۔ تمھارا کوئی بال بیکا بھی نہیں کر سکے گا۔ جس نے تمہیں برا بھلا کہا وہ دھوکے میں ہے۔ کوئی اگر مجھے سونے کا پہاڑ دے کر کہے کہ تمہیں کوئی تکلیف دوں تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ تم میں کسی ایک کو بھی تکلیف دینا مجھے گوارہ نہ ہو گا۔

یہ صورت حال دیکھ کر قریش کے دونوں نمائندے اپنا سا منہ لے کر دربار سے نکل گئے۔ دونوں کے منہ لٹکے ہوئے تھے اور دونوں کے چہروں پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم بڑے امن وسکون کے ساتھ وہاں قیام پذیر رہے۔ ہمیں وہاں رہنے کے لیے بہترین گھر اور بہترین ہمسایہ میسر تھا۔[1]

حبشہ میں مہاجرین کی یہ ایک سنہری داستان ہے جو ہم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے سنی اور اس سے ہم نے بہت سے اسباق اور نصیحتیں حاصل کیں۔

ہم نے بچشم خود دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم کس قدر مہاجرین کے شامل حال رہا۔ دیار غیر میں اللہ تعالیٰ کی عنایات کس انداز میں سایہ فگن رہیں۔ انھوں نے کہا کہ بہترین گھر میں ایک بہترین ہمسائے کے پہلو میں خوش وخرم زندگی بسر کی لیکن ان کے دل مکہ معظمہ ہی کی طرف مائل تھے۔ ان کے دل ہر وقت اللہ کے گھر اور مکے کے باشندوں ہی کو یاد کرتے رہتے تھے۔ وہ دلی طور پر چاہتے تھے کہ اڑ کر جتنی جلدی ممکن ہو حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں جنھوں نے ان کو جہالت کی تاریکیوں سے ہدایت، دین اور حق کے نور کی طرف نکالا تھا۔

مکہ معظمہ سے کوئی خیر خیریت کی خبر نہ آ رہی تھی جس سے پتہ چلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مکہ میں رہنے والے صحابہ کرام کے حالات کیسے ہیں؟ حبشہ میں مقیم مہاجرین

---

[1] مسند احمد (۱/ ۲۰۱، ۵/ ۲۹۰) السیرة النبویة (۱/ ۳۳۴، ۳۳۸) مجمع الزوائد (۶/ ۲۴، ۲۷)، البدایة والنہایة (۳/ ۷۲، ۷۵)، حلیة الاولیاء (۱/ ۱۱۶) رجال مبشرون بالجنة (۲/ ۱۰۴، ۱۱۱)، سیر اعلام النبلاء (۱/ ۴۳۰، ۴۳۲)

کا دلی شوق یہ تھا کہ اپنے محبوب و مالوف وطن کی طرف لوٹیں اور احباب اور عزیز و اقارب سے ملیں۔ اس شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر سیدنا عثمان بن عفان، ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، ابوسلمہ، ام سلمہ، ان کے بچے اور مزید چند ایک مہاجرین رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابوسلمہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما حبشہ سے مکہ معظمہ اس خیال سے پہنچے کہ اب وہ بقیہ زندگی اپنی قوم میں خوشحالی سے بسر کریں گے۔ لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ شر پسند عناصر نے ان دونوں اور دیگر واپس آنے والے مہاجرین کو پکڑ لیا اور انھیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔

سیدنا ابوسلمہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے دوبارہ حبشہ کی طرف لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا لیکن ساتھ ہی انھیں پتہ چلا کہ بیعت عقبہ کے موقع پر حاضر ہونے والے انصار مدینہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ انھوں نے ارادہ کر لیا کہ ان کے پاس جانا چاہیے، وہاں ہمیں تحفظ حاصل ہو گا، اللہ کی مدد اور خوشحالی نصیب ہو گی۔

اب ہم دوسری مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی داستان سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنتے ہیں۔ اس دردناک داستان سے سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آیئے! اب ہم انھیں کی زبان مبارک سے یہ المناک داستان سنتے ہیں جس سے ان دونوں میاں بیوی کے باہمی تعلقات اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور صحابہ کرام کے ساتھ گہری وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ایمان کی بہاریں اور نور یقین

بیعت عقبہ اسلامی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اس سے ان نوآموزان اسلام کے لیے آسانیاں اور کشادگی پیدا ہونے لگی جن کو ام القریٰ مکہ معظمہ میں طرح طرح کی اذیتوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ اس بیعت کے نتیجے میں معاشرتی یکجہتی کے آثار پیدا ہوئے۔ مسلمانوں کی قوت و شوکت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور دشمنان اسلام کے دلوں پر خوف طاری ہوا۔ اس بیعت سے رسول اللہ ﷺ کے دل میں مسرت و شادمانی کے جذبات پیدا ہوئے اور آپ اپنے صحابہ کرام سے اس مسرت کا اظہار کرتے ہوئے انھیں یثرب یعنی مدینہ منورہ انصار کے رہائشی مرکز کی طرف ہجرت کرنے کی خوش خبری دینے لگے کیونکہ یہ ان بہادروں اور شیر دل جوان

مردوں کی کچھار تھی جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر یہ عہد کرتے ہوئے بیعت کی تھی کہ ہم اس سے لڑیں گے جس سے رسول اللہ ﷺ کی لڑائی ہو گی اور اس سے صلح کریں گے جس کے ساتھ آپ کی صلح ہو گی۔ ہمارا جینا مرنا حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہو گا۔ مدینہ منورہ میں انصار کے ہر گھر میں حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی رسالت کا تذکرہ ہونے لگا۔ مکہ معظّمہ میں ظلم وستم کی چکی میں پسنے والوں نے ہجرت کے لیے سوچنا شروع کیا تا کہ وہ اپنے دین اور جان کو محفوظ رکھتے ہوئے پرامن طریقے سے عبادت کر سکیں۔ انھوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ امن وسکون کا گہوارہ ہے اور یہ ایک ایسا محفوظ قلعہ ہے جس میں ان کے دل مطمئن ہوں گے اور مدینہ منورہ ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں وہ اپنے انصاری بھائیوں سے مل کر پرامن زندگی بسر کر سکیں گے۔

اہل ایمان ہجرت کی تیاری کرنے لگے۔ ہجرت اختیار کرنے والوں میں سرفہرست سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے جن کو اس سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو چکی تھی، ان کے ساتھ ان کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں لیکن اس دفعہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی جوانمردی، شجاعت اور پختہ ایمانی نے انھیں انگیخت کیا کہ اس دفعہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت چھپ کر نہ کی جائے بلکہ یہ سفر علی الاعلان ہو۔ یہ خیال ان کے ذہن میں اس لیے آیا کہ وہ بڑے بہادر جوانمرد اور مشہور ومعروف شہسوار تھے۔

انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ چھپ کر ہجرت نہیں کریں گے، اس دفعہ ہجرت علانیہ کی جائے گی۔ ڈنکے کی چوٹ پر سب کے سامنے مقدس سفر پر روانہ ہوں گے۔ ان کی طبیعت تو کچھ اس طرح تھی کہ ”ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں۔“ انھوں نے اپنی قوم بنومخزوم کے سامنے ہجرت پر روانہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ وہی لوگ تھے جو انھیں اسلام قبول کرنے پر طرح طرح کے طعنے دیا کرتے تھے، آئے دن مذاق کرتے اور ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ انھیں ترکی بترکی جواب دینے سے اسلام نے روک رکھا تھا اس لیے کہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے والے خوش نصیب لوگوں کو صبر وتحمل کا دامن تھامے رکھنے کی تلقین کی گئی تھی۔ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا تھا جنہیں ایمان قبول کرنے کے حوالے سے سبقت حاصل تھی۔

سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف بیعت عقبہ ثانیہ سے تقریباً ایک سال پہلے

ہجرت کی۔ آپ کے ساتھ آپ کی عظیم المرتبت رفیقہ حیات ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جنہیں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آ کر انھیں وہ عالی مقام حاصل ہوا جو کسی خوش نصیب ہی کے حصے میں آتا ہے۔ اس طرح انھیں ایک مثالی اور قابل رشک خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ وہ بڑی صابر، وفادار، بہادر، پختہ عقائد سے آراستہ اور بلند اخلاق خاتون تھیں۔ لوگ ان کی خوبیوں کو بطور مثال بیان کیا کرتے تھے۔

آیئے! اب ہم ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی دوسری ہجرت کی دلچسپ، دلآویز، ایمان افروز اور نور یقین سے معمور داستان سنتے ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی داستان سناتے ہوئے فرماتی ہیں:
جب ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) نے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کا عزم کر لیا تو انھوں نے مجھے اپنے اونٹ پر بٹھایا۔ میری گود میں میرا بیٹا سلمہ بھی تھا۔ جب بنو مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے آدمیوں نے ہمیں اونٹ پر سوار جاتے ہوئے دیکھا تو وہ راستے میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا مذاق بنا رکھا ہے کہ تم ہماری بیٹی کو کبھی کدھر اور کبھی کدھر لیے پھرتے ہو۔ ہم تو تجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ تم نے اگر آوارہ گردی کرنی ہے تو اکیلے کرتے پھرو۔ ہم اسے تمھارے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ انھوں نے ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) سے اونٹ کی نکیل پکڑی اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) کا قبیلہ بنوعبدالاسد آگے بڑھا اور انھوں نے یہ کہتے ہوئے کہ: ہم اپنا بیٹا اس خاتون کے پاس نہیں رہنے دیں گے، سلمہ کو مجھ سے چھین لیا۔ یوں بنوعبدالاسد میرے بچے کو اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے میرے قبیلے بنومخزوم نے اپنے پاس روک لیا۔

میرے خاوند ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) اکیلے ہی مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ کافروں نے میرے، میرے خاوند اور میرے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دی۔ میرا حال یہ ہو گیا کہ میں پل بھر میں اپنے خاوند اور پیارے لخت جگر سے جدا کر دی گئی۔ اس جدائی سے مجھ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ میں تقریباً ایک سال تک میدان میں اس جگہ صبح کے وقت آ کر بیٹھ جاتی جہاں ہمارے گھر کا شیرازہ بکھرا اور شام تک جدائی کے غم میں آہ و زاری کرتی رہتی۔ میرا روزانہ کا یہ معمول تھا۔

ایک دن بنو مغیرہ میں سے میرے چچا کے بیٹے نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا تو اسے میری حالت زار پر ترس آ گیا۔ اس نے میرے قبیلے کے ارباب حل وعقد سے کہا کہ کیا تمہیں اس مسکین خاتون پر ترس نہیں آ رہا؟ کیا تم اس کی حالت کو دیکھ نہیں رہے؟ کہ یہ بیچاری اپنے خاوند اور بیٹے کے غم میں نڈھال ہوتی جا رہی ہے۔ کچھ شرم کرو، کچھ حیا کرو، کچھ ہوش کے ناخن لو۔ اگر اسی طرح سلسلہ رہا تو یہ بیچاری جدائی کے صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے ختم ہو جائے گی۔ اس کے کہنے سننے پر بڑوں کو ترس آیا تو انھوں نے مجھے ہجرت پر روانہ ہونے کی اجازت دے دی، میرا بیٹا بھی واپس کر دیا اور سفر کے لیے اونٹنی بھی مہیا کر دی اور میں اکیلی اس سفر پر روانہ ہو گئی، اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔

وفاداری کا نکتہ عروج

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پر بڑے بڑے جو حادثات گزرے ان سے ان کی ایمانی صداقت اور عزم و ہمت آشکار ہے۔ خاوند اور بیٹے کی جدائی، فراق کے مقام پر بیٹھ کر سال بھر آنسو بہانا اور روتے ہوئے صبح سے شام کر دینا کوئی معمولی نوعیت کا حادثہ نہیں تھا لیکن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کمال صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حالات سازگار کر دیے اور تنگی کو کشادگی میں بدل دیا۔

اب ہم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سفر ہجرت کو تکمیلی مراحل تک پہنچاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ انھوں نے کس جوانمردی اور ہمت کے ساتھ اعلیٰ درجے کی وفاداری کا ثبوت دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت سے سرفراز کیا وہ کس قدر عظیم لوگ تھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس سفر کی روداد سناتے ہوئے عثمان بن طلحہ عبدری رضی اللہ عنہ کے حسن اخلاق کی تعریف کی جنھوں نے اس وقت ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن انھوں نے دوران سفر میں کس طرح بلندئ اخلاق اور شرافت کا ثبوت دیا۔ یہ گواہی ان کے حسن اخلاق، شرافت اور وفاداری پر دلالت کرتی ہے۔

فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ سے ہوتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئی، ابھی مقام تنعیم پر پہنچی ہی تھی کہ وہاں عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملا جو قبیلہ بنو عبدالدار میں سے تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: ابوامیہ کی بیٹی کہاں جا رہی ہو؟

میں نے کہا تمھارے میں مدینہ منورہ اپنے خاوند کے پاس جا رہی ہوں۔ اس نے کہا:

تمھارے ساتھ کوئی نہیں؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میرے ساتھ اللہ اور اس ننھے بچے کے علاوہ کوئی نہیں۔

اس نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو یونہی چھوڑا نہیں جا سکتا۔

پھر اس نے آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چل پڑا۔ اللہ کی قسم! سرزمین عرب میں میں نے کبھی کسی شخص کو اس سے بڑھ کر معزز اور شریف النفس نہیں دیکھا۔ جب وہ کسی پڑاؤ پر پہنچتا تو اونٹ کو بٹھا کر خود دور چلا جاتا، جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو وہ اونٹ کو پکڑ کر کسی درخت سے باندھ دیتا، میں کسی ایک درخت کے سائے میں بیٹھ جاتی تو وہ دوسرے درخت کے سائے میں آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتا، جب روانگی کا وقت ہوتا تو وہ اونٹ کو پکڑ کر میرے پاس لا کر بٹھا دیتا اور خود دور ہٹ جاتا اور مجھے کہتا کہ اونٹ پر سوار ہو جائیں، جب میں اونٹ پر سوار ہو جاتی تو وہ اس کی نکیل پکڑ کر پیدل چل پڑتا۔ وہ سارے سفر کے دوران میں اسی طرح کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے مدینے پہنچا دیا۔ جب اس نے قبا میں بنی عمرو بن عوف کی بستی کو دیکھا تو کہا: تیرا خاوند اس بستی میں رہائش پذیر ہے۔ میرے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ واقعی اسی بستی میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے کہا کہ اللہ کی برکت سے تم اس بستی میں چلی جاؤ اور خود وہ مکے کی طرف واپس چلا گیا۔ [1]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! جو مصیبت کے پہاڑ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان پر ٹوٹے کسی دوسرے خاندان کو اس قسم کے مصائب و مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس شریف الطبع شخص کی تعریف کرتی ہیں جس نے دوران سفر میں اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کیا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عثمان بن طلحہ کو کردار کے اعتبار سے بہت بلند پایا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ وہ مدینہ منورہ کی طرف سوار ہو کر ہجرت کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ہمراہ مدینہ منورہ میں خوشگوار زندگی بسر کرنے لگیں۔ دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقویٰ کی غذا حاصل کرتے۔ اس دوران میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی اولاد کی تربیت کی طرف

[1] السیرۃ النبویۃ (۱/ ۲۶۹، ۲۷۰)، اسد الغابۃ (۶/ ۳۴۲)، زاد المعاد (۳/ ۴۹، ۵۰) الاصابۃ (۴/ ۴۳۹، ۴۴۰)۔

پوری طرح متوجہ ہوئیں اور بچوں کے دلوں میں حب الٰہی اور حب نبوی ﷺ کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کے بچوں میں سے زینب، عمر، سلمہ اور دُرہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

جب غزوۂ بدر وقوع پذیر ہوا تو ان کے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ان بدری صحابہ کی فہرست میں شامل ہونے کے لیے روانہ ہوئے جنھیں اللہ تعالیٰ نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

ایک سال بیت گیا، مشرکین مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کرنے لگے۔ مسلمان میدان احد کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں مشرکین سے نبرد آزما ہوئے۔ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ لشکر محمدی کے وفادار سپاہی تھے۔ لڑائی کے دوران میں ابواسامہ جشمی نے تاک کر ان کے کندھے میں تیر دے مارا جس سے آپ زخمی ہو گئے اور جب مسلمان مدینہ منورہ لوٹ آئے تو سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ پورا ایک مہینہ علاج معالجہ کراتے رہے۔ ان کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی خدمت گزاری اور علاج معالجے پر پوری توجہ دی تو آپ شفایاب ہو گئے۔ [1]

سیدنا شماس بن عثمان مخزومی رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں میدان احد سے مدینہ منورہ لایا گیا۔ بس جسم سے سانس کا رابطہ ابھی باقی تھا۔ ان کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا گیا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو کہنے لگی: میرے چچا کا بیٹا میرے علاوہ کسی اور کے پاس دیکھ بھال کے لیے لایا گیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: انھیں ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس لے جاؤ۔ وہاں جا کر وہ فوت ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انھیں میدان احد کی طرف اٹھا کر لے جاؤ۔ وہاں انھیں انہی کپڑوں میں دفن کر دیا گیا جن کپڑوں میں انھوں نے وفات پائی تھی۔ ایک دن رات وہ زندہ رہے تھے اور اس دوران میں انھوں نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور نہ ہی انھیں غسل دیا۔

مقبول دعا اور اچھا انجام

غزوہ احد کو بپا ہوئے دو ماہ کا عرصہ بیت گیا، رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ بنو اسد مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ پسند کیا کہ ان کا مقابلہ ان کے گھروں ہی میں کیا جائے اور انھیں وہاں سے

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۶۱، ۳۶۲)۔

نکلنے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ اس مہم کو سر کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ایک جگر گوشے کا انتخاب کیا تا کہ اسے لشکر اسلام کی قیادت سونپی جائے۔ وہ جوانمردشہ زور بھلا کون ہو سکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کی نظر انتخاب سیدنا ابوسلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ پر پڑی تو انھیں ایک سو پچاس مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم پر مشتمل لشکر کا قائد بنا کر اس مہم کو سر کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔ اس لشکر میں ابوعبیدہ بن جراح اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما جیسی عظیم ہستیاں بھی موجود تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بنو اسد پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیا اور یہ وصیت کی کہ جب تم بنو اسد کے علاقے میں پہنچو تو ان پر اچانک حملہ کر دینا اور انھیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ دینا۔

جیسا کہ آپ کو پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احد میں گہرا زخم لگا تھا۔ وہ زخم اوپر سے تو مل چکا تھا لیکن اندر سے ابھی ہرا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور بڑی تیز رفتاری سے دشمن کی جگہ پر پہنچے، اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کو گھیرے میں لیا اور اہل ایمان کی تلواریں دشمنان دین کے پوروں کو کاٹنے لگیں۔ اہل ایمان نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور تیر دشمنوں کے دلوں میں پیوست ہونے لگے۔

مسلمانوں نے لڑائی میں جان توڑ حصہ لیا اور نتائج بہت عمدہ ان کے سامنے آئے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ معرکہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس میں کامیابی و کامرانی غزوۂ احد میں پیش آنے والی شکست کا مداوا بن جائے گی، مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں بسنے والے قبائل کے دلوں میں پھر سے مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے گی جو غزوہ احد میں پیش آنے والی عارضی شکست سے ان کے دلوں سے ختم ہو چکی تھی۔

اس معرکے میں فتح یابی گویا مسلمانوں کی عزیمت اور رعب و دبدبے کو نئے سرے سے اجاگر کرنے کا باعث تھی۔ چنانچہ فضا مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر سے گونج رہی تھی۔ امیر لشکر سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تابڑ توڑ حملہ کر رہے تھے۔ مسلسل جدوجہد کی وجہ سے ان کا زخم دوبارہ کھل گیا۔ انھوں نے اس کی پروا نہ کی، یہاں تک کہ لشکر اسلام کو کامیابی حاصل ہوئی اور بکریوں، اونٹوں اور دیگر چوپاؤں کی صورت میں مال غنیمت ہاتھ لگا۔ وہ انھیں ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔

اس معرکے میں ۹۲ دن لگے۔ [1] مجاہدین ۸ صفر ۴ھ کو فاتح کی حیثیت سے مدینہ واپس آئے لیکن مجاہدین کے چہرے غم و اندوہ ترجمان اور آئینہ دار تھے اس لیے کہ لشکر اسلام کے امیر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ زخم نے انھیں نڈھال کر رکھا تھا۔ وہ اپنے اہل خانہ کے پاس اس حالت میں تھے کہ زخم کی شدت سے کراہ رہے تھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دھڑکتے ہوئے دل سے ان کا استقبال کیا۔ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی حالت زار دیکھ کر قریب تھا کہ ان کی دلدوز چیخ نکل جاتی لیکن انھوں نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر لیٹ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تیمار داری کے لیے تشریف لائے تو اس وقت وہ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ آپ ان کے حق میں دعائے خیر کرنے لگے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے: الٰہی! میرے اہل کو اچھا نعم البدل عطا کرنا۔ یہ دعا کی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بند کیں، پھر ان کے حق میں دعا کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی نماز جنازہ کے دوران میں آپ نے نو تکبیریں کہیں۔ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سے سہو ایسا ہوا ہے یا آپ بھول گئے؟ آپ نے فرمایا: نہ مجھ سے سہو ہوا ہے اور نہ بھولا ہوں، اگر میں ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) کی نماز جنازہ میں ہزار تکبیریں بھی کہتا تو یہ ان کا حق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ یگانہ روزگار شخصیت کے مالک تھے اور یہ ان عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھے جو زندگی کی حقیقت جانتے تھے۔ انھوں نے اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسی وصیت کی جس نے انھیں عورتوں کی سردار بنا دیا بلکہ انھیں ام المومنین بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کا ام المومنین کے درجہ پر فائز ہونا واقعی قابل رشک اعزاز تھا۔

قابل اعتماد تاریخی کتابوں میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ ایک دفعہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سرتاج ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ جنتی ہو اور عورت اس کے فوت ہو جانے کے بعد شادی نہ کرے تو جنت میں اللہ تعالیٰ پھر انھیں اکٹھا کر دے گا۔ آئیے! ہم معاہدہ کریں کہ اگر میں آپ سے پہلے مر جاؤں تو آپ شادی نہیں کریں گے اور اگر آپ پہلے مر گئے تو میں شادی نہیں کروں گی۔ یہ سن کر سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے

---

[1] السيرة الحلبية (۳/ ۱۵۰)۔

فرمایا: کیا تم میری بات مانو گی؟ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں!

انھوں نے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو تم شادی کر لینا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہوئے دونوں ہاتھ بلند کیے اور یہ دعا کی:

الٰہی! میرے بعد ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ایسا خاوند نصیب کرنا جو ان کو کوئی غم اور تکلیف نہ دے۔

بہرکیف سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بھلا ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) سے بہتر کوئی ہو سکتا ہے؟ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بیوہ ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ان کی حیران زندگی میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہیں بہتر شخصیت کی آمد ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کو آپ کی آمد کا مقصد بتایا۔ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو کہنے لگی: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے دوں یا اپنے بال بچوں سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں؟ [1]

لیکن اللہ تعالیٰ نے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حقدار بنا دیا تھا کہ وہ امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہوں اور وہ بھی اس قیمتی ہار کی لڑی بن کر پاکیزہ گھر کا فرد شمار ہونے لگے۔ ان کی اور ان کے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی دعاء کو شرف قبولیت حاصل ہوا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا نے جلد ہی حقیقت کا روپ دھار لیا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہو گئے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اب کیا دعا مانگوں؟ تو آپ نے فرمایا: تم اس طرح دعاء کرو:

الٰہی! ہمیں اور انھیں بخش دے اور مجھے ان کا اچھا نعم البدل عطا فرما۔

میں نے اسی طرح دعا کی تو مجھے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بہتر نعم البدل عطا کر دیا۔ [2]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۳) طبقات ابن سعد (۸/ ۸۸) ازواج النبی للصالحی (ص:۱۴۹، ۱۵۰)۔

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز باب ما یقال عند المریض رقم الحدیث (۹۱۹) جامع الترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی تلقین المریض رقم الحدیث (۹۷۷) مسند احمد(۶/ ۲۹۱، ۳۰۶، ۳۲۲) مسند عبدالرزاق رقم الحدیث (۶۰۶۶) ابن ابی شیبة (۳/ ۲۳۶) ابوداؤد رقم الحدیث (۳۱۱۵) ابن ماجه رقم (۱۴۴۷) مسند ابو یعلی ←

امہات المومنین کے پاکیزہ حلقے میں

سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے رب کو پیارے ہو گئے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے دونوں میاں بیوی کی دعا کو شرف قبول عطا کیا۔ سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عدت پوری کی، پھر اللہ کا حکم ہوا، تقدیر کا فیصلہ صادر ہوا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہو کر خانۂ نبوی کا فرد بن گئیں۔

نئی تاریخی دستاویزات، سیرت کی کتابوں اور طبقات پر مشتمل کتابوں میں اس مبارک شادی کی تفصیلات کچھ اس طرح بیان ہوئی ہیں کہ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شادی کا پیغام دیا لیکن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بڑی نرمی اور اچھے طریقے سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شادی کا پیغام بھیجا تو انھیں بھی یہ جواب دیا کہ میں عمر رسیدہ ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں لہٰذا میں معذرت چاہتی ہوں۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کا پیغام دیا تو سر سے پاؤں تک مسرت و شادمانی سے سرشار ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک حیات بننا کتنا بڑا اعزاز ہے، ام المومنین کی فہرست میں شامل ہونا کتنی خوش نصیبی ہے لیکن ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ آپ کے حبالۂ عقد میں پہلے سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما موجود ہیں اور دونوں نوجوان ہیں جبکہ میں عمر رسیدہ ہوں۔

یہ خیال آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ کا پیغام مجھے مل گیا ہے، یہ اعزاز میری خوش بختی ہے لیکن میں غصیل، عمر رسیدہ اور کثیر العیال عورت ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مزید یہ کہ میرے ورثاء میں ان کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام سن کر ارشاد فرمایا: جہاں تک تمھارے غصے کا معاملہ ہے تو میں اللہ کے حضور دعا کروں گا جس سے تمھاری طبیعت کی یہ کیفیت بدل جائے گی۔ جہاں تک تمھارے عمر رسیدہ ہونے کا تعلق ہے تو میری عمر تم سے زیادہ ہے اور

← رقم (۲۶۶۴) نسائی رقم الحدیث (۱۸۲۶) ابن حبان رقم الحدیث (۳۰۰۵) طبرانی کبیر (۲۳/ ۲۲۳) مستدرك حاكم (۴/ ۱۶)۔

جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کفالت میں آ جائیں گے۔

یہ باتیں سن کر انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا: میرا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کرا دو۔ یہ مبارک شادی ماہ شوال ۴ھ میں ہوئی۔ ①

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی ہے تو بڑی غمزدہ ہوئیں۔ جب ان کے حسن و جمال کے بارے میں بتایا گیا تو غم میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔ جب انھیں دیکھا تو انھیں اس سے کہیں زیادہ حسین وجمیل پایا جو انھیں بتایا گیا تھا۔

وہ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئیں۔ ان دونوں کے باہمی تعلقات بڑے خوشگوار تھے اور وہ بڑی پکی سہیلیاں تھیں۔ انھیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کے بارے میں بتایا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ وہ بڑی پری پیکر ہیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ خیالات یونہی آپ کے دل میں رقابت کی بنا پر پیدا ہو رہے ہیں، کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں۔ کیا ہوا اگر وہ خوبصورت ہے لیکن عمر رسیدہ بھی تو ہے۔ اس کا یہ حسن و جمال آخر کب تک باقی رہے گا؟ یہ باتیں سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دلی سکون آیا پھر ٹھنڈے دل سے سوچا کہ (سیدہ) حفصہ (رضی اللہ عنہا) ٹھیک ہی تو کہتی ہیں۔ ② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھانپ لیا کہ وہ بڑی خود دار اور غصیل عورت ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ خانہ نبوی میں

کیا خیال ہے، کیا اب ہم خانہ نبوی میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ابتدائی لمحات کا مشاہدہ نہ کر لیں؟

ابتدائی لمحات ہی میں خانہ نبوی میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے گھریلو کام کاج کرنا شروع کر دیا۔

مطلب بن عبداللہ بن حطب کہتے ہیں کہ سرزمین عرب کی یہ بیوہ خاتون یعنی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سید المسلمین رسول مکرم ﷺ کے گھر مغرب کے وقت دلہن کے روپ میں داخل

① سنن النسائی کتاب النکاح رقم الحدیث (۳۲۵۶)، مسند احمد (۶/ ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۷)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) الاصابة (۴/ ۴۴۰) السیرة الحلبیة (۳/ ۴۱) المواهب اللدنیة (۲/ ۸۴) اسد الغابة (۶/ ۳۴۲) ازواج النبی للصالحی (ص۱۵۰، ۱۵۱)، الکامل لابن الاثیر (۲/ ۱۷۶)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۹) انساب الاشراف (۱/ ۴۲۳)۔

ہوئیں اور رات کے آخری حصے میں وہ چکی پر آٹا پیس رہی تھیں۔ ①

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس گھر میں یہ ابتدائی لمحات تھے جس گھر کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے؟ یہ تو سب سے بڑا شرف ہے جو ہماری اماں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو میسر آیا، علاوہ ازیں بہت سے ایسے واقعات وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہے جن سے ان کی فہم وفراست، ذہانت و فطانت اور معاملہ فہمی کا پتہ چلتا ہے۔

یہ عظیم المرتبت خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتی تھیں اور اس بات کا بڑا خیال رکھتی تھیں کہ کسی لمحے بھی آپ کی حکم عدولی نہ ہونے پائے۔

موطا امام مالک میں ایک روایت مذکور ہے جس سے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عمدہ رائے کا پتہ چلتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حبالۂ عقد میں لیا تو آپ نے ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو سات دن تمھارے پاس رہوں اور سات دن اپنی دوسری بیویوں کے ہاں اور اگر چاہو تو یہ باری تین تین دن پر مشتمل ہو تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تین تین دن ٹھیک ہیں۔ ②

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خانہ نبوی میں ہر طرح کی سہولت دیکھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شفقت سے پیش آتے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں چھوٹی بچی زینب تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے فرماتے: ننھی زینب کہاں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ننھی زینب کو محبت بھرے انداز میں گود لیتے اور اس کے ساتھ کھیلتے اور نہایت شفقت سے پیش آتے۔ ایک دن سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور ننھی زینب کو ان کی والدہ کی گود سے لیتے ہوئے کہا: اسے چھوڑیے! آپ اس کی وجہ سے

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۹۲) سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۵)۔

② صحیح مسلم کتاب الرضاع باب قدر ما تستحقه البكر رقم الحديث (۱۴۶۰)، مسند احمد (۶/ ۲۹۲، ۳۰۷)، ابوداؤد رقم الحديث (۲۱۲۲)، مسند ابو يعلى رقم الحديث (۶۹۹۶)، مسند عبدالرزاق رقم الحديث (۱۰۶۴۴، ۱۰۶۴۵)، ابن ابی شيبة (۴/ ۲۲۷)، مسند دارمی رقم الحديث (۲۲۱۶)، ابن حبان (۴۰۶۵، ۴۲۱۰)، طبرانی كبير (۲۳/ ۵۹۲)۔

رسول اللہ ﷺ کو اذیت دے رہی ہیں اور اس کے لیے دودھ پلانے والی آیا کا انتظام کر دیا۔ ①

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہوئیں اور اس طرح انھوں نے نبی کریم ﷺ کے نزدیک بڑا بلند مقام حاصل کر لیا۔ خاص طور پر جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے بہت زیادہ خدمت کے جذبے کو دیکھا اور آپ نے یہ محسوس کیا کہ وہ ہر لمحے میری خوشنودی کا خیال رکھتی ہیں اور اس پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتیں۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے دیگر امہات المومنین کے ساتھ گھل مل گئیں حالانکہ انھیں اپنی طبعی غیرت اور غصے کی بنا پر اندیشہ تھا کہ شاید دیگر گھریلو خواتین کے ساتھ شیر و شکر نہ ہو سکیں گی لیکن رسول اللہ ﷺ کی دعاء کی برکت سے ان کا غصہ جاتا رہا۔ ان کا دل پرسکون ہو گیا، انھیں اپنی سوکنوں سے کوئی شکوہ نہ رہا اور یہ دیکھ کر تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں کہ ان کی لخت جگر نور چشم زینب اپنے دور کی تمام خواتین سے بڑھ کر عالمہ فاضلہ کے مقام پر فائز ہوئیں۔

نبی کریم ﷺ کی خصوصی توجہ، تربیت اور برکت سے جب بھی ان کا نام لیا جاتا تو اس طرح لیا جاتا تھا: زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی پروردہ۔ ②

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زینب اپنے زمانے کی سب سے بڑی فقیہ خاتون تھیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اہل بیت میں سے

خواتین اہل بیت فضل و شرف، عظمت و برتری اور تقویٰ کے اعتبار سے عام خواتین کی مانند نہیں تھیں، اس لیے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا ساتھ نصیب کیا ہوا تھا، ان کا بڑا مقام تھا اور ان کے حق میں قرآن مجید میں آیات بھی نازل ہوئی تھیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۳)

① طبقات ابن سعد (۸/ ۹۳)۔

② نسائی من عصر النبوة (۲/ ۱۸۰)۔

''بلا شبہ اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے آلائش ختم کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔''

زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد نبی کریم ﷺ کی بیویاں ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اہل بیت سے مراد نبی کریم ﷺ کی بیویاں اور دیگر اہل خانہ ہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ بظاہر آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد بیویاں اور دیگر افراد خانہ ہیں۔

اہل بیت میں رسول اللہ ﷺ، سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ جب مذکر مونث کا اکٹھا ذکر ہو تو الفاظ صرف مذکر بولے جاتے ہیں اور اس میں عورتیں بھی مراد ہوتی ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اہل بیت کا اطلاق نبی کریم ﷺ کی بیویوں پر ہوتا ہے اس لیے کہ مخاطب وہی ہیں اور سیاق کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ (1)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں جن کو مخاطب کیا ہے، اہل بیت کی عورتیں بھی مراد ہیں اور مرد بھی۔ اہل بیت کی تعریف کے حوالے سے بہت سے اقوال مذکور ہوئے ہیں۔ سب سے بہتر قول یہ ہے کہ اہل بیت سے اولاد، بیویاں، سیدنا حسن، سیدنا حسین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سب مراد ہیں کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے گھر ہی میں پلے بڑھے ہیں۔ (2)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان عظیم المرتبت خواتین میں سے ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۶)

''اللہ کے نبی مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور ان کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

اہل ایمان کی ماں کا یہ مرتبہ بڑا بلند ہے جو انھیں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کی بنا پر ملا

---

(1) تفسیر القرطبی (۴/ ۱۸۳)۔

(2) تفسیر الکبیر للفخر الرازی (۲۵/ ۱۸۱)۔

ہے۔اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ○ ﴾

(الاحزاب : ۳۳/ ۳۲-۳۴)

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو کسی نامحرم سے نرم لہجے میں بات نہ کرو، ورنہ جس شخص کے دل میں مرض ہے وہ کوئی غلط توقع لگا بیٹھے گا۔ لہٰذا صاف سیدھی بات کرو اور اپنے گھروں میں قرار پکڑے رہو اور پہلے دور جاہلیت کی طرح زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے اہل بیت! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تمہیں اچھی طرح پاک صاف بنا دے اور جو تمھارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں انھیں یاد رکھو، بلاشبہ اللہ بڑا باریک بین ہے اور باخبر ہے۔''

یہ آیات کریمہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں ہیں۔[1] سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ ''بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے آلائش کو ختم کر دے۔'' یہ تو نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

سیدنا عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے میں اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

اسی لیے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ طہارت کا مقصود خانہ نبوی ہے۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۷، ۲۰۸)۔

یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ اللہ نے خانہ نبوی کو پاک کرنے کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی ہے اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے اہل بیت! اللہ تمہیں اچھی طرح پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بلاشبہ یہ اہل بیت کا بہت بڑا شرف ہے جس سے ان کو نوازا گیا، اہل بیت کو دنیا کے تمام گھرانوں سے فضل و شرف میں برتر قرار دیا گیا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [1] یعنی:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۳)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے اہل بیت میں شامل ہونے کی دلیل ہے کیونکہ یہ نازل ہی ان کے حق میں ہوئی ہے۔ [2] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر بہت عمدہ انداز میں تبصرہ کیا ہے جو ان کی اعلیٰ درجے کی فہم و فراست پر دلالت کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی یعنی اس کا سبب نزول امہات المومنین ہیں تو یہ درست ہے لیکن یہ کہنا کہ ان کے علاوہ دیگر اس حکم میں شامل نہیں تو یہ موقف محل نظر ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہل بیت تو سورج کی مانند مشہور و معروف ہیں۔ آپ کی ازواج مطہرات آپ کے خاندان کے پاکیزہ افراد میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی قرآن مجید میں غور و تدبر کیا وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اس فرمان الٰہی:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۳)

میں ازواج مطہرات اس حکم میں داخل ہیں۔ کلام کا سیاق و سباق بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا:

---

[1] مجمع الزوائد (۹/ ۱۶۸)۔

[2] تفسیر ابن کثیر (۳/ ۴۵۱)۔

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۴)

''اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمھارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے گھروں میں اپنے رسول مقبول علیہ السلام پر جو کتاب و سنت کے احکامات نازل کیے ہیں ان پر تم عمل کرو اور اس نعمت کو یاد کرو کہ تمھیں تمام لوگوں میں کتنا بڑا شرف عطا فرمایا ہے۔ تمھارے گھروں میں وحی نازل ہوتی ہے جبکہ یہ اعزاز دوسرے لوگوں کو میسر نہیں آیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تمام ازواج مطہرات میں یہ خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ وحی ان کے بستر میں نازل ہوئی، یہ شرف کسی اور ام المومنین کو نصیب نہیں ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بڑا بلند مقام نصیب ہوا۔ انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی اور انھیں آپ کے گھر میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہ بھی ان کا بہت بڑا نصیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک حیات بننے کا شرف عطا کیا۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت میں سے ہیں بلکہ ان کو تو سب سے پہلے اہل بیت ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

علامہ قاسمی رحمہ اللہ اپنی عمدہ تفسیر میں لکھتے ہیں: جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہا پلا اور بڑھا وہ اہل بیت ہے۔ [1]

علامہ ابوسعود رحمہ اللہ اہل بیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے بالکل دوٹوک انداز میں واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہل بیت میں سے ہیں۔

علامہ قاسمی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ لوگوں میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ آل محمد سے مراد کون لوگ ہیں؟ پھر انھوں نے اس سلسلے میں بہت سے اقوال بیان کیے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کی آل ہیں کیونکہ بخاری و مسلم میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دی کہ تم مجھ پر اور میری آل پر درود بھیجو۔

---

[1] تفسير القاسمي (۳/ ۲۵۰)۔

اور درود کے یہ الفاظ حدیث میں مذکور ہیں:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ)) ①

''الٰہی! رحمت نازل فرما سیدنا محمد ﷺ پر، آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ان کی آل اور ان کے اہل بیت میں سے ہے۔

لوط علیہ السلام کی بیوی ان کی آل اور اہل بیت میں سے ہے۔

تو سیدنا محمد ﷺ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے کیوں نہیں ہوں گی؟

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ آپ کے اہل بیت میں سے تھیں۔ اگر وہ اہل بیت میں شامل نہ ہوتیں تو انھیں اہل بیت کے نام سے پکارا نہ جاتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں سے تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ ہماری اماں جان سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی سوکنوں کے سامنے اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ یہ آیت کریمہ ان کے گھر میں نازل ہوئی، اس سلسلے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ شرف حاصل تھا کہ ان کے گھر میں بھی قرآنی آیات نازل ہوئیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کو گھر میں نماز پڑھتے ہوئے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نے دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ اس طرح کہ کپڑے کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔ ②

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ربانی اور نبوی بشارت کی حامل

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اتنے فضائل و محاسن ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ علیم و خبیر کی جانب سے اعلیٰ درجے کی خوبیاں خاص طور پر انھیں عطا کی گئی ہیں۔

---

① صحیح البخاری کتاب الدعوات باب ھل یصلی علیٰ غیر النبی ﷺ رقم الحدیث (٦٣٦٠)۔ مسلم کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی النبی ﷺ رقم الحدیث (٤٠٧)، مسند احمد (٥/ ٤٢٤)، ابوداؤد رقم الحدیث (٩٧٩)، ابن ماجہ رقم الحدیث (٩٠٥) مسند ابو عوانۃ رقم الحدیث (٢٠٣٩)، طبرانی اوسط رقم الحدیث (١٦٧٣)۔

② انساب الاشراف (٢/ ٤٣٠)

امت مسلمہ کے بعض افراد کی توبہ کے احکامات وحی کے ذریعے اس وقت نازل ہوئے جبکہ رسول اللہ ﷺ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔

ایک دفعہ ایسے ہوا کہ غزوۂ بنو قریظہ میں رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے یہودیوں کو ان کی بے اعتدالی کی وجہ سے قلعہ بند کر دیا اور حکم یہ دیا کہ جب تک اللہ و رسول کا حکم نہ ہو ان کو قلعے سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہودیوں نے یہ مطالبہ کر دیا کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا جائے، ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو ان کے مرد، عورتیں اور بچے جمع ہو گئے اور سب نے زار و قطار رونا شروع کر دیا جنہیں دیکھ کر ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا دل نرم پڑ گیا اور انھیں قلعے سے باہر آنے کی اجازت دے دی۔

اسی لمحے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ انھوں نے انھیں اجازت دے کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ بہت شرمندہ اور خوف زدہ ہوئے۔ بار بار اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنے لگے۔ ندامت، خوف اور غم کے ملے جلے احساسات سے انتہائی پریشان رہنے لگے، ضمیر انھیں کچوکے دینے لگا اور وہ انتہائی تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہوئے۔ ایک یہودی عالم نے ان کی حالت زار دیکھ کر کہا کہ اے ابولبابہ! آپ کو کیا ہوا؟

انھوں نے کپکپاتے اور گھگھیاتے ہوئے کہا کہ میری دنیا لٹ گئی، میں تباہ ہو گیا، میں شرمندہ ہوں، میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے، میرا کیا بنے گا، ہائے میں برباد ہو گیا۔

آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ شرمندگی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا سامنا نہ کیا، سیدھے مسجد نبوی کا رخ کیا۔ گرمی بڑی شدید تھی لیکن قلب وجگر میں جو آگ سلگ رہی تھی اس کی تمازت بہت زیادہ تھی۔ یہی فکر کھائے جا رہی تھی کہ میں نے اللہ اور رسول علیہ السلام کی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ یہی احساس انھیں بار بار ڈس رہا تھا۔ یہی تکلیف ان کے لیے ناقابل برداشت تھی، ابولبابہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور جو ستون ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے سامنے تھا اس کے ساتھ لپٹ گئے اور زنجیر سے اپنے آپ کو باندھ لیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود نبی کریم ﷺ یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا ہے؟ انھوں نے اپنے آپ کو ستون کے ساتھ کیوں باندھ رکھا ہے؟ ان کے دل پر بڑا گہرا اثر تھا۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ یہ سب کچھ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ میں

اس وقت تک کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیوں گا جب تک اللہ میرے کیے ہوئے گناہ کو معاف نہ کر دے۔

ابولبابہؓ چند دن اسی حالت میں ہے، صرف نماز اور حاجات ضروریہ کے لیے ستون سے الگ ہوتے اور فارغ ہو کر پھر وہیں آ جاتے۔ انھیں یقین تھا کہ اللہ میری حالت زار دیکھ کر ضرور ترس کھائے گا اور مجھے معاف کر دے گا کیونکہ میرا اللہ غفور ورحیم ہے۔

ایک رات جبکہ رسول اللہ ﷺ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۰۲)

"کچھ دوسرے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے، ان کے کچھ اچھے اور کچھ برے عمل ہیں، امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لے کیونکہ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات سحری کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہنس رہے ہیں۔

میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ آج خلاف معمول ہنس رہے ہیں، کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ نے ابولبابہ کی توبہ کو قبول کر لیا ہے اور اس سلسلے میں وحی نازل ہوئی ہے۔

میں نے عرض کی: کیا ابولبابہ کو یہ خوش خبری نہ سنا دوں؟

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اگر چاہتی ہو تو اسے بتا دو، کوئی حرج نہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تشریف لائیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ پردے کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ فرمایا: ابولبابہ! خوش ہو جاؤ، تیری توبہ قبول ہو گئی ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سنتے ہی لوگ تیزی سے دوڑ کر ان کے پاس آئے ان کی زنجیر کو کھولا، انھیں مبارکباد دی۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا، مجھے سرکارِ دو عالم ﷺ خود آ کر آزاد کریں گے تو میرے بھاگ جاگ جائیں گے۔ یہ بات جب رسول اللہ

ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ صبح کی نماز کے لیے وہاں سے گزرتے ہوئے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنے دست مبارک سے زنجیر کو کھولا۔

مسلمان موحدین اللہ کے گھروں میں اس آیت کی تلاوت کرنے لگے جو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی بریت اور رہائی کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۰۲)

"کچھ دوسرے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ وہ ملے جلے عمل کرتے رہے کچھ اچھے اور کچھ برے۔ امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" [1]

غزوۂ تبوک میں تین صحابہ کرام لشکر سے پیچھے رہ گئے، وہ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم تھے۔

جب ان کی توبہ کے بارے میں وحی نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿ وَّعَلَي الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

(التوبہ: ۹/ ۱۱۸)

"اور ان تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملے کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب کہ زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو چکی تھی اور ان کی جانیں بھی ان پر بھاری ہونے لگیں اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں تو اللہ ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

قرآن نے ان لوگوں کی حالت کی منظر کشی کی ہے جو غزوہ تبوک میں لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انھیں اپنی لغزش پر اتنا غم ہوا کہ زمین اپنی فراخ دامنی کے باوجود انھیں تنگ محسوس

[1] تاریخ الاسلام للذہبی (ص ۳۱۲، ۳۱۳)۔

ہونے لگی اور وہ اس قدر مضطرب، بے چین، پریشان اور غمگین تھے کہ انھیں رہنے کے لیے زمین بڑی تنگ محسوس ہونے لگی۔ ان کے دل مارے غم کے سکڑ چکے تھے، مسرت و شادمانی کے لمحات یکسر ختم ہو چکے تھے۔[1] ان تین افراد میں سے ایک فرد سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کی لشکر اسلام سے پیچھے رہنے کی روداد بیان کرتے ہیں جو احادیث کی کتابوں میں بیان ہوئی ہے۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کعب سے سنا اور یہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وہی ہیں جو غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کے ساتھ دو ساتھی اور تھے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کر لیا تھا۔

تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں دو جنگوں کے علاوہ کسی جنگ میں لشکر اسلام سے پیچھے نہیں رہا، ایک غزوہ بدر اور دوسرے غزوۂ تبوک۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارک ہوتی تھی کہ جب بھی آپ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ اس دفعہ جب آپ لشکر اسلام کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس آئے، مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجھ سے اور میرے دو ساتھیوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع کر دیا۔ لوگوں نے ہم سے بات چیت کرنا چھوڑ دیا۔ میرے لیے یہ صورت حال بڑی سنگین تھی۔ مجھے سب سے زیادہ یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر اسی حالت میں میری موت آ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نماز جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے۔

صورت حال یہ تھی کہ مدنی معاشرے میں کوئی شخص بھی مجھ سے بات چیت کرنے کا روادار نہ تھا، نہ کوئی مجھے سلام کہتا۔ زمین میرے لیے تنگ ہو چکی تھی، حالات بڑے کٹھن ہو چکے تھے، بہر حال اللہ تعالیٰ کو ہماری حالت زار پر ترس آیا، ہماری توبہ کے بارے میں رات کے آخری پہر وحی نازل ہوئی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے۔ وہ اس اعتبار سے ہماری محسنہ ہیں کہ ان کے گھر وہ وحی نازل ہوئی جس میں ہماری توبہ قبول ہونے کی نوید تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کعب بن مالک

---

[1] تفسیر الکشاف للزمخشری (۲/ ۲۱۸)۔

(رضی اللہ عنہ) کی توبہ کو قبول کر لیا گیا ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ خوش خبری کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: اگر اس وقت تم نے یہ بات بتا دی تو لوگ ٹوٹ پڑیں گے یہاں جمگھٹا لگ جائے گا جس سے باقی رات تم سو نہیں سکو گی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی تو ہماری اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ قبول ہونے کا اعلان کیا۔[1]

یہ اعزاز بھی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو میسر آیا کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توبہ کی قبولیت کے حوالے سے جو وحی نازل ہوئی وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نازل ہوئی۔ میں اور میرے ساتھی ان کے احسان مند ہیں۔

اس میدان میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ فتح مکہ کے دنوں میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی، ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی اذیت پہنچائی تھی اور یہ دونوں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قریبی عزیز تھے اور دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ایک آپ کے چچا کا بیٹا تھا اور دوسرا پھوپھی کا بیٹا تھا۔

یہ دونوں مکہ اور مدینہ کے مابین ایک جگہ پر پہنچے، یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ دونوں نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہماری سفارش کر دیجیے، ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! ایک آپ کے چچا کا بیٹا ہے۔ اور دوسرا پھوپھی کا بیٹا ہے، آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا ہرج ہے اگر آپ اجازت دے دیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے ان سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں! میرے چچا کے بیٹے نے میری عزت پامال کی ہے اور میرے پھوپھی کے بیٹے نے مکہ میں

[1] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب اذا تصدق رقم الحدیث (۲۷۵۷) صحیح مسلم کتاب التوبة باب حدیث توبة کعب بن مالك رقم الحدیث (۲۷۶۹)، ترمذی رقم الحدیث (۳۱۰۱)، ابوداؤد رقم الحدیث (۳۶۰۰)، نسائی رقم الحدیث (۷۳۲) مسند احمد (۳/ ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۵۹، ۴۶۰)، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث (۹۷۴۴)، تاریخ الاسلام للذھبی (ص ۶۵۳، ۶۵۸)، سیرة النبویة (۴/ ۱۸۰، ۱۸۲)۔

میرے خلاف بڑی باتیں کی ہیں جس سے مجھے دلی کوفت ہوئی ہے۔

ابوسفیان بن حارث نے یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: یا تو آپ مجھے اجازت لے دیں یا میں اپنے بچوں کو لے کر جنگل کی طرف نکل جاؤں گا اور وہاں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔

جب یہ بات حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ کا دل نرم ہو گیا اور انھیں ملاقات کی اجازت دے دی۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے اور ملاقات کے دوران میں دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان دونوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ ①

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لوگوں کے لیے اس طرح کی سفارشیں اور بشارتیں زندگی بھر مہیا کرتی رہیں اور یہ ان کا ایک تاریخی کارنامہ ہے۔

اس طرح ان کا ایک بھائی مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گیا تھا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو اس پر آپ ناراض تھے اور آپ اسے ڈانٹ پلا رہے تھے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس وقت آپ کا سر مبارک دھو رہی تھیں، ڈانٹ ڈپٹ سن کر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! میری بھی کیا زندگی ہے آپ میرے بھائی سے ناراض ہیں؟ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نرمی پیدا ہو چکی ہے تو انھوں نے اپنی خادمہ کو بھیجا کہ جاؤ! میرے بھائی کو بلا لاؤ، وہ حاضر ہوا اور درد بھرے انداز میں معذرت پیش کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معذرت قبول کر لی اور آپ ان سے راضی ہو گئے اور انھیں معاف کر دیا اور انھیں کندہ کا عامل بنا دیا۔ وہ اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے ابھی روانہ نہیں ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ کی وفات کے بعد وہ عامل کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ②

غرض کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس میدان میں بڑی ممتاز دکھائی دیتی ہیں یہ چیز ان کے دل

---

① زاد المعاد (۳/ ۴۰۰)، تاریخ الاسلام للذہبی (ص ۵۳۶)، الکامل فی التاریخ لابن الاثیر (۲/ ۲۴۳)۔

② الکامل فی التاریخ لابن الاثیر (۲/ ۳۷۸)۔

کی صفائی اور ذاتی شرافت کی بہت بڑی علامت ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور جہاد فی سبیل اللہ

اسلام ایک آسان ضابطہ حیات ہے اس میں کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دی گئی۔ اس اعتبار سے اس نے عورت کو میدان جنگ میں اتر کر قتال کا حکم نہیں دیا، اس کی کمزوری کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے ذمے وہی کام لگائے ہیں جن کو وہ بخوبی نباہ سکتی ہے مثلاً: زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، انھیں پانی پلانا یا ان کے لیے کھانا مہیا کرنا وغیرہ۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے ساتھ ساتھ جہاد کا شرف حاصل کرنے کا بھی موقع ملا اور یہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک سفر رہیں۔

غزوہ مریسیع، غزوہ خیبر، فتح مکہ، طائف کے محاصرہ، غزوہ حنین اور حجۃ الوداع میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔

غزوات کے دوران میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسے قابل قدر کارنامے سرانجام دیے کہ تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف کے ساتھ لکھنے کے قابل ہیں۔ صلح حدیبیہ میں بھی انھوں نے جو رائے دی اس سے ان کی کرامت، عمدگی، رائے، ثقاہت اور فقاہت کا پتہ چلتا ہے کہ شرعی امور پر ان کی گہری نظر تھی۔

مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ میں بڑے امن و امان کے ساتھ داخل ہوئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ جب اگلے دن صبح کی نماز ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے اپنا خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بتانے لگے۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے غور سے سننے لگے۔ سب ہی بڑے خوش تھے، اس لیے کہ انھیں فتح بہت قریب دکھائی دے رہی تھی بلکہ انھیں فتح کا یقین حاصل ہو چکا تھا، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب مانند وحی ہوتے ہیں اور وہ برحق ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی خواب دیکھتے تو صبح کی روشنی کی طرح اس کی تعبیر بھی کھل کر سامنے آ جاتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی روانہ ہوئیں۔ ان کے علاوہ دیگر مسلمان خواتین میں سے ام عمارہ مزنیہ، ام منیع انصاریہ، ام عامر اشہلیہ اور چند دیگر خواتین رضی اللہ عنہن بھی عمرے کی ادائیگی کے لیے شریک سفر ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی روانہ ہوئے۔ سب نے عمرے کے لیے احرام باندھا۔ یہ اللہ والوں کا قافلہ جب صحرا کو عبور کر رہا تھا تو دل کی گہرائیوں سے تلبیہ پکارنے لگے اور سب مل کر باآواز بلند کہنے لگے:

((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ))

''حاضر ہیں، الٰہی ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، بلاشبہ ہر قسم کی تعریف اور نعمت تیری ہے اور ملک بھی تیرا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

قریش نے یہ صورت حال دیکھ کر سر اٹھایا اور مسلمانوں کو عمرے کی ادائیگی سے روک دیا۔ پھر اس کے بعد مسلمانوں اور مشرکین کے مابین صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور یہ بالآخر صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اس سفر پر روانہ ہوئے تھے تو انھیں اپنی فتح کا یقین تھا۔ اس لیے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا خواب بھی سن لیا تھا، انھیں اپنی فتح میں کوئی شک نہیں تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی لیکن جب صلح کی بات اختتام پذیر ہوئی جس کی روشنی میں بغیر عمرہ ادا کیے مسلمانوں نے مدینہ منورہ واپس جانا تھا تو یہ صورت حال دیکھ کر تمام مسلمان حیران و پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہو گیا!!!؟

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا تھا تو مجھے اس کے برحق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر میرے دل میں شک پیدا ہوا اور میں نے عرض کی:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟

رسول اللہ ﷺ: کیوں نہیں! میں اللہ کا سچا نبی ہوں!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے؟

رسول اللہ ﷺ: بالکل! ہم حق پر ہیں اور دشمن باطل پر!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: تو پھر ہماری جھولی میں ذلت و رسوائی کیوں ڈالی جا رہی ہے؟

رسول اللہ ﷺ: میں اللہ کا رسول ہوں، میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا، وہ میرا مددگار ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: کیا آپ نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟

رسول اللہ ﷺ: کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال یہ سعادت حاصل ہو جائے گی؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: نہیں!

رسول اللہ ﷺ تم بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

(سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے کہا)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: اے ابوبکر! کیا یہ برحق نبی نہیں ہیں؟

ابوبکر رضی اللہ عنہ: کیوں نہیں! یہ واقعی برحق نبی ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: پھر یہ ذلت و رسوائی ہماری جھولی میں کیوں ڈالی جا رہی ہے؟

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ: اے مرد ذی وقار! وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ تم مرتے دم تک ان کی رکاب سے چمٹے رہو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کیا انھوں نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا آپ نے یہ بھی بتایا تھا کہ ہم اسی سال یہ سعادت حاصل کریں گے؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نہیں!

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دن کوئی کسی قسم کا شک باقی نہ رہا، انھیں یہ گمان ہو چلا تھا کہ یہ مشرکین کے مقابلے میں کچھ نقصان ہوا ہے اور ہمیں ہمارا حق نہیں ملا حالانکہ ہم غالب آنے والے ہیں اور ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں، ہم اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں

---

[1] تاریخ الاسلام للذہبی (ص ۳۷۱، ۳۷۲)۔

فرمایا: سب اپنے اپنے جانور ذبح کرو اور اپنے سر منڈوا دو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی بات سن رہے ہیں، آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، لیکن کوئی بھی آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے آگے نہ بڑھا۔

آپ نے دوبارہ حکم دیا: اٹھو! اپنے اپنے جانور ذبح کرو پھر اپنے سر منڈواؤ۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ اٹھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے پریشان ہوئے، آپ اپنے خیمے میں آ کر پریشانی سے لیٹ گئے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا بات ہے؟ آپ پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ جانور ذبح کر دیں اور اپنے سر منڈوا لیں، سب نے میری بات کو سنا، میری طرف دیکھتے رہے لیکن عمل کسی نے نہیں کیا۔ میں نے انھیں بار بار حکم دیا لیکن انھوں نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ سب میری بات سنتے رہے اور میری طرف دیکھتے رہے۔ مجھے یہ صورت حال دیکھ کر بڑی پریشانی ہوئی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سبھی آپ کے حکم کی تعمیل کریں؟

آپ نے فرمایا: ہاں! میری یہی دلی خواہش ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کریں کہ آپ باہر تشریف لے جائیں، کسی سے کوئی بات نہ کریں۔ آپ اپنا جانور ذبح کر دیں پھر سر مونڈنے والے کو حکم دیں کہ وہ آپ کا سر مبارک مونڈ دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نیزہ پکڑا، خیمے سے باہر نکلے، اور بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر نیزہ اپنی قربانی کے اونٹ کے حلق میں اتار دیا۔ قربانی دے کر آپ سرخ چمڑے کے خیمے میں داخل ہوئے اور خراش بن امیہ بن فضل حزامی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس نے آپ کا سر مونڈا۔

جب لوگوں نے دیکھا تو سب اٹھے سب نے اپنے اپنے جانور قربان کیے۔ اس کے بعد سب ایک دوسرے کے سر مونڈنے لگے۔ [1] اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے نجات پا گئے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی برکت سے ایک بہت بڑا مسئلہ آسانی سے حل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موقف نے ام المومنین سیدہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد رقم الحدیث (۲۷۳۲)، طبرانی کبیر (۲۰/ ۱۴، ۱۶)، سنن کبریٰ للبیهقی (۹/ ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳)، مسند احمد (۴/ ۳۲۳، ۳۲۶)، البدایة والنهایة (۴/ ۱۷۶)، زادالمعاد (۳/ ۲۹۵)۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد دلا دی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس کارنامے کو تاریخ کبھی بھی بھلا نہیں سکے گی اور خاص طور پر جب بھی صلح حدیبیہ کا ذکر کیا جائے گا تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس کارنامے کو بھی یاد کیا جائے گا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ایک یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ انھوں نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں دیکھا۔ [1]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، انھوں نے آپ کے ساتھ باتیں کرنا شروع کر دیں پھر وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تو اللہ کے نبی علیہ السلام نے کہا: ام سلمہ! جانتی ہو کہ یہ کون تھے؟

انھوں نے کہا: یہ دحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) تھے۔

فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! مجھے ہو بہو وہی لگے لیکن وہ درحقیقت جبریل علیہ السلام تھے۔ [2] ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ایک اعزاز یہ بھی حاصل ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک محفوظ تھے اور انھیں مہندی لگی ہوئی تھی۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے ایک تھیں جن کے مقام و مرتبہ کو تاریخ نے یاد رکھا اور ان کی حکمت بھری باتوں کو محفوظ کیا اور یہ ان خواتین میں سے ایک تھیں جو پڑھنا جانتی تھیں لیکن لکھنا نہیں جانتی تھیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت قرآن حکیم کی مرہون منت تھی کیونکہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے اور علم بیان کا شیریں چشمہ ہے۔ پھر ان کی فصاحت و بلاغت کلام نبوت کی خوشہ چین تھی، جس نے ادب نبوی سے غذا حاصل کی تھی۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا قریش کی چندگنی چنی فصاحت و بلاغت سے آراستہ خواتین میں سے ایک تھیں۔ کبھی کبھار وہ اعلیٰ درجے کے شعر بھی کہتی تھیں۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنے چچا کے بیٹے ولید بن مغیرہ کا مرثیہ کہا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

---

[1] شذرات الذهب (١/ ٢٨٠)۔

[2] صحيح البخاری كتاب المناقب باب علامات النبوة رقم الحديث (٣٦٣٣)، صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب فضائل ام سلمة رضی اللہ عنہا رقم الحديث (٢٤٥١)، تاريخ الجامع للاصول (٣/ ٣٨٣)۔

يَا عَيْنُ فَابْكِي لِلْوَلِيدِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ
قَد كَانَ غَيْثًا فِي السِّنِينَ وَرَحْمَةً فِينَا وَمِيرَةً
ضَخْمَ الدَّسِيعَةِ مَاجِدًا يَسْمُو إِلَى طَلَبِ الْوَتِيرَةِ
مِثْلُ الْوَلِيدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَبِي الْوَلِيدِ كَفَى الْعَشِيرَةِ

نبی کریم ﷺ نے جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اشعار سنے تو فرمایا کہ تم پیار سے ولید کہتی ہو۔ اس کا نام عبداللہ لیا کرو۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو خط بھیجا جبکہ وہ جنگ جمل کے لیے روانہ ہونے والی تھیں وہ خط سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔

خط کچھ اس طرح تھا:

''نبی کریم ﷺ کی بیوی ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف سے ام المومنین عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں!

میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتی ہوں جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوتا کہ عورتیں جہاد کی متحمل ہوسکتی ہیں تو وہ ضرور آپ کو اس کا حکم دیتا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ انھوں نے دین میں اضافے سے منع کیا ہے؟
دین کا ستون اگر جھکنے لگے تو خواتین اس کو ثابت نہیں کرسکتیں۔
اگر دین کا ستون گرنے لگے تو خواتین اسے کھڑا نہیں کرسکتیں۔

عورتوں کا جہاد پردے میں رہتے ہوئے ان دینی فرائض کو سرانجام دینا ہے جس کا انھیں مکلّف قرار دیا گیا ہے۔

یوں آپ کا لشکر کے ساتھ جگہ جگہ جانا مناسب نہیں۔

قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی پیش ہونا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے کہا گیا کہ اے ام سلمہ! جنت میں داخل ہو جا تو مجھے اس حجاب کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے ملتے ہوئے حیا محسوس ہوگی جس حجاب کو اختیار کرنے کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔

عائشہ! آپ کے گھر کا آنگن آپ کا قلعہ ہے اور آپ امت مسلمہ کی سب سے بڑی خیر خواہ ہیں۔“ [1]

گزشتہ صفحات میں آپ نے ہجرت کا واقعہ پڑھا ہوگا [1] اور اس میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت کی جھلک دیکھی ہوگی۔ جب انھوں نے نجاشی کے بارے میں تفصیلات بیان کیں تو بہترین الفاظ کے موتی پرو دیے۔ انھوں نے اپنی گفتگو کے دوران میں یہ ادبی جملہ بھی استعمال کیا کہ:

((اَقَمْنَا عِنْدَهٗ بِخَيْرِ دَارٍ مَعَ خَيْرِ جَارٍ))

”یعنی ہم بہترین گھر میں بہترین ہمسائے کے ہمراہ اس کے پاس ٹھہرے رہے۔“

انھوں نے یہ بھی کہا:

((اَمِنَّا عَلٰی دِيْنِنَا وَعَبَدْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی لَا نُؤْذٰی وَلَا نَسْمَعُ شَيْئًا نَكْرَهُهٗ))

”ہمارا دین محفوظ ہو گیا، ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے، نہ ہمیں تکلیف دی جاتی اور نہ ہمیں کوئی ناپسندیدہ بات سننی پڑتی۔“

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کلام سے علم و فقاہت کے چشمے پھوٹتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ نبوت کے چشمے سے علم وعرفان کا پانی اچھل اچھل کر باہر آ رہا ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے درج ذیل کلام پر غور کریں کہ کس قدر اس میں فصاحت و بلاغت کی چاشنی ہے۔

فرماتی ہیں:

((مَنْ خَرَجَ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِيَاءً وَلَا سُمْعَةً وَلٰكِنِّیْ خَرَجْتُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَاتِّقَاءَ سَخَطِكَ فَأَسْئَلُكَ بِحَقِّكَ عَلٰی جَمِيْعِ خَلْقِكَ اَنْ تَرْزُقَنِیْ مِنَ الْخَيْرِ اَكْثَرَ مِمَّا أَرْجُوْ وَتَصْرِفَ عَنِّیْ مِنَ الشَّرِّ أَكْثَرَ مِمَّا اَخَافُ اُسْتُجِيْبَتْ لَهٗ بِاِذْنِ اللّٰهِ)) [2]

---

[1] اعلام النساء (۵/ ۳۲۵)، بلاغات النساء (ص ۱۱)۔

[2] العقد الفرید (۳/ ۲۲۴)۔

''جو اپنے گھر سے اللہ کی اطاعت میں نکلے اور یہ کہے کہ الٰہی! میں کسی تکبر، اکڑ، ریاکاری یا شہرت کی غرض سے نہیں نکلا، میں تو تیری خوشنودی حاصل کرنے اور تیری ناراضی سے بچنے کے لیے نکلا ہوں۔ میں تمام مخلوق پر جو تیرا حق ہے اس کے ذریعے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے اس سے زیادہ خیر عطا فرما جو میں امید رکھتا ہوں، اور اس سے زیادہ شر سے بچا جس سے میں ڈرتا ہوں (جو بھی یہ دعاء کرے گا) تو اللہ کے حکم سے اس کی دعاء کو قبول کر لیا جاتا ہے۔''

جب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور فرمانے لگیں:

((رَحِمَكِ اللّٰهُ وَغَفَرَ لَكِ وَعَرَّفَنِيكِ فِي الْجَنَّةِ)) [1]

''اللہ تم پر رحمت و مغفرت نازل فرمائے اور مجھے جنت میں تمھاری معرفت عطا فرمائے۔''

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فصاحت و بلاغت کی بہت سی مثالیں ان کی سیرت میں جا بجا ملتی ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حدیث کی راویہ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی روایت کے حوالے سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ روایت احادیث کے اعتبار سے امہات المومنین میں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے آگے نظر آتی ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے احادیث کو زبانی یاد کیا، دینی مسائل اور شرعی امور میں انھیں درجہ کمال حاصل ہوا بلکہ ان کا شمار فقیہ صحابیات میں ہوتا تھا۔ [1] بعض شرعی احکام، دینی معاملات اور فتاویٰ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور خاص طور پر جن مسائل کا تعلق مسلم خواتین کے ساتھ ہوتا، مثلاً: رضاعت اور طلاق کے مسائل وغیرہ، وہ ان سے دریافت کیے جاتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی بعض مسائل سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تھے۔ [2]

---

[1] انساب الاشراف (۱/ ۴۲۰)۔ [2] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۳)۔

نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فتویٰ حاصل کیا جاتا تھا ان میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سرفہرست تھیں۔ جن کا فتویٰ عہد نبوت میں بھی چلتا تھا، وہ عظیم المرتبت ۱۳ صحابہ کرام تھے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان میں سرفہرست شمار کی جاتی تھیں۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔
۲ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
۳ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔
۴ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔
۵ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔
۶ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔
۷ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔
۸ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔
۹ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔
۱۰ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔
۱۱ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔
۱۲ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔
۱۳ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ [2]

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درج ذیل صحابہ کرام بھی اس فہرست میں شامل ہیں:

۱ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ۔
۲ سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ۔
۳ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔
۴ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔

---

[1] زاد المعاد (۲/ ۷۸)۔

[2] الاحکام فی اصول الاحکام (۲/ ۸۹)۔

⑤ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ۔

⑥ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما۔

⑦ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ ①

ام المومنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں جو ان کو زبانی یاد تھیں۔

بخاری اور مسلم میں ان سے ۲۹ روایات مروی ہیں۔

تیرہ احادیث متفق علیہ ہیں۔

صرف بخاری میں تین اور صرف مسلم میں تیرہ مروی ہیں۔ ②

سنن اربعہ اور مسانید میں بھی ان سے مروی احادیث مذکور ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ③

جن لوگوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ صحابہ کرام میں سے سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا ابوسعید خدری اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہم ہیں اور صحابیات میں سے ام المومنین سیدہ عائشہ اور ان کی بیٹی سیدہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کا نام آتا ہے اور اسی طرح سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کبار تابعین نے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جن میں سے سعید بن مسیّب، مجاہد، عطا بن ابی رباح، سلیمان بن یسار اور عروہ بن زبیر رحمہم اللہ ہیں اور تابعیات میں سے بہت سی خواتین نے بھی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ان میں خیرہ ام الحسن بصری، ہند بنت حارث فراسیہ، صفیہ بنت شیبہ اور صفیہ بنت محصن وغیرہ ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل حدیث مروی ہے جسے روایت کرنے کا ہند بنت حارث الفراسیہ کو شرف حاصل ہوا جو کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں سے تھی کہتی ہیں:

((كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

---

① الاحکام فی اصول الاحکام (۲/ ۸۹)۔

② المجتبی من المجتنی لابن الجوزی (ص ۹۳)۔

③ تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۵۶)، نساء من عصر التابعين (۱/ ۱۵۹، ۱۶۷)۔

يَنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ)) ①

''رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں پلٹ کر اپنے گھروں میں داخل ہو جاتیں، اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ اپنا رخ پھیرتے۔''

شیخین نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل حدیث روایت کی ہے:

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِيْ أَجْرٌ فِيْ بَنِيْ أَبِيْ سَلَمَةَ أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ قَالَ ﷺ نَعَمْ لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ)) ②

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ابوسلمہ کے بچوں پر خرچ کرتی ہوں، کیا مجھے اس کا اجر وثواب ملے گا جبکہ وہ میرے بچے بھی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جو تو نے ان پر خرچ کیا تجھے اس کا اجر ملے گا۔''

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے درج ذیل روایت بھی مروی ہے جسے آپ کی بیٹی زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث کتب صحاح، سنن اور مسانید میں مذکور ہے:

((عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَأَنْتُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ أَحَدَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ نَحْوَ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيْهِ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ)) ①

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں ایک انسان ہوں، تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو۔ شاید تم میں سے کوئی دلائل بیان کرنے میں زیادہ چرب زبانی سے کام لے اور میں سن کر

---

① صحیح البخاری کتاب الاذان باب مکث الامام فی مصلاۃ رقم الحدیث (۸۵۰)۔

② صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب الزکاۃ علی الزوج رقم الحدیث (۱۴۶۷)، صحیح مسلم کتاب الزکاۃ رقم الحدیث (۱۰۰۱)، مسند ابویعلی رقم الحدیث (۷۰۰۸)، مسند احمد (۶/ ۲۹۲)، سنن البیہقی (۷/ ۴۷۸)، طبرانی کبیر (۲۳/ ۴۹۶)۔

اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ جس کے لیے اس کے بھائی کے حق سے کسی چیز کا فیصلہ دے دوں تو گویا جہنم کا ٹکڑا کاٹ کر اس کو دیتا ہوں۔‘‘

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا منقول ہے جسے حافظ ابویعلی نے شہر بن حوشب کے حوالے سے روایت کیا ہے:

((قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ مَا اَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ كَانَ اَكْثَرُ دُعَائِهِ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا اَكْثَرَ دُعَاكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ قَالَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ آدَمِيٍّ اِلَّا وَقَلْبُهٗ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَقَامَ وَمَاشَاءَ اَزَاغَ)) [1]

’’میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اے ام المؤمنین! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس ہوتے تو اکثر کون سی دعا پڑھتے؟ انھوں نے کہا کہ آپ کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ ’’اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط کر دے۔‘‘ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی اکثر دعا يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جسے (جب) اللہ چاہتا ہے اسے سیدھا رکھتا ہے اور جسے (جب) چاہتا ہے اسے ٹیڑھا رکھتا ہے۔‘‘

اسی طرح سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر کی دعا بھی منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے روانہ ہونے لگتے تو یہ کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ اَنْ أَزِلَّ أَوْاَضِلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ

[1] ترمذی کتاب الدعوات باب دعاء یا مقلب القلوب رقم الحدیث (۳۵۲۲)، مسند ابویعلی رقم الحدیث (۶۹۵۰)، مسند احمد (۶/ ۳۱۵)، ابن ابی شیبة (۱۰/ ۲۰۹)، طبرانی کبیر (۷۷۲، ۷۸۵)، تحفة الاشراف (۱۳/ ۱۲)۔

أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ)) ①

''الٰہی! میں تیرے حضور پناہ چاہتا ہوں کہ رسوا ہوں، یا گمراہ ہوں، یا ظلم کروں، یا ظلم کیا جاؤں، یا نادان ہوں، یا مجھے نادان سمجھا جائے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت بیان کی ہے جس کا تعلق اہل بیت سے ہے:

((قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ أَهِلُّوْا يَا آلَ مُحَمَّدٍ بِعُمْرَةٍ فِيْ حَجٍّ)) ②

''اے آل محمد! حج میں عمرے کا احرام باندھا کرو۔''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی احادیث، احادیث کے ذخیرے میں ملتی ہیں۔ ان سب کا یہاں احاطہ ممکن نہیں۔ سیدہ ام سلمہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے علمی فضل و شرف کو اجاگر کرنے کے لیے اتنا ہی ذکر کر دینا کافی ہے جو علامہ بلاذری رحمہ اللہ نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((كَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ كَثِيْرًا وَلَا بِمِثْلِ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ)) ③

''نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث زبانی یاد کیا کرتی تھیں لیکن عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سب سے فوقیت رکھتی تھیں۔''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عمر اسی سال سے تجاوز کر گئی۔ انھوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ دیکھا اور ان کی زندگی یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کے دور تک لمبی ہوگئی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے۔ ان کی زندگی پر علم اور حدیث کی روایت کا غلبہ رہا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں انھیں فقہی مرجع کا درجہ حاصل تھا اور ان کی رائے کو بڑی

---

① ابوداؤد كتاب الادب باب ما يقول اذا خرج من بيته رقم الحديث (۵۰۹۴)، سنن النسائي كتاب الاستعاذة، ح: (۵۴۸۸)، سنن ابن ماجة رقم الحديث (۳۸۸۴)،

② مسند احمد (۶/ ۲۹۷)، طبراني كبير (۲۳/ ۷۹۲)، سنن البيهقي (۴/ ۳۵۵)۔

③ انساب الاشراف (۴/ ۴۱۵)۔

اہمیت دی جاتی تھی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سب امہات المومنین کے آخر میں فوت ہوئیں۔ یہ ان عمر رسیدہ صحابیات میں سے تھیں جن کی عمر اسّی سال سے تجاوز کر گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد سے راضی تھے۔ ان کا گھر صحابہ کرام، تابعین عظام رحمہم اللہ اور نگر نگر کے علماء کے علمی اور فقہی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

ابن ابی خیثمہ اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ جب انھیں آپ کی شہادت کی خبر ملی تو غشی طاری ہوگئی۔ اس واقعے کا دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور اس واقعے کے تھوڑے ہی دن بعد وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ جب یہ اللہ کو پیاری ہوئیں اس وقت یزید بن معاویہ کی حکومت تھی۔ بعض کا کہنا ہے کہ انھوں نے ۹۰ سال کی عمر پائی اور بعض کا خیال ہے کہ انھوں نے ۸۴ سال کی عمر پائی۔ ① جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا وفات پانے لگیں تو انھوں نے یہ وصیت کی کہ میری نماز جنازہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پڑھائیں۔ ان کی قبر میں ان کے دو بیٹے عمر اور سلمہ کے علاوہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی امیہ اور عبداللہ بن وہب بن زمعہ اترے اور ان کو جنت البقیع میں امہات المومنین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ ②

یہاں یہ بتانا مناسب ہے کہ امہات المومنین میں سب سے پہلے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، ان کی وفات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی اور ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں۔ اس وقت یزید بن معاویہ کا دور حکومت تھا۔ ③ اللہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو اور انھیں پاکیزہ اہل بیت میں شامل ہونے کا اعزاز بخشے اور انھیں اہل تقویٰ میں شامل فرمائے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۰۲)، ازواج النبی للصالحی (ص۱۵۸)، المحبر (ص۹۹) شذرات الذهب (۱/ ۲۸۰) تلقیح فهوم الاثر (ص ۴۴۵)۔

② المواهب اللدنية (۲/ ۸۵)، تلقیح فهوم الاثر (ص۲۱)، زاد المعاد (۱/ ۱۱۴)۔

③ السمط الثمین (ص:۱۱۰) مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۵، ۲۴۶)۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ازواج واولاد کا خاکہ

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

پہلا خاوند اور اولاد

عتیق بن عائذ (فوت ہوگیا)

ہند ✤

دوسرا خاوند اور اولاد

ابوہالہ بن زرارہ (فوت ہوگیا)

ہالہ ★ | طاہر | ہند ★

تیسرے خاوند اور اولاد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قاسم رضی اللہ عنہ | عبداللہ رضی اللہ عنہ | زینب رضی اللہ عنہا | رقیہ رضی اللہ عنہا | ام کلثوم رضی اللہ عنہا | فاطمہ رضی اللہ عنہا
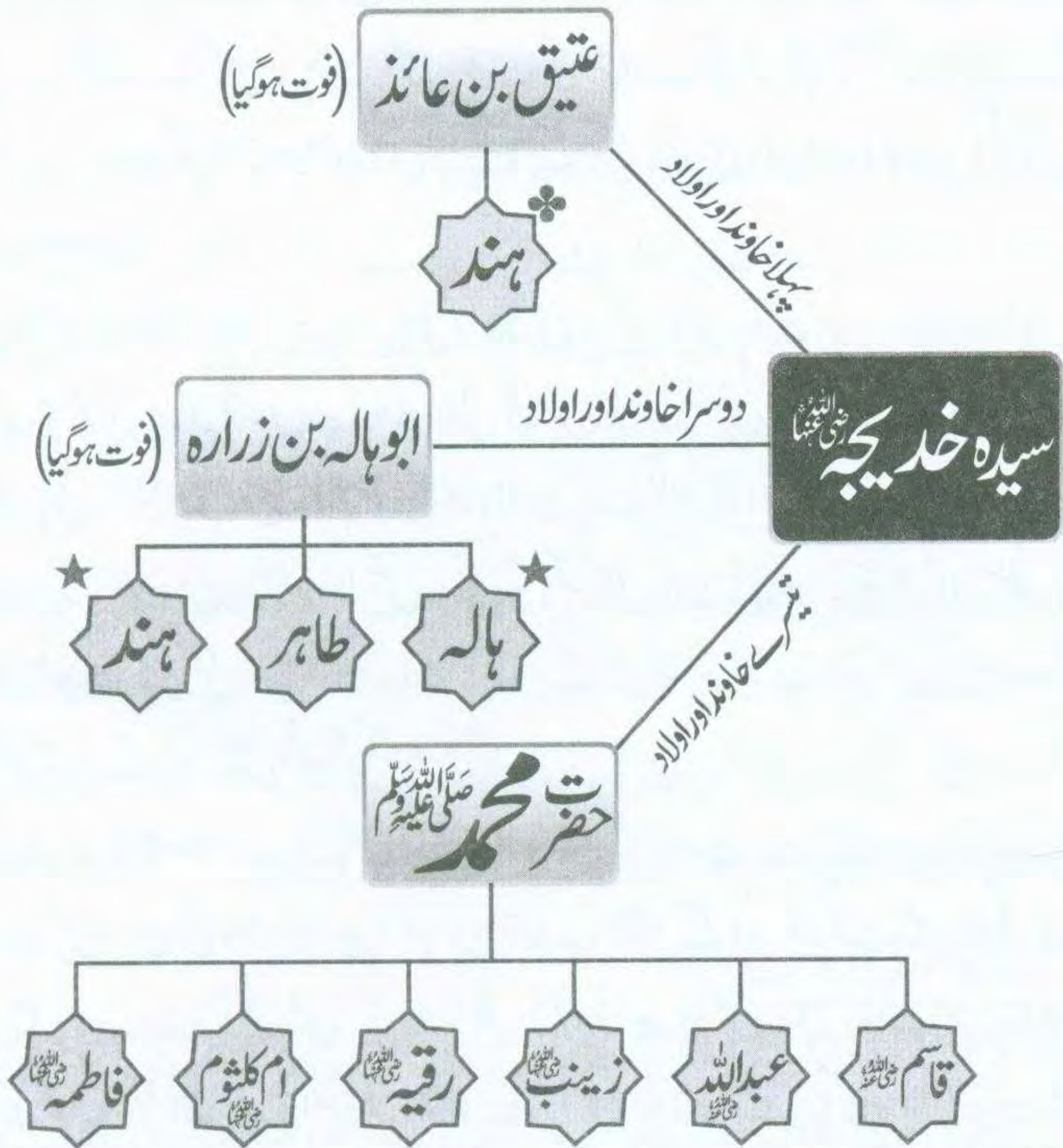
جو نام مرد و عورت دونوں کے رکھے جاتے تھے ان میں مرد و عورت کا فرق واضح کرنے کے لیے مرد کے نام کے ساتھ ★ اور عورت کے نام کے ساتھ ✤ کا نشان لگایا گیا ہے۔

7

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

خواتین اہل بیت

اُم المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُر نور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

- اس بابرکت خاتون کی داستان قرآن میں وارد ہوئی ہے جس میں اسے مومنہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور اس کے سبب پردے کی آیت نازل ہوئی۔
- یہ قریش کی بلند مرتبہ خواتین میں سے تھیں۔ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ خود اپنے ہاتھ سے کماتیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتیں۔
- اللہ نے انہیں یہ نادر خصوصیت بھی عطاء کی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے سرتاج اور رفیق حیات تھے۔
- یہ عظیم المرتبت خاتون عابدہ، زاہدہ، روزہ دار شب زندہ دار، منکسر المزاج، اللہ کے حضور گریہ وزاری کرنے والی اور کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں۔
- یہ جلیل القدر خاتون حدیث بھی روایت کرنے والی تھیں۔ انہوں نے ۵۳ سال عمر پائی اور ۲۰ ہجری کو وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

انسانیت کو گمراہی سے بچانے اور اسے ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکالنے کے لیے اسلام کا پیغام آیا تا کہ انسانیت آفتاب رسالت کی ضوفشاں کرنوں سے فیض یاب ہو کر زندگی کی پر بہار فضا میں آزادانہ سانس لے۔

پیغام اسلام کے ضمن میں کلمہ الٰہیہ کا روشن چراغ ہے جو نوع بشریت کو بآواز بلند پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ تم اپنے اس رب کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کے لیے کمر بستہ ہوئے جب کہ اس وحی کی صورت میں آپ کو ایک حکم دیا گیا:

﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۲۱۴)

"اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔"

حبیب مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو ہدایت ربانیہ کے نور کی طرف دعوت دینا شروع کر دی اور ان کو ہاتھوں سے پکڑ کر فتوحات رحمانیہ کے نور کی طرف لے جانے لگے۔ رشتہ داروں میں سے ان چند لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا جن کی آنکھیں اللہ نے کھول دی تھیں اور وہ اس پیغام پر ایمان لائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔

ان قریبی شخصیات میں ایک ایسی خاتون نمایاں ہوئی جو صدقہ و خیرات کرنے اور نیکی کے کاموں کو سر انجام دینے میں سب سے سبقت لے جانے والی تھی۔ اسے ان خواتین میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا جو ہر میدان میں سبقت لے جانے والی تھیں، پھر اسے ان امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا تھا اور جس گھر میں ان کا بسیرا ہوا وہ گھر دنیا بھر میں سب سے اعلیٰ درجے کا تھا۔

پاکیزہ خانہ نبوی میں گزر بسر کرنے والی اس مہمان خاتون کا تعارف پیش کرنے سے پہلے اس داستان کا تذکرہ ضروری محسوس ہوتا ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی یا حدیث نبوی

میں اس کا ذکر آیا، تاکہ ان کی عزت، فضیلت اور شرف کو اور چار چاند لگ جائیں۔ اس جلیل القدر خاتون کا عطر بیز تذکرہ سیرت، طبقات اور تاریخ کی کتابوں میں جا بجا ملتا ہے۔

کیا خیال ہے کہ اب ہم اس عظیم المرتبت خاتون کی سیرت کے انوار کے سمندر میں غوطہ زن ہوں اور اس سے ان کی سیرت کے موتی تلاش کر کے آپ کی خدمت میں پیش کریں؟

ان کا نام ام زینب بنت جحش بن ریاب الاسدیہ تھا۔ [1] یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔ یہ حمنہ، ابواحمد اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کی ہمشیرہ تھیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں:

((زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشِ بْنِ رِيَابِ الْأَسَدِيَّةُ تُكَنَّى أُمَّ الْحَكَمِ))

''زینب بنت جحش بن ریاب الاسدیہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام حکم تھی۔'' [2]

معزز زرانی اور شرف سیادت

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت سے تقریباً بیس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ زینب رضی اللہ عنہا نے سرداری کے باعزت ماحول میں پرورش پائی۔ اللہ نے انھیں کمال درجے کا حسن و جمال عطا کیا تھا اور اس کے ساتھ وہ اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ بھی تھیں۔ قریشی خواتین میں انھیں بلند مقام و مرتبہ حاصل تھا اور مکہ معظمہ میں ان کا معزز خواتین میں شمار ہوتا تھا۔

ان کے ماموؤں میں سیدنا حمزہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما جیسی نمایاں شخصیات پائی جاتی تھیں۔

آپ حمزہ و عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا جانیں؟

---

[1] طبقات ابن سعد (٨/ ١٠١، ١١٥)، مستدرك حاكم (٤/ ٢٣، ٢٥)، اسد الغابة (٦/ ١٢٥، ١٢٧)، الاستيعاب (٤/ ٣٠٦، ٣١٠)، الاصابة (٤/ ٣٠٧، ٣٠٨)، مجمع الزوائد (٩/ ٢٤٦، ٢٤٨)، تهذيب التهذيب (١٢/ ٤٢٠، ٤٢١)، شذرات الذهب (١/ ١٧١، ١٧٢)، كنز العمال (١٣/ ٧٠٠)، صفة الصفوة (٢/ ٤٦، ٤٩)، سير اعلام النبلاء (٢/ ٢١١، ٢١٨)، نساء مبشرات بالجنة (١/ ٢٤٣، ٢٧٦)، عيون الاثر (٢/ ٣٨٢، ٣٨٣)، زاد المعاد (١/ ١٠٨، ١١٤)، البداية والنهاية (٧/ ١٠٤)۔

[2] دلائل النبوة للبيهقى (٣/ ٤٦٥)، تهذيب الاسماء واللغات (٢/ ٣٤٤)۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تو اللہ اور رسول علیہ السلام کے شیر تھے اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پڑوسی کی حفاظت کرتے، مال خرچ کرتے اور مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کی مدد کرتے تھے۔

ان کی خالاؤں میں سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب ہاشمیہ رضی اللہ عنہا کا نام آتا ہے۔ [1] جو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں اور وہ حواری رسول سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔

ان کا سب سے پہلے ہجرت کرنے والی خواتین اور جلیل القدر خواتینِ اسلام میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے بھائی عبداللہ بن جحش الاسدی اور ابواحمد بن جحش رضی اللہ عنہما تھے۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تو جرنیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور انھوں نے جام شہادت نوش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ [2]

رہے دوسرے بھائی ابواحمد تو ان کا نام عبد بن جحش تھا۔ ان کا شمار ان اہل ایمان میں ہوتا ہے جنہیں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی اور ان مہاجرین میں سے ہیں جنہیں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور ان کا نام نامور شعرائے اسلام میں لیا جاتا ہے۔ انھیں جنگ بدر اور دیگر جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی، [3] اور ان کی ہمشیرہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کا شمار ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جنہیں اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا جن کے بارے میں قرآن مجید میں یوں تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝﴾ (الواقعہ: ۵۶/ ۱۰۔۱۳)

”آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں، وہی تو مقرب ہیں جو نعمت بھری جنتوں میں رہیں گے، پہلے لوگوں میں ایسوں کی بھاری جماعت تھی۔“

اس سرداری کو جس چیز نے چار چاند لگائے وہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری تھی۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خالہ کے بیٹے تھے نیز آپ کا اور ان کا دادا ایک تھا جن کا نام عبدالمطلب تھا جو اپنے دور میں قریش کے سردار تھے۔ اس اعتبار سے سیدہ زینب

---

[1] نساء من عصر النبوة (۲/ ۲۴۷، ۲۵۸)۔

[2] رجال مبشرون بالجنة (۱/ ۳۳، ۶۰)۔

[3] الاستیعاب (۴/ ۱۲، ۱۳)، الاصابة (۴/ ۳، ۴)۔

حسب ونسب اور عزت وشرف کے اعتبار سے سرزمین عرب کے اعلیٰ وارفع اور ممتاز خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو حالات ہم تک پہنچے ہیں کہ وہ اپنے خاندانی شرف پر فخر کیا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے باآواز بلند یہ بھی کہا تھا کہ میں فرزندان عبدشمس کی سردار ہوں۔ [1] اب ہم دیکھتے ہیں کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آ کر ام المومنین کہلائیں تو ان کے اس فخر کو کیسے چار چاند لگ گئے، جب اس گھر میں قدم رکھا جس میں فضل وشرف اور اعلیٰ اخلاق کے چشمے پھوٹتے تھے تو ان کی عظمت بامِ عروج تک پہنچ گئی۔

اللہ کی طرف ہجرت کرنے والی مؤمنہ خاتون

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کا اعلان کیا اور اپنے رشتہ داروں کو آگاہ کیا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جن کے دلوں پر دعوت اسلام نے دستک دی اور وہ دل اس دعوت کے نور سے روشن ہو گئے اور اس کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ وہ ایمان کے ماحول میں راضی خوشی زندگی بسر کرنے لگیں، جبکہ مکے کے مشرک تمام تر خیر و برکت سے محروم رہ گئے۔ انھوں نے محمدی پیغام کو ماننے سے انکار کر دیا اور وہ ہر راستے پر نو آموزان اسلام کو ڈرانے دھمکانے کے لیے بیٹھ گئے۔ جو بھی ایمان لاتا اسے اللہ کے راستے سے روکتے اور اسے ٹیڑھے راستے پر ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ بدمعاش کافر ہر نئے مسلمان کو طرح طرح کی تکالیف سے دوچار کرتے، خواہ وہ اسلام قبول کرنے والا مرد ہوتا یا عورت۔ مسلمانوں کو وہ سخت ترین دھمکیاں دیتے، یہاں تک کہ انھیں اپنی جان کے لالے پڑ جاتے اور ان کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا جاتا جیسے کسی مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں نے معززین کی طرح صبر کا دامن تھامے رکھا اور ہر طرح کے ظلم وستم کو برداشت کیا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو فرعون امت ابوجہل عمرو بن ہشام نے دل میں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

اسی طرح بہت سے دیگر مسلمان مردوں اور عورتوں کو طرح طرح کی تکالیف دی گئیں۔

---

[1] السمط الثمین (ص۱۲۹)۔

اسی طرح سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور ان کی قوم کی خواتین نے قریش کی جانب سے تکالیف اٹھائیں۔ یہاں تک کہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، پھر وہاں سے واپس آئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار کرنے کا حکم ہوا۔

اب مسلمان سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کر گئے۔ انھیں یہ سفر اختیار کرتے ہوئے نور یقین حاصل تھا۔ اس طرح مسلمان ام القری مکہ معظّمہ کو چھوڑنے لگے اور ان کے گھر خالی ہو گئے۔ انھوں نے اپنے گھروں کو چھوڑا، ان کے دروازے بند کیے اور خالی گھروں میں ہوائیں آوازیں پیدا کرنے لگیں۔ ان گھروں میں ایک گھر بنی جحش کا بھی تھا۔ ایک گھر بنو مظعون کا تھا، ایک گھر بنو بکیر کا تھا۔ ان گھروں میں رہنے والے چھوٹے بڑوں نے انھیں چھوڑ دیا تھا۔ بنو جحش، بنو مظعون اور بنو بکیر کی بیشتر خواتین نے ہجرت کا سفر اختیار کیا۔ ابن اسحاق نے ان خواتین کے مندرجہ ذیل نام بیان کیے ہیں:

1. زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔
2. ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔
3. ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا۔
4. جذامہ بنت جندل رضی اللہ عنہا۔
5. ام حبیب بنت ثمامہ رضی اللہ عنہا۔
6. آمنہ بنت رقیش رضی اللہ عنہا۔
7. سنجرہ بنت تمیم رضی اللہ عنہا۔
8. حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ [1]

مہاجرین میں سے سیدنا ابو احمد رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے واقعے کو خوبصورت اشعار میں یوں بیان کیا ہے:

وَلَوْ حَلَفَتْ بَيْنَ الصَّفَا أُمُّ أَحْمَد
وَمَرْوَتِهَا بِاللّٰهِ بَرَّتْ يَمِينُهَا
إِلَى اللّٰهِ تَغْدُوْ بَيْنَ مَثْنٰى وَ وَاحِد
وَ دِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِالْحَقِّ دِيْنُهَا

''اگر احمد کی والدہ صفا اور مروہ کے درمیان اللہ کی قسم اٹھائے تو وہ ضرور پوری ہو گی۔''

''وہ دو اور ایک کے درمیان اللہ کی طرف چلے گی اور اللہ کے رسول کا دین برحق اس

---

[1] نساء من عصر النبوة (١/ ١٣٩، ١٤٧)، السيرة النبوية (٢/ ١١٣)۔

کا دین ہے۔“

اپنے ایک دوسرے قصیدے میں وہ اپنی اجتماعی ہجرت کا تذکرہ کرتے ہیں، اس میں سے چند اشعار ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

① لما رأتنی أُمّ احمدَ غادیًا
بِذمة مَن اَخشَی بِغیب وَاَرهبُ

② تَقُولُ فَامَّا کُنتَ لَا بُدَّ فَاعلاً
فیمّم بِنَا البُلدَان وَلتنَا یثربُ

③ فَقُلتُ لَهَا بل یثرب الیوم وجهُنا
وما یَشَاء الرحمنُ فَالعَبدُ یرکبُ

④ اِلَی اللّٰه وَجهِی وَالرسُول وَمن یقم
الی اللّٰه یومًا وجهه لَا یخیّبُ

⑤ دَعوتُ بَنِی غَنّم لَحقنِ دِمَائِهِم
وَلِلحَقِّ لِمَا لَاحَ لِلنَّاسِ مَلحَبُ

⑥ اَجَابُوا بِمُحَمَّد اللّٰه لِمَا دَعَاهِم
اِلَی الحَقِّ دَاعٍ وَالنَّجَاحِ فَأوعبوا

⑦ وَرِعنَا اِلَی قَولِ النَّبِی مُحَمَّد
فَطَابَ وَلَاةُ الحَقّ مِنَّا وَطَیِّبُوا

⑧ نمتُ بِاَرحَام اِلَیهِم قَرِیبَة
وَلَا قُربَ بَالَارحامِ اِذ لَانُقَرَّبُ

⑨ سَتَعلَمُ یَومًا اَیُّنَا اِذ تَزَایَلوُا
وَزَیّل اَمرِ النَّاسِ لِلحَقّ اَصوَبُ

مدینہ منورہ میں انصار کے آنگن میں

مدینہ منورہ میں مہاجرین نے اپنے انصار دینی بھائیوں کی جانب سے یہ حسن سلوک دیکھا کہ وہ انھیں اپنے سے زیادہ ترجیح دے رہے ہیں۔ انصار کی طرف سے اپنی عزت افزائی

دیکھ کر ان کے دل خوش ہو گئے۔ انھوں نے ان کو اپنے ہاں ٹھہرنے کے لیے جگہ دی۔ ان کی غم خواری کی۔ اپنے مال اور گھر ان میں آدھے آدھے تقسیم کر دیئے اور انھیں اس طرح اپنے ہاں ٹھہرایا جیسے وہ گھر یا خاندان کے فرد ہوتے ہیں۔

اس اجتماعی ہجرت کا مشرکین پر بڑا گہرا اثر ہوا لیکن ان ناہنجار بدمعاشوں نے اس بات کا اعتراف نہیں کیا کہ اس ہجرت کا سبب وہ بنے ہیں، اس جرم کے مرتکب وہی ہیں، بلکہ اس گھناؤنے جرم کو دوسروں کے کندھوں پر ڈالتے رہے اور کمزوروں پر ظلم وستم ڈھاتے رہے۔ وہ اس خلفشار کا تمام تر الزام سیدنا حبیب مصطفیٰ ﷺ پر لگاتے رہے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عتبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام مکہ میں بالائی جانب جا رہے تھے۔ انھوں نے گھروں پر نگاہ دوڑائی تو وہ خالی اور ویران تھے، کوئی اس میں رہنے والا نہیں تھا۔ جب انھیں اس حالت میں دیکھا تو مارے غم کے سانس پھولنے لگا۔ اس موقع پر انھوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

وَكُلُّ دَارٍ وَإِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا
يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النَّكْبَاءُ وَالْحُوبُ

''ہر گھر اگرچہ اس کا امن خوش آئند ہو، آخر کسی نہ کسی دن مصائب ومشکلات اس تک پہنچ ہی جاتی ہیں۔''

پھر کہنے لگے: وہ دیکھو بنو جحش کا گھر اپنے رہائشیوں سے خالی ہو چکا ہے۔

ابوجہل نے عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ تیرے بھائی کے بیٹے کا کارنامہ ہے، اس نے ہمارے شیرازے کو بکھیر کر رکھ دیا ہے، ہمارا معاملہ تتر بتر کر دیا ہے اور ہمارے باہمی تعلقات کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ یہ باتیں کرتے ہوئے ابوجہل کا دشمنی اور غصے سے پارہ چڑھ گیا تھا اور اس کی کینہ پروری نقطۂ عروج پر تھی۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہا تھا لیکن اللہ تو اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہتے ہیں، خواہ مشرکین کو یہ ناپسند ہی ہو۔ مدینہ منورہ میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے مؤمن خواتین کے درمیان اپنا مقام ومرتبہ بنا لیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب خواتین میں شامل تھیں جنھوں نے سب سے پہلے ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی۔[1] ہجرت کے حوالے

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱)۔

سے ہجرت میں پہلا مبارک اقدام انبیاء ﷺ کی بیویوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویوں میں بڑے عمدہ پیرائے میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خوشگوار ایمانی یادیں

جب ایمان نے مؤمنوں کے دلوں پر قبضہ جما لیا، جن اہل ایمان میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھی، تو ان کے دلوں میں ایمان کے بیج سے خیرات کے پودے یوں اگنے لگے جس طرح موسلا دھار بارش سرسبز و شاداب زمین پر پڑتی ہے، جس طرح کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

﴿ فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا ٱلْمَآءَ ٱهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنۢبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيجٍ ۝ ﴾ (الحج: ٢٢/ ٥)

"پھر جب ہم نے اس پر مینہ برسایا تو یکایک وہ لہلہا اٹھی اور پھول گئی اور اس نے ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگلنی شروع کر دیں۔"

اللہ پر ایمان ایک ایسی جادو اثر طاقت ہے کہ جب وہ دل کے تمام پہلوؤں پر قبضہ جما لیتی ہے اور دل کی گہرائی میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو پھر محال کو ممکن بنا دیتی ہے اور انہونی چیز بھی ہو جاتی ہے۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ان جلیل القدر خواتین میں سے ایک تھیں جن کے دلوں کو ایمان کے خوشگوار جھونکوں نے چھوا تھا، جنھوں نے انھیں دنیا میں نابغہ روزگار بنا دیا۔ ایمان کی مہر بندے نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے دل کو چمکا دیا جس سے وہ دین، تقویٰ، سخاوت اور نیکی کے کاموں کے حوالے سے خواتین دنیا کی سردار بن گئیں۔ ایک خاتون کی پارسائی اس کی بہت بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے۔

ان دلآویز خوبیوں نے انھیں موتیوں کی لڑی میں پرو دیا۔ وہ امہات المومنین میں اور اس خانۂ نبوی میں جس کے رہنے والوں کو اللہ نے خوب پاک صاف کر دیا ہے، ایک ممتاز مقام و مرتبے پر دکھائی دیتی ہیں۔ ان کے بلند مرتبے کے کیا کہنے؟

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح آسمانوں پر کیا گیا، اس سے بڑھ کر بھی کوئی شان ہو سکتی ہے۔ ایمان نے سیدہ زینب کے دل کو روشن کر دیا، انھیں نیکی کے بلند مقام پر فائز کر دیا اور محراب عبادت میں مصروف کر دیا۔ وہ دن کو کثرت سے روزہ رکھتیں اور رات کو کثرت سے

عبادت کیا کرتی تھیں۔ رات کی تنہائیوں میں خوف اور لالچ کے ملے جلے جذبات سے سرگوشیاں کیا کرتی تھیں اور پھر وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتی تھیں بلکہ وہ اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حاجت مندوں کا خاص طور پر خیال رکھتیں اور ان پر پوری توجہ دیتیں اور ان کے ساتھ جس قدر ممکن ہوتا سخاوت کا رویہ اپناتیں۔ یہاں تک کہ ان کی جود وسخا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کی خوشہ چینی تھی مدنی معاشرے میں مشہور ومعروف ہوگئی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا قرآن میں

کتاب عزیز قرآن مجید جو برحق کتاب ہے، جس میں کسی قسم کے باطل کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا، اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مؤمنہ ہونے کی گواہی دی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۶)

"کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔"

اس آیت کریمہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مؤمنہ کہا گیا ہے۔

اس خاندانی معزز عورت کو پورے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرے کی تمام خواتین میں سے منتخب کیا گیا تا کہ جاہلی موروثی نظام پر کاری ضرب لگانے کے لیے بطور مثالی نمونہ کے پیش کیا جائے، اس معاشرے میں جس کو اسلام نے صحیح رخ پر ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

لیکن جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں لانے کی تجویز پیش کی تو ان کے جذبات و احساسات پر کیا گزری، آیئے! ہم چند لمحات کے لیے اس مؤمن خاتون کے حوصلے اور عظمت کا مشاہدہ کرتے ہیں جس

نے اللہ کے حکم اور قضا و قدر کے آگے سر جھکا دیا حالانکہ اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔

قابل اعتماد تاریخی دستاویزات میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ سیدنا وحبیبنا محمد ﷺ نے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ زینب رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی شادی کے بارے میں سنا تو حیران رہ گئیں۔

ان کو اس کی توقع نہ تھی دائیں بائیں سے افکار و خیالات کے ہجوم نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ ماضی کی یادوں میں کھو گئیں، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی ایسے بھی ہو جائے گا۔

انھیں اپنے خاندانی مقام و مرتبہ کے پیش نظر خیال آیا اور خود کلامی کے انداز میں کہنے لگیں کہ کیا ایک غلام اور اعلیٰ و ارفع خاندان کی خاتون دونوں کفو اور باہم برابر ہو سکتے ہیں!!؟

پھر انھوں نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے کہہ ہی دیا کہ میں شادی نہیں کروں گی کیونکہ میں خاندان عبد شمس کی رانی ہوں، کوئی معمولی خاتون تو ہوں نہیں کہ ایک غلام سے شادی رچا لوں۔

طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں انھیں اپنے لیے پسند نہیں کرتی کیونکہ میں خاندان قریش کی چشم و چراغ ہوں۔ [1]

ان کی اس رائے میں ان کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ انھوں نے کہا کہ ان کی ہمشیرہ زینب (رضی اللہ عنہا) قریش خاندان کی چشم و چراغ، نبی کریم ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی، خواتین قریش کی زینت ایک غلام کی بیوی بنے!! یہ نہیں ہو سکتا، اور پھر وہ غلام جسے سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے خرید کر رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا اور آپ نے اسے آزاد کیا اور آپ نے اس پر دوسرا احسان یہ کیا کہ اس کی نسبت اپنی طرف کر لی اور وہ اس وقت تک زید بن محمد کہلاتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ نے منع نہیں کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ حکم نازل کر دیا کہ ہر کوئی اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف کرے۔

سیدنا عبداللہ بن جحش اور ان کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان تمام پہلوؤں پر غور و خوض کیا اور اس شادی کو اپنے لیے بہت بڑی عار سمجھا۔ عرب معاشرہ اس کی اجازت بھی نہیں دیتا

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۱)۔

تھا کہ کسی معزز خاندانی عورت کی شادی کسی غلام سے ہو، خواہ اسے آزاد ہی کیوں نہ کر دیا گیا ہو، لیکن اسلام نے اس جاہلانہ طرز فکر کو ختم کرنے کی داغ بیل ڈالی تا کہ اس قسم کی موروثی عصبیت کی جڑ کاٹ دی جائے۔ اسلام نے یہ چاہا کہ تمام لوگ یہ تصور اپنائیں کہ تقویٰ کا لباس زیادہ بہتر ہے، کسی عربی کو عجمی پر بغیر تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ (الحجرات: ۴۹/ ۱۳)

''تم میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔''

حبیب مصطفیٰ ﷺ کا خیال تھا کہ آپ کی پھوپھی زاد زینب رضی اللہ عنہا عرب رسم و رواج کے بندھن کو توڑ کر باہر نکل سکتی ہے۔ اس میں یہ خوبی ہے کہ عرب عادات کے خلاف قدم اٹھائے۔ رسول اللہ ﷺ یہ جانتے تھے کہ زمانہ جاہلیت کے طور طریقے مسلمانوں کے دلوں سے مٹ چکے ہیں، اس لیے آپ کے محبوب غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان سے شادی کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے دلی طور پر یہ چاہا کہ زینب اور ان کا بھائی رضی اللہ عنہما بھی یہ بات پسند کر لیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خاوند بن جائیں۔

آپ ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کہا:

((بَلْ فَانْكِحِيهِ فَإِنِّي قَدْ رَضِيتُهُ لَكِ))

''تم اس کے ساتھ نکاح کر لو کیونکہ میں نے اسے تیرے لیے پسند کر لیا ہے۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتیں، آسمان سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہو گیا۔

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۶)

''کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کو یہ لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہو۔''

اب اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد سیدہ زینب اور ان کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہما

کے لیے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا تھا اب ان کے لیے ضروری تھا کہ اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیں، کیونکہ اب یہ فیصلہ آ چکا تھا:

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۳۶)

"اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوا۔"

اس موقع پر دونوں بہن بھائیوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم راضی ہیں۔ اس لمحے زینب رضی اللہ عنہا نے یہ کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس شادی سے راضی ہوں۔

حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسے تیرے لیے پسند کیا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ایمان بھرے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کرتی اور میں اس شادی پر راضی ہوں۔

اس موقع پر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بنوجحش کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے دس دینار، ساٹھ درہم، ایک درع، ایک دوپٹہ، ایک چادر، بہت سے بٹن، پچاس مدغلہ، دس مد کھجور، یہ تمام چیزیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیں تاکہ آپ کے ذریعے بنوجحش کے پاس پہنچائی جائیں۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قریش کی معزز خاتون زینب رضی اللہ عنہا کو جس اپنے خاندان پر فخر تھا حبالۂ عقد میں لے کر اپنے گھر روانہ ہوئے۔

اس طرح نوع بشر میں حقیقی مساوات کا بھرپور مظاہرہ ہوا جس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی اور کسی آزاد کو کسی غلام پر بغیر تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوگئیں اور اسی طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر بھی راضی ہوگئیں جو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ آپ وہی کچھ فرماتے ہیں جو وحی کے ذریعے آپ پر نازل ہوا ہو۔ وہ عبدالمطلب کی اولاد ہوتے ہوئے ایک غلام کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہوگئیں۔ وہ ایک مؤمن خاتون تھیں، ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی گواہی دی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کو مقدم جانا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان احکامات الٰہیہ کو اپنے دل میں بٹھا لیا تھا جو اللہ حکیم وخبیر کی

طرف سے نازل ہوئے تھے۔ ان احکامات پر وہ کار بند ہو کر عہد نبوت کی خواتین میں سیادت کے منصب پر فائز ہوئیں بلکہ یہ سرداری ہمیشہ کے لیے ان کے نصیب میں لکھ دی گئی

حکمت بالغہ

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بیوی بنا کر اپنے گھر لے آئے۔ اسلام نے اس بات پر زور دیا کہ تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں اور وہ ایک دوسرے پر تقویٰ کی بنیاد پر فوقیت رکھتے ہیں۔ تمام لوگ آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، جس کسی نے فخر کرنا ہو تو مٹی کی بنیاد پر فخر کرے۔

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ناک چوڑی تھی اور شکل وصورت بھی بس واجبی سی تھی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے دل میں اس شادی سے کوئی انشراح یا خوشی کی لہر پیدا نہیں ہوئی۔ اس نئے گھر میں کوئی باہمی اتفاق کا منظر سامنے نہیں آیا اور نہ ہی سعادت و خوشگواری نے اپنے پر پھڑ پھڑائے بلکہ سیدہ زینب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے باہمی تعلقات کمزور ہی رہے۔

جب سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں آئیں وہ اپنی اعلیٰ خاندانی نسبت اور اپنی آزادی کو بھلا نہ سکیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جانب سے نفرت آمیز رویہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے لیے بڑا ہی تکلیف دہ تھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ تھے اور انھوں نے عزت و شرافت کے ماحول میں پرورش پائی تھی۔ انھوں نے اس صورت حال کو اپنے لیے ناگوار سمجھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بار بار شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول! زینب (رضی اللہ عنہا) اپنی خاندانی برتری کا میرے سامنے اکثر اظہار کرتی رہتی ہے اور مجھے اپنے سے کم تر سمجھتی ہے۔ اس کی طبیعت میں تکبر اور نخوت پائی جاتی ہے اور وہ اپنی زبان سے مجھے کچوکے لگاتی رہتی ہے جس سے مجھے دلی تکلیف ہوتی ہے۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور آپ کی طبیعت میں انتہاء درجے کی نرمی اور شفقت پائی جاتی تھی، آپ ہر بار ان کی شکایت سن کر یہی فرماتے:

﴿ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۷)

”اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔“

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تو ان کی حالت وہی ہوتی بلکہ

اس سے بھی زیادہ تلخ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ گزارش کرتے کہ میں طلاق دینا چاہتا ہوں، لیکن رسول اللہ ﷺ انھیں یہی فرماتے:

《 أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ 》

''تم اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو۔''

اس میں دراصل اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کارفرما تھی۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ جاہلیت کے رسم و رواج کا خاتمہ ہو اور اسلامی شریعت کا بول بالا ہو۔

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی نے زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کو ختم کر دیا اور خاندانی فوقیت کے دعووں کو خاک میں ملا دیا۔ آزاد اور غلام کو برابری کی سطح پر لا کھڑا کیا۔ تقویٰ کو فضل و شرف کی بنیاد قرار دیا۔

ایک اور رسم کو ختم کرنا مقصود تھا کہ اسلام سے پہلے عرب اپنے لے پالک بیٹوں کی مطلقہ بیویوں سے شادی نہیں کرتے تھے۔ اگر ان سے ان کی خلوت ہو چکی ہوتی اور ان کے مابین ازدواجی تعلقات قائم ہو چکے ہوتے تو وہ ایسی عورتوں سے شادی نہ کرتے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہنا پسند نہیں کرتی تھیں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بار بار التماس کر رہے تھے کہ آپ زینب (رضی اللہ عنہا) کو طلاق دینے پر موافقت کا اظہار کر دیں۔ حکمت بالغہ بھی اس کا تقاضا کرتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس جدائی کے لیے موافقت کر دیں اور اپنی پھوپھی کی بیٹی سے خود نکاح کر لیں تاکہ شریعت اسلام کا ایک اور باب پورا ہو، فضول جاہلیت کے رسم و رواج کا خاتمہ ہو اور اس صالح خاتون کو اللہ و رسول کی اطاعت میں دی گئی قربانی کا صلہ ملے، لیکن رسول اللہ ﷺ دلی طور پر لوگوں سے ڈرتے تھے، اس لیے ہر دفعہ زید بن حارثہ کو یہی حکم دیتے کہ:

《 أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ 》

''یعنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو۔''

سیدہ زینب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے باہمی تعلقات دن بدن کشیدہ ہونے لگے، یہاں تک کہ طلاق کے بغیر کوئی چارہ کار باقی نہ رہا اور اللہ کا حکم آ گیا جو اس تمام صورت حال پر غالب آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں کیونکہ گھر کے ماحول میں تلخ روئی پیدا ہو رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۷)

''تاکہ مؤمنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ، عمدہ اور اعلیٰ شان بیان کی جس طرح اپنے دوسرے رسولوں کی شان کا بھی تذکرہ کیا لیکن رسول اللہ ﷺ کو تو یہ فخر بھی عطا کیا کہ آپ مقام محمود پر فائز ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۸۔۳۹)

''نبی پر کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں جو اللہ نے اس پر مقرر کر دیا ہو۔ یہی اللہ کی سنت ان سب انبیاء کے معاملے میں رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ کا حکم ایک قطعی طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔''

اللہ کا فیصلہ پورا ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو جو اللہ رب العزت نے حکم دیا تھا آپ نے بلا کم وکاست فیصلہ نافذ کر دیا۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کہا تم زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور میرے بارے میں بات کرو۔

وہ گئے، دیکھا کہ وہ آٹے میں خمیر دے رہی ہیں۔ کہنے لگے: خوش ہو جاؤ، رسول اکرم

ﷺ تیرا تذکرہ رہے ہیں۔

کہنے لگیں: میں کچھ نہیں کروں گی جب تک کہ میں اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں۔ پھر وہ اٹھ کر اپنی مسجد کی طرف چلی گئیں اور اس دوران میں قرآن نازل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ بغیر اجازت ہی اندر تشریف لے آئے [1] اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے بغیر ولی اور بغیر گواہ کے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اللہ ﷺ سے کردی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا امہات المومنین کے سامنے بڑے فخر سے کہا کرتی تھیں کہ تمھاری شادی تمھارے خاندان نے کی اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کی۔

مسلم شریف میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

((زَوَّجَكُنَّ اَهَالِيكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ)) [2]

''تمھاری شادی تمھارے خاندان نے کی اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کی۔''

اب ہم اس عظیم داستان کی روشنی میں یہ معرفت حاصل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلم معاشرے کو معاشرتی خرابیوں سے کس طرح پاک کیا، یہ کارنامہ رسول اللہ ﷺ کی عزیمت کے پیش نظر سرانجام پاسکا۔

سیدھا منہج

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی سے ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اعلیٰ وارفع خاندان کی چشم و چراغ تھیں، نہایت سلیقہ شعار خاتون تھیں اور معاملات نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتیں۔ جاہلی معاشرے میں ہر قسم کی بے راہ روی، بے اعتدالی اور شر پسندی کے عناصر پائے جاتے تھے۔ معاشرے میں لے پالک بیٹوں کو حقیقی بیٹوں کا مقام حاصل تھا اور اس سے معاشرتی زندگی میں بے انتہاء بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب زواج زینب بنت جحش رقم الحدیث (۱۴۲۸)، مسند احمد (۳/ ۱۹۵)، نسائی (۶/ ۷۹، ۸۰)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۳)، الاستیعاب (۴/ ۳۰۷)، ترمذی کتاب التفسیر رقم الحدیث (۳۲۱۲)۔

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کان عرشه الماء رقم الحدیث (۷۴۲۰)، ترمذی رقم الحدیث (۳۲۱۳)۔

اس باطل اور جاہلی معاشرے میں منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی کو بہت بڑا عیب سمجھا جاتا تھا، اسے حقیقی بیٹے کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خرابی کو جڑ سے اکھاڑنے کا ارادہ کیا اور ادھر یہ خرابی معاشرے میں کینسر کی طرح جڑ پکڑ چکی تھی اور معاشرے کی تباہی و بربادی کا باعث بن رہی تھی۔

مشیت الٰہی نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اس جاہلی رسم کا خاتمہ کیا جائے کیونکہ آپ ہی پورے انسانی معاشرے میں ایسے فرد ہیں کہ جو اپنی پختہ ارادی کے باعث اس قسم کی رسومات کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے نفاذ میں آپ ہی ایک مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں، آپ ہی لوگوں کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں، تمام احکام الٰہیہ کا رخ بھی آپ ہی کی ذات کی طرف ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ ہی زمانہ جاہلیت کی خرابیوں کی اصلاح کر سکتے تھے اور معاشرتی زندگی میں پیدا ہونے والے تمام مفاسد کا خاتمہ بھی آپ ہی کے ذریعے ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ کے بارے میں یہ فرمایا:

﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۷)

''اور جب تم کہہ رہے تھے اس شخص سے جس پر اللہ نے انعام کیا۔''

اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان اور اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور آپ نے ان کی یعنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کفالت کی اور ان سے محبت اور شفقت بھرا انداز اپنایا جس کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے: ﴿وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ﴾ ''اور آپ نے اس پر انعام کیا۔''

یعنی اسے غلامی سے آزاد کیا اور اس کی نگہداشت کی۔ اس کی تربیت کا خصوصی اہتمام کر کے اس پر احسان عظیم کیا۔ وہ آپ کے محبوب غلام تھے، حقیقی بیٹے نہیں تھے۔ پھر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی گھریلو زندگی میں بہت ہی ناگوار صورت حال سے دوچار تھے۔ زندگی اجیرن ہو چکی تھی۔ انھیں اپنی بیوی کے ساتھ رہتے ہوئے ناخوشگوار حالات کا سامنا تھا۔ وہ اپنی بیوی سے مایوس ہو کر آپ سے بار بار مطالبہ کر رہے تھے کیونکہ انھیں حسن معاشرت کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اور آپ نہایت نرمی سے یہ کہہ رہے تھے:

﴿ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۷)

''اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو۔''

اس لیے کہ آپ نرم خوئی اور احسان کے سرچشمہ ہیں۔ آپ کے اخلاق حسنہ اور پاکیزہ دلی کا تقاضا تھا کہ آپ زید رضی اللہ عنہ کو یہی مشورہ دیں کہ جس زنجیر کو اللہ تعالیٰ نے مضبوط کڑیوں سے آراستہ کیا ہے یہ اسے توڑ نہ دیں۔

میاں بیوی کے باہمی تعلقات خوشگوار ہونے چاہئیں۔ محبت اور سکون سے گھریلو ماحول کو خوشگوار بنایا جائے۔ چونکہ یہ دونوں میاں بیوی آپ کے عزیز تھے، آپ کو دونوں کا لحاظ تھا، اس لیے آپ ہر دفعہ انھیں یہی مشورہ دیتے رہے اور کہتے رہے کہ

﴿ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۳۷)

''اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھئے اور اللہ سے ڈریئے۔''

اللہ تعالیٰ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ارشاد ہے تو اس میں اگرچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صریحاً یہ حکم نہیں دیا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو زید رضی اللہ عنہ سے طلاق دلا دیں البتہ کچھ ایسے اشارات دیے گئے جن سے زمانہ جاہلیت کی بیہودہ رسم کا خاتمہ مقصود تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِیَآءَکُمۡ اَبۡنَآءَکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ قَوۡلُکُمۡ بِاَفۡوَاہِکُمۡ ؕ ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۴)

''اور نہ اس نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو تم اپنے مونہوں سے نکال دیتے ہو۔''

ہم نے معاشرتی زندگی کو صحیح نہج پر ڈالنے کے لیے حق کو بالکل واضح کر دیا تاکہ یہ فضول رسم جو اُن کو جونک کی طرح چمٹ گئی ہے اور ان کی معاشرتی زندگی کی تباہی کا باعث بن رہی ہے، کسی طرح ان کو اس سے نجات مل جائے، لے پالک اپنی پیدائشی نسبتیں اپنے اصل آباء و اجداد کی طرف کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو اس کی تعلیم دیتے ہوئے یہی کہا:

﴿ اُدۡعُوۡہُمۡ لِاٰبَآئِہِمۡ ہُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰہِ ۚ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۵)

''بلاؤ انھیں ان کے باپوں کے نام پر، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔''

یہی حق بات ہے اور یہی خیر کا راستہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی اس شریعت میں ہدایت دی ہے جس شریعت کو معاشرے میں عدل قائم کرنے کے لیے نازل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾

(الاحزاب:۳۳/ ۵)

''اگر تم نہ جانو ان کے آباء کو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔''

وہ اللہ کے ہاں رائیگاں نہیں اور نہ ہی اسلامی معاشرے میں رائیگاں ہیں۔ وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ ساری دنیا کی انسانی نسلوں کے درمیان اخوت کا باہمی رشتہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات:۴۹/ ۱۰)

''بے شک مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا تم اپنے بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔''

وہ اس ایمانی اخوت کی بنا پر تمھارے اسلامی رشتہ دار ہیں۔ نیکی اور تقویٰ کی بنا پر وہ تمھاری مدد کرتے ہیں اور تم ان کی مدد کرتے ہو۔ وہ تمھاری طرف سے عزت اور حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں۔

آپ کی طرف سے اپنے محبوب نظر غلام کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے اور اس سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کے باوجود آپ کے دل میں یہ جذبہ واحساس پایا جاتا تھا کہ کسی طرح معاشرے سے یہ منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹوں جیسے سمجھنے کی رسم ختم ہو جائے۔ اس جاہلی رسم و رواج کا خاتمہ آپ کے پیش نظر تھا اور آپ اس حوالے سے دنیا کے سامنے ایک مثالی نمونہ بن سکتے تھے۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کی بیخ کنی کے سفر میں تمام لوگوں کی طرف یہ حکم الٰہی آیا کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

لوگ باتیں تو طرح طرح کی بنائیں گے، جتنے منہ ہوں گے اتنی ہی باتیں ہوں گی، منافقین جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے وہ بھی بے پر کی اڑائیں گے کہ محمد (ﷺ) تو اپنے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتے ہیں اور خود اپنے منہ بولے بیٹے زید بن

حارثہ (رضی اللہ عنہ) کی مطلقہ بیوی کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیا ہے۔

لیکن عدل الٰہی کے میزان میں ان باتوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ اسلامی معاشرے میں اس کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ اس سے منصب رسالت پر کوئی حرف آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۴۰)

''محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہو سکتے، خونی تعلق کے جو اثرات ہوتے ہیں ویسے اثرات صرف ظاہری طور پر تعلق قائم کرنے سے پیدا نہیں ہو سکتے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۴)

''اور اس نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تو وہ باتیں ہیں جو تم اپنے مونہوں سے نکالتے ہوں۔''

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مندرجہ بالا آیت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

وہ بچپن میں گرفتار ہو گئے تھے، حکیم بن حزام بن خویلد رضی اللہ عنہ نے انھیں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ آپ نے انھیں آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا۔

اس طرح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ عرصہ دراز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، پھر ان کے والد اور چچا فدیہ ادا کر کے اپنے ہمراہ لے جانے کے لیے آئے۔ جب انھوں نے حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ آپ کے ساتھ جانا پسند کرتا ہے تو بغیر کچھ فدیہ ادا کیے لے جا سکتے ہیں، میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن اس موقع پر زید بن

حارثہ رضی اللہ عنہ نے آزادی کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں غلامی کو ترجیح دی۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رویہ دیکھا تو فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْهَدُوْا اَنَّ زَیْدًا ابْنِیْ اَرِثُهٗ وَیَرِثُنِیْ))

''اے خاندان قریش گواہ رہنا! زید میرا بیٹا ہے میں اس کا وارث ہوں اور یہ میرا وارث ہے۔''

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور انھوں نے انھیں طلاق دے دی تھی تو چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنا بیٹا قرار دے رکھا تھا اس لیے لوگوں نے باتیں بنانا شروع کر دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ اللہ نے ان کو جھٹلایا کہ منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کی مانند نہیں ہوتے۔ صرف زبان کے کہنے سے خونی تعلق قائم نہیں ہو جاتا۔ کسی کو بیٹا کہنے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۴)

''اور اللہ حق کہتا ہے اور وہ سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔''

اس طرح معاشرے کی یہ مذموم رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ معزز اور جلیل القدر خاتون ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں کیا ہے اور وہ خود فخریہ انداز میں کہا کرتی تھیں:

((اِنَّ اللّٰهَ اَنْكَحَنِیْ فِی السَّمَآءِ))

''اللہ نے میرا نکاح آسمان میں کیا ہے۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور پردے کی آیت

بخاری، مسلم، مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں ایک روایت منقول ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ پردے کا حکم اس صبح کو نازل ہوا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی۔

بخاری شریف میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے حوالے سے ولیمے کا اہتمام کیا، روٹی اور گوشت تیار کیا اور مجھے حکم دیا کہ لوگوں کو کھانے کے لیے بلاؤں۔ میں نے اعلان کیا، کھانا ٹولیوں کی صورت میں کھلایا گیا، کچھ لوگ اندر آتے، کھانا کھاتے اور باہر نکل جاتے، پھر دوسرے لوگ آ کر کھاتے اور باہر نکل جاتے، میں نے لوگوں کو پھر دعوت دی لیکن میں نے وہاں کسی ایسے شخص کو نہ دیکھا جس کو میں دعوت دیتا، چنانچہ میں نے کہا: یارسول اللہ! سب لوگ کھانا کھا چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، کھانا اٹھا لو۔ تین آدمی گھر میں باتیں کرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ باہر نکلے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

آپ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا اور پوچھا کہ نئی اہلیہ کیسی ہے؟ اللہ برکت دے۔ اس طرح آپ باری باری تمام بیویوں کے حجروں میں گئے سب کو سلام کہا اور سب نے سلام کا جواب دیا اور وہی سوال کیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔

پھر نبی کریم ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ تین آدمی ابھی بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بہت زیادہ حیا کا اظہار کرنے والے تھے، آپ انھیں دیکھ کر پھر گھر سے نکلے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا رخ کیا۔ مجھے یہ علم نہیں کہ میں نے آپ کو بتایا یا کسی اور نے کہ وہ آدمی جا چکے ہیں تو آپ واپس لوٹے۔

آپ نے حجرے کے دروازے کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا، ایک قدم دروازے کے اندر تھا اور ایک باہر، سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اور آپ کے درمیان پردہ حائل ہو گیا اور حجاب کی آیات نازل ہو گئیں۔ [1]

کیا خیال ہے اب ہم آیت حجاب پڑھیں جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کے دن نازل ہوئی تھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الاحزاب رقم الحدیث (۴۷۹۱)، صحیح مسلم کتاب النکاح باب زواج زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۱۴۲۸)، ترمذی رقم الحدیث (۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲)، السمط الثمین (ص۱۲۵، ۱۲۶)۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ (احزاب: ۳۳/ ۵۳)

’’اے ایمان والو! اپنے نبی کے گھروں میں بغیر اجازت نہ چلے آیا کرو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں! اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمھاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمھارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تمھارے لیے ہرگز جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔‘‘

میں چاہتا ہوں کہ اس آیت کریمہ کے ضمن میں اس بات کی طرف اشارہ کروں کہ حجاب اس چیز کو کہتے ہیں جو طرفین کے درمیان رکاوٹ بن جائے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نہ جا سکے یعنی حجاب کی وجہ سے دیکھنا ختم ہو جاتا ہے۔ وہ لباس جو انسان پہنتا ہے وہ حجاب کے قائم مقام نہیں ہو سکتا یعنی لباس پہن کر یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ اب حجاب کی ضرورت نہیں رہی۔ لباس خواہ اس کی مقدار کوئی بھی ہو یا وہ کسی بھی نوعیت کا ہو، اگرچہ عورت کے تمام بدن کو ڈھانپ رہا ہو اس کو حجاب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ایسا لباس پہن کر بھی عورت اپنے ماحول کو بخوبی دیکھ سکتی ہے اور لوگ بھی اس عورت کی ساخت کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، اگرچہ اس نے سیاہ رنگ کا لباس سر کی چوٹی سے پاؤں کے تلووں تک پہن رکھا ہو۔

جس حجاب کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿ فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۵۳)

''ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

یہ حجاب اس پردے کو کہتے ہیں۔ جو گھر میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فاصلے کے لیے لٹکایا جاتا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے، انھوں نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، حدیث میں اس کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے:

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَ الْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ)) [1]

''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک بھی آتے ہیں اور بد بھی۔ اگر آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دے دیں...... تو اس پر اللہ نے حجاب کی آیت نازل کر دی۔''

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجاب کی فرضیت سے دلی طور پر رغبت رکھتے تھے تا کہ عورت کو مکمل تحفظ حاصل ہو جائے۔ ان کے اخلاص سے یہ آشکار ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر جس طرح عام مسلمانوں کی خیر خواہی اور فلاح و بہبود تھی اسی طرح ان کے دل میں امہات المومنین کے لیے بھی اخلاص اور خیر خواہی کا جذبہ تھا جن میں ان کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ دلی طور پر پسند کرتے تھے کہ کاش! حجاب کے بارے میں ایسا حکم الٰہی نازل ہو جس سے ان کے دل کو ٹھنڈک نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی لاج رکھی۔ اس عزت افزائی کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں جسے امام بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ اللّٰهَ فِيْ ثَلَاثٍ اَوْ وَافَقَنِيْ رَبِّيْ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب لا تدخلوا بیوت النبی رقم الحدیث (۴۷۹۰)، مسند احمد رقم الحدیث (۱۵۲)۔

فِيْ ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْتَ مَقَامَ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ اَمَرْتَ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ۔ قَالَ: وَبَلَغَنِيْ مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضَ نِسَاءِهٖ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ اِنِ انْتَهَيْتُنَّ اَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ خَيْرًا مِّنْكُنَّ حَتّٰى اَتَيْتُ اِحْدٰى نِسَاءِهٖ قَالَتْ يَا عُمَرُ اَمَا فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا يَعِظُ نِسَاءَهٗ حَتّٰى تَعِظَهُنَّ اَنْتَ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ۔ الاية)) ①

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تین باتوں میں اللہ کی موافقت کی یا میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کاش کہ آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک اور بد آتے ہیں، اگر آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دے دیں تو کتنا ہی اچھا ہو تو حجاب کی آیت نازل ہوگئی۔ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کو کسی بات پر ڈانٹا ہے۔ میں ان کے پاس آ گیا، میں نے انھیں کہا کہ تم باز آ جاؤ ورنہ اللہ اپنے رسول کے لیے تمھارے بدلے میں بہترین بیویاں لے آئے گا۔ میں ان میں سے ایک کے پاس گیا، اس نے کہا: اے عمر! کیا اللہ کے رسول کو زیادہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو نصیحت کریں یا تم ان کو نصیحت کرو گے؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل کر دی، قریب ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو اس کا پروردگار اس کے لیے تم سے بہتر بیویاں بدل کر لے آئے گا جو فرمانبردار ہوں گی......الخ''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے عمدہ ترین فضائل و مناقب

مسلسل برکتیں ہمیں میسر آ رہی ہیں اور خاص طور پر ام المومنین سیدہ زینب بنت

① بخاری کتاب التفسیر باب واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی، رقم الحدیث (۴۴۸۳)، مسند احمد رقم الحدیث (۱۵۲) الاسماء المبهمة للبغدادی (ص۹۶)۔

جحش رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر پاکیزہ خانہ نبوی کے آنگن میں قدم رکھتی ہیں تو مسلمانوں پر فیوض و برکات کا مینہ برسنے لگتا ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر مسلمانوں کو روٹی اور گوشت سے خوب شکم سیر کیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے پھر اس کے بعد دوسرے دن سیدہ ام سلیم بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کھانے کا اہتمام کیا جسے بہت زیادہ مخلوق نے کھایا، اس کھانے میں برکت ڈال دی گئی۔

آیئے! حدیث شریف کی روشنی میں اس بابرکت کھانے کی تفصیلات اور اس رات کی برکات کی چند جھلکیاں آپ کو دکھلاتے ہیں۔

بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں ابوعثمان الجعد نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو میری والدہ ماجدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا: ہمیں اس موقع کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفہ پیش کرنا چاہیے۔ میں نے کہا: اماں جان ضرور کیجیے۔ میری امی جان نے کھجور، گھی اور پنیر کا آمیزہ ایک بڑے برتن میں تیار کیا اور مجھے فرمایا کہ یہ لے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا: ٹھیک ہے یہاں رکھ دو۔ پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں احباب اور ان کے علاوہ جو بھی تجھے ملیں سب کو دعوت دے دو۔ میں نے ایسے ہی کیا جیسے آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ جب میں واپس آیا تو گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اس لذیذ آمیزے کو ہاتھ لگایا، کچھ پڑھا اور فرمایا کہ دس دس افراد اندر آتے جائیں۔ وہ کھانے کے لیے بیٹھتے تو آپ فرماتے: بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے۔ راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے کھانا کھایا اور شکم سیر ہو گئے۔ کھانے والوں کا پہلا گروہ باہر گیا اور دوسرا اندر آیا، یہاں تک کہ سب نے کھا لیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے انس! دستر خوان اٹھا لو۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دستر خواں اٹھا لیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے جب دستر خوان بچھایا تھا اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب اسے اٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔ [1]

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر القرآن باب سورۃ الاحزاب رقم الحدیث (۴۷۹۳) صحیح مسلم، کتاب النکاح باب فضیلة اعتاقه امته رقم الحدیث (۱۴۲۸)، ←

سیدنا ابوعثمان جعد نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی تعداد کتنی تھی؟ انھوں نے بتایا: تقریباً تین سو کے قریب۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے حوالے سے منظر عام پر آیا۔

زینب، عائشہ، حفصہ رضی اللہ عنہن اور قرآن

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ گھر میں داخل ہوئیں ان سے پہلے آپ کے حبالۂ عقد میں سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ حالات و واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قدرے زیادہ محسوس کیا کیونکہ ان کے دل میں سوکن والی غیرت کچھ زیادہ ہی تھی کیونکہ زینب رضی اللہ عنہا ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں، اس پر مستزاد یہ کہ ظاہر و باطن حسین و جمیل تھا پھر قرآنی آیات بھی ان کی شان میں نازل ہو چکی تھیں۔ اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مجھ سے زیادہ اہمیت حاصل نہ کر جائیں۔ اس خیال ہی سے وہ لرزہ براندام تھیں، لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بڑی پاکیزہ دل، حوصلہ مند، ملنسار اور سلیقہ شعار ثابت ہوئیں اور ان کی گواہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود دی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بڑی تقویٰ شعار تھیں اور ہر کام میں ان کے پیش نظر اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی خوشنودی ہوتی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں جو شہادت دی اس کے الفاظ بخاری شریف میں یوں نقل ہوئے ہیں:

((قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا، وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم)) ①

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں وہی ایک تھیں جو آگے بڑھنے کے لیے میرے بالمقابل آتیں۔"

← ترمذی رقم الحدیث (۳۲۱۷)، نسائی (۶/ ۱۳۶، ۱۳۷)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۴، ۱۰۵)، نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۱۷۳، ۱۷۴)، حیاۃ الصحابة (۲/ ۱ و ۶)، ازواج النبی للصالحی (ص۱۸۵)، السمط الثمین (ص۱۲۶، ۱۲۷)۔

① صحیح البخاری کتاب التفسیر سورة النور رقم الحدیث (۴۷۵۰)، مسلم کتاب توبہ باب فی حدیث الافک رقم الحدیث (۲۷۷۰)، ترمذی رقم الحدیث (۳۱۸۰)۔

ابوبکر بن خیثمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِنْ نِسَائِهِ ﷺ يُسَامِيْنِيْ فِيْ حُسْنِ الْمَنْزِلَةِ عِنْدَهُ غَيْرُهَا تَعْنِيْ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ)) ①

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نزدیک مقام و مرتبے کے اعتبار سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے علاوہ میرا کوئی مقابلہ نہ کرتی۔''

نبی کریم ﷺ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ دیر ٹھہرتے اس لیے کہ ان کی عادات اور خوبیاں آپ کو پسند تھیں۔ بسا اوقات آپ کا ان کے پاس قیام لمبا ہو جاتا اس لیے کہ آپ کی آمد پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں شہد پیش کرتیں۔ سیدہ زینب کو یہ بہت پسند تھا کہ آپ کی خدمت میں شہد پیش کریں۔ یہ صورت حال سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے لیے بڑی پریشان کن تھی۔ اس دوران میں غیرت ان دونوں کے دروازوں پر دستک دیتی رہتی اور دل میں سکناپے (سوکن کی حیثیت) کے جذبات اضطراب پیدا کرتے رہتے۔ نبی کریم ﷺ کے گھر کے آنگن میں نئی آنے والی کے خلاف جو احساسات سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے دلوں میں انگڑیاں لیتے وہ ایک دوسرے سے اس کا اظہار کرتی رہتیں اور دونوں آپس میں صلاح مشورہ کرتیں کہ کسی طرح اس نئی آنے والی سوکن کی نبی کریم ﷺ کے نزدیک اہمیت کم کی جائے۔ اس صورت حال کا تذکرہ بخاری شریف میں کچھ اس طرح کیا گیا ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا فَوَاطَأْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ عَنْ اَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ اِنِّيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ قَالَ وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ اَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ اَعُوْدَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ، لَا تُخْبِرِيْ بِذَالِكِ اَحَدًا)) ②

---

① الاستیعاب، اسد الغابة

② صحیح البخاری کتاب الایمان والنذور باب اذا حرم طعامه رقم الحدیث (٦٦٩١)، صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الکفارة علی من حرم رقم الحدیث (١٤٧٤)، سنن نسائی رقم الحدیث (٣٤٢١)، ابوداؤد رقم الحدیث (٣٧١٤)، مسند احمد رقم الحدیث (٢٤٣٦٨)، تفسیر القرطبی (١٨/ ١٧٧، ١٨٤)، الدرالمنثور للسیوطی (٦/ ٢١٣)، سیر اعلام النبلاء (٢/ ٢١٤)۔

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا کرتے تھے اور ان کے پاس دیر تک رہتے۔ میں اور حفصہ نے اتفاق کر لیا کہ ہم میں سے کسی کے پاس آپ آئیں تو وہ یہ کہے کہ آپ نے مغافیر کھائی ہے؟ مجھے آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ (چنانچہ جب آپ ہمارے پاس آئے تو ہم نے ایسا ہی کیا جس کے جواب میں) آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے تو زینب بنت جحش کے ہاں سے شہد پیا ہے۔ (ہمارے اصرار پر آپ نے فرمایا کہ) میں نے قسم کھا لی ہے کہ آئندہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا۔ آپ بھی کسی کو نہ بتائیں۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝﴾

(التحریم: ۶۶/ ۱ تا ۳)

''اے نبی! تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہے؟ کیا اس لیے کہ تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو، اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تمھارا مولیٰ ہے اور وہی علیم و حکیم ہے۔ اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی پھر جب اس کی بیوی نے کسی اور کو وہ راز ظاہر کر دیا اور اللہ نے اپنے نبی کو اس افشائے راز کی اطلاع دے دی، تو نبی نے اس پر کسی حد تک اپنی بیوی کو خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے چشم پوشی کی۔ پھر جب نبی نے اسے افشائے راز کی بات بتائی تو اس نے پوچھا: آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے جو سب

کچھ جانتا ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان ﴿فَإِنْ تَتُوبَا﴾ "اور اگر تم دونوں توبہ کر لو۔" اس فرمان میں سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ ہے اور راز کی بات سے مراد یہ تھا کہ شہد نہ پینے کی قسم کسی کو نہ بتانا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر یہ فرمانا کہ میں نے شہد پیا ہے، اگر منہ سے بدبو آتی ہے تو میں نے قسم کھائی ہے کہ آئندہ شہد نہیں پیوں گا اور تم بھی یہ بات کسی کو نہ بتانا، آپ نے یہ اقدام اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لیے کیا اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں آئندہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا یہ تحریم کے زمرے میں آتا ہے۔

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے کہ آئندہ شہید نہیں پیوں گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ تنبیہ نازل ہوئی کہ "اے نبی! اسے تم کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ نے تمھارے لیے حلال کیا ہے؟"

یعنی شہد جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے آپ یہ کہہ کہ "آئندہ کبھی نہ پیوں گا" اسے حرام قرار دے رہے ہیں، محض اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر ایسا کر رہے ہیں۔ بہرکیف اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [1]

اللہ علیم وخبیر کی جانب سے اس سبق آموز تنبیہ نے سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کو اس جرم کی توبہ کرنے پر آمادہ کیا جو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اقدام کرتے ہوئے کیا تھا۔ وہ دونوں جان گئی تھیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بڑا مقام ومرتبہ ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے فضل وشرف کے آسمان پر بلند پروازی کا اعزاز حاصل کیا اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ گھر میں قدم رکھتے ہی قرب وشرف کے اعلیٰ مراحل طے کر لیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انھیں بلند مرتبہ نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت ہی عمدہ خوبیوں سے نواز رکھا تھا اور ان کی دلآویز نقوش سیرت نے انھیں خواتین کے درمیان نابغہ روزگار کا درجہ دے رکھا تھا۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اپنانے میں کوئی کسر باقی

[1] تفسیر القرطبی (۱۸/ ۱۷۷، ۱۸۴)۔

نہ اٹھا رکھی۔ وہ آپ کے اوصاف حمیدہ کا وافر حصہ اپنے نصیب میں لے رہی تھیں، خاص طور پر دنیا سے بے رغبتی کو انھوں نے اختیار کیا اور آخرت کو دنیا کے بدلے بہتر اور باقی رہنے والی قرار دیا، اسی لیے وہ ہاتھ کی کھلی تھیں یعنی صدقہ و خیرات دل کھول کر کیا کرتی تھیں۔

نبی کریم ﷺ اپنی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اس دلآویز عادت کو خوب اچھی طرح جانتے تھے، اس لیے آپ کے دل میں ان کا بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ اور آپ اکثر و بیشتر ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ اپنی بیویوں سے ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ زینب میری تمام بیویوں میں ہاتھ کی زیادہ فراخ ہے یعنی زیادہ سخی ہے۔

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَسْرَعُكُنَّ لِحَاقًا بِیْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ اَيَّتُهُنَّ اَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ اَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَتَصَدَّقُ)) [1]

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں جس کے ہاتھ لمبے ہیں وہ مجھے سب سے پہلے ملے گی۔ وہ فرماتی ہیں: ازواج مطہرات ناپتی تھیں کہ کس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم سب میں زینب کے ہاتھ زیادہ لمبے تھے، اس لیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتی تھیں۔"

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زندگی میں نہایت خوشگوار لمحات آئے۔ نبی کریم ﷺ نے عبادت گزاری اور خشوع کے اعتبار سے ان کی بہت تعریف کی، جس طرح

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب فضل صدقة رقم الحدیث (۱۴۲۰)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل زینب رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۵۲)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۳۷۵۲)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۳)، ازواج النبی للصالحی (ص۱۸۷)، نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۲۷۴)، السمط الثمین (ص۱۲۸)۔

کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ اِنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ أَوَّاهَةٌ قِيلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْأَوَّاهَةُ؟ قَالَ ﷺ الْخَاشِعَةُ الْمُتَضَرِّعَةُ ﴿وَاِنَّ اِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيبٌ﴾ (هود: ۱۱/ ۷۵)

''عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زینب بنت جحش بڑی اواہہ ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اواہہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرنے والی، گڑگڑانے والی کو اواہہ کہتے ہیں (ذیل میں یہ آیت پیش کی:) بلاشبہ ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام اواہ (یعنی اللہ سے ڈرنے والے) اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔''

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کثرت سے نماز پڑھا کرتی تھیں، دل میں خشوع وخضوع وافر مقدار میں تھا اور ہمیشہ اللہ سے لو لگائے رکھتیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ عمدہ واعلیٰ صفات بہت پسند تھیں۔ آپ کو ان کی نماز اور اللہ تعالیٰ سے ربط وضبط بہت پسند تھا۔

طبرانی میں راشد بن سعد طبرانی سے یہ روایت مذکور ہے:

((قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَاِذَا هُوَ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ تُصَلِّيْ وَهِيَ تَدْعُوْ فِيْ صَلَاتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّهَا لَاَوَّاهَةٌ)) [2]

''کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اچانک دیکھا کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی ہیں اور اپنی نماز میں دعا کر رہی ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بڑی اللہ سے ڈرنے والی خاتون ہے۔''

---

[1] حلية الاولياء (۲/ ۵۳، ۵۴)، السمط الثمين (ص۱۲۸، ۱۲۹)، الاستيعاب (۴/ ۳۰۹)، عيون الاثر (۲/ ۳۸۳)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۷)، ازواج النبى للصالحى (ص۱۸۸)۔

[2] مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۷، ۲۴۸)۔

رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر ان کی تعریف کرتے ہوئے انھیں ''اواہہ'' کی خوبی سے یاد کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ گواہی بلاشبہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مرتبہ و مقام کو بلند کرنے کے لیے بہت بڑی علامت تھی۔

ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

((اَلْخَاشِعَةُ، الرَّاضِيَةُ، الْاَوَّاهَةُ، الدَّاعِيَةُ)) ①

''ڈرنے والی، خوش دل، اللہ سے ڈرنے والی، مبلغہ''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے خصوصی ارتباط کو خوب اچھی طرح جانتی تھیں۔ جس کی وجہ سے انھیں بڑا بلند مقام حاصل تھا۔ اس لیے وہ نبی کریم ﷺ سے کہا کرتی تھیں: اے اللہ کے رسول! مجھے تمام ازواج مطہرات میں تین اعتبار سے ان پر فوقیت حاصل ہے۔

① میرا اور آپ کا دادا ایک ہے۔

② اللہ نے آپ کے ساتھ میرا نکاح آسمان پر کیا۔

③ ہمارے نکاح میں جبریل علیہ السلام نے سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔ ②

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات پر اپنے بلند مرتبہ و مقام کا فخریہ اظہار کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں:

((اَنَا اَكْرَمُكُنَّ وَلِيًّا، وَاَكْرَمُكُنَّ سَفِيْرًا، زَوَّجَكُنَّ اَهْلُكُنَّ، وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ)) ③

''میں ولی کے اعتبار سے اور سفیر کے اعتبار سے تم سب سے بڑھ کر معزز ہوں۔ تمھاری شادی تمھارے گھر والوں نے کی اور میری شادی اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر کی۔''

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے سفر میں رفاقت کی

---

① حلية الاولياء (۲/ ۵۱)۔

② انساب الاشراف (۱/ ۴۳۵)، البداية والنهاية (۴/ ۱۴۶)۔

③ نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۲۶۷)۔

سعادت حاصل کی۔ طائف کے محاصرے اور غزوہ خیبر میں یہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَطْعَمَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ بِخَيْبَرَ مِائَةَ وَسْقٍ)) ①

"کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے مال غنیمت سے زینب بنت جحش کو سو وسق غلہ دیا۔"

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عبادت کے سفر میں بھی رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کے ساتھ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب سے فرمایا:

((هٰذَا ثُمَّ ظُهُوْرُ الْحُصُرِ))

"بس اس کے بعد گھروں میں چٹائی پر بیٹھنا ہوگا۔"

آپ کی مراد یہ تھی کہ اس سفر کے بعد ازواج مطہرات اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیں اور گھروں سے باہر سفر پر نکلنا بند کر دیں۔

ام المومنین سودہ بنت زمعہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر ازواج مطہرات چیں بجیں دکھائی دیتی تھیں وہ دونوں کہا کرتی تھیں:

((لَا تَحَرَّكُنَا دَابَّةٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) ②

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد سواری کو حرکت نہیں دی۔"

یعنی سواری پر سوار ہو کر کہیں نہیں گئیں۔

مسند امام احمد میں ایک روایت یہ ہے:

((فَكَانَتَا تَقُوْلَانِ وَاللّٰهِ لَاتَحَرَّكُنَا دَابَّةٌ بَعْدَ اَنْ سَمِعْنَا ذَالِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) ③

"وہ دونوں کہا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان سننے کے بعد اللہ کی قسم! ہم

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۷)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۵)۔

② المغازی (۳/ ۱۱۱۵)، طبقات ابن سعد (۸/ ۲۰۸)۔

③ مسند احمد (سد۶/ ۳۲۴)، مجمع الزوائد (۳/ ۲۱۴)۔

نے سواری کو حرکت بھی نہیں دی۔"

اس طرح ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تو اپنے گھر کی ہو کر رہ گئیں۔

علامہ محمد بن سعد رحمہ اللہ طبقات میں رقم طراز ہیں:

((لَمْ تَحُجَّ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ بَعْدَ حَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الَّتِي حَجَّتْهَا مَعَهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ سَنَةَ عِشْرِيْنَ)) [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے بعد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حج نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ ۲۰ھ میں خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دوران میں فوت ہو گئیں۔"

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو زندگی بھر پلے باندھے رکھا آپ نے اپنی بیویوں کو یہ وصیت کی تھی:

((أَيُّكُنَّ اتَّقَتِ اللّٰهَ وَلَمْ تَأْتِ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَلَزِمَتْ ظَهْرَ حَصِيْرِهَا فَهِيَ زَوْجَتِيْ فِي الْآخِرَةِ))

"تم میں سے جو اللہ سے ڈری اور اس نے کسی واضح برائی کا ارتکاب نہ کیا اور اپنے گھر میں چٹائی پر بیٹھی رہی وہ آخرت میں میری بیوی ہو گی۔"

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی جانب سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک عورت کا دوسری عورت کی تعریف کرنا کوئی آسان بات نہیں، ایک خاتون کا دوسری خاتون کی تعریف کرنا بڑے جی گردے کا کام ہے، ظاہری حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کی طبعی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسری عورت کی تعریف مشکل ہی سے کرتی ہے۔ یہ طبعی سخاوت اس کے لیے نہایت مشکل کام ہے کہ اپنی ہم جنس خواتین کی اپنی زبان سے تعریف کرے۔ ایک قدیم شاعر کیا خوب کہتا ہے:

كَضَرَائِرِ الْحَسْنَاءِ قُلْنَ لِوَجْهِهَا
حَسَدًا وَبَغْيًا إِنَّهُ لَدَمِيْمُ

"حسین و جمیل عورت کی سوکنوں کی طرح جنھوں نے حسد اور ظلم و زیادتی کی بنا پر اس سے کہا کہ تیرا چہرہ تو بدصورت ہے۔"

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۲۰۸)۔

لیکن امہات المومنین کی شان ہی کچھ نرالی تھی، وہ ایک دوسری کا حق جانتی پہچانتی تھیں۔ چونکہ وہ ادب نبوی کے سرچشمے سے سیراب ہوئی تھیں اور انھوں نے قرآن کے ادب سے غذا حاصل کی تھی اس لیے ازواج مطہرات حق بات کہا کرتی تھیں اور وہ اللہ کی رضاء کو پیش نظر رکھتے ہوئے کھلے دل سے ایک دوسری کی تعریف کیا کرتی تھیں۔ جس میں کوئی خوبی ہوتی وہ اس کا برملا اعتراف کیا کرتی تھیں۔ اس میں کوئی چاپلوسی کا انداز نہ ہوتا بلکہ دل کی گہرائی سے ایک دوسری کی خوبیوں کا اعتراف کرتیں۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا امہات المومنین کی خوبیوں کا برملا اعتراف کیا کرتی تھیں۔ ان کے دل میں ہر ایک کی خیر خواہی کے جذبات پائے جاتے تھے اور وہ ہر ایک سے حسن سلوک سے پیش آیا کرتی تھیں اور ازواج مطہرات کی کھلے دل سے تعریف کیا کرتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بہتان کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے اس میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بڑی عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیانت، امانت اور تقویٰ کی بارے میں واضح الفاظ میں گواہی دی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے میرے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ آپ فرماتے: اے زینب! تیرا عائشہ کے بارے میں کیا خیال ہے یا تجھے اس کے بارے میں کیا معلومات ہیں؟ وہ کہتیں: اے اللہ کے رسول! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں، میری معلومات کے مطابق عائشہ سراپا خیر ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں صرف زینب (رضی اللہ عنہا) میرے بالمقابل آتی تھیں۔ اللہ نے انھیں تقویٰ کی خوبی کی بنا پر تہمت میں واقع ہونے سے بچالیا۔ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی باتیں بڑی قیمتی ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیتی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ وہ بڑی فضیلتوں، رفعتوں، عزتوں اور دلآویز خوبیوں کی مالک تھی۔ مسلم شریف میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس میں وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب تفسیر سورة النور (۴۷۵۰)۔

((فَاَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْهُنَّ فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ وَلَمْ اَرَ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّيْنِ مِنْ زَيْنَبَ وَاَتْقٰى لِلّٰهِ وَاَصْدَقَ حَدِيْثًا وَ اَوْصَلَ لِلرَّحِمِ، وَاَعْظَمَ صَدَقَةً، وَاَشَدَّ ابْتِذَالاً لِنَفْسِهَا فِي الْعَمَلِ الَّذِي تَصَدَّقُ بِهٖ وَتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔ اَلْحَدِيْثَ)) ①

''ازواج مطہرات نے نبی کریم ﷺ کی بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو (نبی ﷺ سے بات کرنے کے لیے) بھیجا۔ ان میں سے وہی رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مقام و مرتبے کے اعتبار سے میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ میں نے دینی لحاظ سے زینب سے بڑھ کر کسی خاتون کو نہیں دیکھا۔ وہ اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والی، سب سے زیادہ سچی بات کہنے والی، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، سب سے بڑھ کر صدقہ کرنے والی اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے سب سے بڑھ کر محنت کرنے اور اپنی کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والی تھیں۔''

مسند امام احمد میں مذکور ہے کہ سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں:

((وَلَمْ اَرَ امْرَءَةً خَيْرًا مِنْهَا، وَاَكْثَرَ صَدَقَةً وَاَوْصَلَ لِلرَّحِمِ، وَابْذَلَ لِنَفْسِهَا فِي كُلِّ شَيْءٍ تَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ زَيْنَبَ)) ②

''میں نے ان سے بڑھ کر بہتر، زیادہ صدقہ کرنے والی، زیادہ صلہ رحمی کرنے والی کوئی خاتون نہیں دیکھی۔ زینب اللہ کے قرب کا باعث بننے والے ہر کام کو خوب محنت سے کرتیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف صدقہ و خیرات کے حوالے سے کرتی ہوئی

---

① صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب فضل عائشة رضي الله عنها رقم الحديث (٢٤٤٢)، سنن نسائی كتاب عشرة النساء باب حب الرجل بعض نسائه رقم الحديث (٣٩٤٤)، حلية الاولياء (٢/ ٥٣)، الاستيعاب (٢/ ٣٠٨)۔

② مسند احمد (٦/ ١٥١)، صفة الصفوة (٢/ ٤٨)، حلية الاولياء (٢/ ٥٣)۔

فرماتی ہیں:

((وَكَانَتْ اَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ، لِاَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ)) ①

''زینب ہم سب میں زیادہ لمبے ہاتھ والی تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتیں اور پھر اللہ کی راہ میں صدقہ کرتی تھیں۔''

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بہت سی خوبیاں بیان کیں۔ ان کی سخاوت کو سراہا، ان کے فضائل و مناقب بیان کیے اور وہ لوگوں کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں بتایا کرتی تھیں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((يَرْحَمُ اللّٰهُ زَيْنَبَ، لَقَدْ نَالَتْ فِي الدُّنْيَا الشَّرَفَ الَّذِيْ لَا يَبْلُغُهُ شَرَفٌ اِنَّ اللّٰهَ زَوَّجَهَا وَنَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَنَا اَسْرَعُكُنَّ بِيْ لُحُوْقًا اَطْوَلُكُنَّ بَاعًا فَبَشَّرَهَا بِسُرْعَةِ لُحُوْقِهَا بِهٖ وَهِيَ زَوْجَتُهٗ فِي الْجَنَّةِ))

''اللہ زینب (رضی اللہ عنہا) پر رحم کرے! انھوں نے دنیا ہی میں وہ عزت پائی کہ اس عزت کو کوئی شرف نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ نے ان کی شادی کی اور قرآن نے اس کا ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کہا: تم میں جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہوں گے وہ تم سب سے جلدی مجھے ملے گی یعنی اسے اپنے ساتھ جلدی ملنے کی بشارت دی کہ وہ آپ کی جنت میں بیوی ہوگی۔''

امہات المومنین میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ایک امتیاز یہ حاصل تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کماتیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتی تھیں۔ یہ ان کی نیکی، حسن سلوک اور سخاوت کا نقطۂ عروج تھا۔

---

① صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل زینب رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۵۲)، سنن نسائی رقم الحدیث (۲۵۴۱)، صحیح البخاری کتاب الزکاة باب فضل صدقة رقم الحدیث (۱۴۲۰)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۳۷۵۲)۔

کوئی خاتون جب خود اپنے ہاتھ سے کمائی کرتی ہے اور پھر مالی سخاوت کرتی ہے تو یہ اس کی اعلیٰ ظرفی کی علامت ہوتی ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اس خوبی کا تذکرہ اس انداز میں کرتی ہیں:

((كَانَتْ زَيْنَبُ صَنَّاعَ الْيَدِ فَكَانَتْ تَدْبَغُ وَتَخْرُزُ وَتَصَدَّقُ)) ①

''زینب ہاتھ کی کاریگر تھیں، وہ رنگسازی اور سلائی کا کام کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتی تھیں۔''

اگر ہم وہ تعریفات شمار کرنے لگیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شان میں بیان کی ہیں تو یہ چیز بالکل واضح ہو جائے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سے کتنی محبت تھی، ان کے دل میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی کتنی قدر تھی۔ ہمیں اس سے اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ واقعی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا امہات المومنین کے عمدہ ہار کا ایک قیمتی اور نادر موتی ہیں۔ بلاشبہ زندوں کی تعریف ان کے فضائل و مناقب کو اجاگر کرتی ہے لیکن فوت شدگان کی تعریف ان کی خوبیوں کی اور زیادہ یاد دلاتی ہے۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں فرمایا:

((لَقَدْ ذَهَبَتْ حَمِيدَةً، مُتَعَبِّدَةً، مُفْزَعُ الْيَتَامٰى وَالْاَرَامِلِ)) ②

''قابل تعریف، عبادت گزار، یتیموں اور بیواؤں کی غمگسار چل بسی۔''

جب کبھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا جاتا تو وہ دیر تک ان کے محاسن بیان کرتی رہتیں۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے:

((اِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ لَقَدْ نَالَتْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا الشَّرَفَ الَّذِيْ لَا يَبْلُغُهُ شَرَفٌ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ زَوَّجَهَا نَبِيَّهُ ﷺ فِي الدُّنْيَا وَنَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ)) ③

''اللہ زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) پر رحم کرے! انھوں نے دنیا میں وہ عزت پائی جس

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۸)، تہذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۴۵)۔

② نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۲۶۸)۔

③ تہذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۴۵)۔

عزت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ان کی شادی اللہ نے اپنے نبی سے کی اور قرآن نے ان کی گواہی دی۔"

سیدنا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے اپنی خالہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: خالہ جان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی کون سی بیوی زیادہ ترجیح رکھتی تھی؟

فرماتی ہیں کہ جہاں تک میرا خیال ہے، میرے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب اور ام سلمہ (رضی اللہ عنہما) کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ①

دیگر امہات المومنین میں سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((كَانَتِ امْرَأَةً صَالِحَةً صَوَّامَةً قَوَّامَةً)) ②

"وہ نیک، روزے دار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔"

یہ گواہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبے کو بہت زیادہ بلند کر دیتی ہے اور انھیں عبادت اور نیکی کے ارفع مقام پر فائز کر دیتی ہے۔ ان کا یہ مقام و مرتبہ ان کے لیے بہت کافی و وافی دکھائی دیتا ہے۔ جس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کیا کرتی تھیں اسی طرح سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتی تھیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنی امی جان کو سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا، وہ ان کے لیے رحمت کی دعاء کر رہی تھیں اور ان کے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے باہمی خوشگوار تعلقات کے بارے میں تفصیلات بیان کر رہی تھیں۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اپنے بارے میں فرماتی ہیں:

((اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَنَا كَاَحَدٍ مِنْ نِسَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّهُنَّ زُوِّجْنَ بِالْمُهُوْرِ وَ زَوَّجَهُنَّ الْاَوْلِيَاءُ، وَ زَوَّجَنِی اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ، وَاَنْزَلَ فِی الْكِتَابِ یَقْرَأُ بِهِ الْمُسْلِمُوْنَ، لَا یُبَدَّلُ وَلَا یُغَیَّرُ: وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ))

"میں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بیویوں کی طرح نہیں ہوں۔ ان کی

---

① طبقات ابن سعد (۱/ ۱۱۴)۔

② تہذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۴۵)۔

شادیاں مہروں کے ساتھ ہوئیں اور ان کے ولیوں نے ان کی شادی کا اہتمام کیا جبکہ میری شادی اللہ نے اپنے رسول سے کی، میرے بارے میں قرآن میں آیات نازل ہوئیں جنہیں مسلمان پڑھتے ہیں جن میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوگا اور وہ وحی یہ ہے: ''جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا۔''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ پسند تھیں آپ زیادہ وقت ان کو دیا کرتے تھے۔ وہ بڑی نیک، روزے دار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کمائی کرتیں اور مساکین پر خرچ کرتی تھیں۔ ①

حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ بڑے بڑے فقہاء اور علمائے کرام امہات المومنین سے خوشہ چینی کرتے ہوئے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:

((كَانَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ وَكَانَتْ كَثِيْرَةَ الْخَيْرِ وَ الصَّدَقَةِ)) ②

''زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلی مہاجرات میں سے تھیں اور وہ کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا قول سیر اعلام النبلاء میں یوں رقم ہے:

((كَانَتْ مِنْ سَادَةِ النِّسَاءِ دِيْنًا وَ وَرَعًا وَجُوْدًا وَ مَعْرُوْفًا رضی اللہ عنہا)) ③

''وہ دین، تقویٰ، سخاوت اور نیکی کے کاموں میں عورتوں کی سردار تھیں، اللہ ان سے راضی ہو۔''

علامہ ذہبی نے تاریخ اسلام میں اور وفیات المشاہیر والاعیان میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

((كَانَتْ كَثِيْرَةَ الْبِرِّ وَالصَّدَقَةِ)) ④

---

① طبقات ابن سعد (١/ ١٠٣)، الاصابة (٣/ ٣٠٧)۔

② البداية والنهاية (٣/ ١٣٨)۔

③ سير اعلام النبلاء (٢/ ٢١٢)۔

④ تاريخ الاسلام للذهبي عهد الخلفاء الراشدين (ص٢١٢)۔

''وہ بہت زیادہ نیکی کا کام اور صدقہ کیا کرتی تھیں۔''

علامہ واقدی رحمہ اللہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((كَانَتِ امْرَأَةً صَالِحَةً، صَوَّامَةً، قَوَّامَةً، صَنَّاعًا تَتَصَدَّقُ بِذَالِكَ كُلِّهٖ عَلَى الْمَسَاكِيْنِ))

''وہ نیک، روزے دار، عبادت گزار اور ماہر کاریگر خاتون تھیں جو کچھ اپنے ہاتھ سے کماتیں مساکین پر صدقہ کر دیتی تھیں۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین کے دور میں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور پایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا ہر طرح سے بہت زیادہ خیال رکھا جاتا تھا کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ گھر میں کیا مقام و مرتبہ ہے؟ وہ اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبے کا خیال رکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یہ دونوں خواتین اہل بیت کی خواتین میں بڑا ممتاز مقام رکھتی تھیں اور یہ دونوں اس طرح تھیں جیسے کسی قیمتی ہار میں دو نادر موتی ہوتے ہیں۔

فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی ان کا ہر طرح سے خیال رکھا جاتا۔ آپ اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کا احترام و اکرام ملحوظ خاطر رکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے مقام و مرتبے کو اچھی طرح جانتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کے قدر دان تھے، وہ ان کے ورع اور تقویٰ کی گواہی دیتے تھے اور دنیا سے ان کی بے رغبتی کے معترف تھے۔ واقعی دنیا ان کے ہاتھ کی میل تھی اور دنیا کو ان کے دل میں کوئی جگہ حاصل نہ تھی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امہات المومنین میں سے ہر ایک کو بارہ ہزار درہم سالانہ دیا کرتے تھے لیکن ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ تمام درہم رشتہ داروں، یتیموں، مساکین، قریش کی بیواؤں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتی تھیں اور ان دراہم میں سے اپنے لیے کچھ باقی نہیں رکھتی تھیں۔ جب یہ دراہم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ملتے تو ضرورت مندوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی کہ اب ضرور ہمیں ہمارا حصہ ملے گا۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے اس دلآویز طرز عمل کا مشاہدہ ہمیں مسلسل نظر آتا رہے گا۔ جس سال آپ نے وفات پائی اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کا حصہ ان کے گھر پہنچا دیا تو انھوں نے دیکھ کر فرمایا: اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔ امہات المومنین میں سے میری بہنیں مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ سارا آپ کا حصہ ہے۔

زبان سے نکلا "سبحان اللہ العظیم" یہ کہا اور سارے مال کو کپڑے سے چھپا دیا اور فرمایا کہ اس پر بھی کپڑا ڈال دو۔ پھر ایک برزہ بنت رافع نامی خاتون کو حکم دیا کہ اے برزہ! اندر داخل ہو، وہاں سے دراہم کی ایک مٹھی بھرو اور فلاں کے بیٹوں کو جا کر دے آؤ۔ پھر فلاں کے بیٹوں کو دے کر آنا۔ انھوں نے اپنے رشتہ داروں اور یتیموں کی پوری جماعت کے نام لیے۔ کپڑے کے نیچے ابھی درہم موجود تھے۔ برزہ بنت رافع نے عرض کی: ام المؤمنین! اللہ آپ کو بخش دے، واللہ! اس کپڑے کے نیچے جو دراہم ہیں وہ ہمارا حق ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

ٹھیک ہے جتنے دراہم کپڑے کے نیچے ہیں وہ تم لے لو۔

برزہ بنت رافع کہتی ہیں کہ ہم نے درہم گنے تو وہ پورے پچاس درہم تھے۔

پھر اس کے بعد ام المومنین نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعاء کی:

((اَللّٰھُمَّ لَا یُدْرِکُنِیْ عَطَاءٌ لِعُمَرَ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا))

"الٰہی! اس سال کے بعد عمر (رضی اللہ عنہ) کا عطیہ میرے پاس نہ آئے۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کی اور وہ اسی سال وفات پا گئیں۔ [1]

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((مَاتَرَکَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ رضی اللہ عنہا دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا کَانَتْ تَتَصَدَّقُ بِکُلِّ مَاقَدَرَتْ عَلَیْهِ وَکَانَتْ مَاْوَی الْمَسَاکِیْنِ))

"زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا۔ وہ جس پر بھی قدرت رکھتیں اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں اور وہ مساکین کی جائے پناہ تھیں۔"

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۲)، نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۲۷۰)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۹، ۱۱۰)، فتوح البلدان (ص۵۵۵)، صفة الصفوة (۲/ ۴۸، ۴۹)، حلیة الاولیاء (۲/ ۵۴)، ازواج النبی للصالحی (ص۱۸۹)، الاصابة (۴/ ۳۰۷)۔

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ محمد بن کعب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم تھا اور انھوں نے یہ وظیفہ صرف ایک سال وصول کیا۔ جب یہ درہم ان کے سامنے آئے تو انھوں نے دعا کی: الٰہی! یہ مال میرے پاس نہ آئے، یہ تو فتنہ ہے۔ پھر اس مال کو ضرورت مندوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ فرمانے لگے کہ یہ خاتون بڑی نیک دل ہے ان سے خیر ہی کی امید کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد آپ ان کے گھر تشریف لے گئے، دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے اپنا سارا وظیفہ ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ ایک ہزار میں آپ کے لیے اور لایا ہوں، برائے مہربانی یہ اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیجیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب دے کر واپس گئے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے۔ [1]

احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ان امہات المومنین میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو روایت کرنے کی سعادت حاصل کی، جنھوں نے احادیث نبویہ کو زبانی یاد کیا اور پھر انھیں آگے روایت کیا۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ احادیث مروی نہیں ہیں۔ ان سے صرف گیارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے دو پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کا اتفاق ہے۔ [2] ان سے مروی باقی احادیث ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں۔ اسی طرح ان سے مروی بعض احادیث مسند امام احمد اور مسند ابویعلی میں بھی منقول ہیں۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مردوں میں سے ان کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن جحش اور قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہما اللہ نے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی، اور امہات المومنین میں سے رملہ بنت ابی سفیان اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے حدیث روایت کی جو ام حبیبہ کی کنیت سے مشہور و معروف ہیں اور صحابیات میں سے زینب بنت ابی سلمہ اور کلثوم بنت مصطلق رضی اللہ عنہما

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۰)۔

[2] بخاری رقم الحدیث (۵۳۳۵)، (۷۰۵۹)، مسلم رقم الحدیث (۱۴۸۷)، (۲۸۸۰)۔

نے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ①

ان مشہور و معروف احادیث میں سے جو صحیحین میں ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو حمید بن نافع کی سند سے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مروی ہے:

((قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَالِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ عَلَی الْمِنْبَرِ لَایَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلَی الْمَیِّتِ فَوْقَ ثَلَاثِ لِیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا)) ②

”کہتی ہیں کہ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بھائی فوت ہوا تو میں ان کے پاس گئی انھوں نے خوشبو منگوائی اور اسے ملا، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی چنداں ضرورت نہ تھی، بات صرف یہ تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ منبر پر فرما رہے تھے: کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔“

بخاری شریف میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے حوالے سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی روایت مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن گھبرائے ہوئے ان کے پاس آئے اور فرمانے لگے:

---

① الاصابة (۴/ ۳۰۷)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۲)، المجتبی (ص۹۴)، تلقیح (ص۳۶۹، ۴۰۴)، تهذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۴۶)، تهذیب التهذیب (۱۲/ ۴۲۰، ۴۲۱)، نساء من عصر النبوة (۲/ ۱۸۱)۔

② صحیح البخاری کتاب الطلاق باب تحد المتوفی عنها رقم الحدیث (۵۳۳۵)، صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد رقم الحدیث (۱۴۸۷)، ترمذی رقم الحدیث (۱۱۹۶)، نسائی رقم الحدیث (۳۵۳۳)، ابو داؤد (۲۲۹۹)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۵۵۲۹)، موطا امام مالك رقم الحدیث (۱۰۹۷)۔

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ)) ①

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ عرب اس شر سے ہلاک ہو گئے جو قریب آ پہنچا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں یعنی انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی کے ساتھ حلقہ بناتے ہوئے فرمایا: آج یاجوج و ماجوج کی دیوار میں اس حلقے کے برابر سوراخ ہو گیا ہے۔ یہ سن کر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا ہم تباہ ہو جائیں گے جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خباثت زیادہ ہو جائے گی۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات اور ان کی وصیت

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے خلافت راشدہ کا کچھ دور دیکھا۔ ۲۰ھ میں ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ اب دنیا سے اللہ مالک کی طرف کوچ کرنے کا وقت قریب آ چکا ہے۔ بیماری بڑھ گئی تو امہات المومنین نے ان کی تیمارداری کی۔ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے کہا میں نے اپنا کفن تیار کیا ہے۔ اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرے لیے کفن بھیجا تو دونوں میں سے ایک کا صدقہ کر دینا۔ اگر ہو سکے تو جو میرا حق ہے اس کو بھی صدقہ کر دو تو ایسا کر ہی گزرنا۔ ②

۲۰ھ کو ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں، ان کی پاکیزہ روح راضی خوشی قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے رب کے پاس پہنچ گئی اور یہ واقعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

---

① بخاری کتاب الفتن باب یاجوج و ماجوج رقم الحدیث (۷۱۳۵)، صحیح مسلم کتاب الفتن باب اقتراب الفتن وفتح ردم یاجوج و ماجوج رقم الحدیث (۲۸۸۰)، ترمذی رقم الحدیث (۲۱۸۷)، سنن ابن ماجه (۳۹۵۳)، مصنف عبدالرزاق (۱۱/ ۳۶۳)، مسند احمد (۶/ ۴۲۸، ۴۲۹)، دلائل النبوة للبیهقی (۶/ ۴۰۶)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۷)۔

امہات المومنین میں سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔ یہ پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں بھی کی تھی۔

طبقات ابن سعد میں زہری نے سالم سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

((اَطْوَلُكُنَّ بَاعًا اَسْرَعُكُنَّ لُحُوْقًا بِیْ فَكُنَّ یَتَطَا وَلْنَ اِلَی الشَّیْءِ وَاِنَّمَا عَنٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِذَالِكَ الصَّنْعَةَ وَكَانَتْ زَیْنَبُ امْرَءَةً صَنِعًا فَكَانَتْ تَتَصَدَّقُ بِهٖ فَكَانَتْ اَسْرَعَ نِسَاءِهٖ لُحُوْقًا بِهٖ)) ①

''تم میں سے جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے وہ جلدی مجھے آ ملے گی۔ وہ اپنے ہاتھوں کی لمبائی ناپا کرتی تھیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مراد کاریگری لی تھا اور زینب کاریگر تھیں اور وہ کمائی اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی تمام بیویوں سے پہلے وہی فوت ہوئیں اور آپ کے پاس جا پہنچیں۔''

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ رسول اللہ ﷺ کی چارپائی پر لے جایا جائے اور چارپائی پر کپڑا ڈال دیا جائے اور جنازے میں آگ لے کر نہ چلا جائے۔ ②

جب وہ فوت ہو گئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ اندر میت کے پاس صرف سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے رشتہ دار جائیں۔ ③

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اے امیر المومنین! کیا ہم اس طرح نہ کریں جیسے حبشہ میں لوگ اپنی عورتوں کی میت تیار کرتے ہیں پھر انھوں نے ایک تابوت سا بنایا اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا یہ طریقہ اچھا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جن کی میت کو اس طرح ڈھانپا گیا پھر سیدنا عمرؓ نے اعلان کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے یہ اعلان کیا: اپنی ماں کی میت کو اٹھاؤ۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر جنت البقیع میں لایا گیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قبر کے پاس کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۸)۔ ② طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰۹)۔

③ تفسیر القرطبی (۱۴/ ۲۳۰)۔

جب یہ خاتون بیمار ہوئیں تو میں نے ازواج مطہرات سے کہا: تم میں سے کون ان کی تیمارداری کرے گی؟ سب نے کہا: ہم سب! اور انھوں نے واقعی سچ کر دکھایا۔ جب یہ خاتون فوت ہوگئیں تو میں نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ان کو غسل کون دے گی، خوشبو کون لگائے گی اور کفن کون دے گی؟ انھوں نے کہا: ہم سب! اور انھوں نے واقعی سچ کر دکھایا۔

پھر میں نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ان کو قبر میں کون اتارے گا؟ انھوں نے کہا کہ اس کو قبر میں وہی اتارے گا جو زندگی میں ان کے پاس آتے رہے ہیں یعنی ان کے محرم، میں نے دیکھا کہ واقعی انھوں نے اس کو سچ کر دکھایا۔ لوگو! اب یہاں سے الگ ہو جاؤ۔ انھیں قبر سے دور ہٹا دیا، پھر ان کی میت کو ان کے گھر والوں میں سے دو اشخاص نے قبر میں اتارا۔[1]

عبدالرحمٰن بن ابی ابزیٰ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں، قبر میں داخل ہونا چاہا تو ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ آپ قبر میں داخل نہیں ہو سکتے، ان کی قبر میں صرف وہ اتر سکتا ہے جو ان کی زندگی میں انھیں دیکھ سکتا تھا یعنی ان کے محرم ان کے بھتیجے یا بھانجے اتر سکتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جنت البقیع میں خیمہ تان دیا جائے کیونکہ اس دن گرمی بہت زیادہ تھی۔ سیدنا عمر اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن عبداللہ بن جحش، اسامہ بن زید، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش، محمد بن طلحہ بن عبیداللہ یعنی ان کی بہن حمنہ کے بیٹے، ان سب کو حکم دیا۔ یہ لوگ ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر میں اترے کیونکہ یہ سب ان کے محرم تھے۔

یہ ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی سیرت کی ایک جھلک ہے جو میں نے اس اہل بیت کے معطر تذکرے کے ضمن میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے خوب اچھی طرح پاک کر دیا۔

اللہ ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے راضی ہو اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہوں۔ اللہ جنت ان کا ٹھکانا بنائے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں بھی اہل بیت کا ساتھ نصیب کر دے اور قیامت کے دن ہمیں ان لوگوں کے ساتھ اٹھائے جن پر اس نے انعام کیا اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کرے۔ (آمین!)

بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۱/ ۱۱۱)۔

8

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذالک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اہل بیت
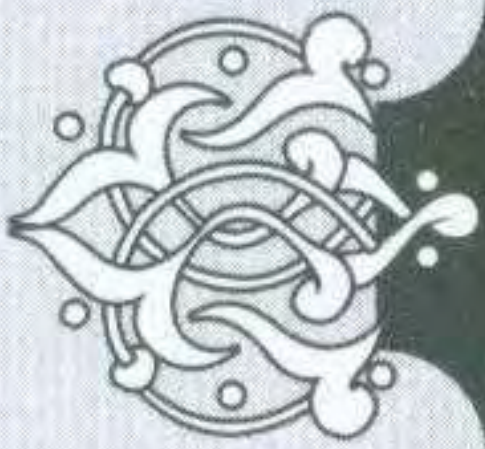
ام المومنین سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث ؓ

- عالم، فاضل اور سردار خواتین میں سے ایک عالمہ، فاضلہ اور سیدہ خاتون۔
- جو اپنی قوم کے لیے سب لوگوں سے بڑھ کر باعث برکت تھیں۔
- دانشور، عقلمند، فرمانبردار، ذکر الٰہی کی خوگر، شکر گزار، تقویٰ شعار اور صاف شفاف دل سے آراستہ جلیل القدر خاتون تھیں۔
- حدیث نبوی کی صاحب علم راویہ تھیں۔ ان سے مروی احادیث کو حدیث کی مشہور چھ کتابوں میں نقل کیا گیا۔
- ۵۰ ہجری میں ستر سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

نابغہ روزگار شخصیت

سیدہ جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار مصطلقیہ رضی اللہ عنہا [1] اپنے باپ پر بڑا فخر کیا کرتی تھیں کیونکہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ انھوں نے اپنے باپ سردار قوم کے زیر سایہ عزت اور سرداری کے ماحول میں پرورش پائی۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اعلیٰ خاندانی گھرانوں میں پرورش پانے والے بیٹوں اور بیٹیوں کی اٹھان کچھ نرالے ہی انداز سے ہوتی ہے۔

جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی نوعمری ہی میں مسافع بن صفوان سے شادی ہوگئی جو خزاعہ قبیلہ کا ایک نوجوان تھا اور جس کی جڑ بنو مصطلق سے جا ملتی تھی۔ چھوٹی عمر ہی میں ان کی شادی اس نوجوان سے طے پا گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچپن ہی میں بہت سی خوبیوں سے آراستہ کر دیا۔ عمدہ اخلاق، سلیقہ شعاری اور فہم وفراست جیسی بے شمار خوبیوں نے انھیں خواتین کی سردار کے مقام پر فائز کر دیا تھا۔ انہی دل پذیر خوبیوں کی وجہ سے سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور یہ اہل بیت کی ان خواتین میں شامل ہوگئیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔ لیکن سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات کی لڑی میں کیسے پروئی گئیں اور نادر ہار کا موتی کیسے بنیں؟ امہات المومنین طاہرات کی فہرست میں کیسے شامل ہوئیں؟ آیئے! اب ہم آئندہ صفحات میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

---

[1] مسند احمد (٦/ ٣٢٤، ٤٢٩)، المعارف (١٣٨، ١٣٩)، طبقات ابن سعد (٨/ ١١٦، ١٢٠)، الاستيعاب (٤/ ٢٥١، ٢٥٤)، الاصابة (٤/ ٢٥٧، ٢٥٨)، اسد الغابة (٦/ ٨٥، ٥٨)، مستدرك حاكم (٤/ ٢٥، ٢٨)، تاريخ الاسلام للذهبى (ص١٨٩، ١٩١)، العبد ١/ ٧، ٦١)، مجمع الزوائد (٩/ ٢٥٠)، تهذيب التهذيب (١٢/ ٤٠٧)، شذرات الذهب (١/ ٢٥٧)، مسند ابو يعلى (١٣/ ٣٣، ٤١)۔ سير اعلام النبلاء (٢/ ٢٦١، ٢٦٥)، كنز العمال (١٣/ ٧٠٦)، صفة الصفوة (٢/ ٤٩)، عيون الاثر (٢/ ٣٨٣، ٣٨٤)، زاد المعاد (١/ ١٠٩، ١١٤، ٤١٨)، دلائل النبوة للبيهقى (٤/ ٤٧، ٤٨، ٥٠، ٥١)، البداية والنهاية (٨/ ٤٩)، حياة الصحابة (٢/ ٤١٥، ٤١٨)، سنن ابوداؤد: ح (٣٩٣١)، مسلم (٢٧٢٦)

نور کا آغاز اور ہدایت کے خوشگوار جھونکے

اسلام کا نور دنیا پر پھیل گیا اور اسلام کی کرنیں جزیرۃ العرب پر ضیا پاشیاں کرنے لگیں لیکن بنو مصطلق اپنی جاہلیت کی بنا پر خواب خرگوش میں مبتلا تھے۔ وہ اپنے سردار حارث بن ابی ضرار کے رحم و کرم پر تھے۔ ان کے کانوں پر ان جنگی خبروں نے پردے ڈال رکھے تھے جو مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان برپا تھیں اور ادھر ادھر سے انھیں اپنی فتح کی نوید سنائی دے رہی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کے بیمار دلوں میں بناوٹی جوش و جذبہ انگڑائی لے رہا تھا۔

قبیلہ بنو مصطلق کی جزیرۃ العرب میں حیثیت جھاگ کی مانند تھی، اور رعب و دبدبہ ان پر غالب آ چکا تھا۔ ان کو ہر وقت اس بات کا اندیشہ لگا رہتا کہ ہمیں اپنے الگ تھلگ رہنے اور کنارہ کشی اختیار کرنے کی وجہ سے کسی نہ کسی وقت کوئی خطرناک مصیبت اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور ایک نہ ایک دن توحید پرست مجاہدین کے لشکر ان کا کام تمام کر دیں گے اور وہ اپنی غفلت، سستی اور کاہلی کی وجہ سے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔

شیطان نے دھیرے دھیرے ان کے دلوں میں جگہ بنانی شروع کی، ان سے اٹکھیلیاں کرنے لگا، اور انھیں طفل تسلیاں دینے لگا کہ وہ تو بڑے طاقت ور ہیں اور ان کی بہادری کے کیا کہنے! اس لیے انھوں نے تاریخ انسانی کے عظیم قائد سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی قیادت میں لشکر اسلام کے ساتھ مقابلہ آرائی کی ٹھان لی۔ انھوں نے مقدور بھر تیاری کی۔ اس کے لیے افرادی قوت، اسلحہ اور دیگر حربی ساز و سامان اکٹھا کیا تاکہ لشکر اسلام کا بھرپور مقابلہ کیا جا سکے۔

وہ اپنے سربراہ کی قیادت میں ان افراد کو لے کر آگے بڑھے جنہیں اپنے زور بازو پر بڑا ناز تھا۔ انھوں نے گھسے پٹے قبائل اور گمنام خاندانوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے ساتھ ملا لیا تھا۔ وہ اپنے تئیں اس ہولناک سیلاب کے سامنے بند باندھنا چاہتے تھے جس نے تمام جاہلی اور بت پرستانہ طاقتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا دیا تھا، اپنی دعوت کے راستے سے ہر رکاوٹ کو ہٹا دیا تھا اور اپنے پیغام کی تبلیغ سے دنیا کو روشن کر دیا تھا، اور وہ پیغام حق و عدل اور نور ہدایت پر مبنی تھا۔

حکمت نبویہ

جو کچھ جزیرۃ العرب میں چکر چل رہا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسلسل اس کی

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا ازدواجی خاکہ

(غزوہ مریسیع میں قتل ہو گیا)

مسافع بن صفوان

پہلا خاوند

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنو مصطلق سے تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ رکھا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی وہ غزوہ مریسیع میں قتل ہوا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

خبریں پہنچ رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بھی پتہ چلا کہ قبیلہ بنو مصطلق آپ کے خلاف صف آراء ہونے کے لیے اکٹھا ہو رہا ہے اور اپنی طاقت کو مجتمع کرنے کے لیے پوری طرح کوشاں ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے طریق کار اور حکمت نبویہ کو بروئے کار لاتے ہوئے اس خبر کی تصدیق کرنے کا اہتمام کیا جو آپ تک بنی مصطلق کے بارے میں پہنچ چکی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے بریدہ بن حصیب بن عبداللہ الاسلمی رضی اللہ عنہ کو اس قوم کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ وہ وہاں گئے اور ان کے سردار حارث بن ابی ضرار سے ملے، اس سے باتیں کیں اور ان کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہی حاصل کی۔ وہ وہاں پہنچ کر صورت حال کا جائزہ لے کر اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ واقعی رسول اللہ ﷺ سے بھرپور مقابلہ کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں تاکہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ان کی سرزمین اور گھروں سے نکال دیا جائے اور اس سارے علاقے پر بلا شرکت غیرے ان کا قبضہ ہو جائے۔

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ قوم کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے واپس آئے۔ انکے ارادوں، نیتوں اور برے عزائم کے بارے میں آگاہی حاصل کر کے یہ ساری معلومات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں اور جو انھوں نے پلان تیار کر رکھا تھا رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دے دی اور ان کا ظاہر و باطن کھول کر آپ کی خدمت میں رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ اطلاع پا کر اپنے صحابہ کو بلایا اور سات سو جنگجو افراد پر مشتمل لشکر تیار کیا اور اس لشکر کو اپنی قیادت میں لے کر جلدی سے قبیلہ بنو مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ اس جنگی سفر میں آپ کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کو لشکر اسلام کی پیش قدمی کی اطلاع ہوئی تو وہ یہ دیکھ کر گھبرا گیا کہ میرا لشکر تو مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے، اب کیا بنے گا۔ اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور وہ اتنا خوف زدہ ہوا کہ اس کے شانے خوف و ہراس سے کپکپانے لگے۔ اضطراب، بے چینی اور پریشانی نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس کا لشکر بھی گھبرا گیا۔ دوسرے قبائل بھی اس سردار کو اس کی قوم کے ساتھ چھوڑ کر تتر بتر ہو گئے کہ یہ جانیں اور ان کا کام۔ اس کی قوم بھی خوف و ہراس میں مبتلا تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کی قیادت کرتے مریسیع مقام تک پہنچ چکے تھے اور وہاں پہنچ کر آپ خیمہ زن ہو

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا ازدواجی خاکہ

(غزوہ مریسیع میں قتل ہو گیا)

مسافع بن صفوان

پہلا خاوند

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنو مصطلق سے تھیں۔
آپ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ رکھا۔
سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی وہ غزوہ مریسیع میں قتل ہوا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

گئے۔ دونوں طرف کے جنگجو لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بنو مصطلق میں یہ اعلان کر دیں کہ اگر تم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو، اللہ کے معبود حقیقی ہونے کا اعتراف کر لو تو تمھاری جانیں اور مال محفوظ ہو جائیں گے۔ [1]

لیکن بنو مصطلق پر شیطان سوار تھا اور وہ شیطانی غرور و تکبر میں مبتلا تھے، انھوں نے حق کی دعوت، نور حقیقت اور اسلام کی سر بلندی کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا اور لڑائی کا آغاز کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص نے مسلمانوں پر تیر پھینکا اور لڑائی کی ڈور کو آگ لگا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے صورت حال کا جائزہ لے کر مجاہدین اسلام کو یہ حکم دیا کہ دشمن پر یکبارگی حملہ کر دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان اپنے دشمن پر چھا گئے، سب کو اپنے قابو میں کر لیا اور دشمن کے دس افراد تہہ تیغ ہو گئے۔

جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا خاوند ان دس افراد میں شامل تھا جنہیں مسلمانوں کی تلواروں نے چھلنی کر دیا تھا۔ باقی سب گرفتار کر لیے گئے اور وہ تقریباً سات سو افراد تھے۔ ان کی خواتین اور اولاد کو بھی قیدی بنا لیا گیا، ان کے چوپائے اور بکریاں ہانک کر آگے لگا لی گئیں۔ [2] اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو سرفرازی عطا کی اور اس معرکے میں فتح و نصرت سے نوازا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اور غلبہ پانے والوں کی مدد

جب غزوہ بنی مصطلق لشکر اسلام کی فتح و کامرانی پر اختتام پذیر ہوا تو رسول اللہ ﷺ کامیاب و کامران ہو کر مدینہ منورہ کی طرف لوٹے۔ دشمن کے قیدی، مال غنیمت، عورتیں اور بچے لشکر اسلام کے آگے آگے تھے۔ وافر مقدار میں حاصل ہونے والے مال غنیمت سے لشکر اسلام کے تمام شرکاء دلی طور پر بڑے خوش تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اللہ نے ان کو غنی کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سات سو سے زیادہ افراد

---

[1] انساب الاشراف (۱/ ۳۴۱)

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوة بنی المصطلق رقم الحدیث (۴۱۳۸)، صحیح مسلم کتاب النکاح باب حکم العزل (۴۱۳۸)، دلائل النبوة للبیهقی (۴/ ۴۸)، تاریخ الاسلام للذهبی (المغازی ص ۲۵۸، ۲۶۰)، سیرة الحلبیة (۲/ ۵۸۴، ۵۸۵)۔

قیدی تھے اور ان قیدیوں میں عورتیں اور بچے بھی تھی اور یہ افراد تقریباً دو سو گھروں کے باسی تھے۔ نیز دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار کے لگ بھگ بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں۔

مجاہدین کے درمیان مال غنیمت، عورتیں اور بچے تقسیم کیے گئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی دانشمند اور سلیقہ شعار بیٹی جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی تھی جو کہ ابھی نوعمر تھیں۔ یہ ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ انھوں نے ۹ اوقیہ سونا لے کر انھیں آزاد کرنے کا معاہدہ کرلیا۔

سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا جب گرفتار ہوئیں تو بالکل نوخیز اور نوعمر تھیں، لیکن اللہ نے انھیں عقل، عمدہ اخلاق، فکر سلیم، معاملہ فہمی، فصاحت و بلاغت اور موقع محل کے مطابق بات کرنے کا بہترین سلیقہ عطا کر رکھا تھا اور وہ ایسے دل پذیر انداز میں بات کہتیں کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔

وہ اعلیٰ خاندانی نسبت کی بنا پر اپنی غلامی پر خوش نہیں رہ سکتی تھیں۔ انھوں نے آزادی کے لیے سوچا اور باعزت گھرانے میں زندگی بسر کرنے کی ٹھانی۔ ایسے گھر میں رہنے کے لیے سوچا جس پر عزت، عظمت اور سرفرازی کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے لیے رضا مند ہوگئیں حالانکہ آزادی کے لیے جو رقم ادا کرنی تھی وہ بہت زیادہ تھی۔ وہ اپنی ذہانت و فطانت کی بنا پر بلندیوں کی طرف دیکھ رہی تھیں اور اعلیٰ اوصاف کو اپنانے کے درپے تھیں تاکہ عظمت کے بلند مقام پر فائز ہوسکیں۔ وہ بڑے حوصلے والی خاتون تھیں۔ انھوں نے اپنے خاندانی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ان کٹھن دنوں میں یہ کوشش کی کہ سید کائنات سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت قائم ہوسکے اور اس طرح یہ ام المومنین کے بلند مقام پر فائز ہوسکتی ہیں اور اس سے اعلیٰ، ارفع اور عزت والا مرتبہ بھلا اور کیا ہوسکتا ہے؟

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا خواتین اہل بیت کی سنہری لڑی میں کیسے منسلک ہوئیں؟ آئیے! اس کا کھوج اگلی سطروں میں لگاتے ہیں۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی سرداری و سربلندی

اللہ تعالیٰ نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا پر اپنا بڑا فضل و کرم کیا تھا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی طرف دیکھا اور تعریف کے انداز میں فرمایا:

((كَانَتْ حُلْوَةً مَلَّاحَةً))

''کہ وہ بڑی خوش منظر اور حسین و جمیل ہیں۔''

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے حسن و جمال نے انھیں خواتین میں ممتاز مقام پر فائز کر دیا تھا۔ ان کی سوچ کی پرواز بڑی بلند تھی اور اونچے مقام پر فائز ہونے کی امید لگائے ہوئے تھیں۔ ان کی خداداد فراست اور اعلیٰ درجے کی تربیت کا تقاضا بھی یہی تھا۔

ان کی نفسیاتی برتری، تصوراتی رفعت اور امیدوں کی سر بلندی نے انھیں سوچنے پر مجبور کیا کہ اپنی آزادی کے لیے بھاری قیمت کی ادائیگی کے لیے خیر البشر، مکارم اخلاق کی بلندیوں پر فائز سید کائنات سے رابطہ کیا جائے تاکہ وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کے لیے غلامی کے چنگل سے نکلنے میں مدد فراہم کریں۔

یہ سوچ کر جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں جنھوں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ان کی قوم کو شکست سے دو چار کیا تھا اور ان کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا تھا۔ یہ کل ہی کی تو بات تھی۔ وہ بھی قوم کے دیگر قیدیوں کے ساتھ تھیں، البتہ یہ قوم کے سردار کی بیٹی تھیں اور یہ مسلمانوں میں سے بڑے بلند مرتبہ فصیح و بلیغ اور انصار کے مشہور و معروف خطیب ثابت بن قیس الانصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں۔ جب کبھی دشمن کے مدمقابل میں خطابت کے جوہر دکھلانے کا وقت آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سامنے لاتے اور یہ اپنے زور خطابت سے محفل میں چھا جاتے تھے لیکن سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی طبعی برتری کی وجہ سے غلامی کی ذلت و رسوائی کو برداشت نہ کر سکتی تھیں۔ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی آزادی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد حاصل کرنے آ کھڑی ہوئیں اور ادب و احترام سے کہنے لگیں: یارسول اللہ! میں ایک مسلمان عورت ہوں، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں اپنی قوم کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں اور میری صورت حال آپ پر واضح ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ انھوں نے یوں کہا: میں جس مصیبت میں گرفتار ہوں آپ سے مخفی نہیں۔ میں ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی ہوں، انھوں نے مجھ سے آزاد کرنے کے لیے جو معاہدہ کیا وہ قیمت بہت زیادہ ہے جو میں ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتی۔ سونے کے نو اوقیے میں کہاں سے ادا کروں گی؟ اور میں غلام بھی نہیں رہنا چاہتی۔ آپ

کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ میری مدد کیجیے۔ ①

آپ ذرا ان لمحات کو اپنے تصور میں لائیے کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی کی امید دل میں بسائے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور وہ یہ سمجھتی ہیں کہ آپ ہی ان کو آزاد کرانے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں اور آپ ہی سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ آزادی کی نعمت دلا سکیں، لیکن یہ بات کون جانتا تھا کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تعاون کے لیے پیش ہونا انھیں کن بلندیوں پر پہنچا دے گا؟ کس طرح ان کے نصیب جاگ اٹھیں گے اور وہ ام المومنین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جائیں گی اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آ جائیں گی۔ یہ کون جانتا تھا کہ انھیں یہ بلند مقام مل جائے گا؟ یہ صرف اللہ علیم وخبیر ہی جانتا تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو تخلیق ارض وسماء سے پہلے ہی جانتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مؤمن مسلمان عورت کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت الفردوس میں لے جائیں گے، بلاشبہ یہ جنت میں سب سے زیادہ بلند مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ انھیں غلامی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر آزادی کی روشن بلندیوں پر پہنچا دیں گے اور پھر وہاں انھیں سرداری، سرفرازی اور سربلندی نصیب ہو گی اور یہ خاتون سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات بن جائے گی، اس طرح انھیں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہو جائے گا اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہما کی بھی یہ ماں کہلائے گی۔

اس سے بھی بھلا بلند مرتبہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ انھیں خواتین عالم کی سردار بننے کا اعزاز حاصل ہو اور انھوں نے ان ازواج مطہرات کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات نے اس خاتون کی کایا پلٹ دی۔ ہوا یوں کہ جب جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی آزادی کے لیے مدد کی درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر اس سے بہتر کی تم کو پیش کش کی جائے تو کیا خیال ہے؟ انھوں نے پرامید لہجے اور روشن ضمیر طرز ادا اپناتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کیا؟

---

① الاصابۃ (۴/ ۲۵۷)، السمط الثمین (ص ۱۳۴، ۱۳۵)، تاریخ الطبری (۲/ ۱۱۱)، الکامل (۲/ ۱۹۲)، المغازی (۱/ ۴۱۰)۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: میں معاہدے کی رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیتا ہوں۔ [1] اللہ اکبر! آسمان غیب سے رحمت کی یہ موسلا دھار بارش اچانک آ ٹپکی تا کہ وہ اس دل کو ترو تازہ کر دے جو تھوڑی دیر پہلے غلامی کی آگ میں جل رہا تھا۔

اللہ اکبر! یہ سن کر جویریہ رضی اللہ عنہا کے احساسات و جذبات میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ وہ سوچنے لگیں کہ ایک ہی جست میں اتنی بلندی، اتنی سرفرازی، اتنی اڑان؟ میری خوش قسمتی کے کیا کہنے! اس سے بڑھ کر اور کیا سر بلندی ہو سکتی ہے؟ کہ رسول اللہ ﷺ معاہدے کی رقم ادا کر کے مجھے اپنے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کر لیں۔ آہا میں کتنی خوش نصیب ہوں، مجھے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ وہ تو آزادی کی طلب لے کر حاضر خدمت ہوئی تھیں لیکن اس کی جھولی میں دنیا و آخرت کی دولت ڈال دی گئی۔

جویریہ رضی اللہ عنہا جب نبی کریم ﷺ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ کے فرمودات کو ہمہ تن گوش سن رہی تھیں تو دل میں بے پناہ اطمینان وسکون تھا، روح میں روشنی اتری ہوئی تھی اور وہ اپنی خداداد بصیرت سے اپنے روشن مستقبل کو دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے بڑے ہی باوقار اور پرسکون انداز میں رسول اللہ ﷺ کی پیش کش کا جواب دیتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں راضی ہوں، مجھے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اے اللہ کے رسول! میں آپ کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کی برکت

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا ام المومنین اور سید الاولین و الآخرین ﷺ کی زوجہ محترمہ بن کر خانہ نبوی کے آنگن میں داخل ہوئیں۔ یہ ایک بڑی خبر مسلمانوں کے کانوں میں پڑی تو ہر گھر اور محفل میں یہی بات ہونے لگی۔ اس نئے واقعہ نے آفاق کو روشن کر دیا۔ ہر طرف اس کی روشنی یوں پھیلی جیسے آسمان پر بجلی چمکتی ہے تو آفاق جگمگا اٹھتے ہیں۔

وہ مسلمان جن کو محمدی تربیت نے خالص کر دیا تھا اور قرآنی آیات نے انھیں مہذب بنا دیا تھا، وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی انھوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ سب قیدی تو اسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس قوم سے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ چونکہ اب وہ ام المومنین کے

[1] تاریخ الاسلام (المغازی ص۲۶۳)، انساب الاشراف (۱/ ۴۴۱)، مغازی للواقدی (۱/ ۴۱۰)۔

درجے پر فائز ہو چکی ہیں لہٰذا ان کی قوم کے کسی فرد کو غلام یا کنیز کی صورت میں اپنے پاس رکھنا اخلاقاً درست نہیں ہے۔ اس لیے تمام افرادِ قوم کو آزاد کر دیا گیا۔ ①

جب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خوشگوار منظر دیکھا تو گفتگو کرتے ہوئے فرمانے لگیں: ذرا ہر زاویئے اور ہر پہلو سے ان خوشگوار لمحات کا تصور کیجیے کہ انھوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بڑے مختصر الفاظ میں یہ کہا کہ ہم نے اپنی قوم کے لیے خیر و برکت کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کسی خاتون کو نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ! اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سو گھر کے افراد کو آزادی کی نعمت سے سرفراز فرما دیا۔ ②

جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصلی نام برہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ان کا نام جویریہ رکھ دیا۔ آپ کو یہ بات اچھی نہ لگتی تھی کہ یہ کہا جائے کہ برہ (نیکی) کے پاس سے نکل کر گئے ہیں۔ ③

الاستیعاب میں ابوعمر قرطبی ابوعبیدہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی ۵ ھ میں کی تھی۔ الاستیعاب میں ابوعمر القرطبی ہی فرماتے ہیں کہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ان کا نام جویریہ رکھ دیا۔ ④ اسی طرح ام المومنین زینب بنت جحش، ام المومنین میمونہ اور زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک کا نام برہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام بدل کر مندرجہ بالا نام رکھے۔ ⑤

جویریہ رضی اللہ عنہا اور ربانی انعام کا جھونکا

دلائل النبوۃ میں امام بیہقی رحمہ اللہ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۶)، البداية والنهاية (۴/ ۱۵۹)، زاد المعاد (۳/ ۱۱۳)، شرح المواهب اللدنية (۲/ ۹۵، ۱۰۲)۔

② سنن ابوداؤد كتاب العتق باب في بيع المكاتب، ح (۳۹۳۱)، مسند احمد (۶/ ۲۷۷) مستدرك حاكم (۴/ ۲۶، ۲۷)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۶، ۱۱۷)، المغازی للواقدی (۱/ ۴۱۱)، السيرة النبوية (ص۱۳۵)، الكامل (۲/ ۱۹۲)، المواهب اللدنية (۲/ ۹۱)

③ صحيح مسلم كتاب الادب باب استحباب رقم الحديث (۲۱۴۰)، مسند احمد (۶/ ۴۲۹، ۴۳۰)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۸)، ازواج النبی للصالحی (ص۲۰۷)، المجتبى (ص۹۵)، السمط الثمين (ص۱۳۶)، السيرة الحلبية (۲/ ۵۸۶)۔

④ الاستيعاب (۴/ ۲۵۳)، المغازی (۱/ ۴۱۲)۔ ⑤ السمط الثمين (ص۱۳۶)۔

((عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ جُوَیْرِیَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: رَأَیْتُ قَبْلَ قُدُومِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِثَلاثِ لَیَالٍ: کَاَنَّ الْقَمَرَ یَسِیْرُ مِنْ یَثْرِبَ حَتّٰی وَقَعَ فِیْ حِجْرِیْ فَکَرِهْتُ اَنْ اُخْبِرَ اَحَدًا فَلَمَّا سُبِیْنَا رَجَوْتُ الرُّؤْیَا فَاَعْتَقَنِیْ وَتَزَوَّجَنِیْ)) ①

''ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تین راتیں پہلے خواب میں دیکھا گویا کہ چاند یثرب کی جانب سے چلا آ رہا ہے اور میری گود میں آ کر گر گیا ہے۔ میں نے کسی کو بتانا ناپسند کیا۔ جب ہمیں گرفتار کر لیا گیا تو میں نے خواب کی تعبیر کی امید لگائی اور واقعی آپ نے مجھے آزاد کیا اور مجھ سے شادی کر لی۔''

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوئی تو وہ ابھی عنفوان شباب ہی میں تھیں۔ وہ فرماتی ہیں:

((تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَا بِنْتُ عِشْرِیْنَ سَنَةً)) ②

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھ سے شادی کی، اس وقت میں بیس سال کی تھی۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

((وَکَانَتْ جُوَیْرِیَةُ رضی اللہ عنہا مِنْ اَجْمَلِ النِّسَاءِ))

''سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ حسین وجمیل عورتوں میں سے تھیں۔''

میرا خیال ہے کہ انعام الٰہی کے جھونکے نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو بلند مقام پر پہنچا دیا اور وہ امہات المومنین کے مرتبے کو پہنچیں۔ ③ اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش اور عمدہ فکر ونظر کا وافر حصہ عطا کر کے عزت کے مقام پر فائز کیا۔ ایمان ان کے دل میں پیوست ہو گیا جس نے ان کے ضمیر کو پرسکون بنا دیا اور وہ اپنی بلند فکری کی وجہ سے بلندیوں کی طرف محو پرواز ہوئیں۔ انھوں نے اپنی فکری سر بلندی کی بنا پر کم تر اور معمولی نوعیت کے معاملات میں کبھی کوئی دلچسپی نہ

---

① دلائل النبوۃ (۴/ ۵۰)، مستدرک حاکم (۴/ ۲۷)، مغازی الواقدی (۱/ ۴۱۱، ۴۱۲)، البدایۃ والنہایۃ (۴/ ۱۵۹)، حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۳۲۵)، السیرۃ الحلبیۃ (۲/ ۵۹۴)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۳)، المواهب اللدنیۃ (۲/ ۹۱)۔

③ سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۱)۔

لی بلکہ ان کی نگاہ بلندیوں کی طرف ہی جھانکتی رہی اور یہی حقیقی سرداری کی علامت ہوتی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں جبکہ وہ ہر دلعزیز شہزادی تھیں گھر میں قیمتی عالی شان قالین بچھے ہوئے تھے، اونچے اور اعلیٰ قسم کے پلنگ آویزاں تھے، طرح طرح کے تازہ ترین مزیدار ماکولات و مشروبات کا اہتمام تھا اور ہنستی مسکراتی ہوئی سہیلیوں کا ہر وقت جمگھٹا لگا رہتا جن کی کلکاریوں کی وجہ سے گھر کا آنگن کشت زعفران بنا رہتا۔ ہر قسم کے غم و اندوہ سے آزاد، بے فکری کی زندگی میں کسی قسم کے کام کے لیے جسم کے کسی حصے کو کبھی حرکت دینے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔ کنیزیں اور خادمائیں اتنی کہ اشارہ ابرو کی ہر دم منتظر رہتیں۔

اس نئے دور کے آغاز میں انھوں نے اپنی سابقہ تمام تر عیش و عشرت کو یکسر بھلا دیا تھا۔ اب انھیں اپنا پچھلا دور یوں دکھائی دیتا جیسے آسمان پر بادل آیا اور چلا گیا۔ انھوں نے اپنی خداداد بصیرت اور فہم و فراست سے اخروی زندگی میں ملنے والی نعمتوں کو بھانپ لیا تھا اور اس وجہ سے وہ دنیا کی رعنائیوں کو ترک کر کے ام المومنین کا مقام حاصل کر کے عزت و عظمت، سر بلندی اور سرفرازی کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو گئی تھیں۔

اس صورت میں انھیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے انوکھا انعام ملا۔ ورنہ جویریہ رضی اللہ عنہا جیسی ایک نوخیز اور نوعمر شہزادی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اس بالی عمر میں دنیوی عیش و عشرت کو یکسر فراموش کر سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل و کرم ہوا اور پردہ غیب سے ان کی مدد ہوئی، ان کے ذہن نے یکدم پلٹا کھایا اور وہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اپنی آزادی کے حصول کی خاطر سید المرسلین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان تاریخی لمحات کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ واقعی وہ رقت آمیز اور دلآویز لمحات تھے، جویریہ رضی اللہ عنہا نے جو انداز اپنایا اور جو لب و لہجہ اختیار کیا۔ وہ واقعی بڑا دل گیر تھا۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ یہی دلربا اسلوب اپناتی، فرماتی ہیں وہ دیکھنے میں بھی بڑی خوش منظر اور حسین و جمیل تھیں۔ جو بھی ان کی طرف دیکھتا تو وہ ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر دم بخود رہ جاتا۔

ان کے حسن و جمال نے صدیقہ کائنات حبیبہ سید المرسلین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں ایک طوفان بپا کر دیا لیکن یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا خاص انعام تھا کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین کا اعلیٰ مقام حاصل کرنا تھا اور اس عظیم ترین گھر کے آنگن میں

دیگر ازواج مطہرات کی فہرست میں شامل ہونا تھا۔ اس موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صدق و صفا پر مبنی نہایت دلآویز باتیں کیں۔ بھلا اخلاص اور ایمان بھری باتیں وہ کیوں نہ کرتیں؟ جبکہ ان کی تعلیم و تربیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ہوئی تھی۔

جب جویریہ رضی اللہ عنہا ان کے حجرے کے دروازے پر آ کر کھڑی ہوئیں تو انھیں دیکھ کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احساسات میں جو طوفان بپا ہوا اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَیْتُهَا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ فَکَرِهْتُهَا وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَیَرٰی مِنْهَا ﷺ مَا رَاَیْتُ اَیْ مِنْ مَلَاحَتِهَا))

''اللہ کی قسم! جب میں نے انھیں اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا تو میں نے انھیں ناپسند کیا اور میں نے جان لیا کہ جو حسن و جمال میں نے دیکھا اس پری پیکر کو عنقریب رسول اللہ ﷺ بھی دیکھیں گے۔''

لیکن تقدیر اپنا فیصلہ دے چکی تھی۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ام المومنین کے بلند مقام پر فائز ہونا تھا۔ تقدیر کے فیصلے کو بھلا کون روک سکتا ہے!! انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایسے دلربا اسلوب میں بات کی کہ آپ نے اسے اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کو خوبیاں ہی اتنی عطا کر رکھی تھیں کہ خواتین عالم کی سردار بننا ان کا حق بنتا تھا، سو وہ بن گئیں۔

فرمانبردار اور ذکر الٰہی کی خوگر

خانہ نبوی میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو عبادت، تقویٰ اور حسن معاشرت کے حوالے سے درست اور صحیح بنیادوں پر آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو ایسا سرور حاصل ہوا جس کی ہر کوئی تمنا کرتا ہے۔ انھوں نے ام المومنین کے قابل رشک مقام پر فائز ہو کر نیکی اور عبادت میں بھرپور حصہ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ کی نہایت ادب و احترام، اخلاص نیت اور بھرپور ہمت سے خوشہ چینی کی اور فضل و شرف کے اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز ہوئیں۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والی، عبادت گزار، فرمانبردار، اطاعت گزار اور صبر و تحمل کی خوگر جلیل القدر خاتون تھیں۔ وہ صبح و شام، دوپہر اور دن ڈھلے غرض کہ ہر دم تسبیحات کہنے میں مصروف رہتیں اور اللہ کی تقدیس بیان کرتی رہتیں۔

ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:
((اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَرَّ عَلَیْهَا وَهِیَ فِیْ مَسْجِدِهَا اَوَّلَ النَّهَارِ، ثُمَّ مَرَّ عَلَیْهَا قَرِیباً مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالَ لَهَا مَا زِلْتِ عَلٰی حَالِكِ))

''نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گزرے اور وہ دن کے شروع میں اپنی مسجد یعنی عبادت والی جگہ میں تھیں، پھر آپ تقریباً دوپہر کو گزرے تو آپ نے فرمایا کہ تو اسی طرح عبادت میں مسلسل مصروف ہے؟''

قَالَتْ: نَعَمْ

انھوں نے کہا: جی ہاں!

قَالَ اَلَا اُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِیْهِنَّ؟

''آپ نے فرمایا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھلاؤں جن کو تو کہے؟''

تو سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ تین بار، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ تین بار، اور سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ تین بار پڑھا کر۔

صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہ روایت منقول ہے:

((عَنْ جُوَیْرِیَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اَتٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتَ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ)) [1]

''جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور آپ نے فرمایا: میں نے تیرے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے ہیں۔ آج جو کچھ تو نے پڑھا اس کے ساتھ ان کلمات کو تولا جائے تو یہ وزن میں بھاری ہو جائیں گے اور وہ چار کلمات یہ ہیں:

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب التسبیح اول النهار وعند النوم رقم الحدیث (۲۷۲۶)، سنن ترمذی کتاب الدعوات عن رسول الله ﷺ رقم الحدیث (۳۵۵۵)، نسائی رقم الحدیث (۱۳۵۲)، سنن ابن ماجه (۳۸۰۸)، مسند احمد (۶/ ۳۲۷، ۴۲۴)، طبقات ابن سعد (۱/ ۱۱۹)۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ))

''اللہ کی پاکیزگی اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر، اس کے دل کی رضا کے برابر، اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔''

علم اور تسبیح کے فضل و شرف سے بڑھ کر کوئی فضل و شرف کیا ہو سکتا ہے؟ جو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو میسر آیا اور اس پر مستزاد یہ کہ انھیں یہ نور ہدایت اور سعادت حاصل ہوئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات بن گئیں اور اس سے بنو مصطلق کی عزت کو بھی چار چاند لگ گئے، کیونکہ جویریہ رضی اللہ عنہا ان کے سردار حارث بن ابی ضرار کی نور چشم تھیں۔ اس رشتے سے انھیں معاشرے میں بلند مقام حاصل ہوا کیونکہ ان کے سردار کی بیٹی ام المومنین کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئی تھی۔

وہ اس اعتبار سے بڑی بابرکت ثابت ہوئیں کہ ان کی وجہ سے ان کی قوم کے افراد کو غلامی سے نجات ملی اور وہ آزادی کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے افراد کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجتماعی طور پر وہ سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس طرح انھیں مجاہدین اسلام کی صفوں میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور وہ سب معسکر نبوی کے تربیت یافتہ شہسوار بن گئے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت، اپنے پیغام کی تبلیغ اور اپنے کلمے کی سربلندی کے لیے چن لیا تھا۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی برکت نے اپنی قوم کے افراد کو جہاد اور علم کے راستے پر لگا دیا۔ انھوں نے علم، شریعت اور جہاد کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے جسے دیکھ کر منافقین غیظ و غضب سے اپنے ہی ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹنے لگے اور یوں منافقین کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق دکھائی دینے لگے۔

حدیث نقل کرنے والی عالمہ فاضلہ

جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کا رخ علم کی طرف پھیر دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی میں نور علم حاصل کر کے ہدایت کا راستہ اپنا کر کامیاب اور سعادت مند لوگوں میں شامل ہو جائے۔

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات بنا کر عظمت و رفعت، سر بلندی اور سرفرازی کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا۔ اس سے بڑھ کر بھی کسی اونچے مقام و مرتبے کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی عقل و دانش اور فہم و فراست میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور ان کا باطن دین کے اسرار و رموز سے منور ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو زندگی میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی عبادت گزاری اور ذکر الٰہی میں مصروفیات کو بنظر استحسان دیکھ رہے تھے اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر الٰہی اور تحمید و تقدیس میں مصروف دیکھا کرتی تھیں اور وہ بڑے قریب سے اس بات کا مشاہدہ کرتی تھیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرتے رہتے ہیں، نیز آپ کے فرمودات کو بڑے غور سے سنتی تھیں جو شرعی احکام کی تشریح پر مشتمل ہوتے تھے۔ وہ ان احکامات کو سن کر زبانی یاد کر لیا کرتی تھیں۔

انھوں نے اپنی ازدواجی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو قریب سے دیکھا اور آپ کے اندرونی اور بیرونی معاملات میں دل نشین طرز عمل کو قریب سے دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ وہ سب کیفیات کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا کرتی تھیں پھر اس دور میں صحابہ کرام کا یہ طرز عمل تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو روایت کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ جہاں سے بھی ان کو فرمان رسول ملتا اسے لینے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے، اس اعتبار سے انھوں نے ہر کسی کے باب علم پر دستک دینے کی سعادت حاصل کی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی فرامین حاصل کرتے اور بالواسطہ بھی یہ اعزاز حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امہات المومنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بھی شرعی احکام اور اسرار شریعت کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اس اعتبار سے ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ نہایت ذہین و فطین عالمہ فاضلہ جو کچھ آپ سے سنتیں اسے فوراً زبانی یاد کر لیتی تھیں، پھر جو علم حاصل کر لیتیں اس پر عمل پیرا بھی ہوتیں۔ وہ بڑی تقویٰ شعار، صاف دل، پرہیز گار، سمجھدار، عبادت گزار، روشن دل، بیدار مغز اور پاکیزہ روح خاتون تھیں۔

وہ اللہ اور اس کے رسول سے دلی محبت کرتی تھیں اور تمام لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھتی تھیں۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں اور پھر ان سے

بڑے بڑے عالم احادیث بیان کرتے ہیں تاکہ معاشرے میں فرامین رسول علیہ السلام کا عام چرچا ہو اور مسلم معاشرہ علم وعمل، دعوت اور ہدایت کے راستے پر گامزن ہو۔ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے صحابہ کرام میں سے سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے دیگر جلیل القدر شخصیات میں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے طفیل، عبید بن سباق، مجاہد، ابوایوب یحییٰ بن مالک ازدی اور دیگر بہت سے جلیل القدر علماء رحمہم اللہ نے روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ①

ام المومنین سے سات احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری شریف میں اور دو احادیث مسلم شریف میں مذکور ہیں ② اور اصحاب سنن نے چار احادیث اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

بخاری شریف میں جو حدیث مروی ہے اسے قتادہ نے ابوایوب سے اور انھوں نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ حدیث کا متن کچھ یوں ہے:

((عَنْ جُوَيرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: أَصُمْتِ أَمْسِ قَالَتْ لاَ قَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِیْ غَدًا؟ قَالَتْ لَا قَالَ فَأَفْطِرِیْ)) ③

''جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جمعہ کے دن تشریف لائے۔ انھوں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے کل روزہ رکھا تھا؟ انھوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تو کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تو پھر آج بھی روزہ افطار کر دے۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۱)، الاصابۃ (۴/ ۲۵۷)۔

② الاحادیث فی صحیح مسلم رقم الحدیث (۱۰۷۳)، (۲۷۲۶)۔

③ صحیح البخاری کتاب الصوم باب صوم یوم لاجمعة رقم الحدیث (۱۹۸۶)، سنن ابوداؤد کتاب الصوم باب الرخصة فی ذلك، رقم الحدیث (۲۴۲۲)، مسند احمد (۶/ ۴۳۰)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۹)، الاصابۃ (۴/ ۲۵۷)، زاد المعاد (۱/ ۴۱۸)۔

کو ناپسند کرتے تھے۔صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔
اسی لیے صحاح اور سنن کی کتابوں میں جابر بن عبداللہ، ابوہریرہ، جویریہ رضی اللہ عنہم کی مذکورہ حدیث اور عبداللہ بن عمرو اور جنادہ ازدی رضی اللہ عنہما سے اس سے ملتی جلتی روایات مذکور ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مخصوص طور پر صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا شرعاً درست نہیں ہے۔ ①

یہ بات بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ کر پانی پیا۔ آپ صحابہ کرام کو بتانا چاہتے تھے کہ یہ جمعہ کا دن ہے صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ عید کا دن ہے۔ مسند امام احمد میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمُ الْجُمُعَةِ یَوْمُ عِیْدٍ فَلَا تَجْعَلُوْا یَوْمَ عِیْدِكُمْ یَوْمَ صِیَامِكُمْ اِلَّا اَنْ تَصُوْمُوْا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ)) ②

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کو عید کا دن قرار دیتے ہوئے کہا کہ تم اپنے عید کے دن کو روزے کا دن نہ بناؤ، الا یہ کہ تم اس سے پہلے یا اس کے بعد روزہ رکھو۔''

بخاری شریف کے علاوہ حدیث کی چھ کتابوں میں وہ حدیث مذکور ہے جو گزشتہ صفحات میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے ضمن میں نقل ہوئی ہے اسے دوبارہ یہاں ذکر کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں اور اس حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

((عَنْ جُوَیْرِیَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَهِیَ جَالِسَةٌ فَقَالَ مَازِلْتِ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُكِ عَلَیْهَا۔قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ

---

① بخاری کتاب الصوم باب صوم یوم الجمعة رقم الحدیث (۱۹۸۴)، مسلم کتاب الصوم باب کراهة صیام یوم الجمعة ح: (۱۱۴۴)، ابوداؤد رقم الحدیث (۲۴۲۰)، سنن ابن ماجه ح: (۱۷۲۴)، ترمذی ح: (۷۴۳)، ابن حبان رقم الحدیث (۹۵۷)۔

② صحیح البخاری کتاب الصوم باب صوم یوم الجمعة رقم الحدیث (۱۹۸۵)، مسلم کتاب الصیام باب کراهة صیام یوم الجمعة رقم الحدیث (۱۱۴۴)، ترمذی رقم الحدیث (۷۴۳)، ابوداؤد رقم الحدیث (۲۴۲۰)، ابن ماجه (۱۷۲۳)، مسند احمد (۲/ ۳۰۳)، ابن خزیمة رقم الحدیث (۲۱۶۱)، مجمع الزوائد (۳/ ۱۹۹)۔

اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ)) ①

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ))

''ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گئے پھر چاشت کے بعد واپس آئے تو وہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: تو اسی حالت میں بیٹھی ہوئی ہے جس میں تجھے چھوڑ کر گیا تھا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے تیرے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے ہیں، اگر ان کا ان کلمات سے موازنہ کیا جائے جو تو نے اس دوران میں کہے ہیں تو وہ بھاری نکلیں گے اور وہ کلمات یہ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ))

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ))

نسائی نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے:

((وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَذٰلِكَ))

''یعنی اسی طرح ہی (الحمد للہ) اللہ کی تعریف ہے۔''

ایک روایت میں الفاظ کچھ یوں مذکور ہیں:

---

① صحيح مسلم كتاب الذكر و الدعاء باب التسبيح اول النهار وعند النوم رقم الحديث (٢٧٢٦)، سنن ترمذى كتاب الدعوات عن رسول الله ﷺ رقم الحديث (٣٥٥٥)، نسائى رقم الحديث (١٣٥٢)، سنن ابن ماجه رقم الحديث (٣٨٠٨)، مسند احمد (٦/ ٣٢٧، ٣٢٤)، طبقات ابن سعد (١/ ١٩٩)۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ)) [1]

''اللہ کی تسبیح وتحمید، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ سب سے بڑا ہے (ان سب کا ہم اقرار کرتے ہیں) اللہ کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کے نفس کی رضا مندی کے برابر اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔''

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت کا اعزاز حاصل کیا وہاں اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے آپ کے ساتھ مل کر جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

طبقات ابن سعد میں عبداللہ بن ابی فروہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن عرج سے سنا، وہ مدینہ منورہ میں اپنی ایک مجلس میں فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر مال غنیمت میں سے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو ساٹھ وسق کھجور اور بیس وسق جو دیے۔ [2]

ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے ساتھ

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا نے خلافت راشدہ کے دور میں بڑی خوشحالی کی زندگی بسر کی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امہات المومنین الطاہرات کا خاص خیال رکھتے تھے اور انھیں برابر بیت المال سے وظیفہ دیا کرتے تھے۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر فروکش ہوئے اور بیت المال میں دولت کی فراوانی ہو گئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے لیے بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا لیکن صفیہ بنت حیی اور جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہما کے لیے چھ چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ دونوں نے وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ہجرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیگر ازواج مطہرات کے لیے بارہ بارہ ہزار درہم اور آپ دونوں کے لیے چھ چھ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا ہے۔ دونوں نے کہا: نہیں! ہجرت کی بات نہیں، آپ نے انھیں زیادہ مقام ومرتبے کی وجہ سے دوگنا وظیفہ دیا ہے حالانکہ ہمارا مقام ومرتبہ بھی اتنا ہے جتنا دیگر ازواج مطہرات کا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب سے برابر سلوک کرتے تھے سیدہ

---

[1] دیکھیے حوالہ سابق۔ [2] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۱۹، ۱۲۰)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب کا وظیفہ برابر کر دیا۔ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا خلافت راشدہ کے دور میں اور اموی دور کے آغاز میں احترام اور توقیر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

پروردگار سے ملاقات

جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اپنی تمام ازواج مطہرات سے راضی تھے، ان میں سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت خوشگوار زندگی بسر کی۔ ان کی ساری زندگی علم کے پرچار، ذکر الٰہی، دعاء ومناجات اور تسبیح و تقدیس کرنے میں گزری۔ جو اہل علم مدینہ منورہ میں جلوہ افروز تھے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا گاہے گاہے انھیں علم کے فروغ کے لیے تلقین کرتیں۔ وہ بھی علم کے اساطین اور کمال درجے کے راویوں سے کسب فیض کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔اس حوالے سے سب سے بڑھ کر مرجع خلائق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مبارک وجود تھا۔

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر جو فرامین زبانی یاد کیے تھے انھیں لوگوں کے سامنے بیان کیا اور اپنی شادی کی تفصیلات بھی بیان کیں۔ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے خلافت راشدہ کا سارا دور دیکھا یہاں تک کہ ان کی زندگی سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت تک دراز ہوگئی اور انھوں نے ستر سال عمر پائی۔ [1]

۵۰ھ میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ اب اللہ کے حضور پہنچنے کا وقت قریب آ گیا ہے، انھوں نے محسوس کیا کہ بیماری جسم میں پھیلتی جا رہی ہے۔ اسی سال یعنی ۵۰ھ ماہ ربیع الاول میں ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور ان کے جسد خاکی کو جنت البقیع میں ازواج مطہرات اور دخترانِ رسول کی قبروں کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔مروان بن حکم رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی جو اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔

یہ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے چند ایک دل نشین گوشے ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ ان کا تعلق ان خواتین اہل بیت کے ساتھ تھا جنھیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا تھا۔.... اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۰)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۶۳)، المواهب اللدنية (۲/ ۹۱)، ازواج النبی للصالحی (ص۲۱۱)۔

- سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا دانشور، تقویٰ شعار، پیکر اخلاص، عظیم المرتبت، حلیم الطبع، باوقار، جلیل القدر، عبادت گزار اور زہد وتقویٰ سے آراستہ خاتون تھیں۔
- نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تو ایک نبی کی بیٹی (ہارون علیہ السلام کی نسل سے) ہے، تیرا چچا (موسیٰ علیہ السلام) بھی نبی اور تیرا خاوند بھی نبی ہے۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صدق وصفا کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا "وَلِلّٰه اِنَّها لَصَادِقَةٌ" اللہ کی قسم وہ صدق وصفا کی خوگر ہے۔
- وہ علم وعرفان سے محبت کرنے والی ایک جلیل القدر خاتون تھیں اور یہ ان خواتین میں سے ایک تھیں جنہوں نے حدیث کو روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔
- ۵۰ ہجری میں اللہ کو پیاری ہوئیں اور جنت البقیع میں امہات المومنین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سیرت کی ایک دلکش بات

مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں بسنے والے یہودی اسلام کو حسد، بغض، کینہ اور بری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چونکہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ان کی قوم سے نہ تھے اس لیے ان کی نفسیات اور عقل و شعور پر اپنی قومی حمیت کا غلبہ تھا۔ دوسری طرف اسلام کی دعوت ایک صالح دعوت تھی جو مختلف دلوں کو جوڑتی تھی، باہمی دشمنی اور بغض و عناد کی آگ کو بجھاتی تھی، تمام معاملات میں امانت و دیانت کو اختیار کرنے کی دعوت دیتی تھی اور پاکیزہ مال سے حلال کھانے پر آمادہ کرتی تھی۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ عنقریب مدینہ میں آباد تمام قبائل آپس میں ایک دوسرے سے جڑنے والے تھے اور اس وقت یہ ضروری تھا کہ وہ یہودیوں کے پنجہ استبداد سے نکل جائیں اور ان کی تجارتی مساعی پر کاری ضرب لگائی جائے۔ تمام وہ سودی اموال حرام ہو جائیں جن پر ان کی تونگری اور شان و شوکت کا دار و مدار تھا۔ اپنے خبث باطن، روایتی دغابازی اور نفسیاتی چالبازی کی بنا پر جب سے انھیں معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت مدینہ منورہ میں اپنے قدم جما لے گی وہ اسلام کے سخت ترین دشمن بن گئے تھے اور جب سے رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں قدم رکھا تھا دل ہی دل میں تلملا رہے تھے لیکن وہ علانیہ طور پر اس کا اظہار نہیں کر رہے تھے، البتہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ کھل کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے۔

یہودیوں کی اس اندرونی کیفیت کو تو ہماری مہمان خاتون ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا نے طشت ازبام کیا، جن کی خوشنما سیرت کا تذکرہ کرنے کی آج ہم سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ جلیل القدر خاتون پاکیزہ اہل بیت میں سے ایک تھیں، جن کا نام صفیہ ہارونیہ (رضی اللہ عنہا) [1] تھا اور جو اپنے قبیلے کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔

---

[1] مسند احمد (٦/ ٣٣٦)، طبقات ابن سعد (٨/ ١٢٠، ١٢٩)، المعارف (ص١٣٨ 215)، مستدرك حاكم (٤/ ٢٨، ٢٩)، الاستيعاب (٤/ ٣٣٧، ٣٣٩)، جامع الاصول (٩/ ١٤٣)، اسدالغابة (٦/ ١٦٩، ١٧١)، سير اعلام النبلاء (٢/ ٢٣١، ٢٣٨)، مجمع الزوائد (٩/ ٢٥٠)، تهذيب التهذيب (١٢/ ٤٢٩)، الاصابة (٤/ ٣٣٧، ٣٣٩)، ←

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے والد کی بڑی لاڈلی بیٹی تھی۔ میرے چچا ابو یاسر بھی مجھ سے بہت لاڈ پیار کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور قبا میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں قیام پذیر ہوئے تو میرے ابا جان حیی بن اخطب چچا جان ابو یاسر کے ہمراہ وہاں گئے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو وہ واپس تھکے ماندے گھر آئے اور بڑے بوجھل قدموں کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔ دونوں تھکن سے چور تھے اور چہرے پر اداسی تھی، میں دیکھ کر حیران رہ گئی کہ انھیں آج کیا ہوا ہے؟ یہ اتنے اداس اور پریشان کیوں ہیں؟ واللہ! انھوں نے آج میری طرف دیکھا بھی نہیں، حالانکہ پہلے کبھی ایسے نہیں ہوا، غم نے ان کو نڈھال کر رکھا تھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کی بات سنی جو میرے ابا جان حیی بن اخطب سے کہہ رہے تھے: بھائی جان! کیا وہی ہے؟

ابا جان نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! وہی ہے۔

چچا جان نے کہا: کیا آپ اچھی طرح پہچانتے ہیں؟

ابا جان نے کہا: ہاں! بالکل۔

چچا جان نے کہا: اس وقت آپ کے دل میں اس کے بارے میں کیا جذبات ہیں؟

میرے ابا جان نے کہا: اللہ کی قسم! زندگی بھر اس سے دشمنی کرتا رہوں گا۔ [1]

یہ تھی اس کینہ پرور حیی بن اخطب کی دلی کیفیت اور نفسیاتی خوفزدگی۔ اس نے جزیرۃ العرب میں فتنوں کا بیج بویا اور اسی بنیاد پر اس کا کام تمام ہوا، اس نے بنی قریظہ سے مل کر

← کنز العمال (۱۳/ ۶۳۷، ۷۰۴)، شذرات الذهب (۱/ ۲۴۵)، السمط الثمین (ص۱۳۷، ۱۴۲)، صفة الصفوة (۲/ ۵۱)، تاریخ الطبری (۲/ ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۴۰، ۲۱۳)، تاریخ الاسلام للذهبی عهد معاویة رضی اللہ عنہ ص۶۷، ۷۰)، دلائل النبوة للبیهقی (۴/ ۲۲۶، ۲۲۷)، اعلام النساء (۲/ ۳۳۳، ۳۳۶)، حلیة الاولیاء (۲/ ۵۴)، عیون الاثر (۲/ ۳۸۵، ۳۸۷)، مسند ابویعلی (۱۲/ ۴۹۳)، (۱۳/ ۳۳، ۴۱)، تقریب التهذیب (۲/ ۶۰۳)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۱۶۶)، تحفة الاحوذی (۱۰/ ۳۹۱)، زاد المعاد (۱/ ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۲)۔

[1] السیرة النبویة (۱/ ۵۱۸، ۵۱۹)، دلائل النبوة للبیهقی (۲/ ۵۳۳)، دلائل النبوة للاصبهانی (۱/ ۸۹، ۹۰)۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ازدواجی خاکہ

سلّام بن مکشم
پہلا خاوند

کنانہ بن ابی الحُقَیق
دوسرا خاوند

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

تیسرے خاوند
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
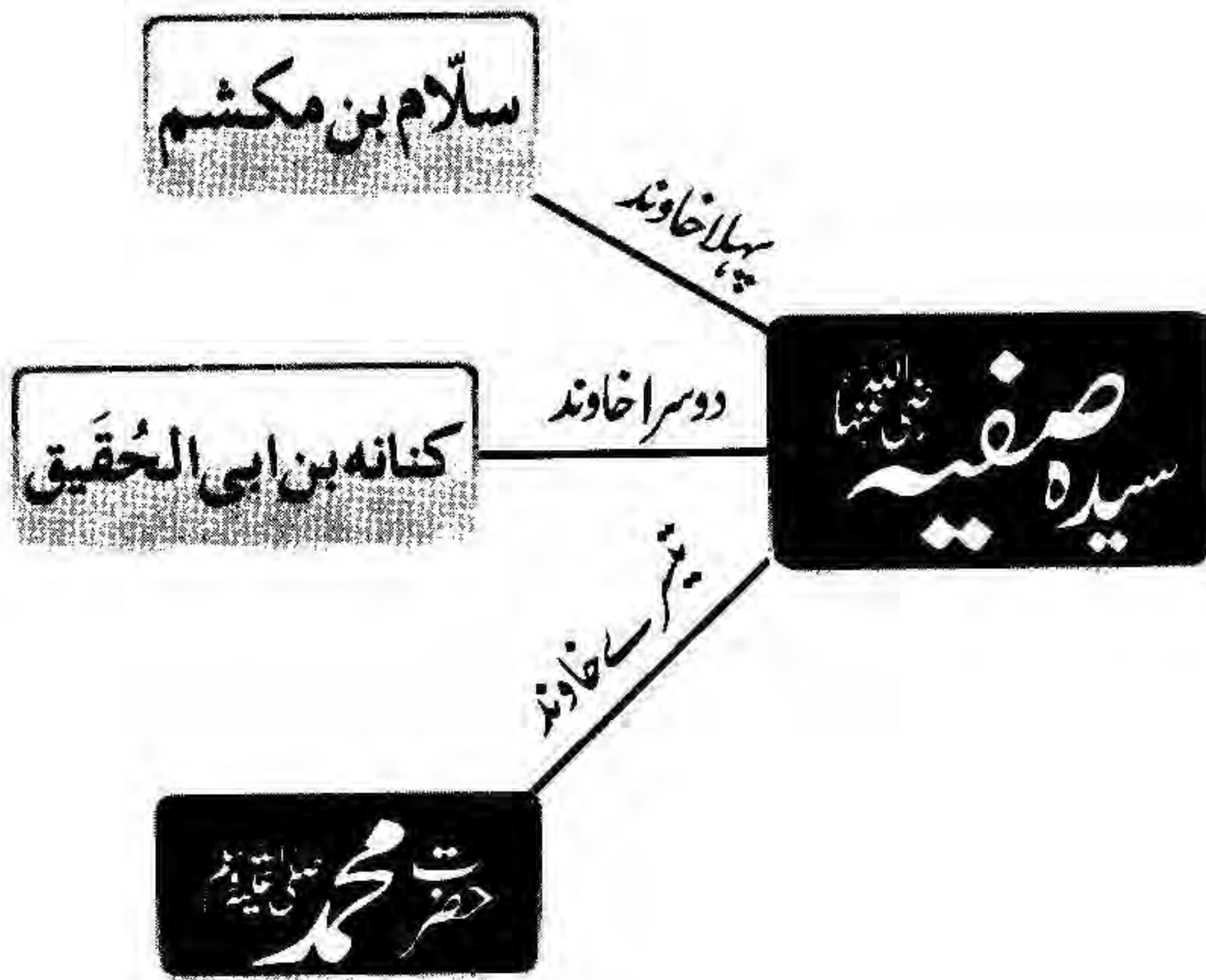
سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا نسب اس طرح ہے:

صفیه بنت حيّ بن اخطب بن سعیه بن ثعلبه بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن نضیر بن النحام بن ناخور...

آپ رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

گھناؤنی سازشوں کا جال بچھایا صفیہ بنت حیی نے اپنے باپ کی بغض و کینہ سے لبریز باتوں کو کان لگا کر سن لیا تھا۔ اس نے ایک ایسے شخص کے خلاف کینہ پروری کا اظہار کیا جو محبت، سلامتی اور فضل و شرف کی دعوت دیتا ہے۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی پیغام رسانی اور دعوت کی مہم میں شفقت اور جرأت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ان کے نہاں خانہ دل میں یہ احساس بھی انگڑائی لے رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی زندگی میں بڑی شان و شوکت ملنے والی ہے۔ کبھی کبھی انھیں یہ خیال بھی آتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر (ام المومنین کے) اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھتا۔ یہ خبر جو ابھی ابھی ہم نے پڑھی ہے جس میں صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ حیی بن اخطب کے سخت ترین کفر کی گواہی دی ہے اور ان یہودیوں کے کفر سے بھی آگاہ کیا ہے جن کے دل مسلمانوں کے خلاف کینے اور حسد سے بھرے پڑے تھے اور وہ بھی ان کے باپ کے ہم نوا تھے، بے وفائی ان کے دلوں میں رچی بسی ہوئی تھی اور وہ ہر توحید پرست کے خلاف عداوت رکھتے تھے۔ یہاں پر اس بات کا تذکرہ بھی نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات لائی جائے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اللہ کے نبی یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی لڑی اور پھر اللہ کے رسول سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی عقلمند خاتون تھیں اور وہ زہد و تقویٰ اور اخلاص کی پیکر تھیں اور وہ ان خواتین میں سے تھیں جو لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، ہمدردی اور درگزر کرنے میں مشہور و معروف تھیں۔ خوش اخلاقی اور خوش فہمی ان کا خوشنما زیور تھا۔

حافظ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

((وَمِنْهُنَّ التَّقِيَّةُ، الزَّاكِيَةُ، ذَاتُ الْعَيْنِ الْبَاكِيَةِ، صَفِيَّةُ الصَّافِيَةُ زَوْجَةُ النَّبِيِّ ﷺ)) [1]

"ان میں سے تقویٰ شعار، پاکیزہ، رونے والی آنکھ کی مالکہ، مخلص صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔"

اب ہم غزوہ خیبر کا مشاہدہ کرتے ہیں جس میں صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا گرفتار ہوئیں اور پھر امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہوئیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خوب اچھی طرح ہر قسم کی

---

[1] حلیة الاولیاء (۲/ ۵۴)۔

آلائش سے پاک کر دیا تھا۔

خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ

یہ ہم جان چکے ہیں کہ یہودی رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف اپنے دلوں میں عداوت رکھتے تھے۔ ان میں خیبر کے یہودی بھی شامل تھے، وہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف کینہ پروری کو اپنے دلوں میں لیے بیٹھے تھے، موقع کی تاک میں رہتے تھے اور کبھی کبھی وہ اسلام پر کاری ضرب لگاتے۔

خیبر ان دنوں سازشوں، دسیسہ کاریوں، ہنگامہ آرائیوں بلکہ ہر قسم کی مشکلات و مصائب کا گڑھ بن چکا تھا۔ جب مسلمان صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ آئے، جبکہ انھیں قریش نے مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور انھیں بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کرنے دیا تھا تو خیبر کے یہودیوں نے یہ سمجھا کہ سیدنا محمد ﷺ نے یہ صلح اپنے ساتھیوں کی کمزوری کی وجہ سے کی ہے۔ یہودیوں نے چاہا کہ یہ موقع بڑا مناسب ہے، اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو مزید کمزور کیا جا سکتا ہے۔ اب وقت ہے کہ مسلمانوں سے لڑائی کی جائے، اس لیے انھوں نے بنوغطفان اور دیگر بدوی قبائل کی طرف پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑائی میں ان کا ساتھ دیں۔

خیبر کے یہودیوں کے بارے میں یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی کہ خیبر اور اس کے گرد و نواح کے یہودی لڑائی کی بھرپور تیاری کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی جنگ کے لیے روانہ ہونے کا اعلان کر دیا جو لوگ صلح حدیبیہ کے سفر میں پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی مال غنیمت کے لالچ میں تیار ہو گئے۔ ان میں منافقین اور کمزور ایمان والے بھی تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم دیا کہ یہ پیغام سب کو سنا دیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝﴾ (الفتح: ۴۸/ ۱۵)

''عنقریب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے جب کہ تم غنیمتیں حاصل کرنے کے لیے جانے لگو کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے دو۔ وہ اللہ کے حکم کو بدلنا چاہتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے کیونکہ اللہ پہلے ہی ایسی بات کہہ چکا ہے۔ پھر وہ کہیں گے کہ یہ بات نہیں بلکہ تم ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو۔ بلکہ یہ لوگ حقیقت کو کم ہی سمجھتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے منافقین اور ان کے چیلوں کا رستہ روکنے کے لیے یہ اعلان کر دیا کہ جو بھی اس سفر میں جانا چاہتا ہے وہ جہاد کی نیت سے چلے اور مال غنیمت کا دل سے خیال نکال دے۔ اس اعلان عام کے بعد آپ کے ہمراہ صرف وہی لوگ روانہ ہوئے جنھوں نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی جنہیں اصحاب شجرہ کہا جاتا ہے اور ان کی تعداد ایک ہزار چار صد تھی، رسول اللہ ﷺ اپنے ان صحابہ کرام کو ماہ محرم ۷ھ کو لے کر روانہ ہوئے۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے جب واپس مدینہ منورہ آئے تو ذوالحجہ اور محرم کے چند دن قیام پذیر رہے پھر آپ خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔

مفسرین اور اہل علم بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے بارے میں اللہ نے یہ وعدہ کیا تھا:

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً﴾ (الفتح: ۴۸/ ۲۰)

اس آیت میں کثیر غنیمتوں سے مراد خیبر ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ منافقین مسلسل یہودی سرداروں سے رابطے میں تھے۔ منافقین کے ناکام سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول نے خیبر کے یہودیوں کو مطلع کر دیا کہ محمد (ﷺ) تمھاری طرف لشکر لے کر آ رہا ہے، اپنی تیاری کر لو، ڈرنے کی کوئی بات نہیں، تمھاری تعداد اور جنگی تیاری بہت بہتر ہے جبکہ لشکر اسلام بہت تھوڑا ہے، وہ خالی ہاتھ ہیں اور ان کے پاس اسلحہ بھی بہت تھوڑا ہے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر چل پڑے تھے۔ لشکر اسلام اب خیبر کی طرف رواں دواں تھا اور انھوں نے خوب اچھی طرح تیاری کی ہوئی تھی۔ لشکر اسلام کے ساتھ خواتین بھی ہوتی تھیں تاکہ زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکیں، جبکہ دشمنان اسلام کی عورتیں لشکر کے ساتھ اس لیے ہوتیں تاکہ وہ جنگجو افراد کو لڑائی کے لیے انگیخت کریں یا لڑنے والوں کے لیے

عیش وعشرت کا ماحول پیدا کریں۔

لشکر اسلام نے سیاہ رنگ کا عقابی جھنڈا اٹھایا ہوا تھا اور یہ جھنڈا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ خیبر کی بستی پر پڑی تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ لشکر حکم سنتے ہی یکدم رک گیا۔

آپ نے اس موقع پر یہ دعا کی:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا اَذْرَیْنَ نَسْئَالُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَةِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّمَا فِیْھَا)) ①

''اے آسمانوں کے پروردگار اور جس پر انھوں نے سایہ کیا! اے پروردگار زمینوں کے اور جو انھوں نے بوجھ اٹھایا! اے شیاطین کے رب اور جسے انھوں نے گمراہ کیا! اے رب ہواؤں کے اور جو انھوں نے اڑایا! ہم تجھ سے اس بستی اور اس کے رہنے والوں کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس بستی کے اور ان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔''

پھر اس کے بعد فرمایا کہ اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو اور پیش قدمی کرو۔ آپ جس بستی کے پاس بھی آتے تو یہ مذکورہ دعا پڑھتے۔

لشکر اسلام نے خیبر کے بالکل قریب جا کر رات کو پڑاؤ کیا اور خیبر کے یہودیوں کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم سے جنگ کرنے کے لیے رات کو سفر کرتے ہوئے بستی کے قریب جا کر پڑاؤ کرتے تو صبح ہونے تک دشمن پر یلغار نہ کرتے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ اندھیرے ہی نماز پڑھا دی اور لشکر اسلام خیبر کی طرف آگے بڑھا۔ خیبر کے باشندے صبح سویرے کھیتی باڑی کے لیے اپنی زمینوں کی طرف زرعی آلات لے کر نکلے، انھیں صورت حال کا کوئی پتہ ہی نہ تھا۔ جب انھوں نے لشکر کو دیکھا تو ہڑبڑا کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم کیا دیکھ رہے ہیں، یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اور

---

① الکامل لابن الاثیر (۲/ ۲۱۷)، السیرۃ النبویة (۲/ ۳۲۹)۔

لشکر اسلام بھی ہمارے سروں پر پہنچ گیا ہے۔ وہ یہ منظر دیکھ کر شہر کی طرف واپس دوڑے، ان کے دل دھڑک رہے تھے، سانس اکھڑے ہوئے تھے، جسم کانپ رہے تھے، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا ہوا تھا، ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے اور وہ خوف زدہ ہو کر اپنے گھروں کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی آواز سے آواز ملا کر ''اللہ اکبر'' کہا، نعرہ تکبیر فضا میں گونجا اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا: خیبر تباہ و برباد ہو گیا، ساتھ ہی کہا کہ جب ہم کسی قوم کے آنگن میں چڑھائی کرتے ہوئے پڑاؤ ڈالتے ہیں تو ان ڈرائے جانے والوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ ①

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اہل خیبر پر غالب کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے تمام قلعے فتح کر لیے۔ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا اور ان کے چچا کی بیٹی کو گرفتار کر لیا گیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دونوں کو گرفتار کر کے لائے، جب وہ یہودیوں کے مقتولین کے پاس سے گزرنے لگے تو صفیہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی بیٹی نے یہ منظر دیکھ کر اپنے چہرے کو پیٹنا شروع کر دیا، سر پر مٹی ڈال لی اور واویلا کرنے لگی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا:

((اَعْزِبُوا عَنِّىْ هٰذِهِ الشَّيْطَانَةَ)) ②

''اس شیطان صفت عورت کو مجھ سے الگ کر دو۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے بلال! کیا تیرے دل سے رحمت اور شفقت نکال دی گئی ہے کہ تم ان دو عورتوں کو مقتولین کے پاس سے گزارتے ہوئے لے جا رہے ہو؟ اور صورت حال یہ تھی کہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا خاوند کنانہ بن ابی الحقیق میدان جنگ میں قتل کر دیا گیا تھا۔

---

① صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر رقم الحدیث (۴۱۹۷)، صحیح مسلم کتاب الجهاد رقم الحدیث (۱۳۶۵)، ترمذی رقم الحدیث (۱۵۵۰)، نسائی رقم الحدیث (۵۴۷)، موطا امام مالك رقم الحدیث (۸۹۱)۔

② اسد الغابة (۶/ ۱۷۰)، دلائل النبوة للبیهقی (۴/ ۲۳۲)، الکامل لابن الاثری (۲/ ۲۲۰، ۲۲۱)، المغازی للواقدی (۲/ ۶۷۴)، تاریخ الطبری (۲/ ۳۷)۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کا اسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھی ان گرفتار شدہ خواتین میں سے ایک کنیز عنایت کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، تم صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) کو لے جاؤ۔ اس نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو اپنے ہمراہ لے لیا تو ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی دحیہ کلبی کو عنایت کر دی حالانکہ اس کی خاندانی وجاہت کی بنا پر مناسب یہ تھا کہ آپ اسے اپنے پاس رکھتے۔ آپ نے فرمایا: دحیہ کلبی سے کہو کہ وہ اسے لے کر میرے پاس آئے۔ وہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم کوئی اور کنیز لے لو۔ دحیہ کلبی رحمہ اللہ حکم سن کر گئے اور صفیہ کے خاوند کنانہ بن ربیع ابی الحقیق کی بہن کو اپنے لیے منتخب کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ ہوتا تھا جس کا نام ''صفی'' تھا یعنی ''منتخب حصہ۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت کا پانچواں حصہ وصول کرنے سے پہلے اس کا انتخاب کرتے اور وہ آپ کی مرضی پر منحصر ہوتا، چاہیں تو اپنے لیے غلام منتخب کر لیں اور چاہیں تو کنیز یا گھوڑا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا۔ [1]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے خاندان سے سو نبی اور سو بادشاہ ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بنا دیا۔

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑھ کر نہ تھے کہ ان کو صفیہ رضی اللہ عنہا دی جاتیں بلکہ ان کے ہم مرتبہ بلکہ افضل صحابہ بھی تھے اور صفیہ رضی اللہ عنہا طبعی نفاست اور حسن و جمال میں تمام گرفتار خواتین میں کسی سے کم نہ تھی، ان جیسی حسین قیدی عورتیں خال خال ہی تھیں۔ اگر انھیں واقعی دحیہ رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص کر دیا جاتا تو لشکر میں دوسرے افراد کے دلوں میں احساس پیدا ہونے کا امکان تھا، اس لیے مصلحت عامہ کا تقاضا یہی تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنے لیے منتخب کرتے اور سب اس پر خوش بھی تھے۔ [2]

---

[1] سنن ابو داؤد کتاب الخراج باب ماجاء فی سهم الصفی رقم الحدیث (۲۹۹۱)۔
[2] السیرة النبویة احمد زینی دحلان (۲/ ۲۱۸)۔

جب خیبر فتح ہو گیا اور لشکر اسلام واپسی کے لیے روانہ ہوا تو ہر فرد بڑا خوش اور اللہ کا شکر گزار تھا کہ اس نے اپنے بندوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا اور وافر مقدار میں مال غنیمت سے نوازا۔ خیبر سے ابھی رسول اللہ ﷺ نے چھ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ آپ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کا ارادہ کیا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔

نبی کریم ﷺ نے بھی اس بات کو دل میں محسوس کیا۔ پھر جب لشکر صہبا مقام پر پہنچا تو آپ نے دوبارہ ارادہ کیا تو صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ابھی تک غم میں مبتلا تھیں، کیونکہ ان کا باپ قریظہ میں قتل ہو گیا تھا اور ان کا خاوند خیبر میں مارا گیا تھا۔ وہ ابھی تک اسی غم و اندوہ سے نڈھال تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے باتوں باتوں میں انھیں ان کی قوم کے کردار سے آگاہ کیا اور انھیں بتایا کہ تیری قوم کے لوگوں کو ان کے کیے کی سزا ملی ہے۔ آپ کی باتوں سے ان کے دل کی گھٹن جاتی رہی۔ جو ان کے دل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت تھی وہ ختم ہو گئی۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو ان کا دل نفرت سے بھرا ہوا تھا لیکن انھوں نے آپ کے حسن اخلاق کو دیکھا تو برملا پکار اٹھیں کہ ساری دنیا سے آپ مجھے زیادہ پیارے محسوس ہونے لگے۔ [1]

نبی کریم ﷺ نے انھیں یہ اطلاع دی کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا ہے، اب تیری مرضی ہے۔ اگر تو خیبر میں اپنے رشتہ داروں کے پاس جانا چاہتی ہے تو تجھے اختیار ہے اور اگر اسلام قبول کرنا چاہتی ہے تو یہ تیری جانب سے حق کی شہادت ہوگی۔ یہ اختیار ملنے کے نادر اور تاریخی موقع پر انھوں نے برملا یہ کہا کہ: میں اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں آزاد کر دیا۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں آزاد کر دیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر قرار دیا۔ [3]

---

[1] مسند ابی یعلی (۱۳/ ۳۳)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۵۲)۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر رقم الحدیث (۴۲۰۰)، صحیح مسلم کتاب النکاح باب فضیلة اعتاقه امته رقم الحدیث (۱۳۶۵)، نسائی رقم الحدیث (۳۳۴۲)، ابوداؤد رقم الحدیث (۲۰۵۴)، سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۱۹۵۷)، سنن الدارمی رقم الحدیث (۲۱۴۴)۔

[3] جلاء الافهام (ص:۱۹۸، ۱۹۹)۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ان کی آزادی کو قرار دے کر قیامت تک امت کے لیے ایک مثال قائم کر دی کہ جو شخص اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس سے شادی کرنا چاہے تو اس کی آزادی کو اس کا مہر قرار دینا جائز ہے، اس طرح وہ اس کی باقاعدہ بیوی ہو گی۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اللہ اور اس کے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند کیا۔ انھوں نے نہایت ادب و احترام سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسلام کو پسند کیا، اس سے پہلے کہ آپ مجھے اس کی دعوت دیں۔ مجھے یہودیت میں کوئی دلچسپی نہیں۔ نہ میرا باپ رہا اور نہ بھائی، میں نے اب کہاں جانا ہے۔ بس آپ ہی میرے سب کچھ ہیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اس دل نشین اسلوب میں اظہار خیال ان کی دانائی، عقلمندی، سلیقہ شعاری اور معاملہ فہمی کی علامت ہے۔

اس بارے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَكَانَتْ شَرِيفَةً ، عَاقِلَةً ، ذَاتَ حَسَبٍ وَ جَمَالٍ ، وَدِيْنٍ رضی اللہ عنہا))

''وہ معزز، عقلمند، خاندانی، حسین وجمیل اور دیندار خاتون تھیں رضی اللہ عنہا۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں یہ بھی لکھتے ہیں:

((وَكَانَتْ ذَاتَ حِلْمٍ وَوَقَارٍ)) [1]

''وہ بردبار اور باوقار خاتون تھیں۔''

ابوعمر قرطبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

((كَانَتْ صَفِيَّةُ عَاقِلَةً ، حَلِيمَةً ، فَاضِلَةً))

''صفیہ رضی اللہ عنہا عقلمند، بردبار اور عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔''

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی کنگھی پٹی کی اور انھیں عطر لگایا۔ وہ بڑی حسین وجمیل خاتون تھیں۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ تم نے ناپسندیدگی کا اظہار کیوں کیا تھا؟

انھوں نے عرض کیا: یہودیوں کے قرب کی وجہ سے کہ کہیں آپ ان کو قریبی دوست نہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۲)، (۲/ ۲۳۵)۔

بنائیں۔ اس جواب سے رسول اللہ ﷺ کے دل میں ان کا مقام و مرتبہ اور بلند ہو گیا[1] لیکن اس قدر جلد تبدیلی آئی کہ جب وہ اپنی جگہ سے اٹھیں تو لوگوں سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ انھیں محبوب دکھائی دے رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ولیمہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی دعوت دی۔

بخاری شریف میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب ہم خیبر آئے تو اللہ نے خیبر کے قلعے فتح کر دیے۔ نبی کریم ﷺ کو سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے بارے میں تفصیلات بتائی گئیں، اور آپ کو یہ بھی بتایا گیا کہ ان کا خاوند میدان جنگ میں قتل ہو گیا ہے، ابھی یہ نئی نویلی دلہن ہی تھیں ان کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے انھیں اپنے لیے منتخب کر لیا۔ جب ہم صہباء مقام پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ ایک برتن میں خصوصی کھانا بنایا گیا اور مجھے حکم دیا کہ تمھارے گردو نواح میں جو لوگ ہیں ان میں کھانے کے لیے اعلان کر دیں۔

یہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تھا پھر ہم مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے انھیں اپنے پیچھے اوٹ میں رکھا ہوا ہے پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہوئیں۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کے اوپر چوٹ کا نشان دیکھا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ میں آنکھ کے اوپر نیل کا نشان دیکھ رہا ہوں، یہ کیا ہوا اور یہ زخم کیسے لگا؟ تو انھوں نے بتایا کہ میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے چاند میری گود میں آ گرا ہے تو اس نے یہ سنتے ہی مجھے تھپڑ مارا کہ تو یثرب کے بادشاہ کو چاہتی ہے یا اس نے یوں کہا کہ اللہ کی قسم! تیرے دل میں یثرب کے بادشاہ کی تمنا سمائی ہوئی ہے۔[3]

---

[1] الاصابة (۴/ ۳۳۸)۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر رقم الحدیث (۴۲۱۱)، تاریخ الاسلام للذهبی (عهد الخلفاء الراشدین ص ۴۲۳)۔

[3] الاصابة (۴/ ۳۳۸)، البداية والنهاية (۸/ ۴۶)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۹)، مستدرك حاكم (۴/ ۲۹)، اسد الغابة (۶/ ۱۷۰)، الكامل لابن الاثير (۲/ ۲۲۱)، ازواج النبی للصالحی (ص ۲۲۰)، تاریخ الاسلام للذهبی (عهد الخلفاء الراشدین ص ۴۲۵)، دلائل النبوة للبيهقی (۴/ ۲۳۲)، تاریخ الطبری (۲/ ۱۳۷)۔

جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں تو ان کی عمر سترہ سال تھی اور ان کی کنیت ام یحییٰ تھی۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خانہ نبوی میں

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر سے مدینہ منورہ پہنچیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف سے جب نرمی، شفقت اور محبت کا انداز دیکھا تو انھوں نے کہا:

((ما رَأَيْتُ قَطُّ اَحسَنَ خُلُقاً مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم)) [1]

''میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو اتنا حسنِ اخلاق والا نہیں دیکھا۔''

ایک خوش خبری دینے والا اہل مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں بتانے کے لیے آیا۔ غزوہ خیبر سے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی مدینہ منورہ کے باشندے آپ کے استقبال کے لیے نکل آئے۔ مردوں کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے، بچے خوشی سے اچھل رہے تھے اور عورتیں اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر منظر دیکھ رہی تھیں۔ ان کے دل مسرت و شادمانی سے باغ باغ تھے لیکن منافقین بڑے پژمردہ دکھائی دے رہے تھے۔ البتہ وہ بھی مصنوعی مسکراہٹیں چہروں پر سجائے ہوئے تھے لیکن ان کے دل رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کی خبر سن کر ان پر اوس پڑ گئی تھی، ان کے حلقوں سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ اللہ نے ان کو رسوا کیا، کافروں کی بات کو نیچا کیا اور اللہ کے کلمے کو سربلندی حاصل ہوئی۔

خانہ نبوی کی خواتین خوش دلی، سچے جذبوں اور صاف دلوں سے خاتم النّبیین اور مسلمانوں کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی تیاریاں کر رہی تھیں، جسے اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا تھا۔

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے سربراہ کی سترہ سالہ بیٹی صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے شادی کی ہے [2] تو ان کے دل میں سکناپے کی غیرت انگڑائیاں لینے لگی۔

جب مجاہدین کا مبارک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کر دیا کہ

---

[1] فتح الباری (۴/ ۳۲۶)۔

[2] مسند ابی یعلی (۱۳/ ۱۳۸)۔

صفیہ رضی اللہ عنہا کو ازواج مطہرات میں سے کسی کے حجرے میں نہ بھیجا جائے بلکہ آپ نے یہ پسند کیا کہ انھیں حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرایا جائے۔[1] انصاری خواتین نے جب صفیہ رضی اللہ عنہا کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کے بارے میں سنا کہ وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہو گئی ہیں تو وہ انفرادی اور اجتماعی انداز میں ان کے حسن و جمال کا مشاہدہ کرنے کے لیے آئیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور معمول کے مطابق سب سے پہلے اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اپنے نواسوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں لے کر چومنے لگے۔ پھر یکے بعد دیگرے اپنی بیویوں کے حجروں میں تشریف لے گئے، ہر ایک نے آپ کو خیبر میں فتح کی مبارک باد دی اور آپ کی آمد پر خوش آمدید کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قدرے غصے میں ہیں۔ آپ ان کی طرف خاص طور پر دیکھنے لگے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نقاب اوڑھ کے بڑی احتیاط کے ساتھ گھر سے نکلیں، دل میں غیرت انگڑائیاں لے رہی تھی کہ میں بھی نئی سوکن دیکھوں جس نے آتے ہی مسلمان عورتوں کے دل میں جگہ بنالی ہے بلکہ سبھی ان کے حسن و جمال کی تعریف کر رہی ہیں، ہر مجلس میں ان کے حسن و جمال اور خوبیوں کا تذکرہ ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بڑی احتیاط کے ساتھ حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئیں جہاں ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ٹھہری ہوئی تھیں۔ یہ خوبصورت نئی سوکن نوخیز عمر صرف ابھی سترہ سال کی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نقاب اوڑھ کر عورتوں کے درمیان آ کر بیٹھ گئی، ان کا خیال تھا کہ انھیں کوئی بھی پہچان نہیں سکے گا لیکن حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پہچان لیا۔ آپ ان کے وہاں سے نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ اس گھر سے روانہ ہوئیں تو آپ بھی دبے پاؤں پیچھے ہو لیے۔ جب چند قدم آگے گئیں تو آپ نے پیچھے سے ان کی چادر پکڑ لی اور مسکراتے ہوئے پوچھا: نئی دلہن کیسی لگی؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ پر قابو پانے کی بہت کوشش کی لیکن جذبات تھے کہ قابو میں آنے مشکل ہو رہے تھے، آپ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگیں: ہاں! میں نے یہودیات کے درمیان ایک یہودی عورت کو دیکھا ہے۔

---

[1] رجال مبشرون بالجنة (۲/ ۲۹۹، ۳۲۹)

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے سیدہ عائشہ کے سکناپے کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے انھیں سمجھاتے ہوئے کہا: نہ ایسے نہ کہو! تمھارا اس طرح کہنا درست نہیں ہے، وہ مسلمان ہو چکی ہے اور اس نے صدق دل سے اسلام قبول کیا ہے اور وہ اس وقت بہت بہتر مسلمان ہے۔ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ یہ دونوں آپس میں ایک دوسری سے راز و نیاز کی باتیں کرلیا کرتی تھیں۔ گھر میں جب کوئی نئی بات ہوتی تو یہ دونوں مل کر اس پر اظہار خیال کرلیا کرتی تھیں۔ دونوں کے آپس میں بڑے گہرے تعلقات تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں دیگر ازواج مطہرات کی نسبت زیادہ سکناپے کی غیرت پائی جاتی تھی۔ ان کی تو حالت یہ تھی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے تو ان سے وہ بھی برداشت نہ ہوتی۔ ایک دن ایسے ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے صدیقہ اسلام سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حسن سلوک کا تذکرہ کیا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: کیا ہر وقت ان کا ذکر لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اللہ نے آپ کو ان سے بہتر رفیقہ حیات عطا کر رکھی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضبناک ہو گئے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہتر مجھے رفیقہ حیات نہیں دی۔ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے مجھے جھٹلا دیا تھا، اس نے اس وقت میری مالی مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا اور اسی سے مجھے اولاد میسر آئی، جبکہ دوسری کسی بھی بیوی سے مجھے اولاد میسر نہیں آئی۔

اب دیکھیے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیسے جذبات کا اظہار کر رہی ہیں؟ جبکہ وہ مکہ میں وفات پا چکی ہیں۔ اب بھلا یہاں ایک نوعمر حسین وجمیل خاتون کے سوکن بننے پر ان کے جذبات میں طوفان پیدا کیوں نہ ہو؟

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور نساء النبی ﷺ

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے گھر منتقل ہو گئیں۔ انھوں نے یہ عزم کر رکھا تھا کہ وہ تمام اہل خانہ سے خلوص دل سے پیش آئیں گی، وہ دیگر ازواج مطہرات کی مخلص اور

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۵، ۱۲۶)، الاصابة (۴/ ۳۳۸)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۶، ۲۳۷)، انساب الاشراف (۱/ ۴۴۴)۔

وفادار سہیلی بن کر رہیں گی۔ انھوں نے دل جیتنے کے لیے آغاز ایسے تحائف دینے سے کیا جو خواتین کو بہت پسند ہوتے ہیں۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر گئیں اور ان سے بہت زیادہ محبت اور پیار کا اظہار کیا اور انھیں سونے کے کانوں کے جھمکے بطور تحفہ دیے۔ یہ ان کی طرف سے محبت، لاڈ اور پیار کا اظہار تھا۔ وہ یہ جانتی تھیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی ہیں۔ اسی طرح سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیگر ازواج مطہرات کو سونے کے زیورات بطور تحفہ دیے جو وہ خیبر سے اپنے ساتھ لائی تھیں[1] تاکہ باہمی تعلقات میں خوشگواری پیدا ہو۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی دانشمند اور عالمہ وفاضلہ خاتون تھیں، وہ اپنی سوکنوں سے نہایت محبت سے پیش آتیں اور خاص طور پر سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما سے تو وہ بہت ہی حسن سلوک سے پیش آتیں لیکن وہ یہ محسوس کرتی تھیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں ایک اجنبی ہے اور ازواج مطہرات ان کے اصل کو بھول نہیں پا رہیں۔[2] سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا انھیں عار دلاتے ہوئے کہنے لگیں: یہ تو ایک یہودی کی بیٹی ہے۔ لیکن حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سمجھاتے ہیں کہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم انصاف سے کام لو۔

ترمذی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ وہ انھیں یہودی کی بیٹی کہہ رہی ہیں تو یہ بات سن کر وہ رو پڑیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا: رو کیوں رہی ہو؟ تو انھوں نے کہا: حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: تم نبی کی بیٹی ہو، تیرا چچا ایک نبی تھا، تم نبی کی بیوی ہو۔ تم سے بڑھ کر کسی اور کو کیا فخر ہو سکتا ہے؟ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ سے ڈرو! تمھیں ایسی بات کہنا زیب نہیں دیتا۔[3]

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی کبھار سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما اپنی نبی

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۸)۔

[2] العقد الفرید (۶/ ۱۲۸)۔

[3] تحفۃ الاحوذی (۱۰/ ۲۹۲)، رقم الحدیث (۳۹۸۴)، سنن ترمذی کتاب المناقب رقم الحدیث (۳۱۹۴)، مسند احمد رقم الحدیث (۱۱۹۴۳)۔

کریم ﷺ سے قرابت اور اپنے عرب ہونے کا فخریہ اظہار کیا کرتی تھیں تا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو سنایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ ایسے مواقع پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایسے انداز میں خاندانی پس منظر بیان کرتے کہ وہ سن کر خوش ہو جاتیں اور انھیں یہ محسوس ہونے لگتا کہ خانہ نبوی میں واقعی ان کی قدر و قیمت ہے۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے اپنا شاندار خاندانی پس منظر سن کر خوش ہو جاتیں اور فخر محسوس کرنے لگتیں۔ جس طرح دیگر ازواج مطہرات کو اپنے عربی ہونے اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہونے پر ناز تھا اسی طرح انھیں اپنے انبیاء علیہم السلام کے خاندان سے ہونے پر ناز تھا۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے عرض کی کہ عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) مجھ سے برتر ہونے کا اظہار کرتی ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے انھیں یہ نہیں بتایا کہ تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو؟ میرا شوہر محمد (ﷺ) ہے میرا باپ ہارون (علیہ السلام) ہے اور میرا چچا موسیٰ (علیہ السلام) ہے۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ پتہ چلا کہ ازواج مطہرات کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک زیادہ معزز ہیں اس لیے کہ ہم نبی علیہ السلام کی بیویاں بھی ہیں اور ان کی چچا زاد بھی ہیں۔ [1] ہمارا آپ سے دوہرا رشتہ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کے سامنے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو عار دلاتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتی تھیں کہ تم تو بہت چھوٹے قد کی ہو، لیکن رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند نہ تھی، آپ اس طرح کی بات کہنے سے روک دیا کرتے تھے۔

ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے باتیں کرتے ہوئے کہہ دیا کہ بس آپ کے لیے تو صفیہ ہی کافی ہے جو چھوٹے سے قد کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بات سن کر فرمایا: عائشہ! تم نے ایک ایسی کڑوی بات کی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے۔ [2]

---

[1] مسند احمد (۶/ ۱۳۵)، مستدرك حاكم (۴/ ۲۹)، تحفة الاحوذی (۱۰/ ۲۹۱، ۲۹۲)، الاصابة اسد الغابة (۶/ ۱۷۰)۔

[2] حياة الصحابة (۲/ ۲۷۰)، سنن ابوداؤد كتاب الادب رقم الحديث (۴۸۷۵)، سنن ترمذی كتاب صفة القيامه رقم الحديث (۲۵۰۲)۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حالانکہ بڑی زاہدہ، عابدہ، ہمدرد اور سخی تھیں، وہ اس حوالے سے بڑی مشہور و معروف تھیں لیکن جب انھوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو سکناپے کی وجہ سے ان کے جذبات میں بھی طوفان پیدا ہوا۔ انھوں نے بھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک دفعہ ایسی جلی کٹی سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک ناراض رہے۔

یہ واقعہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کچھ یوں بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے سفر پر اپنی تمام ازواج مطہرات کو ساتھ لے گئے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا تو وہ رونے لگیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو آپ تشریف لائے اور ان کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگے۔ وہ رو رہی تھیں، آپ انھیں رونے سے روک رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنی بہن کی مدد کرو۔ انھوں نے جواب دیا: کیا میں اس یہودی عورت کی مدد کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ناراض ہو گئے اور ان سے پورے سفر حج میں بات نہ کی، یہاں تک کہ مدینہ منورہ واپس آ گئے، محرم اور صفر ایسے ہی گزر گئے، آپ ان کے ہاں نہیں آئے، وہ مایوس ہو گئیں۔ ربیع الاول میں آپ ان کے ہاں تشریف لائے، انھوں نے معافی طلب کی تو آپ راضی ہو گئے۔

اس طرز عمل کی وجہ سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا احساس اجنبیت بالکل جاتا رہا اور انھوں نے یہ محسوس کیا کہ میری اس گھر میں واقعی ایک قدر و قیمت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر میرا خیال رکھتے ہیں۔ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کے اخلاق حسنہ اور عادات و اوصاف کی خوشہ چینی کو اپنے لیے سعادت سمجھتی تھیں، بعض حالات میں ایک دوسری کا خیال رکھتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے خار رکھنے کے باوجود ان کا خیال رکھا کرتی تھیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔

ابن ماجہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وجہ سے سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے۔ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۴)، اسد الغابۃ (۶/ ۱۷۰، ۱۷۱)، تاریخ الاسلام للذہبی (عہد معاویۃ رضی اللہ عنہ ص۶۹)، مجمع الزوائد (۴/ ۳۲۱)، مسند احمد (۶/ ۳۳۷، ۳۳۸)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۶، ۱۲۷)۔

اور ان سے بات کی کہ اگر تم میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کریں کہ وہ ناراضی ختم کر دیں تو تمھاری بڑی مہربانی ہو گی۔ میں اپنا دن بھی تجھے سونپ دیتی ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوپٹے کو جو زعفران کا رنگا ہوا تھا، اسے پانی ڈبو کر نچوڑا جس سے گھر کے آنگن میں خوشبو پھیل گئی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور باتیں کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ عائشہ! کیا بات ہے؟ آج تو تمھاری باری نہیں؟ انھوں نے کہا:

((ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ))

''یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔''

اس کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں سفارش کی تو آپ راضی ہو گئے اور ناراضی جاتی رہی۔ ①

اللہ کی قسم! وہ سچی ہے

جب انسان سلیم الفطرت ہو، دل کا صاف ہو، سچ بولتا ہو، مکر و فریب سے قطعی ناآشنا ہو تو ان خوبیوں کی وجہ سے وہ تمام لوگوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ظاہر و باطن کے اعتبار سے بالکل پاک صاف تھیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صدق دل سے محبت کرتی تھیں، صداقت اور وفاداری ان کے رگ و ریشے میں رچی بسی ہوئی تھی اور بعض دلآویز مواقع میں تو ان کی حیثیت بالکل منفرد دکھائی دیتی تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ قسم کھا کر ان کی صداقت کی گواہی دیتے تھے۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جس بیماری میں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، تمام ازواج مطہرات آپ کے پاس اکٹھی ہوئیں۔ سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! میرا دل چاہتا ہے کہ جو بیماری آپ کو لائق ہوئی ہے وہ مجھے لگ جائے۔ یہ بات سن کر ازواج مطہرات نے انھیں کچوکا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم سب کلی کرو۔ سب نے کہا: کس چیز سے اے اللہ کے رسول؟

آپ نے فرمایا: تم میں سے کس نے اسے عیب لگایا؟ اللہ کی قسم! یہ اپنی بات میں سچی

---

① سنن ابن ماجه كتاب النكاح رقم الحديث (١٩٧٣)۔

ہے۔ ①

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی صداقت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کس کی گواہی معتبر ہوسکتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سچائی کا خوگر اور کون ہوسکتا ہے؟

بے شک یہ صفیہ (رضی اللہ عنہا) ہے

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا تمام ازواج مطہرات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ آپ ان کی قدر کرتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ لوگوں میں آپ سب سے زیادہ نفسیات کو جاننے والے تھے۔ آپ اپنے اعتکاف کی جگہ سے ان کے اکرام میں نکل آیا کرتے تھے۔

بخاری شریف میں باب الاعتکاف میں علی بن حسین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ وہ رمضان کے آخری دس دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے اعتکاف کی جگہ گئیں، کچھ دیر آپ سے باتیں کیں، پھر اٹھ کر چل پڑیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اٹھے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے کے پاس پہنچیں تو آپ نے انصار کے دو آدمیوں کو دیکھا۔ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے کہا: ذرا ٹھہرو، سنو! یہ میری بیوی صفیہ ہے۔ اُن دونوں نے یہ بات سن کر کہا: سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے بارے میں بھی بھلا کبھی ایسا سوچ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: شیطان ابن آدم میں یوں سرایت کر جاتا ہے جس طرح خون سرایت کرتا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی غلط قسم کا خیال پیدا نہ کر دے۔ ②

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۸)، الاصابۃ (۴/ ۳۳۹)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۵)، ازواج النبی للصالحی (ص۲۲۶)۔

② صحیح البخاری کتاب الاعتکاف باب ھل یخرج المعتکف لحوائجه رقم الحدیث (۲۰۳۵)، صحیح مسلم کتاب السلام باب بیان انه یستحب لمن روی خالیا بامواۃ رقم الحدیث (۲۱۷۵)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۲۴۷۰)، سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۱۷۷۹)، مسند احمد (۶/ ۳۳۷)۔

اللہ کی قدر کی پہچان

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا تمام معاملات کو قرآن وسنت کی روشنی میں نمٹانے کے حوالے سے مشہور ومعروف تھیں، وہ تمام امور کو اسی روشن کھڑکی سے دیکھتی تھیں اور معاملہ فہمی میں وہ قرآن وحدیث سے باہر نہیں جاتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم کے معانی، مفہوم اور اسرار و رموز کو اچھی طرح جانتی تھیں اور اس کو بھی اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ جو لوگ قرآن کریم کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کے آفاق میں گم رہتے ہیں، قرآن ان کے دلوں پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟ اسی لیے وہ رات دن قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف رہتی تھیں۔

حقیقی مؤمن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب قرآن حکیم کی آیات پڑھی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان کا رابطہ اپنے اللہ کے ساتھ بڑا مضبوط ہوتا ہے اور جو لوگ اس دستور کی مخالفت کرتے ہیں وہ سیدھے راستے کی رہنمائی کے محتاج ہوتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اس قسم کے لوگوں کی رہنمائی کو پسند کرتی تھیں تاکہ صحیح بنیادوں پر عبادت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

ابونعیم اصفہانی عبداللہ بن عبیداللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے حجرے میں کچھ لوگ اکٹھے ہوئے۔ وہ ذکر الٰہی اور تلاوت کرنے لگے، پھر وہ سجدے میں چلے گئے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جب انھیں سجدے میں پڑے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تمھارا رونا کدھر گیا؟ [1]

دراصل ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا انھیں عبادت کی روح کے بارے میں آگاہ کر رہی تھیں کہ عبادت کا اصل خوف اور خشیت الٰہی ہوا کرتا ہے۔ جب خوف اور خشیت الٰہی دل میں پیدا ہوں تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ آنسو درحقیقت خشوع کی علامت ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اللہ تعالیٰ کی کتنی قدر و قیمت تھی۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۲/ ۵۵)۔

بردباری، شرافت اور صداقت

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی خوشہ چیں تھیں، اسی لیے وہ بڑی بردبار، با ادب اور باوقار خاتون تھیں۔ وہ بردباری، تقویٰ شعاری، ہمدردی اور فضل و شرف کے حوالے سے دیگر خواتین کے لیے ایک مثالی نمونہ تھیں۔

ابوعمر قرطبی الاستیعاب میں ان کے بارے میں کہتے ہیں:

((كَانَتْ صَفِيَّةُ حَلِيمَةً ، عَاقِلَةً فَاضِلَةً)) ①

''سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایک بردبار، عقلمند اور عالمہ و فاضلہ عورت تھیں۔''

واللہ! یہ صفات تو مردوں کے لیے بڑی کمال کی چیز سمجھی جاتی ہیں، اگر یہ عورتوں میں پائی جائیں تو ان کے فضل و شرف کے کیا کہنے!

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فضائل اعمال میں کمال درجے کو پہنچی ہوئی تھیں، ان کا نام بطور مثال لیا جاتا تھا۔ صداقت اور بردباری تمام اوصاف سے زیادہ ان میں پائی جاتی تھی۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بلاشبہ وہ عقلمند اور دیندار خواتین میں سے تھیں۔

ابوعمر بن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک کنیز کے دل میں آیا کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ہفتے کے دن کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں سے صلہ رحمی کرتی ہیں۔ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے آپ سے دریافت کیا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: جس دن سے اللہ نے جمعہ کو میرے لیے ہفتہ کے دن کا متبادل بنا دیا ہے میں ہفتے کے دن سے کوئی دلی محبت نہیں کرتی، البتہ یہودیوں میں میرے قریبی رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی سے پیش آتی ہوں۔ اس کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز سے پوچھا کہ تجھے یہ باتیں بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس نے کہا: مجھے شیطان نے انگیخت کیا تھا اور یہ میرا قصور ہے، میں تسلیم کرتی ہوں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر بڑی سنجیدگی سے کہا: ''جا تو آزاد ہے!'' ② ان کا یہ کارنامہ بردباری کا نقطہ عروج ہے جس سے

---

① الاستیعاب (۴/ ۳۳۹)۔ ② الاصابه (۴/ ۳۳۸، ۳۳۹)، شذرات الذهب (۱/ ۲۴۵)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۲، ۲۳۳)۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آراستہ دکھائی دیتی ہیں حالانکہ وہ بدلہ لینے پر بھی قدرت رکھتی تھیں لیکن انھوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے حکم کو پیش نظر رکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۳۴)

''اور (جنتوں کے مالک) غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اسی طرح فرمان الٰہی ہے:

﴿نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝﴾

(یوسف: ۱۲/ ۵۶)

''ہم اپنی رحمت جسے چاہیں عطا کرتے ہیں اور نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''

یقیناً سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر و ثواب عطا کرے گا: ایک اپنی کنیز کو معاف کرنے کا اور دوسرا اسے آزاد کرنے کا۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا تمام معاملات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سرانجام دیا کرتی تھیں۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات نے انھیں بردبار اور باوقار بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خواتین اہل بیت اور تمام صحابہ کرام میں احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف جب محاصرہ ہوا تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کے مقام و مرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے بھرپور ساتھ دیا۔ جب انھیں گھر میں محصور کر دیا گیا اور ان کا کھانا پانی بند کر دیا گیا تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر بڑے اہتمام سے کھانا پانی بھیجتی رہیں۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا غلام کنانہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ خچر پر بیٹھ کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دفاع کے لیے نکلیں، خچر کی نکیل میں نے پکڑ رکھی تھی۔ اشتر نامی شخص نے آگے بڑھ کر خچر کے منہ پر مارتے ہوئے اس کا رخ پھیر دیا۔ اس پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بڑے غصے کا اظہار کیا لیکن کھانا پانی بدستور ان کے گھر بھیجتی رہیں۔[1]

---

[1] الاصابۃ (۴/ ۳۳۹)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۸)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۷)۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے خلاف تھیں جو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خیر خواہ اور معاون تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام معاملات کو نہایت دانشمندی سے نمٹایا کرتی تھیں۔

اسی لیے علامہ ابن اثیر اور امام نووی رحمہما اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

((كَانَتْ عَاقِلَةً مِنْ عُقَلَاءِ النِّسَاءِ)) ①

''وہ دانشور خواتین میں ایک دانشور خاتون تھیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

((كَانَتْ مِنْ سَيِّدَاتِ النِّسَاءِ عِبَادَةً وَوَرَعًا وَزَهَادَةً وَبِرًّا وَصَدَقَةً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَأَرْضَاهَا))

''وہ عبادت، تقویٰ، زہد، نیکی اور صدقہ و خیرات کے اعتبار سے سردار عورتوں میں سے تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انھیں بھی راضی کرے۔'' ②

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا صدقہ و خیرات اور سخاوت کے اعتبار سے بڑی مشہور و معروف تھیں۔ درہم و دینار ان کی ہتھیلی پر ٹکتے ہی نہ تھے۔ بس چند لمحات کے لیے ان کے ہاتھ درہم و دینار آتے اور پھر حق داروں کی طرف انھیں لوٹا دیا جاتا۔ دنیا کے ساز و سامان کی ان کے ہاں کوئی قدر و قیمت ہی نہ تھی۔ وہ اچھی طرح اس حقیقت سے آگاہ تھیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ جاتا ہے وہی بہتر اور باقی رہنے والا ہوتا ہے۔ وہ اس حقیقت کو بھی جانتی تھیں کہ صدقہ و خیرات کا دلوں پر کتنا گہرا اثر ہوتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کتنا ثواب ملتا ہے۔ ان کا ایک گھر تھا، انھوں نے اسے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے صدقہ کر دیا تھا اور وہ ہر کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں سر انجام دیتی تھیں۔ ③ ابن العماد رحمہ اللہ ان کے بارے میں کتنی اچھی بات لکھتے ہیں:

((وَكَانَتْ جَمِيلَةً فَاضِلَةً كَفَاهَا فَضْلًا وَنُبْلًا زَوَاجُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم)) ④

① اسد الغابة (٦/ ١٣٩)، تهذيب الاسماء واللغات (٢/ ٣٤٩)۔
② البداية والنهاية (٨/ ٤٦)۔ ③ طبقات ابن سعد (٨/ ١٢٨)۔
④ شذرات الذهب (١/ ٢٤٥)۔

"وہ خوبصورت اور عالمہ فاضلہ تھیں، نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا ہی ان کے فضل وشرف کے لیے کافی ہے۔"

علم سے محبت اور حدیث کی روایت

جب ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر امہات المومنین میں شامل ہوئیں تو انھوں نے بڑے ذوق وشوق سے سرچشمہ علم وعرفان سے سیراب ہونا شروع کر دیا۔ وہ مقدور بھر قرآن مجید کو حفظ کیا کرتی تھیں۔ دین اور قرآن مجید کے ساتھ ان کی والہانہ محبت تھی جن کے پاس کسی جانب سے باطل پھٹک نہیں سکتا۔ ہم نے اس جلیل القدر خاتون کی خوشگوار سیرت کا مطالعہ کیا ہے، انھیں واقعی قرآن مجید کے ساتھ بے پناہ محبت تھی اور اس پر عمل کرنے کو اپنے لیے سرمایہ حیات سمجھتی تھیں، اور جہاں تک حدیث نبوی کے ساتھ ان کے قلبی رجحان کا تعلق ہے تو ہمیشہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان رہتا تھا:

﴿ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۳۴)

"اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمھارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں۔"

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ ہے۔ [1]

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے تابعین عظام کی ایک جماعت نے حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی، ان میں سے علی بن حسین، اسحاق بن عبداللہ بن حارث، کنانہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے غلام، ان کے بھتیجے اور دیگر بہت سے تابعین رحمہم اللہ کے نام آتے ہیں۔ [2]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت منقول ہے جسے ابویعلی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے، روایت کچھ اس طرح ہے:

((عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ صَفِيَّةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَنْتَهِي النَّاسُ عَنْ غَزْوِ هٰذَا الْبَيْتِ حَتّٰى يَغْزُوَهُ

---

[1] صحیح البخاری رقم الحدیث (۲۰۳۵)، صحیح مسلم رقم الحدیث (۲۱۷۵)۔

[2] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۲)، الاصابۃ (۴/ ۳۳۹)، تہذیب التہذیب (۱۲/ ۴۲۹)۔

جَيْشٌ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَلَمْ يَنْجُ أَوْسَطُهُمْ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ الْمُكْرَهَ مِنْهُمْ؟ قَالَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ عَزَّوَجَلَّ۔ عَلٰى مَافِي أَنْفُسِهِمْ)) ①

''مسلم بن صفوان ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس گھر (بیت اللہ) پر حملہ کرنے سے باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ ایک لشکر اس پر حملہ کرنے کے لیے چلے گا، جب وہ ایک بلند میدان میں ہوگا تو ان کے اگلے پچھلے اور درمیانے زمین میں دھنس جائیں گے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جسے مجبور کر کے لایا گیا ہو، کیا وہ بھی؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ انھیں اسی نیت پر اٹھائیں گے جو ان کے دلوں میں ہوگا۔''

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے ایک یہ حدیث بھی مروی ہے جسے اسحٰق بن عبداللہ بن حارث الہاشمی نے روایت کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ كَتِفًا بَارِدًا فَكُنْتُ أَسُحَاهَا فَأَكَلَهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى)) ②

''میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ کی طرف بھنا ہوا کندھے کا گوشت قریب کر دیا جو کہ ٹھنڈا تھا۔ میں نے اسے چھیل کر تیار کیا تھا آپ نے اسے کھایا پھر آپ اٹھے اور نماز ادا کی۔''

ہمیشہ جنت میں رہنے والیوں کے ساتھ رفیق حیات کی طرف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا تقریباً چالیس سال زندہ رہیں۔ وہ زندگی بھر نماز، روزے، عبادت، صدقہ وخیرات اور علم وعرفان میں مصروف رہیں۔ ہر کام اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیتی رہیں۔ ان کے فضائل و

---

① سنن ترمذی كتاب الفتن باب ما جاء فی الخسف رقم الحديث (۲۱۸۴)، سنن ابن ماجه كتاب الفتن باب جيش البيداء رقم الحديث (۴۰۶۴)، مسند احمد (۶/ ۳۳۶، ۳۳۷)، مسند ابی یعلی (۱۳/ ۳۴)۔

② مسند ابی یعلی (۱۳/ ۳۳، ۳۴)، مجمع الزوائد (۱/ ۲۵۳)۔

مناقب ان کی سیرت کے ضمن میں ہم دیکھ چکے ہیں۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین کے زمانے تک زندہ رہیں اور انھوں نے تمام واقعات کا مشاہدہ کیا اور مشرق و مغرب میں اسلامی فتوحات کو دیکھا، اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ میں پیدا ہونے والے بعض واقعات میں خود بھی حصہ لیا۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ھ میں اس دنیا کو خیر باد کہا ① تاکہ رفیق اعلیٰ اللہ رب العزت کے پاس پہنچ جائیں۔ یہ اس وقت راضی خوش تھیں، انھوں نے پاکیزہ خواتین اہل بیت میں اپنا اچھا اثر چھوڑا اور یہ اثر اللہ کے فضل و کرم سے رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

جس دن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی کسی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے وفات پانے کی اطلاع دی تو انھوں نے سجدہ کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع ترمذی میں یہ روایت نقل کی ہے:

حکم بن ابان، عکرمہ سے بیان کرتے ہیں، صبح کی نماز کے بعد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدنا صفیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئی ہیں تو آپ یہ سن کر سجدے میں چلے گئے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسے موقع پر سجدہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: کاے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ جب تم کوئی اللہ کی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے اس دنیا سے کوچ کر جانے سے بڑی اللہ کی نشانی اور کیا ہو سکتی ہے؟ ②

مدینہ منورہ میں امہات المومنین اور دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں انھیں دفن کیا گیا۔ صحابہ کرام ان کے جنازے میں شریک ہوئے اور جنت البقیع میں انھیں دفن کیا گیا۔ ①

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پیچھے ایک لاکھ درہم وراثت میں چھوڑے۔ ان میں تیس ہزار اپنے بھانجے کو دینے کی وصیت کر دی تھی۔

اس میراث کے بارے میں طبقات ابن سعد میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۸)، انساب الاشراف (۱/ ۴۴۴)، البداية والنهاية (۸/ ۴۶)، تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۲۹)۔

② سنن ترمذی کتاب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث (۳۸۹۱)، سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب السجود عند الآيات رقم الحدیث (۱۱۹۷)۔

مذکور ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی وراثت جو زمین اور ساز وسامان کی صورت میں تھی اس کی مالیت ایک لاکھ درہم بنتی تھی، اس میں سے تیسرا حصہ انھوں نے اپنے بھانجے کو دینے کی وصیت کر دی تھی۔ چونکہ ان کا بھانجا ابھی یہودی تھا تو مسلمانوں نے اسے وصیت کے مطابق مال دینا مناسب نہ جانا تو یہ مسئلہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور ان کی وصیت پر عمل کرو۔

ان کے بھانجے نے تقریباً تیس ہزار درہم وصول کیے۔ [1]

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئیں۔ ان کی معطر سیرت ہمیشہ یاد رہے گی اور خواتین کے لیے وہ قابل قدر نمونہ کی حیثیت سے یاد رہیں گی۔ خواتین ان کی اقتدا کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلتی رہیں گی۔

اللہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو اور انھیں پاکیزہ خواتین اہل بیت میں شامل فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا کرے جو بات کو سنتے ہیں اور اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا من اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

***

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۲۸)۔

10

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذالک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اہل بیت

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

* قوی ارادے، صائب عقل و دانش، اللہ پر ٹھوس یقین رکھنے والی ایک مؤمن خاتون جس کے حق میں قرآن نازل ہوا جو قیامت تک پڑھا جائے گا۔
* حبشہ کی طرف ہجرت کی سعادت حاصل کرنے والی جو کفر اور کافروں کے سامنے ڈٹ گئی، کوئی اس کے اسلام کے خلاف اثر انداز نہ ہو سکا۔
* وہ امہات المومنین کی فہرست میں اس وقت شامل کی گئیں جبکہ ابھی وہ حبشہ میں تھیں، نبی کریم ﷺ کی تمام بیویوں سے زیادہ ان کا حق مہر باندھا گیا۔
* جب ان کا باپ مدینہ منورہ آیا تو انہوں نے اس کے استقبال کے لیے جو مؤقف اختیار کیا وہ بڑا مشہور ہوا، جو اس کے صحیح ایمان اور نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت پر معرفت کی نشاندہی کرتا ہے۔
* بعثت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئیں اور مدینہ منورہ میں ۴۴ ہجری میں وفات پائی اور انہوں نے ۶۵ احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔
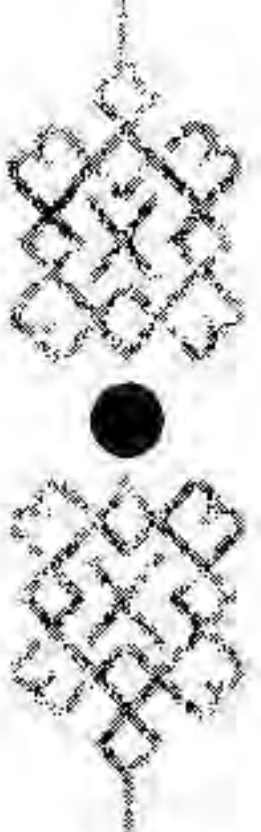
حقیقت کی تلاش

رات کی تاریکی چھا گئی، کائنات نیند کی آغوش میں چلی گئی، مکہ کی فضا میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس مکمل خاموشی کے سناٹے میں ان چند افراد کی آوازیں بھنبھنا رہی تھیں جو آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے، بتوں کی تعظیم اور اس کی خدمت میں نذر و نیاز پیش کرنے کے بارے میں باہمی گفتگو کر رہے تھے۔ ان کا روئے سخن اس طرف بھی تھا کہ یہ بت عرب اور قریش کے نزدیک کس قدر مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ یہ رات کی تاریکی میں باتیں کرنے والے مندرجہ ذیل چار افراد تھے:

① ورقہ بن نوفل

② عثمان بن حویرث بن اسد

③ زید بن عمرو بن نفیل

④ اور عبید اللہ بن جحش

عبید اللہ بن جحش کی والدہ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں۔

رات پرسکون تھی، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی، اس ماحول میں باتیں کرنے میں بڑا مزہ آ رہا تھا۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا: آؤ سچا وعدہ کریں کہ یہ جو ہم باتیں کر رہے ہیں قریش کو ان کی بھنک نہیں پڑنے دیں گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا: ٹھیک ہے، ایسا ہی ہوگا۔ مجال ہے کسی کو ہماری کسی بات کا علم ہو جائے۔

ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ تمھاری قوم کھوکھلی ہے، انھوں نے اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین و ملت میں ٹھوکر کھائی ہے۔

پھر بطور مذاق و تعجب کے کہنے لگا: تمھارا کچھ نہ رہے، جس پتھر کا ہم طواف کرتے ہیں نہ یہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ فائدہ اور نہ کسی کے کچھ کام آ سکتا ہے۔ بھلے مانسو!...... اٹھو! اپنے لیے کوئی دین تلاش کرو۔ تم اس وقت اللہ کی قسم! کھوکھلے ہو چکے ہو۔

ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر وہ باہمی طور پر ایک دوسرے کو طعن و تشنیع اور لعنت ملامت کرنے لگے۔ کہنے لگے: کیا تم نے لات، عزیٰ اور تیسرے مناۃ کو دیکھا ہے؟ ہبل، اساف اور نائلہ کو بھی تم نے دیکھ لیا؟ ان کے علاوہ دیگر بتوں کو بھی تم دیکھ چکے ہو۔ یہ سب ڈھونگ ہے، مٹی کے مادھو ہیں، ہماری اور ہمارے آباء واجداد کی عقلوں پر انھوں نے قبضہ جما رکھا ہے، بلکہ انھوں نے ساری سرزمین عرب کے باشندوں کو اُلو بنا رکھا ہے، ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔

تمھارا ستیاناس ہو، آؤ! ہم کوئی ایسا راستہ تلاش کریں جو ہمیں حقیقت کی طرف پہنچا دے، شاید کہ ہم خیر کو حاصل کر سکیں۔

اس رات کی صبح ہوئی، سورج کی کرنیں چمکیں، مشرقی افق پر سورج سونے کے تھال کی مانند نمودار ہوا۔ یہ چاروں ساتھی اٹھے اور دین ابراہیم کی تلاش میں مختلف شہروں کی طرف چل پڑے۔

ورقہ بن نوفل نے تو نصرانیت میں استحکام پیدا کر لیا۔ اس نے اہل کتاب سے دینی کتابیں لے کر علم حاصل کیا اور وہ دعوت اسلام کے ظہور سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ ورقہ بن نوفل عربی النسل تھا اور قریشی خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ اس کے بارے میں اصبہانی اغانی میں لکھتے ہیں:

((اَحَدُ مَنِ اعْتَزَلَ عِبَادَةَ الْاَوْثَانِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَطَلَبَ الدِّيْنَ وَقَرَءَ الْكُتُبَ وَامْتَنَعَ مِنْ اَكْلِ ذَبَائِحِ الْاَوْثَانِ))

"وہ ان میں سے ایک تھا جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں بتوں کی عبادت چھوڑ دی تھی، دین حق کو تلاش کیا، کتابیں پڑھیں اور بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔"

عثمان بن حویرث روم کے بادشاہ قیصر کے پاس چلا گیا، وہاں جا کر اس نے عیسائیت قبول کر لی اور اس میں کمال درجے کو پہنچا اور پوپ کے منصب پر فائز ہوا اور شام ہی میں زہر سے اس کی موت واقع ہوئی۔

زید بن عمرو بن نفیل نے نصرانیت قبول کی اور نہ یہودیت اور وہ بتوں سے بھی الگ تھلگ ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ پر مردار، خون اور بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کا

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

امیہ بن عبد شمس

حرب — ابوسفیان

ابوالعاص — صفیہ

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (رملہ)

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

عبد مناف بن قصی

ہاشم — عبدالمطلب — عبداللہ — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عبد شمس — امیہ — حرب — ابوسفیان (صخر) — سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (رملہ)

گوشت کھانا حرام قرار دے لیا تھا، وہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے بھی رک گیا اور اس نے کہا کہ میں تو ابراہیم علیہ السلام کے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بعثت سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔

حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل نے ورقہ بن نوفل کو نصرانیت اختیار کرنے پر جلی کٹی سنائی تھیں اور اس سے الگ تھلگ ہونے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ اس نے کہا: میں تو اپنے طرز عمل پر ڈٹا رہوں گا یہاں تک کہ ہمارے علماء ہمیں کوئی خوش خبری سنائیں گے۔

پھر زید نے توحید پر اطمینان ظاہر کیا اور اس کا اعلان بھی کر دیا، اس موقع پر ورقہ بن نوفل نے یہ شعر کہے:

رَشَدْتَ وَاَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍو اِنَّمَا
تَجَنَّبْتَ تَنُّوْرًا مِنَ النَّارِ حَامِيَا
بِدِيْنِكَ رَبًّا لَيْسَ رَبٌّ كَمِثْلِهِ
وَاكِكَ جِنَّانَ الْجِبَالِ كَمَا هِيَا

"اے ابن عمرو! تو نے ہدایت اور انعام پالیا، تو گرم تنور کی آگ سے بچ گیا، تو نے اپنے دین کے ذریعے ایسے رب کو پالیا کہ اس جیسا کوئی رب نہیں اور تو نے بڑے بڑے پہاڑ جیسے شیاطین کو ان کی حالت پہ چھوڑ دیا۔"

البتہ عبید اللہ بن جحش اسی طرح رہا جس طرح وہ پہلے مضطرب اور بے چین تھا۔ اس کا ذہن خلط ملط تھا، اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا، کسی بھی کام پر اس کا دل نہیں جمتا تھا، اس کا ذہن کسی دین اور عقیدے پر جمتا ہی نہ تھا۔ عبید اللہ بن جحش کی شادی خاندان قریش کی ایک دانشور خاتون کے ساتھ ہوئی۔ آج وہی ہمارے اس مضمون کی مہمان ہے۔ وہ تھی بنوامیہ کے سردار مکہ کے قائد ابوسفیان کی بیٹی رملہ رضی اللہ عنہا۔ [1]

---

[1] مسند احمد (۶/ ۳۲۵، ۴۲۵)، مستدرك حاكم (۴/ ۲۰، ۲۳)، الاستيعاب (۴/ ۲۹۶، ۲۹۹)، طبقات ابن سعد (۸/ ۹۶، ۱۰۰)، اسدالغابة (۶/ ۱۱۵، ۱۱۷)، المعرفة والتاريخ (۳/ ۳۱۸)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۴۹)، تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۱۹)، الاصابة (۴/ ۲۹۸، ۳۰۰)، شذرات الذهب (۱/ ۲۳۶)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۸، ۲۲۳)، ازواج النبى للصالحى (ص ۱۶۱، ۱۷۱)، اعلام النساء (۱/ ۴۶۴، ۴۶۶)، السمط ←

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ازواج واولاد کا خاکہ

عبیداللہ بن جحش (فوت)

پہلا خاوند

حبیبہ

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
(رملہ)

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
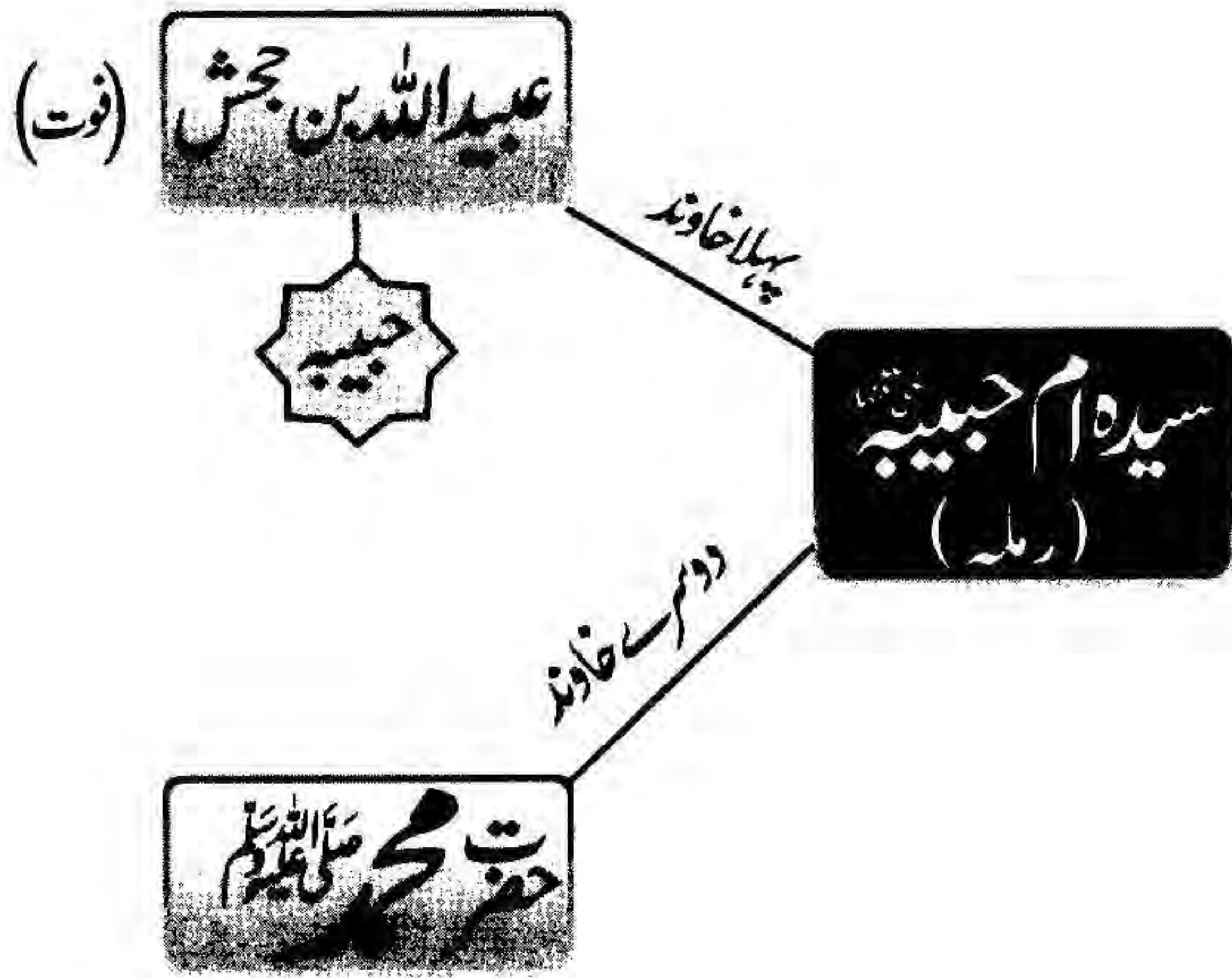
عبیداللہ بن جحش نے اسلام قبول کیا ہجرت حبشہ کرنے کے بعد مرتد ہوا، عیسائیت پر اس کی موت ہوئی۔ اس سے ایک بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ مکے میں ایک بہت بڑی خبر پھیلی اور وہ خبر سیدنا محمد ﷺ کے نبی بننے اور آپ پر وحی نازل ہونے کی تھی۔ اس خبر نے تمام خبروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

سیدہ رملہ رضی اللہ عنہا اور سرعت ایمان

ایمان کے سائے مکہ کے گھروں پر پڑنے لگے، مکہ دو گروہوں میں بٹ گیا۔ ایک گروہ اللہ اور اس کے رسول امین سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لایا۔ اور دوسرے گروہ نے اس شریعت کا انکار کر دیا جسے لے کر سیدنا محمد ﷺ آئے تھے۔ اس گروہ کا سربراہ ابوسفیان بن حرب تھا۔

لیکن ابوسفیان اپنی سخت گیری اور پوری احتیاط کے باوجود اپنی بیٹی رملہ رضی اللہ عنہا کے دل تک نور ہدایت کو پہنچنے سے روک نہ سکا۔ یہ عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ ایمان کے لیے کھول دیا اور ان کے دل میں ایمان و یقین کے انوار ڈال دیئے۔ وہ بہت جلد ایمان لے آئیں اور انھوں نے بتوں سے اپنا دامن چھڑا لیا، جن کی ادھر ادھر پوجا ہو رہی تھی اور لوگوں نے اللہ واحد قہار کو یکسر فراموش کر رکھا تھا۔

شروع شروع میں ان کا خاوند عبیداللہ بن جحش بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا، جس طرح کہ اس کے بھائیوں عبداللہ اور ابو احمد رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کی بہنوں زینب اور حمنہ رضی اللہ عنہما نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا بڑی عقلمند، صاحب رائے، سلیقہ شعار اور معاملہ فہم خاتون ہیں۔ ان کا باپ اپنی بیٹی کی ان خوبیوں کو اچھی طرح جانتا تھا لیکن اسے اس بات کی توقع نہ تھی کہ وہ اپنے آبائی دین کو اس قدر جلدی چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے گی۔ لیکن ابوسفیان بڑا سخت گیر اور حوصلے والا تھا، اسے یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ اس کی بیٹی نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ قریش کے دین سے منحرف ہو چکی ہے، اس نے لات، عزیٰ، مناۃ اور ہبل جیسے تمام بتوں کو یکسر چھوڑ دیا ہے اور دین محمد ﷺ کو اختیار کر لیا ہے۔

وہ ایک دن بیٹی سے ملنے کے لیے اس کے گھر آیا۔ دل میں یہ خیال تھا کہ اسے

← الثمين (ص١١١، ١١٧)، تقريب التهذيب (٢/ ٥٩٨)، السرية النبوية (٢/ ٦٤٥)، عيون الاثر (٢/ ٣٨٤، ٣٨٥)، البداية والنهاية (٨/ ٢٨)، صفة الصفوة (٢/ ٤٢، ٤٦)، المواهب اللدنية (٢/ ٨٥، ٨٧)، مسند ابى يعلى (١٣/ ٤٢، ٦٨)، زاد المعاد (١/ ١٠٩، ١١٠، ١١١، ١١٢)

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلے خاوند سے نسبی تعلق

خزیمہ بن مدرکہ

- کنانہ ← نضر ← مالک ← فہر ← غالب ← لؤی ← کعب ← مرہ ← کلاب ← قصی ← عبدمناف ← عبدشمس ← امیہ ← حرب ← ابوسفیان ← **سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا**
- ہون
- اسد ← دودان ← غنم ← کبیر ← مرہ ← صبرہ ← یعمر ← رئاب ← جحش ← **عبیداللہ**

عبیداللہ + سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ← حبیبہ

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ''رملہ'' تھا۔ بیٹی کے نام کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔

سمجھاؤں گا کہ اپنے دل سے ایمان کو مٹا دے جس کی وجہ سے اسے معاشرے میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ خیال تھا کہ سمجھانے بجھانے سے بیٹی مان جائے گی۔ وہ بیٹی کے گھر پہنچا، اسے اس طرف بڑی نرمی سے توجہ دلائی۔ بیٹی نے باپ کی باتیں سن کر نہایت اطمینان و یقین اور باوقار انداز میں کہا:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''

اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔ ابوسفیان اپنی بیٹی رملہ رضی اللہ عنہا سے بناوٹی سکون و اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہنے لگا: بیٹی! معاشرے میں میرے اور اپنے مقام و مرتبہ کو دیکھو۔ وہ نہایت مکاری اور چالبازی سے کام لے رہا تھا لیکن اس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ثابت ہوسکی۔ وہ ان کے دل میں اپنا ایک حرف بھی نہ ڈال سکا کیونکہ ایمان نے ان کے دل پر قبضہ جما رکھا تھا، ان کا ارادہ بڑا پختہ ہو چکا تھا، ان کے خیالات کو کوئی چیز بھی ہلا نہیں سکتی تھی اور نہ ہی اپنی اور اپنے آباء واجداد کی بزرگی کے تذکرے اسے اپنے مؤقف سے ہٹا سکتے تھے۔

ابوسفیان اپنی بیٹی کے گھر سے دل گرفتہ ہو کر اٹھا، اسے کوئی بہتری نظر نہ آئی تھی۔ وہ اپنے گھر اپنا سا منہ لے کر واپس آ گیا۔ دل غمگین تھا کہ اس کی دانش مند بیٹی اس کے ارادوں کو پامال کرتی ہوئی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اس نے اپنے باپ کی کوئی بات بھی تو نہیں مانی۔ وہ اپنے ایمان سے سرشار اپنے میٹھے ایمانی خوابوں کے سہارے خوشی سے جھوم رہی تھی۔ اس نے اپنے باپ اور قوم کے معبودوں کا یکسر انکار کر دیا تھا۔ رملہ رضی اللہ عنہا قرآنی آیات سنا کرتی تھیں جن سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا، جو آیات سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوتیں انھیں زبانی یاد کر لیا کرتی تھیں۔ وہ آیاتُ اللہ کی حلاوت سے لطف اندوز ہوتیں اور ان آیات کے حسن و جمال کو محسوس کرتیں، یقیناً رملہ رضی اللہ عنہا عقل مند، فصیح و بلیغ اور سردار خواتین میں سے تھیں۔

ہجرت اور صبر جمیل

بت پرستی میں ملوث سردار یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ابوسفیان اپنی قریب ترین بیٹی

سے ناراض ہوگا اور اسے اللہ کی راہ میں طرح طرح کی تکالیف جھیلنے پر خاموش تماشائی بنا دیکھتا رہے گا۔

جو بھی اسلام قبول کرتا قبائل اس پر ٹوٹ پڑتے، اسے طرح طرح کی سزائیں دیتے۔ مسلمان مصائب کو صبر و تحمل سے برداشت کرتے اور قربانی کا کڑوا گھونٹ پیتے۔ لیکن جب پانی سر سے اونچا ہونے لگا، مسلمانوں کے لیے اذیتیں ناقابل برداشت ہونے لگیں، مشرکین نے حد انسانیت سے تجاوز کرنا شروع کر دیا تو حبیب کبریا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اشارہ دے دیا۔

کچھ مسلمان سر زمین حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ہجرت کرنے والوں میں عبید اللہ بن جحش بھی تھا اور اس کی بیوی رملہ رضی اللہ عنہا بھی اس کے ساتھ تھیں۔ وہ اس وقت حالت حمل میں تھیں۔ [1] جب وہ حبشہ میں اس کے بادشاہ نجاشی کے پاس ٹھہرے تو انھوں نے بچی کو جنم دیا، جس کا نام حبیبہ رکھا اسی کے نام کی وجہ سے ان کی کنیت ام حبیبہ مشہور ہوئی، پھر اسی کنیت سے وہ مشہور و معروف ہوئیں۔

ابوسفیان اور اس کے مشرک ساتھیوں کے لیے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا کہ ان کے ہاتھوں سے اہل ایمان نکل جائیں جنھوں نے اپنے گھر چھوڑ دیے تھے اور وہ ان کی پہنچ سے بہت دور چلے گئے تھے، تاکہ وہ راحت اور سکون سے رہ سکیں جو ان کے لیے مکہ میں ختم ہو چکا تھا اور ان اہلِ ایمان میں اس کی بیٹی ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

مہاجر مسلمان بڑے سکون اور اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے، انھیں بہترین ٹھکانہ میسر آ گیا تھا، انھیں بہترین پڑوسی کے زیر سایہ مکمل آرام و سکون میسر تھا۔ وہ اپنی اس احمق قوم کی پہنچ سے بہت دور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے کہ جس قوم نے انھیں مکے میں طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کر رکھا تھا۔ سر زمین حبشہ میں مہاجر مسلمان ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے آتے جاتے رہتے تھے۔

مؤمن مہاجر خواتین میں سے ام حبیبہ، ام سلمہ، رقیہ بنت رسول اللہ، جعفر بن ابی طالب کی بیوی اسماء بنت عمیس اور لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہن جیسی جلیل القدر خواتین گاہے گاہے اکٹھی

[1] تاریخ مدینة دمشق (تراجم النساء: ص ۷۷)۔

ہوتیں اور مکے میں گزرے دنوں کو یاد کرتیں۔ انھیں بیت اللہ کی یاد ستاتی، ان کے دلوں میں اپنے مالوف وطن کو دیکھنے کا شوق انگڑائیاں لیتا۔ ان یادوں کی تپش میں تخفیف صرف ایمان کی وجہ سے ہوتی۔

وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ ہمارے ساتھ یہ صورت حال محض اس لیے پیش آئی ہے کہ ہم اللہ پاک کے راستے پر گامزن ہیں۔ وہ ان تکالیف کو محض اس لیے برداشت کر رہی تھیں کہ یہ اللہ کے راستے میں اس کی خوشنودی کو حاصل کرنا چاہتی تھیں۔

جب خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے ہیں

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا عبادت میں ہمہ تن مصروف ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ سے لو لگا لی۔ اپنی بیٹی کو اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے روشناس کرانے لگیں۔ ان کا خاوند عبید اللہ بن جحش نصرانی مذہبی پیشواؤں کے پاس جا کر دیر تک بیٹھنے لگا۔ ان کی باتیں اس کے دل کو بھانے لگیں۔

حبشہ میں رہائش کے دوران ایک رات ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ذکر الٰہی کرتی ہوئی نیند کی آغوش میں چلی گئیں۔ انھوں نے خواب میں خوف زدہ مناظر دیکھے جس سے ہڑبڑا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان کی سانس اکھڑی ہوئی تھی، خوف و ہراس نے ان کے اعصاب کو جکڑ رکھا تھا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خواب کی داستان بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے خاوند عبید اللہ بن جحش کی شکل بری طرح بگڑ چکی ہے۔ میں گھبرائی اور میں نے سوچا کہ شاید اس کی حالت بدل چکی ہے اور واقعی جب صبح ہوئی تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ام حبیبہ! میں نے دین کے بارے میں غور وفکر کیا ہے، مجھے نصرانیت سے بہتر کوئی دین دکھائی نہیں دیا۔ میں پہلے نصرانی تھا پھر میں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کر لیا لیکن اب میں پھر نصرانیت کی طرف لوٹ گیا ہوں۔ میں نے سن کر کہا: اللہ کی قسم! یہ تیرے حق میں بہتر نہیں ہے۔ پھر میں نے اسے اپنا خواب بتایا تو اس نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔ [1]

اس طرح عبید اللہ بن جحش مرتد ہو گیا، اس نے مسیحیت سے اپنا ناطہ جوڑ لیا۔ بدبختی اس

---

[1] مستدرك حاكم (۲/ ۲۰، ۲۲)، طبقات ابن سعد (۸/ ۹۷)، سير اعلام النبلاء (۱/ ۴۴۲)، (۲/ ۲۲۱)، الاصابة (۴/ ۲۹۹)، السيرة الحلبية (۲/ ۷۵۸)، السمط الثمين (ص ۱۱۱)، تاريخ مدينة دمشق تراجم النساء (ص ۸۲، ۸۳)۔

پر غالب آ گئی۔ اس نے کوشش کی کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی مرتد ہو جائے اور اسلام کو چھوڑ دے۔ اس نے انھیں اس دین کے اختیار کرنے کی ترغیب بھی دلائی جسے وہ اپنا چکا تھا لیکن اس کی تمام تر کوششیں رائیگاں گئیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس کا مطالبہ ماننے سے یکسر انکار کر دیا۔ انھوں نے بڑا صبر کیا اور وہ صحیح ایمان کے راستے پر گامزن رہیں۔ انھوں نے ایمان کے نور سے اپنے دل کو روشن رکھا اور اللہ پر پہلے سے زیادہ اعتماد کیا۔ انھوں نے اس حقیقت کو پلے باندھ لیا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل نے مشرک اور کافر انسان کے ساتھ رہنا قبول نہیں کیا بلکہ انھوں نے ایسے شخص کے ساتھ بیٹھنا یا باتیں کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ انھوں نے یہ ضروری سمجھا کہ جس شخص نے اپنے دین سے بغاوت کی ہے اس سے فوری طور پر علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔ اس نے اپنے اہل خانہ کو دھوکا دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے گئے معاملے میں خیانت کی ہے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ اب تو جدائی ضروری ہے اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ وہ اپنے گھر میں بیٹھ گئیں، انھوں نے عورتوں سے ملنا جلنا ختم کر دیا۔ رات بھر اپنے رب سے مناجات کرتی رہتیں اور اس کے حضور اپنی حالت زار کا شکوہ کرتی رہتیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت کو خوب اچھی طرح جانتا تھا اور اللہ ان حالات سے خوب واقف تھا جو انھیں پردیس میں لاحق ہوئے تھے اور جو کچھ تنہائی میں ان پر بیت رہا تھا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو سخت ترین اور ناگفتہ بہ حالات نے گھیر رکھا تھا وہ مکہ معظّمہ بھی واپس نہیں جا سکتی تھیں کیونکہ ان کا باپ ابوسفیان اسلام اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن وہاں موجود تھا۔ وہ انھیں پل بھر چین نہ لینے دیتا بلکہ انھیں دین سے منحرف کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کرتا کیونکہ وہ ان بدمعاش قریشیوں کا سردار تھا جو اسے طعنہ دیتے تھے کہ اس کی بیٹی ام حبیبہ نے اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ اسے چھوڑ کر حبشہ چلی گئی ہے۔ وہ مدینہ منورہ بھی ہجرت نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ وہاں ان کے خاوند کی بہن زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا امہات المومنین کی فہرست میں شامل تھیں، کہیں وہ انھیں اپنے لیے بوجھ نہ سمجھنے لگے۔ ان تمام پہلوؤں پر غور و فکر کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا کہ وہی علاّم الغیوب ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔

ان کا خاوند عبیداللہ بن جحش شراب نوشی میں دھت رہنے لگا، وہ دن رات جام پہ جام

پیئے جاتا۔ شراب نے اسے بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور آخر کار کثرت شراب نوشی نے اس کا کام تمام کر دیا اور وہ کفر کی حالت میں چل بسا۔ نہ دنیا ملی اور نہ آخرت۔

علامہ طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((فَتَنَصَّرَ زَوْجُهَا وَحَاوَلَهَا اَنْ تُتَابِعَهٗ فَابَتْ وَصَبَرَتْ عَلٰى دِيْنِهَا وَمَاتَ زَوْجُهَا عَلَى النَّصْرَانِيَّةِ))

''ان کے خاوند نے نصرانیت قبول کر لی، اس نے بہت کوشش کی کہ اس کی بیوی اس کے پیچھے لگے لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا اور وہ اپنے دین پر کار بند رہیں اور ان کا خاوند دین نصرانیت پر فوت ہوا۔''

ام المومنین

ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا پردیس میں اکیلی رہ گئیں۔ ان کا خاوند شراب میں ہر وقت دھت رہنے کی وجہ سے فوت ہو گیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے اللہ سے ہر وقت دعا کرتی رہتیں کہ وہ اسے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور پردیس میں اس پر رحم فرمائے اور تنگ و ترش حالات پیش آنے پر اس کی مدد کرے۔ ان کے خاوند نے انھیں نصرانی بنانے کی بڑی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں اسلام پر قائم و دائم رکھا۔ [1]

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں یہ اطلاع پہنچی کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا ایمان لانے کی وجہ سے شروع دن ہی سے بڑے ناگفتہ بہ حالات کی گرفت میں ہیں۔ پھر انھوں نے مجبور ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت اختیار کی۔ یہ ہجرت محض اللہ اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی رضا کی خاطر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم بھی ہوا کہ ان کا خاوند عبید اللہ بن جحش مرتد ہو کر دائرہ نصرانیت میں داخل ہوا اور پھر اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ اب وہ اپنی ننھی منی بیٹی حبیبہ کے ساتھ اکیلی حبشہ میں زندگی کے کٹھن دن گزار رہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عزت افزائی کا ارادہ کیا اور ان کے صبر اور دین پر کاربند ہونے کا بہتر بدلہ دینے کا ارادہ کیا۔ آپ کو ان کی دیانتداری، عبادت گزاری، پاک دامنی اور صبر کے بارے میں بھی اطلاع

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۲۰)، تاريخ مدينة دمشق (تراجم النساء ص۸۶)۔

پہنچ چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کرنے کا ارادہ کرلیا اور آپ نے یہ چاہا کہ انھیں ام المومنین کے اعلیٰ مقام و مرتبے پر فائز کیا جائے اور خواتین اہل بیت میں شامل کر کے اس کی عزت افزائی کی جائے جو اہل بیت ایسے خوش نصیب افراد ہیں کہ جن کی جڑ زمین میں اور شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً چالیس سال کی ہوگئی لیکن وہ اس عمر میں بلا کی حسین و جمیل تھیں اور اس پر مزید یہ کہ وہ تقویٰ شعار، دیندار اور عبادت گزار تھیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

((اَلسَّیِّدَۃُ الْمُحَجَّبَۃُ رَمْلَۃُ بِنْتُ اَبِیْ سُفْیَانَ)) [1]

''سیدہ پردہ دار رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا''

لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے مقام و مرتبے کو بلند کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور وہ اسی طرح ہوسکتا تھا کہ انھیں اپنے حبالہ عقد میں لے لیں۔ اس شادی سے انھیں مندرجہ ذیل دو میں سے ایک خوبی ضرور میسر آئے گی:

رملہ کے سخت گیر باپ ابوسفیان کی ناک کٹ جائے گی یا پھر اس کی سخت طبیعت نرم ہو جائے گی اور اس کا دل حق قبول کرنے کی طرف مائل ہوجائے گا اور اس کا سینہ اسلام کے لیے کھل جائے گا۔

یہ ساری صورت حال مدینہ منورہ میں پیش آ رہی تھی۔ یہ واقعات و حالات رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پیش آ رہے تھے۔ ادھر سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا حبشہ میں اپنی عدت کے دنوں کے خاتمے کا انتظار کر رہی تھیں اور وہ منتظر تھیں کہ کب اللہ کشادگی کے دن لائے گا یا کب اس کی طرف سے دن پھرنے کا حکم ہوگا۔ ایک رات ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سونے کے لیے بستر پر لیٹیں تو انھوں نے خواب دیکھا کہ کوئی انھیں ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ وہ گھبرا کر بیدار ہوئیں لیکن جلد ہی انھیں سکون واطمینان حاصل ہوگیا۔ انھوں نے اپنے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے شادی کرلیں گے۔

دن گزرنے لگے۔ جب عدت پوری ہونے میں چند دن باقی رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۸)، الاصابۃ (۴/ ۲۹۹)، تاریخ مدینۃ دمشق (تراجم النساء ص ۸۳)۔

نے مدینہ منورہ میں عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو تیار کیا تا کہ وہ اس مہم پر روانہ ہوں اور سیدہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کو جا کر خوش خبری سنائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو حبشہ کے حکمران نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی شادی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہتمام کر دے۔

حبشہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تنہائی میں بڑی فکر مند تھیں، وہ کئی دن سے اپنے خواب کی تعبیر میں غور و خوض کر رہی تھیں۔ ایک دن ایسے ہوا کہ نجاشی کی ایک ابرہہ نامی کنیز ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی: بادشاہ نے پیغام دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف خط لکھا ہے کہ آپ کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دی جائے۔ یہ پیغام سن کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ فیوض و برکات نے مجھے ڈھانپ لیا ہے۔ وہ اپنے خیالات و احساسات کو چھپا نہ سکیں اور انھوں نے مسکراتے ہوئے کنیز سے کہا: اللہ تجھے خوش رکھے۔ کنیز نے کہا: بادشاہ سلامت کہتے ہیں کہ آپ اپنی شادی کا کوئی وکیل مقرر کر لیں، تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار خالد بن سعید بن العاص الاموی رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کر لیا۔ پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس خوشی میں پیغام لانے والی کنیز کو اپنے چاندی کے دو کنگن، پازیب اور چاندی کی انگوٹھیاں تحفے میں دے دیں کیونکہ بھلا اس سے بڑھ کر کوئی خوشخبری ہو سکتی تھی کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ان امہات المومنین میں شامل ہونے کی بشارت ملی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کر کے بلند مقام و مرتبہ عطا کیا ہے۔

خطبہ نکاح اور عمدہ مہر

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے عمدہ مہر اور قابل رشک شادی کے بارے میں لکھا ہے، فرماتے ہیں:

((وَهِیَ مِنْ بَنَاتِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْسَ فِیْ اَزْوَاجِهٖ مَنْ هِیَ اَقْرَبُ نَسَباً اِلَیْهِ مِنْهَا، وَلَا فِیْ نِسَاءِهٖ مَنْ هِیَ اَكْثَرُ صَدَاقًا مِنْهَا وَلَا مَنْ تَزَوَّجَ بِهَا وَهِیَ نَائِیَةُ الدَّارِ اَبْعَدَ مِنْهَا، عُقِدَلَهٗ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْهَا بِالْحَبَشَةِ وَاَصْدَقَهَا عَنْهُ صَاحِبُ الْحَبَشَةِ اَرْبَعَمِائَةِ دِیْنَارٍ وَجَهَّزَهَا بِاَشْیَاءَ)) [1]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۱۸)۔

''اور وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کی بیٹیوں میں سے تھیں۔ آپ کی بیویوں میں نسب کے اعتبار سے ان سے زیادہ کوئی اور آپ کے قریب نہ تھی اور نہ ان سے زیادہ کسی کا حق مہر باندھا گیا اور نہ ان کی طرح گھر سے دور کسی سے شادی ہوئی جس طرح ان کے ساتھ ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کا ان کے ساتھ نکاح حبشہ میں ہوا اور آپ کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نے چار سو دینار مہر دیا اور کچھ مزید چیزیں بھی جہیز میں دیں۔''

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پر یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہوئی کہ انھیں ان پاکیزہ امہات المومنین کی فہرست میں شامل کر دیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۶)

''بلا شبہ نبی مؤمنوں کے لیے ان کی اپنی ذات سے بھی مقدم ہیں اور آپ کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔''

خطبہ نکاح اور مہر کیسے طے پایا؟

آپ ذرا یہ داستان بھی سن لیجیے کہ جس دن شام کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو شادی کی خوش خبری دی گئی اسی وقت حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اپنے مہاجر ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں۔ سب مہاجر مسلمان دربار میں حاضر ہو گئے۔ نجاشی اس پر رونق محفل میں خطبہ نکاح پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے یہ خطبہ پڑھا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ، الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّهُ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اِلَیَّ اَنْ اُزَوِّجَهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِیْ سُفْيَانَ فَاَجَبْتُ اِلٰی مَا دَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ اَصْدَقْتُهَا اَرْبَعَمِائَةِ دِيْنَارٍ))

''تمام تر شکر اللہ کے لیے ہے جو بادشاہ ہے، پاک، سراسر سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، ہر چیز پر غالب اور اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا زبردست ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور

رسول ہیں اور آپ وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی۔ حمد وثناء کے بعد! اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی شادی ان سے کر دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے جس کی طرف مجھے دعوت دی میں نے قبول کر لی اور میں نے ان کا حق مہر چار سو دینار مقرر کیا ہے۔''

پھر نجاشی نے مسلمانوں پر دیناروں کا چھٹا دیا[1] اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَنْصِرُهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ اِلٰى مَا دَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَزَوَّجْتُهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِىْ سُفْيَانَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

''تمام تر شکر اللہ کے لیے ہے، میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں اس سے مدد طلب کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، جنھیں اس نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر فوقیت عطا کرے اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند کرتے ہوں۔

حمد وثنا کے بعد! جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی میں نے اسے قبول کر لیا۔ میں نے آپ کی شادی ام حبیبہ بنت ابی سفیان (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ شادی مبارک کرے۔''

نجاشی نے مہر کی رقم چار سو دینار خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ مسلمان اس کے بعد جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو نجاشی نے کہا: بیٹھ جاؤ! انبیاء علیہم السلام کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ انھوں نے جب بھی شادی کی تو کھانے کا اہتمام کیا۔ پھر اس نے کھانا منگوایا، سب نے مل کر

---

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۲۰، ۲۲)، طبقات ابن سعد (۸/ ۹۷، ۹۸)، الاصابة (۴/ ۲۹۹)، الاستیعاب (۴/ ۲۹۷)، السيرة الحلبية (۲/ ۷۵۸، ۷۵۹)، تاريخ مدينة دمشق (تراجم النساء ص ۸۳)، تفسير القرطبى (۱۸/ ۵۸)۔

کھایا اور اس کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ [1]

اس پر سلامتی کی برکھا برسے

تقدیر نے اپنا فیصلہ سنا دیا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بلند مقام پر پہنچا دیا۔ اس نے اس ابرہہ نامی کنیز کی قدر و منزلت کو بھی چار چاند لگا دیے جس نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی مبارک باد دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام بھیجا۔ کس قدر مبارک باد کے لائق ہے وہ کنیز جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے سلام بھیجا۔

میں اس کنیز کو بڑی عظیم خاتون سمجھتا ہوں جس نے اپنے دل میں ایمان کو سمو لیا اس نے سونے چاندی کے زیورات کو کوئی اہمیت نہ دی حالانکہ زیورات عورت کی کمزوری ہوتی ہے۔ اس نے دلی رغبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچا دیا جائے حالانکہ اس نے آپ کو دیکھا نہیں تھا۔

اس نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنی یہی خواہش ظاہر کی کہ میں اور کچھ نہیں چاہتی میری دلی خواہش صرف یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیا جائے۔ ام حبیبہ اس واقع کی روداد بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں: جب نجاشی کی طرف سے مجھے مہر کی خطیر رقم وصول ہوئی تو میں نے ابرہہ نامی کنیز کو پیغام بھیجا جس نے مجھے شادی کی خوش خبری سنائی تھی۔ وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس سے کہا: ابرہہ! میں نے کل تجھے جو کچھ دیا سو دیا۔ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہ تھا، اب یہ پچاس مثقال میں تجھے دے رہی ہوں، اسے اپنے پاس رکھ لو، آڑے وقت میں تیرے کام آئیں گے لیکن آفرین ہے اس کنیز پر کہ اس نے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا بلکہ اپنی ہتھیلی نکالی اور جو کچھ کل لیا تھا وہ بھی نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگی: مجھے بادشاہ سلامت نے منع کر دیا ہے۔ میں بادشاہ کے کپڑوں اور عطریات کا انتظام کرتی ہوں۔ میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اختیار کر لیا ہے، اللہ کی رضا کے لیے میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور بادشاہ نے اپنی تمام بیگمات کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جو کچھ اعلیٰ قسم کے عطریات ہیں وہ آپ کی طرف بھیج دیئے جائیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی الولی رقم الحدیث(۲۰۸۶، ۲۱۰۷)، سنن نسائی کتاب النکاح باب القسط فی الاصدقة رقم الحدیث (۳۳۵۰)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۶۸۶۲)۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب اگلا دن ہوا تو وہ کنیز اعلیٰ قسم کے عطریات لے کر میرے پاس آئی، میں نے یہ سارے عطریات اس سے لے لیے۔ ابرہہ نے مجھ سے کہا: ام حبیبہ! میری ایک التجا ہے۔ میں نے کہا: وہ کیا؟ اس نے کہا: ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا اور دوسری التجا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دینا کہ میں نے دین اسلام کو قبول کر لیا ہے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابرہہ میرے ساتھ بڑی ہی نرمی کے ساتھ پیش آتی، جب میرے پاس ہوتی تو یہ کہتی ام حبیبہ! دیکھنا کہیں میری التجا بھول نہ جانا۔ فرماتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی تو خطبہ نکاح کی ساری روداد آپ کو سنائی۔ ابرہہ جس طرح میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئی اس کی تفصیلات بھی بتائیں۔ آپ یہ سن کر مسکرا پڑے۔ میں نے کہا: اس نے آپ کو سلام بھی کہا ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا:

((وَعَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ)) [1]

''اس پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکات برسیں۔''

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ خانہ نبوی میں

مسلمان حبشہ میں عرصہ دراز تک رہے مدینہ منورہ میں امن وسکون اور استحکام پیدا ہونے کے بعد انھوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان بہت سی فیصلہ کن جنگیں ہو چکی تھیں۔ بدر، احد اور خندق وغیرہ کے معرکے بپا ہو چکے تھے۔ ان معرکوں میں ابوسفیان مسلمانوں کے خلاف لڑنے والوں کا سربراہ رہا۔ آخری معرکہ جس کی قیادت ابوسفیان نے کی وہ غزوہ احزاب کا معرکہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام احزاب کو شکست سے دوچار کیا لیکن اس معرکے میں کئی دن تک مسلمانوں کا معاصرہ جاری رہا، یہاں تک کہ ان کی آنکھیں تاڑے لگ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے۔ ابوسفیان نے مکہ واپس کوچ کر جانے کا اعلان کر دیا اور تمام احزاب یعنی کافر گروہوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں جبکہ ابوسفیان مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کا عزم رکھتا تھا۔

ابوسفیان نے واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خط لکھا:

---

[1] تاریخ مدينة دمشق (تراجم النساء ص ۸۴) السيرة الحلبية۔ سير اعلام النبلاء (۱/ ۴۴۳)، السمط الثمين (۱۱۳)

((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ، فَاِنِّی اَحْلِفُ بِاللاَّتِ وَالْعُزّٰی، وَاِسَافٍ وَنَائِلَةَ، وَهُبَلَ، لَقَدْ سِرْتُ اِلَيْكَ فِیْ جَمْعٍ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ لاَ اَعُوْدَ اِلَيْكَ اَبَدًا حَتّٰی اَسْتَاْصِلَكُمْ، فَرَأَيْتُكَ قَدْ كَرِهْتَ لِقَاءَنَا وَاعْتَصَمْتَ بِمَكِيْدَةٍ مَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَعْرِفُهَا وَاِنَّمَا كَانَتْ تَعْرِفُ ظِلَّ رِمَاحِهَا وَشَبَا سُيُوْفِهَا وَمَا فَعَلْتَ هٰذَا اِلَّا فِرَارًا مِنْ سُيُوْفِنَا وَلِقَاءِنَا وَلَكَ مِنِّیْ يَوْمٌ كَيَوْمِ اُحُدٍ))

''اللہ کے نام سے میں لات، عزیٰ، اساف ونائلہ اور ہبل کی قسم کھاتا ہوں، میں چاہتا تھا کہ تیری جڑ اکھاڑ کر لوٹوں گا لیکن میں نے تجھے دیکھا کہ تو نے ہمارے مقابلے میں آنے کو ناپسند کیا اور ایسی چال چلی جس کو عرب اس سے پہلے جانتے ہی نہیں تھے، وہ نیزوں کے سائے اور تلواروں کی جھنکار کو جانتے ہیں، تم نے یہ جو کچھ ہماری تلواروں اور ہمارے مقابلے میں کیا ہے یہ راہ فرار اختیار کرنے کے لیے ہی کیا ہے۔ تجھے میری طرف سے ایک نہ ایک دن جنگ اُحد کی طرح چوٹ کھانی پڑے گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس خط کا یہ جواب دیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

((مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلٰی صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ اَتَانِیْ كِتَابُكَ وَقَدِيْمًا غَرَّكَ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ، اَمَّا مَا ذَكَرْتَ اَنَّكَ سِرْتَ اِلَيْنَا وَاَنْتَ لاَ تُرِيْدُ اَنْ تَعُوْدَ حَتّٰی تَسْتَاْصِلَنَا فَذٰلِكَ اَمْرٌ يَحُوْلُ اللّٰهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ وَيَجْعَلُ لَنَا الْعَاقِبَةَ وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْكَ يَوْمٌ اَكْسِرُ فِيْهِ اللاَّتَ وَالْعُزّٰی وَاِسَافًا وَنَائِلَةَ وَهُبَلَ حَتّٰی اُذَكِّرَكَ ذَالِكَ يَا سَفِيْهَ بَنِیْ غَالِبٍ))

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صخر بن حرب کے نام! تمھارا کا خط مجھے ملا، زمانہ قدیم ہی سے اللہ کے متعلق کسی نے تجھے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ جو تو نے یہ ذکر کیا کہ تم ہماری جڑ اکھیڑنے کا ارادہ رکھتے تھے، یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ اللہ

تیرے اور اس کے درمیان حائل ہو گیا اور اللہ انجام ہمارے حق میں کر دے گا۔
سنو! تجھ پر ایک دن ایسا آئے گا کہ میں اس دن لات، عزیٰ، اساف، نائلہ اور ہبل جیسے بت توڑ پھوڑ دوں گا۔ اے بنو غالب کے احمق! اس دن میں تجھے تیری اوقات یاد دلاؤں گا۔''

حبشہ میں مسلمان رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ملاقات کے بڑے مشتاق تھے۔ اسی طرح وہ اپنے محبوب نظر ساتھیوں کو ملنے کا بھی دلی شوق رکھتے تھے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی دلی خواہش تھی کہ جس قدر جلدی ہو سکے مدینہ منورہ پہنچ کر امہات المومنین کی پاکیزہ لڑی میں شریک ہو کر خود بھی ام المومنین کے اعلیٰ مقام و مرتبے پر فائز ہو سکیں۔ ان کی یہ دلی خواہش واقعی بڑی قدر و قیمت والی تھی۔ انھوں نے یہ مقام اپنے ایمان اور صبر کی بنا پر حاصل کر لیا۔ واقعی یہ بہت بڑا شرف اور عظمت ہے، باقی ساری عظمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں اس کے آگے ہر چیز سرنگوں ہے۔ ''ام المؤمنین'' کا لقب پا لینا کوئی معمولی سی بات ہے!!؟ یہ تو وہ مبارک تاج ہے جسے رب العالمین نے انھیں پہنایا۔

مکہ میں ابوسفیان کو معرکہ بدر میں پیش آنے والی ہزیمت اور معرکہ خندق میں الٹ جانے والی کھانے کی دیگیں اور اکھڑ جانے والے خیمے رہ رہ کر یاد آ رہے تھے اور ان یادوں سے وہ پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اس کی یادوں میں ایک طوفان برپا تھا جس نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا کہ کسی نے حبشہ سے آ کر اس کو اطلاع دی کہ سیدنا محمد ﷺ نے نجاشی کو خط کے ذریعے کہا ہے کہ اس کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی ان سے کر دی جائے اور بیٹی نے خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو اپنی شادی کا وکیل مقرر کر لیا ہے۔

ابوسفیان کہنے لگا: ہائے میری قسمت! میں یہ کیا سن رہا ہوں؟ اب میری بیٹی کی شادی اس سے ہوگی جس کے خلاف شروع دن سے میں نبرد آزما ہوں اور میری یہ کوشش رہی ہے کہ اس کے پیغام کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا جائے۔ اس کے دل میں غصے کی آگ بھڑک رہی تھی اور یہ خبر سن کر اسے اور بھی غصہ آیا کہ جب سے رسول اللہ نے اس کی بیٹی کو شادی کا پیغام پہنچایا ہے وہ خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔ یہ سن کر تو وہ اور زیادہ تلملایا کہ جس کنیز نے اسے شادی کی خوش خبری دی تھی اسے اپنے کنگن اتار کر دے دیئے اور دوسرے دن جب مہر کی رقم اس کے ہاتھ میں آئی تو اس نے کنیز کو بلا کر کہا کہ کل میں نے تجھے دو کنگن دیئے تھے، میرے پاس اسکے

علاوہ کچھ مال نہیں تھا اب اللہ نے مجھے یہ مال دیا ہے، میں تم کو یہ دینار دے رہی ہوں، انھیں اپنے پاس رکھ لو تیرے کام آئیں گے۔

قریش کے سربراہ کی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اب اس کے دشمنوں کی ماں بن گئی ہے جن کے ساتھ یہ عرصہ دراز سے لڑائی لڑ رہا ہے۔ جب اسے یہ خبر ملی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور وہ چکرا گیا لیکن سچی بات اس کے منہ سے نکل کر تاریخ کے اوراق میں ثبت ہو گئی۔ دراصل وہ اس کے احساسات کی صحیح ترجمانی تھی اس کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس نے کہا: ''اس جوانمرد کی ناک خاک آلود نہیں کی جا سکتی۔''[1]

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ۷ھ میں خیبر فتح ہونے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچیں۔ ان کے ہمراہ مہاجرین کا قافلہ بھی مدینے پہنچا جس میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرصہ دراز تک غائب رہنے والے احباب کی آمد پر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ان کے ہمراہ صابرہ، طاہرہ، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جو اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن کر ام المومنین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکی تھیں۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ گھر میں ام المومنین کی حیثیت سے داخل ہوئیں جبکہ مشرکین اور ان کا باپ ابوسفیان ہاتھ ملتے رہ گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی۔

ابوالقاسم ابن عساکر نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حبشہ سے آمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر داخل ہونے کی کیفیت کی تفصیلات لکھی ہیں۔ کہتے ہیں:

> جب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کے اونٹ کی نکیل کو پکڑ لے اور انھیں گھر میں اتار دے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی، گھر میں ایک جھاڑو پڑا ہوا تھا، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز سے کہا: تم اگر چاہو تو پانی پلانے کی ذمہ داری ادا کرو، میں جھاڑو دیتی ہوں اور اگر چاہو تو میں پانی پلاتی ہوں اور تم جھاڑو دو۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے جھاڑو دیا پھر ایک چٹائی بچھائی

---

[1] اسد الغابۃ (۶/ ۱۱۶)، انساب الاشراف (۱/ ۴۳۹)، تفسیر القرطبی (۱۸/ ۵۸)، اسباب النزول للواحدی (ص۳۴۹)۔

اور اس پر چادر بچھائی، پھر اس پر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا براجمان ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی آپ تشریف لائے اندر داخل ہوئے تو بڑی عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو دار ماحول کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا: تم قریشی عورتیں شہریوں کی طرح ٹھاٹھ باٹھ سے رہتی ہو، تمھاری بود و باش دیہاتیوں کی طرح نہیں ہے۔'' [1]

جب سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ گھر میں داخل ہوئیں تو وہ قرآن کریم کے میٹھے چشمے سے سیراب ہونے لگیں اور حدیث شریف کے علم سے سیراب ہونے لگیں کہ جس سے حبشہ کی ہجرت کے دوران میں وہ محروم تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا امت کی فقیہ عورتوں میں شمار ہونے لگا۔ یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے مہاجرین کو خیبر کے مال غنیمت میں شریک کیا اور ان کے علاوہ جو غزوہ خیبر میں شریک نہ تھے مال غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا گیا۔

ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:

''اے کشتی والو! تم نے دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کی ہے۔'' [2]

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک یقین کا اخلاص

صلح حدیبیہ کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کے لیے عظیم فتح کی نوید ثابت ہوئی۔ لوگوں میں امن کی فضا پیدا ہو گئی، مسلمان کافروں سے میل ملاقات کرنے لگے اور انھیں اسلام کی طرف دعوت دینے لگے۔ قرآن و حدیث سنانے لگے۔ اسلام کے مسائل پر مسلمان کافروں سے بڑے اطمینان اور سکون کے ماحول میں بحث مباحثہ کرنے لگے جو چھپ کر اسلام کا نام لیتے تھے وہ کھل کر منظر عام پر آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کا نام ''فتح مبین'' رکھا۔

اس صلح کی شرائط کے ضمن میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ عرب قبائل کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنی مرضی سے وہ فریقین میں جس سے چاہیں اس کے حلیف بن سکتے ہیں۔ اس طرح بنوخزاعہ

---

[1] تاریخ مدینة دمشق (تراجم النساء ص ۸۷)۔

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب الانصار باب هجرة الحبشة رقم الحدیث (۳۸۷۶)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب رقم الحدیث (۲۵۰۳)، مسند احمد (۱۹۱۹۵)۔

قبیلے نے سیدنا محمد ﷺ کا حلیف بننے کا اعلان کر دیا جبکہ بنو بکر نے قریش کے حلیف بننے کا معاہدہ کر لیا۔ زمانہ جاہلیت سے بنو خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان خون ریزی چلی آ رہی تھی۔ اسلام کے آنے سے اس میں رکاوٹ پیدا ہوئی لیکن جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پا گیا تو بنو بکر جو قریش کے حلیف تھے انھوں نے مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنو خزاعہ پر موقع پاتے ہی غارت گری کر دی۔ قریش نے خفیہ طور پر بنو بکر کو افرادی اور عسکری مدد بہم پہنچائی اور رسول اللہ ﷺ کے حلیف قبیلے بنو خزاعہ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اس طرح قریش نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا گیا معاہدہ توڑ دیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر عمرو بن سالم خزاعی چالیس افراد کا وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس فریاد کرنے کے لیے مدینہ منورہ پہنچا۔ اس نے مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو قریش کی معاہدہ شکنی کی اطلاع دی اور آپ سے فریاد رسی کی اپیل کی۔ آپ نے فرمایا: اے عمرو بن سالم! مطمئن رہو، تمھاری مدد کی جائے گی۔

قریش کو جب پتہ چلا کہ بنو خزاعہ کے لوگ فریاد رسی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ گئے ہیں تو وہ بہت زیادہ گھبرا گئے، وہ بہت خوف زدہ ہوئے اور اپنے کیے پر ندامت محسوس کرنے لگے، ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، قریش نے اپنے سردار ابوسفیان بن حرب کو مدینے بھیجا تاکہ صلح کے معاہدے کی تجدید کر سکے اور کچھ مزید مہلت لے۔ ابوسفیان مدینہ منورہ پہنچا، پہلے اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ رملہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا، وہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو بیٹی نے بستر لپیٹ دیا، اس نے بیٹی سے کہا: بیٹی! یہ کیا کیا؟ میری آمد پر یہ خوشی کا اظہار ہے یا ناخوشی کا؟ انھوں نے جواب میں کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ مشرک پلید ہیں۔ اس نے کہا: بیٹی! میرے بعد تجھے برے حالات درپیش رہے ہیں۔ [1] بیٹی نے کہا: اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت دے دی۔

پھر وہ کہنے لگیں: آپ قریش کے بڑے سردار ہیں، آپ اسلام میں داخل ہونے سے کیوں گریزاں رہے؟ آپ ایک ایسے پتھر کی پوجا کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۹۹، ۱۰۰)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۲۳)، البدایة والنهایة (۴/ ۲۸۰)، (۸/ ۲۸)، اسد الغابة (۶/ ۱۱۶)، السمط الثمین (ص۱۱۵)، شفاء الغرام (۲/ ۱۶۷)۔

اس نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے، یہ صورت حال بھی اپنی بیٹی کی طرف سے دیکھ رہا ہوں، اچھا کیا میں ان کو چھوڑ دوں جن کی پوجا میرے باپ دادا کرتے رہے ہیں؟ اور دین محمد ﷺ کو اختیار کر لوں؟ یہ کہہ کر پھر وہ ان کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ [1]

اب ہم تھوڑی دیر کے لیے ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے اس سلوک کے بارے میں بات کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے باپ سے اختیار کیا جس سے اس عظیم خاتون کی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ والہانہ محبت کا پتہ چلتا ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ واقعی یہ اپنے عقیدے میں مخلص ہیں۔

قریش کا سردار، وادی بطحا کا سرکردہ لیڈر ابوسفیان اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بڑی طویل مدت کی جدائی کے بعد آتا ہے، وہ گھر کے ایک بستر پر بیٹھنے لگتا ہے لیکن اس کی بیٹی جلدی سے بستر کو لپیٹ دیتی ہے۔ اب وہ کھڑا کھڑا سوچ رہا ہے کہ بیٹی نے ایسے کیوں کیا؟ اس کے خیال میں اپنے مرتبے کی وجہ سے یہ بھی آیا کہ شاید بیٹی نے اس لیے بستر لپیٹا ہو کہ اس نے میری شان کے مطابق نہ سمجھا ہو، کیونکہ میں آخر وادی بطحا کا مشہور و معروف سردار ہوں، بیٹی نے میری تعظیم کی خاطر بستر لپیٹ دیا ہو۔ اس موقع پر بیٹی نے بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنے ایمانی روشن جذبات کا اظہار کیا، اپنے دین اور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کا برملا اظہار کرتے ہوئے کہا: ابا جان! یہ اللہ کے پاکیزہ رسول کا بستر ہے اور آپ ایک مشرک پلید شخص ہیں، آپ کے اس بستر پر بیٹھنے سے اس بستر کا تقدس مجروح ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے میں نے اس بستر کو لپیٹ دیا ہے تاکہ ناپاک نہ ہو جائے۔ قریش کا یہ سردار اپنی بیٹی کی بات سن کر ہکا بکا رہ گیا اور سوچنے لگا کہ میں وہ شخص ہوں کہ قیصر و کسریٰ کے درباروں میں جاتا ہوں تو میرے نیچے اعلیٰ قسم کے قالین بچھائے جاتے ہیں، میری آمد پر شام کے محلات کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، آج اس کے نیچے سے بستر لپیٹا جاتا ہے اور یہ بستر اس کی بیٹی لپیٹ رہی ہے، جو اس کی تمام بیٹیوں سے زیادہ فرمانبردار ہوا کرتی تھی۔

یہ سب محمد ﷺ کی تعلیمات سے ان کی طبیعت میں فرق پڑا ہے۔ اللہ اکبر! کس قدر ایمانی اخلاص سے بھرپور مظاہرہ ہے!...... کس قدر روشن ایمان ہے جس نے دل کی گہرائیوں تک روشنی کی قندیل فروزاں کر دی ہے!!...... اور یہ ایمان روح اور عقل میں سرایت کر چکا ہے

[1] تاریخ مدینۃ دمشق تراجم النساء (ص۹۱)۔

اللہ اکبر!...... کیا نرالی شان ہے۔ ابوسفیان نے اس سبق پر اکتفاء نہیں کیا جو اس کی بیٹی نے اس کے سامنے پیش کیا تھا، جو رسول اللہ ﷺ کے گھر میں سب سے زیادہ رشتے میں اس کے قریب تھی بلکہ وہ جس مقصد کے لیے مدینہ منورہ آیا تھا، اس پر بات کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ سے ملا اور آپ کے ساتھ اس موضوع پر بات کی جس کے لیے وہ آیا تھا۔ آپ نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا، آپ نے سنی ان سنی کر دی، اسے یہ صورت حال دیکھ کر بڑی پشیمانی کا سامنا کرنا پڑا، اس نے سوچا کہ واپس مکے چلا جائے لیکن ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ مزید کوشش کر کے دیکھ لیا جائے۔ پھر وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے بات کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس موضوع پر بات کریں۔ انھوں نے صاف انکار کر دیا پھر وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تا کہ وہ سفارش کریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جو بڑے سخت طبیعت کے تھے انھوں نے انکار کر دیا پھر ابوسفیان سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے دیا تھا۔

ابوسفیان بڑا حیران ہوا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری پھر وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان کے پاس سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی سامنے کھیل رہے تھے، اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے التجا کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے سفارش کریں، انھوں نے بھی انکار کر دیا لیکن نرم لہجے سے، آپ اس کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے۔ پھر اس نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ ہی رسول اللہ ﷺ سے بات کریں تو انھوں نے فرمایا: جس کو رسول اللہ ﷺ پناہ نہ دیں اسے کون پناہ دے سکتا ہے؟ میں معذرت چاہتی ہوں، میں اس موضوع پر آپ سے بات نہیں کر سکتی۔

ابوسفیان حیران و پریشان ہو کر وہاں سے اٹھا۔ شرمندگی سے پسینہ میں شرابور تھا، اس کی پریشانی کا حال یہ تھا کہ اسے یہ تک معلوم نہ تھا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے یا غروب ہو رہا ہے۔ وہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان سے کہا کہ اے ابوثابت! تم اس علاقے کے سردار ہو، تم ہی محمد (ﷺ) سے بات کر دیکھو شاید تمھاری سنی جائے۔ اس نے کہا نہ بھئی نہ، یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ کرنا ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہی نے کرنا ہے۔ اس نے ایک ایک کے دروازے پر دستک دی ہر ایک نے یہی جواب دیا جو کچھ کریں گے وہ رسول اللہ ﷺ ہی کریں گے۔ آپ نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم نے کس

طرح بیک زبان ہو کر بات کی؟ کس طرح انھوں نے ابوسفیان کا سامنا کیا؟ وہ ایمان کا مثالی ادب ہے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا، اس کی روشنی میں ان سب نے کس طرح حکمت و دانائی کا بھرپور مظاہرہ کیا؟

ابوسفیان قریش کی طرف خائب و خاسر ہو کر واپس آیا۔ اس کا پریشانی سے منہ لٹکا ہوا تھا، اسے مدینہ منورہ میں جس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا اس کا اسے وہم و گمان بھی نہ تھا، اس کا تو خیال تھا کہ وہاں بیٹی کا گھر ہے مجھے پذیرائی ملے گی لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ سب رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار ہیں، وہی بات کہتے ہیں جس کا انھیں اشارہ دیا جاتا ہے، اس سے اسے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت رنگ لائے گی۔ آپ نے سب سے کہہ دیا تھا کہ ابوسفیان معاہدے کی تجدید اور صلح کی مدت میں اضافے کی بات کرنے کے لیے آیا ہے اس کی ایک نہ سننا۔ اس طرح وہ ناکام واپس لوٹا۔

ابوسفیان کی واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مکہ معظّمہ کی طرف پیش قدمی کا اعلان کر دیا، لشکر اسلام مکہ کی طرف روانہ ہو گیا، ابوسفیان اسلام کی سربلندی کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا، اس نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا صلح حدیبیہ فتح مکہ کا باعث بنی۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر کے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ پھر یہی مکہ دعوت الی اللہ اور جہاد کا قلعہ بن گیا۔ علم، دعوت الی اللہ اور جہاد کی رونقیں پھر سے لوٹ آئیں۔

قرآن کا نزول اور حدیث کی بشارت

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دلی طور پر بہت زیادہ خوش تھیں اور مطمئن تھیں اور وہ اللہ کی شکر گزار تھیں کہ اس نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور دیگر افرادِ خانہ کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کی اور وہ اللہ کی اس بات پر بھی شکر گزار تھیں کہ اس نے اس کے رشتہ داروں کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دی ہے اور وہ مدرسہ نبویہ کے تربیت یافتہ شہسوار بن گئے ہیں۔ فتح مکہ سے پہلے اس کا دل اس خیال سے کانپ رہا تھا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ سردار مکہ بنو امیہ کا سربراہ کفر کی حالت میں فوت ہو گا اور ایمان کے سائے کی نعمت سے محروم رہ جائے گا۔ اس طرح وہ اللہ کی رحمت سے دھتکارا ہوا فوت ہو جائے گا جس طرح کہ اس سے پہلے بنو مخزوم کے سربراہ مثلاً ابوجہل، ولید بن مغیرہ، بنو سہم کا سربراہ عاص بن وائل، بنو عبد شمس کا سربراہ عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ وغیرہ فوت ہو گئے تھے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مسلسل اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہتیں کہ اس نے مجھ پر اپنا فضل وکرم کیا اور ان کے متعلق قرآن نازل کیا جو قیامت تک مساجد میں پڑھا جائے گا۔ مفسرین، مؤرخین اور بعض سیرت نگاروں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ درج ذیل آیت کریمہ:

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (الممتحنہ ۶۰/ ۷)

''ہوسکتا ہے کہ اللہ کبھی تمھارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت ڈال دے جن سے آج تم نے دشمنی مول لی ہے اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور وہ غفور ورحیم ہے۔''

اس باہمی مودت ومحبت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہے جس کی بنا پر وہ ام المومنین کے درجے پر فائز ہوئیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل ایمان کے ماموں کہلائے۔ [1]

علامہ طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

((عَسَى اللّٰهُ اَيُّهَا الْمُوْمِنُوْنَ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِنْ اَعْدَائِيْ مِنْ مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ مَوَدَّةً فَفَعَلَ اللّٰهُ ذَالِكَ بِهِمْ بِاَنْ اَسْلَمَ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَصَارُوْا لَهُمْ اَوْلِيَاءَ وَأَحْزَابًا)) [2]

''ہوسکتا ہے اے مومنو! کہ اللہ تمھارے اور میرے ان دشمنان مشرکین قریش کے درمیان محبت پیدا کردے۔ اور اللہ نے ایسا کر دکھایا کہ ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کرلیا اور وہ ان کے دوست اور جتھے بن گئے۔''

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اللہ دلوں کے پھیرنے پر قادر ہے، حالات کو

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۹۹)، دلائل النبوۃ للبیہقی (۳/ ۴۵۹)، الدرالمنثور للسیوطی (۸/ ۱۳۰)، تاریخ مدینۃ دمشق (تراجم النساء ص ۸۹) ازواج النبی للصالحی (ص۱۶۵)، الاصابۃ (۴/ ۲۹۹)، السمط الثمین (ص۱۱۶)، اسباب النزول للواحدی (ص۸۹)، مختصر تاریخ دمشق (۲/ ۲۸۴)، تفسیر القرطبی (۱۸/ ۵۸)، تفسیر الفخر الرازی (۲۹/ ۲۶۲)۔

[2] تفسیر الطبری (۲۸/ ۶۵)۔

بدلنے پر اسے قدرت حاصل ہے، وہ محبت کے اسباب کو آسان بنا دیتا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ تم کسی کو یکسر نہ چھوڑ دیا کرو۔ اللہ اسرار و رموز اور دلی بھیدوں کو جانتا ہے۔ یہ بھی مروی ہے:

((اَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا عَسٰى اَنْ يَكُوْنَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا)) ①

"اپنے محبوب سے ہلکے پھلکے انداز سے محبت کرو، ہوسکتا ہے کہ وہ کسی دن تیرا دشمن بن جائے۔"

رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر ان کو اور ان کے بھائی سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا ذکر کرتے ہوئے ان دونوں کو جنت کی بشارت دی۔ ابوالقاسم بن عساکر رحمہ اللہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے آپ کے پاس ان کی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں، یہ دیکھ کر پیچھے مڑ گئے، آپ نے فرمایا: معاویہ! واپس آ جاؤ! تو وہ واپس آ کر بیٹھ گئے، تو آپ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰهِ اِنِّی لَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا وَاَنْتَ وَهٰذِهِ فِی الْجَنَّةِ يُدِيْرُ الْكَاْسَ بَيْنَنَا)) ②

"اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ میں، تو اور یہ (ام حبیبہ) جنت میں اسی طرح رہیں اور جام ہمارے درمیان گردش کرے۔"

ایک اور حدیث مروی ہے جس سے ام حبیبہ اور دیگر ازواج مطہرات کی شان اجاگر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ اَبٰى لِیْ اَنْ اُزَوِّجَ اِلَّا اَهْلَ الْجَنَّةِ)) ③

"اللہ نے مجھے جنتی عورتوں سے شادی کرنے کا حکم دیا۔"

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حبشہ کی یادیں اور نجاشی کی موت

جس نجاشی نے حبشہ میں پناہ دی اور اپنا مہمان بنایا اس کا نام اصحمہ تھا۔ عربی زبان میں

① التفسير الكبير للرازی (۲۹/ ۲۶۲)۔
② تاريخ مدينة دمشق تراجم النساء (ص۹۰)۔
③ تاريخ مدينة دمشق تراجم النساء (ص۸۹)۔

اصحمہ کا مطلب عطیہ ہے۔ یہ حبشہ کا حکمران تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بہت اچھا مسلمان بن گیا۔ ایک اعتبار سے یہ صحابی ہے اور ایک لحاظ سے اسے تابعی کہا جاتا ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ [1]

ایک دن جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لے کر تشریف لائے اور آپ کو بتایا کہ مرد صالح نجاشی فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ [2] اس کے علاوہ آپ نے اور کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نجاشی نے نصاریٰ کے درمیان وفات پائی وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو نماز جنازہ پڑھاتا کیونکہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے اس کے پاس بطور مہمان ٹھہرے تھے وہ پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب خیبر فتح ہوا، نبی کریم ﷺ کے تمام گھروں میں یہ خبر پھیل گئی کہ نجاشی فوت ہو گیا ہے، سب اہل بیت نے دلی افسوس کا اظہار کیا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حبشہ میں قیام کی یادیں آنے لگیں اور مہاجرین کے ساتھ نجاشی کے حسن سلوک اور اکرام و احترام کو یاد کیا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ خبر سن کر حبشہ میں اپنے قیام کے دن یاد آ گئے۔ عبید اللہ بن جحش کا مرتد ہو کر فوت ہونا، خواب میں کسی کا ام المومنین کہہ کر پکارنا اور رسول اللہ ﷺ کے حبالہ عقد میں آ کر ام المومنین کے بلند مقام و مرتبہ پر فائز ہونا، یہ سب کچھ ان کے ذہن میں تازہ ہو گیا اور انھیں یہ بھی یاد آیا کہ حبشہ میں نجاشی کی کنیز ابرہہ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کی بشارت دی تھی، یہ کتنی دلآویز یادیں تھیں؟ کتنے سہانے خیالات تھے؟ کیا سماں تھا؟ کیا بہاریں تھیں؟

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۱/ ۴۲۸)۔

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب موت النجاشی رقم الحدیث (۳۸۷۸، ۳۸۷۹)، صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی التکبیر علی الجنازۃ رقم الحدیث (۹۵۲)، سنن النسائی رقم الحدیث (۱۹۷۰)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۳۲۰۴)، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۵۳۴)، ترمذی رقم الحدیث (۱۰۲۲)، مسند احمد (۴/ ۶۴)، موطا امام مالک رقم الحدیث (۴۷۶)۔

حدیث کی روایت اور حفظ

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اہل بیت کی ان خواتین میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا اور حدیث کی روایت کا اعزاز بخشا۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ان جلیل القدر خواتین میں سے تھیں جنہیں حدیث کی حافظہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اور یہ ان خوش نصیب خواتین میں سے تھیں جو کتاب و سنت کے ساتھ محبت رکھتیں اور ہر وقت کتاب وسنت کے پرچار میں مصروف رہتیں۔

حبشہ سے واپسی کے بعد یہ قرآن حکیم کے سرچشمے سے سیراب ہونے لگیں اور احادیث نبویہ کو زبانی یاد کرنے لگیں، جس کی وجہ سے ان کا شمار ان خواتین میں ہونے لگا جنھوں نے بکثرت احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حفظ اور روایت حدیث کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما ان سے زیادہ تھیں۔ اس حوالے سے ان کا نام خواتین اہل بیت میں تیسرے نمبر پر آتا ہے (ہاں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ روایات ان سے کچھ زیادہ ہیں۔ ام حبیبہ سے ۶۵ جبکہ میمونہ سے ۷۶ روایات منقول ہیں، اس لحاظ سے ان کا چوتھا نمبر ہے) البتہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا قریش کی فصاحت و بلاغت سے آراستہ خواتین میں سے تھیں اور یہ ان خواتین میں سے ایک تھیں جو بلاغت اور خطابت کے میدان میں مشہور و معروف ہوئیں۔

علاوہ ازیں یہ صاحب رائے، بلند مرتبہ اور ذہین و فطین خاتون تھیں۔ ان خوبیوں کی وجہ سے انھیں خواتین اہل بیت کی سردار ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہونے والی خاتون تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی پوری زندگی ان کی سیرت اور ان کے فرمودات سے سرمو بھی انحراف نہیں کیا۔ وہ حدیث کو روایت بھی کرتیں۔ اس پر خود عمل بھی کرتیں اور دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین بھی کرتیں اور وہ حدیث کے حکم خوب اچھی طرح سمجھتی بھی تھیں ان خوبیوں نے ان کی شخصیت کو بڑا ممتاز بنا دیا تھا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ۶۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے دو احادیث پر شیخین کا اتفاق ہوا ہے یعنی بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور ایک حدیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔ [1] ام حبیبہ

---

[1] صحیح البخاری رقم الحدیث (۵۱۰۷)، (۵۳۳۹)، صحیح المسلم رقم الحدیث (۱۹۴۹)، (۱۴۸۶)، تفرد بہ مسلم رقم الحدیث (۷۲۸، ۱۲۹۲)۔

رضی اللہ عنہا کی مرویات کو سنن اور مسانید میں نقل کیا گیا ہے اور ان سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان کے دو بھائیوں امیر معاویہ اور عتبہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی اور ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نیز ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے حدیث روایت کی۔ علاوہ ازیں عروہ بن زبیر رحمہ اللہ، ان کے دو غلام سالم بن شوال المکی اور ابوالجراح القرشی وغیرہ رحمہم اللہ نے بھی حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ سے جن جلیل القدر صحابیات نے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: زینب بنت ابی سلمہ مخزومیہ اور صفیہ بنت شیبہ عبدریہ رضی اللہ عنہما۔

بخاری شریف میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے کہ جب ان کو اپنے باپ کی موت کا علم ہوا تو خوشبو منگوا کر بازوؤں پر اسے لگایا اور پھر کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ مبارکہ نہ سنے ہوتے:

((لَا یَحِلُّ لِامْرَءَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا)) [1]

"کسی عورت کے لیے جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر اپنے خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔"

دوسری روایت جو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ مسند ابی یعلی میں کچھ اس طرح ہے:

((عَنْ اُمِّ حَبِیْبَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: لَوْلَا اَنْ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب والذین یتوفون منکم رقم الحدیث (۵۳۴۵)، صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ رقم الحدیث (۱۴۸۶)، ترمذی رقم الحدیث (۱۱۹۵)، نسائی رقم الحدیث (۳۵۰۰)، ابوداؤد رقم الحدیث (۲۲۹۹)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۶۲۲۵)، موطا امام مالک رقم الحدیث (۱۰۹۶)، سنن الدارمی رقم الحدیث (۲۱۸۳)، جامع الاصول (۸/ ۱۴۹)۔

اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ كَمَا يَتَوَضَّؤُوْنَ)) ①

''ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں: اگر میں اپنی امت کے لیے مشکل نہ سمجھتا تو انھیں ہر نماز میں وضوء کی طرح مسواک کرنے کا وجوبی حکم دے دیتا۔''

فضائل نماز کے بارے میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَاَرْبَعًا بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ)) ②

''کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھیں اور چار بعد میں تو اللہ اس کو جہنم پر حرام کردے گا۔''

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کثرت سے ذکر الٰہی میں مصروف رہتی تھیں، دن رات اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھتیں، رات دن اطاعت الٰہی میں مگن رہتیں، وہ ہر کام سرانجام دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپناتیں، اہل خانہ کو نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر پڑھنے کی سختی سے تلقین کرتیں۔ انھوں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کبھی نوافل بھی ترک نہیں کیے۔

مسند ابویعلی میں نعمان بن سالم سے اور وہ عمرو بن اویس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے عنبسہ بن ابی سفیان نے کہا کہ کیا میں تجھے ایک حدیث نہ بتاؤں جو ہمیں ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں!

انھوں نے کہا کہ آپ نے کچھ دیکھا نہیں؟ میں نے کہا: صرف آپ سے خوشخبری سننے کا منتظر ہوں!

انھوں نے کہا: ہمیں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① مسند احمد (۶/ ۳۲۵)، مسند ابی یعلی (۱۳/ ۴۸)، مجمع الزوائد (۲/ ۹۷)۔

② سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب الاربع قبل الظهر و بعدها رقم الحدیث (۱۲۶۹)، سنن الترمذی کتاب الصلاۃ رقم الحدیث (۴۲۷)، سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۱۱۶۰)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۶۲۳۲)، مسند ابی یعلی (۱۳/ ۵۳)۔

((مَنْ صَلّٰی فِی یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ سَجْدَۃً تَطَوُّعًا بُنِیَ لَہٗ بِھِنَّ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ))

''جس نے ایک دن میں بارہ رکعات نفل ادا کیے اس کے لیے جنت میں ان کے عوض ایک محل تعمیر کیا جاتا ہے۔''

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کبھی نفل ترک نہیں کیے۔

نعمان کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عمرو سے سنا کبھی یہ نفل پڑھنے ترک نہیں کیے۔

امام داود کہتے ہیں کہ ہم کبھی یہ نفل پڑھتے ہیں اور کبھی چھوڑ دیتے ہیں۔ [1]

ابن ماجہ میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بھی مروی ہے:

((عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کَلَامُ ابْنِ آدَمَ عَلَیْہِ لاَ لَہٗ اِلَّا الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ وَذِکْرُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ)) [2]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتی ہیں کہ ابن آدم کا ہر کلام و گفتگو اس کے اوپر بوجھ اور باعث وبال ہے سوائے ان چیزوں کے: نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔''

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، الوداع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دن رات عبادت میں مصروف رہنے لگیں، ہر کام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب فضل السنن رقم الحدیث (۷۲۸)، سنن الترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی من صلی فی یوم ولیلۃ رقم الحدیث (۴۱۵)، سنن النسائی رقم الحدیث (۱۷۹۶)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۱۲۵۰)، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۱۴۱)، مسند احمد (۶/ ۳۲۷)، ابن حبان رقم الحدیث (۶۱۴)۔

[2] سنن الترمذی کتاب الزھدعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب منہ رقم الحدیث (۲۴۱۲)، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن کف اللسان فی الفتنۃ رقم الحدیث (۳۹۷۴)۔

((كَانَتْ مِنْ سَيِّدَاتِ أُمَّهاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمِنَ الْعَابِدَاتِ الْوَرِعَاتِ رضی اللہ عنہا)) ①

''ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سردار، تقوی شعار اور عبادت گزار امہات المومنین میں سے تھیں۔''

خلفائے راشدین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ امہات المومنین کا بڑا خیال رکھتے تھے، اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حالات سے آگاہ رہتے اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی امہات المومنین کا خصوصی خیال رکھتے۔

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو اس کے پاس ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں بلوائیوں میں سے ایک شخص نے پردے میں جھانکا اور پھر وہ لوگوں کو آپ کے بارے میں بتانے لگا تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسے بددعا دیتے ہوئے کہا: اللہ اسکا ہاتھ کاٹ دے اور اسے برہنہ کر دے۔ اتنے میں ایک آدمی اندر آیا اس نے اس پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کا دایاں ہاتھ کٹ گیا وہ اپنا تہبند منہ میں دبا کر بھاگا اور اس کے جسم کا بایاں حصہ برہنہ ہو گیا۔ ②

اس طرح اللہ تعالیٰ نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دعاء فوری طور پر قبول کر لی۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے طویل زندگی پائی، اپنے بھائی امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا دور خلافت دیکھا۔ وہ اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے دمشق بھی گئیں پھر مدینہ منورہ واپس آ گئیں انھوں نے ساری زندگی علم اور زہد میں گزاری۔

انھوں نے اپنے بھائی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی اور ازواج مطہرات میں اچھا اثر چھوڑا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

((دَعَتْنِيْ أُمُّ حَبِيْبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهَا فَقَالَتْ قَدْ كَانَ بَيْنَنَا مَا يَكُوْنُ بَيْنَ الضَّرَائِرِ فَغَفَرَ اللّٰهُ لِيْ وَلَكِ مَا كَانَ مِنْ ذَالِكَ فَقُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ ذَالِكَ كُلَّهُ وَتَجَاوَزَهُ وَحَلَّلْتُكِ مِنْ ذَالِكَ كُلِّهِ فَقَالَتْ سَرَّرْتِنِيْ سَرَّكِ اللّٰهُ وَأَرْسَلَتْ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ لَهَا

---

① البداية والنهاية (٨/ ٢٨)۔

② تاريخ دمشق تراجم النساء (ص:٩١)۔

مِثْلَ ذَالِكَ)) ①

''مجھے نبی کریم ﷺ کی بیوی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے موت کے وقت بلایا اور یہ کہا کہ ہم سوکنوں کے درمیان جو باتیں ہوتی رہی ہیں اللہ مجھے اور تجھے معاف کرے۔ میں نے کہا: اللہ تجھے سب کہا سنا معاف کرے، میں نے معاف کیا۔ انھوں نے کہا: تم نے مجھے خوش کر دیا اللہ تمھیں خوش رکھے! اسی طرح انھوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے بھی یہی کہا۔''

پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس حالت میں وفات پائی کہ ان کا دل ہر کسی سے پاک صاف تھا کسی کے بارے میں کوئی کینہ یا بغض وغیرہ دل میں نہیں تھا۔ انھوں نے ۴۴ھ میں وفات پائی ان کی ولادت بعثت سے ۱۷ سال پہلے ہوئی تھی۔ ②

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں وفات پائی۔

علی بن حسین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوا، وہاں ایک کونے میں ہم نے گڑھا کھودا تو وہاں سے ایک پتھر برآمد ہوا جس پر لکھا ہوا تھا: ''یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے'' ہم نے اس کو وہیں دفن کر دیا۔ ③

یہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روشن اور قابل رشک زندگی کے چند اوراق ہیں جنھیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے قلم بند کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ان عالی مرتبت لوگوں کے ساتھ ہمیں بھی جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ آمین!

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۰)، مستدرك حاكم (۴/ ۲۲، ۲۳)، تاريخ مدينة دمشق تراجم النساء (ص:۹۲)، ازواج النبی للصالحی (ص:۱۷۰)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۲۳)، اعلام النساء (۱/ ۴۶۵)، الاصابة (۴/ ۳۰۰)، السمط الثمين (ص۱۱۶)، البداية والنهاية (۸/ ۲۸)، انساب الاشراف (۱/ ۴۴۰)۔

② شذرات الذهب (۱/ ۱۳۶)، نورالابصار (ص:۴۸)، تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۱۹)، جوامع السيرة النبوية (ص۳۳)، المواهب اللدنية (۲/ ۸۷)، انساب الاشراف (۱/ ۴۴۰)، اسدالغابة (۶/ ۱۱۶)۔

③ الاستيعاب (۴/ ۳۹۹)، تاريخ مدينة دمشق تراجم النساء (ص ۹۳)۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

کنانہ بن خزیمہ

نضر — ملکان — عبدمناۃ — مالک ①

نضر ← مالک ← فہر ← غالب ← لؤي ← کعب ← مرہ ← یقظہ ← مخزوم ← عمر ← عبداللہ ← مغیرہ ← ابوامیہ

مالک ← ثعلبہ ← غنم ← فراس ← علقمہ ← جذیمہ ← مالک ← ربیعہ ← عامر ← عاتکہ

ابوامیہ + عاتکہ ← **ام سلمہ** رضی اللہ عنہا
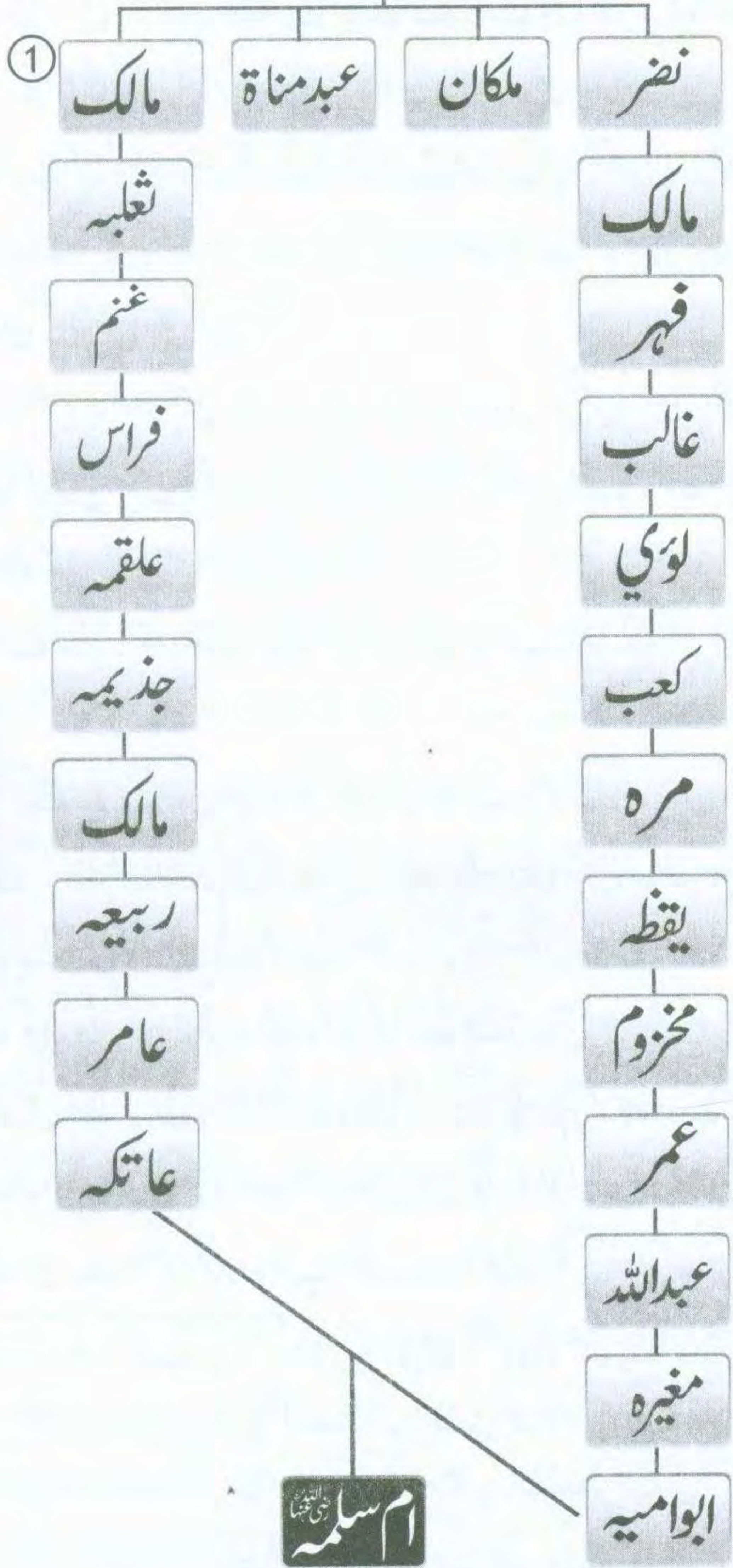
① ابن حزم نے ان کا نام ''مُلک'' ذکر کیا ہے۔

11

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اھل بیت

ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہنوں کے ایمان کی گواہی دیتے ہوئے کہا:

  ((اِنَّ الْاَخَوَاتِ لَمُؤْمِنَاتٌ))

  ''بے شک بہنیں مؤمن ہیں''

- میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ سسرالی رشتے کے اعتبار سے روئے زمین کی معزز ترین بڑھیا تھیں۔

- سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا' قرآن یہ قصہ بیان کرتا ہے۔

- یہ وہ آخری عورت ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی' یہ نہایت تقوی شعار اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون ہیں۔

- یہ جلیل القدر خاتون حدیث نبوی کی حافظہ تھیں ۵۱ ہجری میں مکہ کے قریب سرف مقام پر وفات پائی۔

معزز سردار خاتون

ام المومنین میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا [1] سردار خواتین میں سے تھیں اور یہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاکیزہ گھر میں موتی کی طرح چمکیں اور انھیں خواتین اہل بیت میں بڑی نمایاں حیثیت حاصل ہوئی۔ جود وکرم کے ماحول میں اعلیٰ ترین خاندان میں اور بلند ترین حسب ونسب کی خوشگوار فضا میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے نشو ونما پائی۔ [2] یہ ازواج مطہرات کی لڑی میں سب کے بعد شامل ہوئیں اور یہ ان خوش نصیب خواتین میں سے تھیں جن کے بارے میں قرآن مجید کا یہ حکم ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾

(الاحزاب: ۳۳/ ۳۲)

اے نبی کی بیویو! اگر تم تقوی اختیار کیے رکھو تو کائنات کی کوئی خاتون تم جیسی نہیں۔

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہنیں سردار خواتین میں سے تھیں اور یہ ان خوش نصیب

---

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۳۰، ۳۳)، مسند احمد (۶/ ۳۲۹)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۲، ۱۴۰)، المعارف (ص:۱۳۷، ۳۴۴)، الاستيعاب (۴/ ۳۹۱، ۳۹۵)، اسدالغابة (۶/ ۲۷۲، ۲۷۴)، العبر (۱/ ۸، ۴۵، ۵۷)، مجمع الزوائد (۶/ ۲۴۹)، تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۵۳)، الاصابة (۴/ ۳۹۷، ۳۹۹)، كنزالعمال (۱۳/ ۷۰۸)، شذرات الذهب (۱/ ۲۱۹)، اعلام النساء (۵/ ۱۳۸، ۱۴۰)، ازواج النبی للصالحی (ص:۱۹۷، ۲۰۵)، تفسير القرطبی (۱۴/ ۱۶۷)، جلاء الافهام (ص:۱۹۹)، المجتبی (ص:۹۶)، السمط الثمين (ص:۱۳۱، ۱۳۴)، فتوحات الربانية (۲/ ۳۵)، الكامل لابن الاثير (۲/ ۲۲۷، ۳۰۹، ۳۱۷)، السيرة الحلبية (۳/ ۴۱۶)، تاريخ الطبری (۲/ ۱۴۳، ۲۱۴، ۲۲۹، ۲۳۰)، السيرة النبوية (۲/ ۶۴۶)، زادالمعاد (۱/ ۳۹۳)، المواهب اللدنية (۲/ ۸۹، ۹۰)، مسند ابی يعلی (۱۲/ ۵۰۶، ۵۲۵)، (۱۳/ ۵، ۳۲)۔

[2] نساء من عصر النبوة (۲/ ۲۸۷، ۲۹۶)۔

خواتین میں سے تھیں جن کے ایمان کی رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی۔

اللہ کے رسول ﷺ سے بڑھ کر بھلا اور کس کی گواہی معتبر ہوسکتی ہے؟

ان کی بہن ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا [1] سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی شرف وعزت والی جلیل القدر بیوی تھیں جن سے چھ ہونہار بچوں نے جنم لیا۔ جنھوں نے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد باقی سب خواتین سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ام الفضل رضی اللہ عنہا نے میمونہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ایمان قبول کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا تو ان کا دل بھی مائل ہوگیا۔ بہرحال انھیں ایمان لانے کے اعتبار سے پہلے گروہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ام الفضل رضی اللہ عنہا اپنے خاندان میں اکیلی نہ تھیں جنھوں نے اسلام قبول کیا، بلکہ ان کی ماں کی طرف سے بہن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کیا جو شہید جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ [2] ان کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی، ان کے بعد پھر یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ ان کی دوسری بہن سلمیٰ بنت عمیس رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ [3] یہ ان عظیم المرتبت خواتین میں سے ہیں جنھوں نے طلوع اسلام ہوتے ہی مکہ معظمہ میں اسلام کی ضوفشانیوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا۔

ان تمام سردار خواتین کی والدہ ہند بنت عوف بن زہیر تھیں جو مکہ میں سب سے زیادہ معزز خاتون تھیں۔ جب تقدیر الٰہی کا فیصلہ صادر ہوا کہ ان کی ایک بیٹی رسول اللہ ﷺ کے حبالہ عقد میں آ جائے تو یہ سسرالی رشتے کے اعتبار سے مکے کی سب سے بڑھ کر معزز خاتون بن گئیں۔ ان کے داماد حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ تھے اور آپ کے علاوہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جو شیر خدا، مرد میدان اور قریش کے کڑیل جوان تھے، نبی کریم ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی، اور نبی کریم ﷺ کے چچا کے بیٹے شہید جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی اس کے داماد تھے۔

یہ مذکورہ بالا جلیل القدر شخصیات سب اس خاتون کے داماد تھے۔ اس اعتبار سے وہ مکے

---

[1] نساء من عصر النبوة (٢/ ٢٨٧، ٢٩٦)۔

[2] نساء من عصر النبوة (١/ ١٨٣، ١٩٥)۔

[3] نساء من عصر النبوة (١/ ٣٠٧، ٣١٥)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق

مضر بن نزار

- الیاس
- مدرکہ
- خزیمہ
- کنانہ
- نضر
- مالک
- فہر
- غالب
- لؤی
- کعب
- مرہ
- کلاب
- قصی
- عبد مناف
- ہاشم
- عبد المطلب
- عبد اللہ
- **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم**

- قیس عیلان
- خصفہ
- عکرمہ
- منصور
- ہوازن
- بکر
- معاویہ
- صعصعہ
- عامر
- ہلال
- عبد اللہ
- رویبہ
- ہزم
- بجیر
- حزن
- حارث
- **سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا**
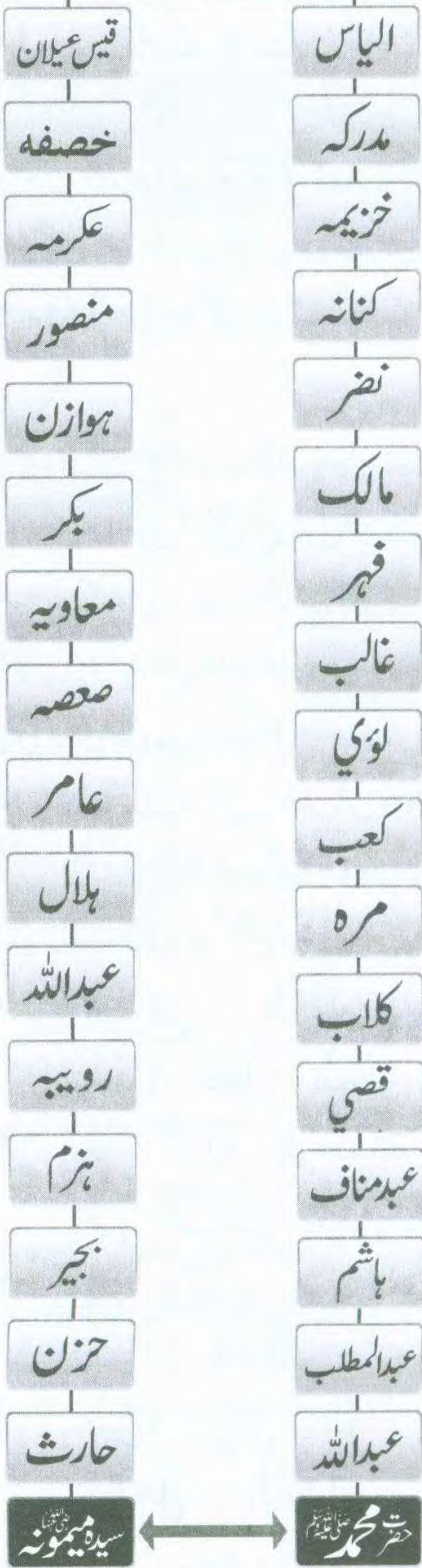
سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب مضر بن نزار پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ جبکہ امہات المومنین کی سیرت کے عنوان پر تحقیقی کتب تالیف کرنے والے اکثر مؤلفین نے باقاعدہ طور پر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب اس انداز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا کر پیش نہیں کیا جس انداز سے مکمل سلسلہ دارالابلاغ کی ریسرچ کمیٹی نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ **الحمد لله علی ذلک**

کی سب سے زیادہ معزز خاتون کہلائی۔ اس کے پوتوں میں فقیہ امت مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے بھی تھے اور شہسوار اسلام، اللہ کی تلوار، مشرکین کو خاک میں ملانے والے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بابرکت اور تقویٰ شعار خاتون تھیں جبکہ ان کے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ ام المؤمنین، عبداللہ بن عباس اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ کیا ان فضائل ومحاسن سے بھی بڑھ کر کوئی خوبی ہوسکتی ہے؟

دلوں کی آہٹ

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام میمونہ رکھ دیا۔[1] یہ ابورہم بن عبدالعزی العامری قریشی کی بیوی تھیں۔ یہ عنفوان شباب ہی میں بیوہ ہو گئیں لیکن نور ایمان نے ان کے دل کو چمکا دیا تھا اور روح کو ایمان کی غذا میسر آئی تھی، جس سے ان کا باطن صاف شفاف ہوگیا، ان کا اللہ تعالیٰ پر بڑا مضبوط ایمان تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی گواہی دی۔ یہ ۷ھ ذی القعدہ میں عمرہ قضاء کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں۔ ۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ برہنہ شمشیر لہراتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے:[2]

1. خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
   خَلُّوا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِيْ رَسُوْلِهِ
2. قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمَانُ فِيْ تَنْزِيلِهِ
   فِيْ صُحُفٍ تُتْلَى عَلَى رَسُوْلِهِ
3. يَا رَبِّ إِنِّيْ مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ
   كَمَا قَتَلْنَاكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ
4. ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ
   وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

---

[1] الاستیعاب (۴/ ۳۹۲)۔ [2] رجال مبشرون بالجنة (۱/ ۱۶۳، ۲۳۳)۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کا ازدواجی خاکہ

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

پہلا خاوند

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

دوسرے خاوند

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
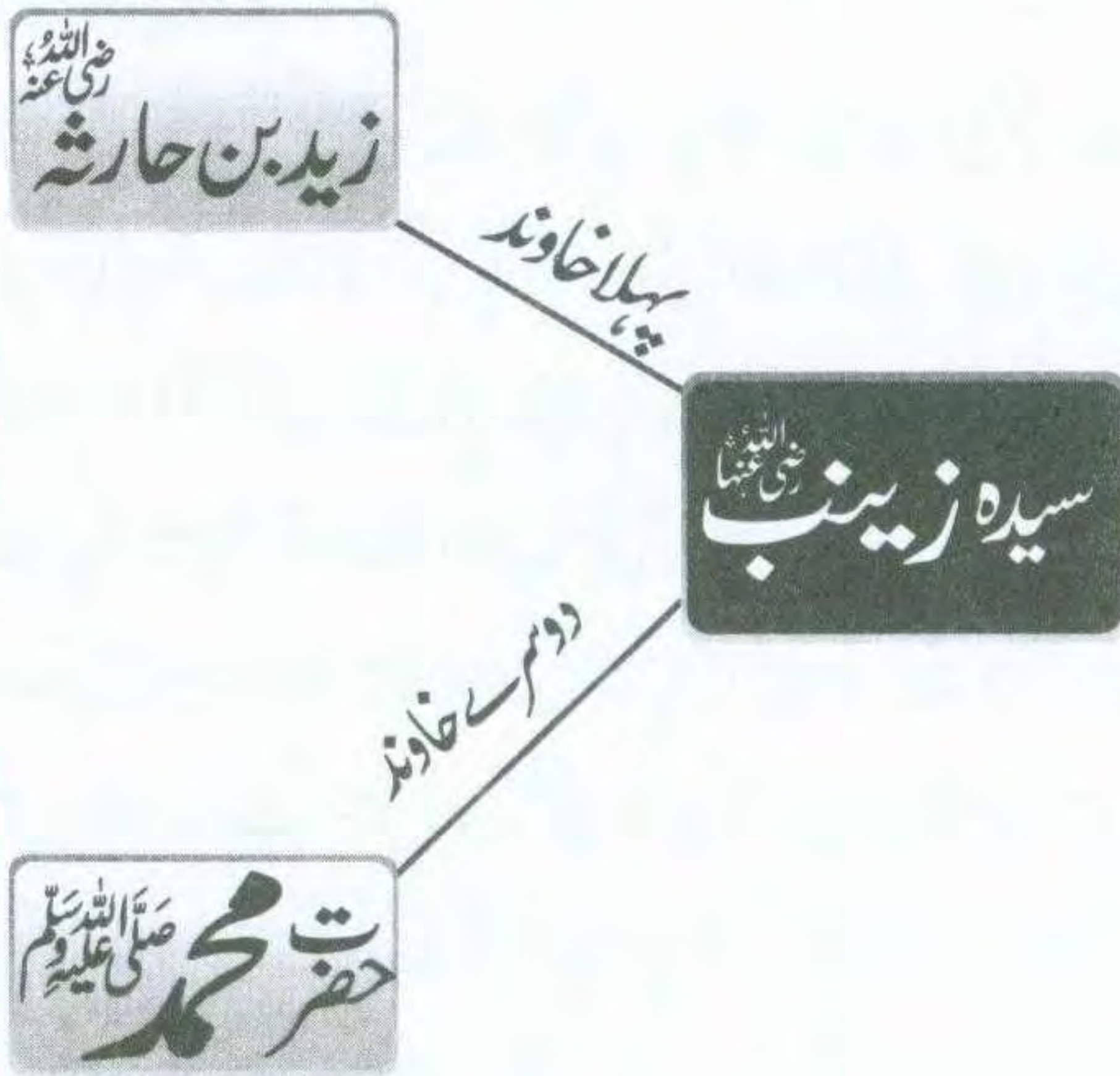
زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ اس طرح ہے:
زید بن حارثہ بن شراحیل بن عبدالعزی بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ۔

(۱) ''کافرو! ان کا رستہ چھوڑ دو چھوڑ دو، اس کے رسول میں خیر ہی خیر ہے۔''

(۲) ''رحمٰن نے اپنے صحیفوں میں ایسی آیات نازل کی ہیں جو اس کے رسول پر بذریعہ وحی پڑھی جاتی ہیں۔''

(۳) ''اے رب! میں اس کی ہر بات پر ایمان لانے والا ہوں۔ (اے کافرو!) ہم نے اس سے مل کر تم سے لڑائی لڑی۔''

(۴) ''ہم نے تمھاری کھوپڑیوں پر ایسی کاری ضرب لگائی جو گہرے دوست کو دوست سے غافل کر دیتی ہے۔''

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے بڑے سکون کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے رجزیہ شعر سنے اور انھیں بار بار یہ خیال آنے لگا کہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات بننے کا شرف حاصل کر سکتی ہے؟ کیا وہ ام المومنین کے درجے پر فائز ہو سکتی ہیں؟ انھیں سوتے جاگتے جو ہر وقت خیال آتا رہتا ہے کیا اسے حقیقت کا روپ بھی مل سکتا ہے۔

انھیں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے، ان کی سب بہنیں ام الفضل، اسماء بنت عمیس اور سلمٰی بنت عمیس رضی اللہ عنہن مؤمن ہیں۔

جب ایمان کی خوشگوار ہوا مکے کے گلی کوچوں میں چلنے لگی ان مبارک اور سہانے لمحات میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن ام الفضل رضی اللہ عنہا سے اپنے دل کی بات کہی، وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، ان سے کہا کہ کیا میرے دل کی یہ تمنا پوری ہو سکتی ہے؟ کیا میرے دل کی مراد کو پورا کر کے اللہ ان پر اپنا فضل و کرم کر سکتا ہے؟

قرآن نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے دل کی آواز کو ریکارڈ کر لیا۔

آئیے! قرآن کریم سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی یہ داستان سنتے ہیں:

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم میں

ہم یہ پہلے بتا چکے ہیں کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا کو اپنے دل کی بات بتا دی تھی، انھیں یہ بتا دیا تھا کہ میری تمنا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات بنوں تاکہ بنو ہلال کو بھی آپ کے ساتھ سسرالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل ہو، جس طرح اس سے پہلے یہ شرف بنو تیم، بنو عدی، بنو امیہ، بنو مخزوم، بنو اسد اور بنو مصطلق کو حاصل

ہو چکا ہے۔

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے یہ بات نہ چھپائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ میمونہ بنت الحارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا کے دل کی تمنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تاکہ آپ کا نکاح ان سے کر دے۔

جب سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نکاح کا اہتمام کرنے کے بعد ان کے ہاں سے نکلے تو اس سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ اسی وقت اونٹ پر سوار ہوئیں اور وادی بطحاء میں نصب کیے گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں پہنچ گئیں۔ جب اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی تو یہ عرض کیا: اونٹ اور جو کچھ اس پر ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے از خود وہاں پہنچ جانے پر لوگوں نے بہت باتیں کیں کہ یہ چند لمحات انتظار نہ کر سکیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہبہ کر دیا۔ ان کا نام برہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام میمونہ رکھ دیا۔

جن کے دلوں میں بیماری تھی انھوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولیں لیکن سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے صدق دل کے ساتھ یہ قدم اٹھایا تھا۔ منافقین نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بے پر کی اڑائیں، لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالی اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آیات نازل کیں جو قیامت تک پڑھی جائیں گی تاکہ لوگوں کے دلی مرض کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/۵۰)

''اے نبی! ہم نے تمھارے لیے حلال کر دیں تمھاری وہ بیویاں جن کے مہر تم نے ادا کیے ہیں اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے تمھاری ملکیت میں آئیں اور تمھاری وہ چچا زاد اور پھوپھی زاد اور ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنھوں نے تمھارے ساتھ ہجرت کی ہے، اور وہ مؤمنہ عورت جس نے اپنے آپ کو نبی (ﷺ) کے لیے ہبہ کیا ہو، اگر نبی اسے نکاح میں لینا چاہے یہ رعایت خالصتاً تمھارے لیے ہے۔ دوسرے مؤمنوں کے لیے نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ عام مؤمنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ہم نے کیا حدود عائد کیے ہیں۔ (تمھیں ان حدود سے ہم نے اس لیے مستثنیٰ کیا ہے) تا کہ تمھارے اوپر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ غفور و رحیم ہے۔''[1]

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور مبارک شادی

عمرۃ القضا کے موقع پر مہاجر مسلمان مکہ کے راستوں میں شاداں و فرحاں آ جا رہے تھے، سب کے چہرے خوشی سے چمک دمک رہے تھے، مکہ کے بعض گھروں پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، مسلمان ان گھروں پر طائرانہ نگاہ ڈال رہے تھے لیکن ان کے دل خوش تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی محبت سے آباد کر رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں مہاجر مسلمان اپنے دلوں میں وادی ام القریٰ مکہ معظمہ کی زیارت کا شوق لیے ہوئے تھے، ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ مکے کی طرف لوٹیں اپنے رشتہ داروں سے ملیں آب زمزم سے سیراب ہوں اور نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیت اللہ کا طواف کریں۔

رسول اللہ ﷺ مکہ میں تین دن رہے جب چوتھے دن کی صبح ہوئی تو حویطب بن عبدالعزیٰ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا، اس کے ساتھ مشرکین قریش بھی تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: طے شدہ مدت ختم ہو چکی ہے۔ تین دن گزر چکے ہیں اور عمرہ القضاء بھی ادا ہو چکا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمھاری طرف سے اجازت ہو تو میں ولیمہ کا یہیں انتظام کر لوں اور تم بھی کھانے میں شرکت کرنا۔ انھوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے سے کوئی غرض

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۷)، الاستیعاب (۴/ ۳۹۳)، السیرة النبویة (۴/ ۶۴۶)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۲، ۲۴۳)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۲۰۵، ۲۱۴)۔

نہیں بس آپ یہاں سے چلے جائیں۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کو لے کر چل پڑے اور وادی ابطح میں پڑاؤ کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے تو آپ نے اپنے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ کو وہاں چھوڑ دیا تھا تاکہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر آئے۔ ابورافع رضی اللہ عنہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مقام سرف میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ اس جگہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا جس میں آپ نے قیام کیا۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی نئی بیوی کا نام برہ سے بدل کر میمونہ رکھا۔ یہ شادی اس لحاظ سے مبارک ثابت ہوئی کہ سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دوبارہ مکہ معظمہ آنے کا موقع دیا۔ اسی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی کا نام میمونہ (برکت والی) رکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا احرام کھولنے کے بعد شادی کی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مبارک موقع پر بہت زیادہ خوش ہوئے۔

بعض اصحاب سنن نے ابورافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

((عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَةَ حَلَالًا وَکُنْتُ الرَّسُوْلَ بَیْنَهُمَا)) ①

"ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرے کا احرام کھول کر شادی کی اور میں دونوں کے درمیان قاصد تھا۔"

ابوداؤد میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((عَنْ مَیْمُوْنَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ حَلَالَانِ بِسَرِفَ)) ②

① سنن الترمذی کتاب الحج باب ما جاء فی کراهیة تزویج المحرم رقم الحدیث (۸۴۱)، سنن الدارمی کتاب المناسك باب فی تزویج المحرم رقم الحدیث (۱۷۵۵)، مسند احمد (۶/ ۳۹۳)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۴)۔

② صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم رقم الحدیث (۱۴۱۱)، سنن الترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی الرخصة فی ذلك رقم الحدیث (۸۴۵)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۱۸۴۳)، مسند احمد (۲۶۲۸۸) مسند ابی یعلی (۱۳/ ۲۴)، سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۱۹۶۴)۔

''میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرف مقام پر مجھ سے شادی کی جبکہ ہم دونوں حالت احرام میں نہیں تھے۔''

ابن سعد رحمہ اللہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:

((هِيَ آخِرُ امْرَءَةٍ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْنِي مِمَّنْ دَخَلَ بِهِنَّ))①

''یہ آخری خاتون ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی۔''

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا جب خانہ نبوی میں داخل ہوئیں تو ان کی عمر تقریباً چھبیس سال تھی۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین بننے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور شرف ہوسکتا ہے؟ انھوں نے اپنے تئیں یہ محسوس کیا کہ وہ آسمان کے تاروں کو چھو رہی ہیں۔ جب وہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہوئیں تو ان کی خوش قسمتی کے کیا کہنے!!؟ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ناچتی ہوئی دکھائی دینے لگیں، ہر چیز مسکراتی ہوئی نظر آنے لگی۔

پھر گلستاں گلستاں بہار آ گئی
اور چمن کا چمن مسکرانے لگا

مدینہ منورہ میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اس گھر میں داخل ہوئیں جو ان کی رہائش کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ ازواج مطہرات نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا والہانہ استقبال کیا اور بڑی عزت سے پیش آئیں۔ یہ سارا اکرام و احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے تھا۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث غور سے سنتیں اور انھیں زبانی یاد کرلیتیں اور اکثر و بیشتر نماز مسجد نبوی میں پڑھتیں، کیونکہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تھا:

((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ))②

''میری اس مسجد میں نماز دیگر مساجد کی نسبت ہزار درجہ بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔''

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۲)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۱۹۷)۔

② مسند ابی یعلی (۱۳/ ۳۰، ۳۱)۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ گھر میں بڑا بلند مقام حاصل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی ان کی بڑی اہمیت تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں شدت آئی تو آپ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں منتقل ہو گئے تاکہ بیماری کے دن وہاں گزاریں۔ میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش کو احترام کی نگاہ سے دیکھا اور آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل کر دیا گیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

((اَوَّلُ مَا اشْتَکٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ بَیْتِ مَیْمُوْنَةَ فَاسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ یُمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَذِنَّ لَهٗ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیماری کی شکایت ہوئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب کی کہ آپ میرے گھر میں بیماری کے دن کاٹیں تو سب نے آپ کو اجازت دے دی۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیائے فانی سے کوچ کر کے جب اپنے اللہ کو پیارے ہوئے تو آپ اپنی سب بیویوں سے راضی تھے۔ اس وقت آپ کی ۹ بیویاں زندہ تھیں۔

بعض شاعر علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو نظم میں یوں بیان کیا ہے:

١ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰه عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ
اَلَیهِنَّ تُعْزَی الْمَکْرُمَاتُ وتُنْسَبُ

٢ فَعَائِشَةُ وَمَیْمُوْنَةُ وَصَفِیَّةُ
وَجُوَیْرِیَةُ مَعَ سَوْدَةَ وَزَیْنَبُ

٣ کَذَا رَمْلَةُ مَعَ هِنْد اَیْضًا وَحَفْصَةُ
ثَلَاثٌ وَسِتٌّ نَظْمُهُنَّ مُهَذَّبُ

١ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو معزز بیویوں کو چھوڑ کر وفات پائی۔

٢ عائشہ، میمونہ، صفیہ، جویریہ اور ان کے ساتھ سودہ اور زینب رضی اللہ عنہن۔

٣ رملہ، ہند (ام حبیبہ، ام سلمہ) اور ان کے ساتھ حفصہ ؓ یہ کل نو ہوئیں۔ یہ بڑے سلیقے اور تہذیب سے ایک ساتھ رہتی تھیں رضی اللہ عنہن۔

---

[1] المغازی للزہری (ص:۱۳۰)۔

شاعر علماء نے اس عظیم فن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کے اسمائے مبارکہ، آپ کی بیویوں، بیٹیوں، اولاد اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام نظم میں بیان کیے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی، اور اسی طرح انھوں نے خلفائے راشدین کو بھی نظم میں بیان کیا۔ ان میں سے ایک شاعر نے نبی کریم ﷺ کی ان بیویوں کو نظم میں بیان کیا جو آپ کی وفات کے وقت آپ کے ساتھ تھیں:

(۱) تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ
وَهُنَّ ابْنَةُ الصِّدِّيْقِ، رَمْلَةٌ، حَفْصَه

(۲) جُوَيْرِيَةٌ، هِنْدٌ وَ زَيْنَبُ سَوْدَةٌ
وَ مَيْمُوْنَةٌ وَالْمُصْطَفَاةُ صَفِيَّه

''رسول اللہ ﷺ نو بیویوں کو چھوڑ کر فوت ہوئے اور وہ تھیں: صدیق کی بیٹی عائشہ، رملہ، حفصہ، جویریہ، ہند، زینب، سودہ، میمونہ، اور صفیہ رضی اللہ عنہن''

یہ باب بڑا طویل ہے، اس کے لیے مستقل کتاب تحریر کرنے کی ضرورت ہے۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور ان کا بھانجا

جس سال رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لیے باہر سے وفود آنے لگے، ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے بنو ہلال بن عامر کا وفد بھی آیا۔ اس وفد میں عبدعوف بن اصیرم رضی اللہ عنہ شامل تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا، اس وفد میں قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بنو ہلال کے وفد میں زیاد بن عبداللہ بن مالک العامری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، جب وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے اپنی خالہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر کا ارادہ کیا تو ان کے پاس آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو یہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ دیکھ کر ناراض ہوئے اور واپس جانے کے لیے پلٹے۔ میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ صورت حال دیکھتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میری بہن کا بیٹا ہے۔ نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے تھوڑی دیر بیٹھے پھر مسجد جانے کے لیے نکلے، آپ کے ساتھ زیاد رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر زیاد رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب کیا، اس کے لیے دعاء کی، اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر آپ ہاتھ پھیرتے ہوئے ناک تک لے آئے۔

بنو ہلال کہا کرتے تھے: جب سے رسول اللہ ﷺ نے زیاد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ہاتھ

پھیرا، ہم اس کے چہرے پر برکت کے آثار دیکھ رہے ہیں اس برکت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے:

① اِنَّ لِلَّذِیْ مَسَحَ الرَّسُوْلُ بِرَاْسِہٖ
وَدَعَا لَہٗ بِالْخَیْرِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

② اَعْنِیْ زِیَادًا لَا اُرِیْدُ سِوَاءَہٗ
مِنْ عَابِرٍ اَوْ مُتَّھِمٍ اَوْ مُنْجِدِ

③ مَازَالَ ذَاکَ النُّوْرُ فِیْ عِرْنِیْنِہٖ
حَتّٰی تَبَوَّاَ بَیْتَہٗ فِیْ مَلْحَدِ

① ''جس کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیرا اور مسجد میں اس کے حق میں دعا کی۔''

② ''میری مراد زیاد رضی اللہ عنہ ہیں ان کے علاوہ میرے نزدیک کوئی دوسرا مراد نہیں۔''

③ ''یہ روشنی ہمیشہ ان کی پیشانی میں جگمگاتی رہی، یہاں تک کہ وہ لحد میں اتر گئے۔''①

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور ایمان وتقویٰ کی گواہی

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا خانہ نبوی میں زیادہ تر عبادت اور نماز میں مصروف رہتیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتیں اور دن رات اکثر و بیشتر نماز اور اللہ کے حضور قیام میں گزارتیں۔

نبی کریم ﷺ کے پاکیزہ گھر میں ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اخلاق نبوی کی خوشہ چینی کرتیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتیں۔ وہ حدود الٰہی کا بڑی سختی سے خیال رکھتیں۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک دفعہ ان کا کوئی قریبی رشتہ دار آیا، اس سے شراب کی بو محسوس ہوئی تو غضبناک ہو کر فرمانے لگیں: اگر تم مسلمانوں کی طرف نہ گئے اور اپنے اوپر کوڑوں کی حد نہ لگوائی تو آج کے بعد میرے گھر قدم نہ

① البدایة والنهایة (۵/ ۹۲)۔

رکھنا۔ اسے فوری نکل جانے کا حکم دیا اور وہ چلا گیا۔ ①

ان کے اس موقف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ احکام الٰہیہ کی کتنی سختی سے پابند تھیں اور سنت مطہرہ کی تطبیق میں کس قدر سخت گیر تھیں، اللہ کی حد کے نافذ کرنے میں قرابت داری کی پروا نہ کرتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے میمونہ اور ان کی بہنوں رضی اللہ عنہن کے ایمان کی گواہی دی اور ان کے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی شہادت دی۔ اس سلسلے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْاَخَوَاتِ لَمُؤْمِنَاتٌ))

''بلاشبہ یہ بہنیں مومنہ ہیں۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((اَلْاَخَوَاتُ لَمُؤْمِنَاتٌ))

''یہ بہنیں مومنہ ہیں۔''

سیدہ میمونہ اور ام الفضل رضی اللہ عنہما سگی بہنیں تھیں جبکہ سلمیٰ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما ماں کی طرف سے ان کی بہنیں تھیں۔ ②

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے عمدہ اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ تقویٰ شعار اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں۔

جب وہ وفات پا گئیں تو اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((ذَهَبَتْ وَاللّٰهِ مَيْمُوْنَةُ اَمَا اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ اَتْقَانَا لِلّٰهِ وَاَوْصَلَنَا لِلرَّحِمِ)) ③

''میمونہ (رضی اللہ عنہا) چلی گئی۔ اللہ کی قسم! میمونہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی

---

① طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۹)۔

② النسائی کتاب فضائل الصحابة (۲۸۱)، مستدرك حاکم (۴/ ۳۲، ۳۳)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۸)، (۸/ ۲۷۷)، الاستیعاب (۴/ ۳۲۰)، در السحابه (ص:۵۴۵)۔

③ مستدرك حاکم (۴/ ۳۲)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۳۸)، الاصابة (۴/ ۳۹۹)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۴)، ازواج النبی للصالحی (ص:۲۰۵)۔

اور صلہ رحمی کرنے والی تھی۔"

حدیث کی حافظہ اور راویہ

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ان عظیم المرتبت خواتین میں سے ایک ہیں جنھوں نے ہم تک حدیث رسول منتقل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان خواتین میں ہوتا ہے جنھوں نے حدیث شریف کو زبانی یاد کیا، وہ بڑے مضبوط حافظے والی خاتون تھیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر سختی سے کاربند تھیں۔ انھوں نے اوصاف محمدیہ کو اپنے اندر جذب کرنے کی پوری کوشش کی۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے حدیث نبوی کو زبانی یاد کیا، اسے روایت کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر انھیں ان ائمہ کی طرف منتقل کرنے کا شرف حاصل کیا جو مدینہ منورہ اس مقصد کے لیے آتے تھے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث کا علم حاصل کیا جائے۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ان امہات المومنین میں سے تھیں جو حدیث کی حافظہ اور کثیر الروایت تھیں۔ آپ سے زیادہ احادیث روایت کرنے والی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ۲۲۱۰ احادیث روایت کیں اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۳۷۸ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ان دونوں کے بعد سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو ۷۶ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ [1] ان میں سے صحیحین میں ۱۳ احادیث مذکور ہیں، ان میں سے سات متفق علیہ ہیں۔ ایک حدیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ [2]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی تعداد تو نہیں بتائی البتہ ان کے بارے میں صرف یہ فرمایا:

((رَوَتْ عِدَّةَ اَحَادِيْثَ))

---

1. المجتبی (ص ۹۶)، اعلام النساء (۵/ ۱۳۹)۔
2. تلقیح فھوم الاثر (ص:۳۶۵، ۴۰۳)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۵)، المجتبی (ص:۹۶)۔

"انھوں نے بہت سی احادیث روایت کیں۔" ①

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے ان کے چار بھانجوں نے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی، اور وہ ہیں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن شداد بن ہاد، عبید بن سباق اور یزید بن اصم رضی اللہ عنہم۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے عبدالرحمٰن بن سائب ہلالی، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پروردہ عبیداللہ خولانی، ان کے غلام سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ، ان کے بھائی عطا بن یسار رضی اللہ عنہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی کنیز ندبہ رضی اللہ عنہا اور عالیہ بنت سبیع رضی اللہ عنہا وغیرہ نے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ②

امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن شداد کے حوالے سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے:

((عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ)) ③

"میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔"

بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت منقول ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ اَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ)) ④

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۹)۔

② تهذيب التهذيب (۱۲/ ۴۵۳)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۳۹)۔

③ صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی الخمرۃ رقم الحدیث (۳۸۱)، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ رقم الحدیث (۵۱۳)، سنن النسائی رقم الحدیث (۷۳۸)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۶۵۶)، سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۶۵۶)، سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۱۰۲۸)، مسند احمد (۶/ ۳۳۵)، سنن الدارمی رقم الحدیث (۱۳۳۸)۔

④ صحیح البخاری کتاب الوضوء باب ما یقع من النجاسات رقم الحدیث (۲۳۵)۔

"ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوہیا کے بارے میں پوچھا گیا جو گھی میں گر جائے؟ آپ نے فرمایا: اسے باہر پھینک دو، جو اس کے اردگرد ہو اس کو باہر نکال پھینکو اور اپنا باقی گھی کھاؤ۔"

مسند ابی یعلی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت منقول ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ: اَصْبَحَ النَّبِيُّ خَاثِرًا ثُمَّ اَمْسٰى وَهُوَ كَذَالِكَ ثُمَّ اَصْبَحَ وَهُوَ كَذَالِكَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالِيْ اَرَاكَ خَاثِرًا؟ قَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ علیہ السلام وَاعَدَنِيْ اَنْ يَّاتِيَنِيْ وَمَا اَخْلَفَنِيْ قَالَ: فَنَظَرُوْا فَاِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُمْ فَامَرَ النَّبِيُّ بِذَالِكَ الْمَكَانِ فَغُسِلَ بِالْمَاءِ قَالَ وَجَاءَهُ جِبْرِيْلُ علیہ السلام فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَاعَدْتَنِيْ اَنْ تَاْتِيَنِيْ وَمَا اَخْلَفْتَنِيْ! فَقَالَ بِهٖ جِبْرِيْلُ علیہ السلام اَوَ مَاعَلِمْتَ اَنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ اَوْ صُوْرَةٌ)) [1]

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح کے وقت طبیعت بڑی بوجھل تھی۔ شام ہوئی، وہ اسی طرح تھے۔ پھر صبح ہوئی وہ بدستور اسی طرح تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو بوجھل طبیعت دیکھ رہی ہوں، خیر تو ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے آنے کا وعدہ کیا تھا اور انھوں نے کبھی مجھ سے وعدہ خلافی نہیں کی لیکن آج نہیں آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ گھر والوں نے دیکھا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو پانی سے دھونے کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ پھر جبریل علیہ السلام آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ آپ نے آنے کا وعدہ کیا

[1] صحيح مسلم كتاب اللباس باب تحريم تصوير صورة الحيوان رقم الحديث (٢١٠٥)، سنن النسائى كتاب الصيد باب امتناع الملائكة رقم الحديث (٤٢٨٣)، سنن ابى داؤد رقم الحديث (٤١٥٧)، مسند احمد رقم الحديث (٢٦٦٠٦)، مسند ابى يعلى (١٣/ ٧، ٨)۔

تھا، اس سے پہلے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔"

ابن ماجہ میں عمران بن حذیفہ کے حوالے سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث منقول ہے:

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُذَيْفَةَ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَيْمُوْنَةَ قَالَ:كَانَتْ تَدَّانُ دَيْنًا فَقَالَ لَهَا بَعْضُ اَهْلِهَا لَا تَفْعَلِيْ وَاَنْكَرَ ذَالِكَ عَلَيْهَا قَالَتْ بَلٰى! اِنِّيْ سَمِعْتُ نَبِيِّيْ وَخَلِيْلِيْ ﷺ يَقُوْلُ، مَامِنْ مُسْلِمٍ يَدَّانُ دَيْنًا يَعْلَمُ اللّٰهُ مِنْهُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَدَاءَهٗ اِلَّا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الدُّنْيَا)) [1]

"عمران بن حذیفہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں، ان کے کسی رشتہ دار نے کہا: ایسا نہ کیجیے۔ انھیں روکنا چاہا تو انھوں نے کہا: کیوں نہیں، میں نے اپنے نبی اور خلیل ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب کوئی مسلمان قرض لے اور اللہ جانتا ہو کہ وہ ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ دنیا میں اس کی طرف سے ادا کر دیتا ہے یعنی قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔"

یہ وہ احادیث ہیں جو سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں اور احادیث کے مختلف مجموعوں میں منقول ہیں۔ ہم ان کی تمام مرویات کا احاطہ تو نہیں کر سکتے، بس انھیں روایات پر اکتفا کرتے ہیں۔

آخری ایام اور دلآویز یادیں

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں خلافت راشدہ کا دور دیکھا، خلفائے راشدین اور علماء آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کی زندگی خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک دراز ہوئی۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ھ میں وفات پائی۔ [2] ام المومنین

---

[1] سنن ابن ماجه كتاب الاحكام باب من ادان دينا رقم الحديث (۲۴۰۸)، سنن النسائی کتاب البیوع باب التسهيل فيه رقم الحديث (۴۶۸۶)، ابن حبان رقم الحديث (۱۱۵۷)، مستدرك حاكم (۲/ ۲۲، ۲۳)، مسند احمد (۶/ ۳۳۲)۔

[2] سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۵)، المواهب اللدنية (۲/ ۹۰)، مختصر تاريخ دمشق (۲/ ۲۸۶)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے جس سال وفات پائی آپ مکہ معظمہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتا دیا تھا کہ ان کی موت مکہ معظمہ میں نہیں ہوگی۔

ان کے بھتیجے یزید الاصم بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ تشریف لائیں، وہاں ان کا کوئی بھتیجا نہیں تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ مجھے مکہ سے نکال لے چلو، میں یہاں وفات نہیں پاؤں گی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا کہ میری موت مکہ میں نہیں ہوگی۔ لہٰذا لوگ انھیں اٹھا کر مکے سے باہر سرف مقام پر لے گئے۔ اور اس درخت کے نیچے ان کی چارپائی رکھ دی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرۃ القضا کے موقع پر خیمہ نصب کیا گیا اور ان کی یہاں شادی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب وہ فوت ہوگئیں تو ہم نے انھیں لحد میں اتارا اور میں نے اپنی چادر ان کے چہرے کے نیچے رکھ دی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ چادر اٹھا کر باہر پھینک دی۔ [1]

سیدنا عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے مقام سرف پر وفات پائی۔ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ وہاں گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم جنازہ اٹھاؤ تو اسے جھٹکا نہ لگنے دینا، بڑے آرام سے چلنا۔ [2] یہ تمھاری ماں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا بڑا مقام و مرتبہ تھا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ کو ان کی آخری آرام گاہ بنایا جہاں ان کی شادی ہوئی تھی۔

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ ہم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو اس درخت کے سائے میں دفن کیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عمرۃ القضا کے موقع پر خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ [3]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر میں ان کی بہنوں کی اولاد عبداللہ بن عباس، یزید بن اصم اور عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہم داخل ہوئے اور ان کے ساتھ عبیداللہ خولانی نے بھی قبر میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس یتیم بچے کی پرورش سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی۔ [4]

---

[1] مسند ابی یعلی (۱۳/ ۲۷، ۲۸)۔

[2] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۵)، طبقات ابن سعد (۸/ ۱۴۰)، مستدرك حاكم (۴/ ۳۳)، انساب الاشراف (۱/ ۴۴۶)، اخبار مكة (۲/ ۲۱۳)۔

[3] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۵)۔

[4] اسد الغابة (۶/ ۲۷۴)، تهذيب الاسماء واللغات (۲/ ۳۵۶)۔

یہ ہیں ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخر میں شادی کی اور ان کو ان امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۵۰)

''اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے ہر آلائش کو ختم کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔''

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِن اَمْرِنَا رُشْدًا

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❋❋❋❋

12

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
ذٰلک الفوز العظیم (المائدہ ۵:۱۱۹)

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اھل بیت
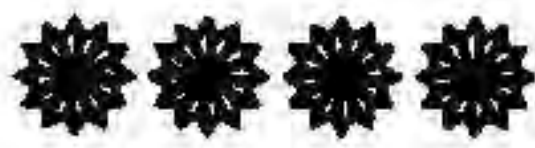
اُم المومنین سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مُطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

- سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا نے ۶ ھ میں خانہ نبوی میں قدم رکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی رفاقت کے لیے قبول فرمایا۔
- سیدہ ریحانہ اپنی قوم میں بڑی عزت کے مقام پر فائز تھیں اور انھیں دانشمند اور صاحب رائے ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تو نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسند کیا اللہ کے رسول نے تجھے اپنے لیے پسند کرلیا، اس نے جواب میں بے ساختہ یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول کو پسند کرتی ہوں۔
- سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ہر وقت "الحمد لله رب العالمين" کے نورانی الفاظ نکلتے گویا یہ جملہ ان کا شعار اور پہچان بن چکا تھا۔
- جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور انھیں مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

انا لله وانا اليه راجعون.
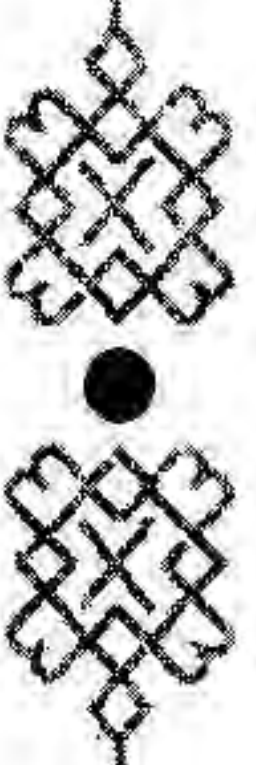
خانۂ نبوی کے آنگن میں

غزوۂ احزاب کے موقع پر جب حالات کی سنگینی کی بنا پر اہل ایمان کی آنکھیں تاڑے لگ گئیں کلیجے حلق کو آنے لگے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مدینہ منورہ پر یلغار کرنے والے تمام لشکروں کو شکست سے دوچار کیا۔ ان کی مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی خواہش خاک میں مل گئی۔

رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے واپس پلٹے جبکہ دشمن کی طرف سے پندرہ دن مسلسل سخت محاصرہ جاری رہا تھا۔ یہ صبر وشکر کے پیکر اہل ایمان کے لیے آزمائش کی گھڑی تھی۔ اس موقع پر واقعی انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے، لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے پانی منگوایا ہتھیار اتار دیے، اور غسل کیا۔ اتنے میں سیدنا جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمانے لگے۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ دیکھیے، میں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے آپ کا خادم جبریل بھلا ہتھیار کیونکر اتار سکتا ہے جبکہ ادھر بنو قریظہ نے اللہ اور اس کے رسول مقبول (علیہ السلام) سے خیانت کا ارتکاب کیا ہے، انھوں نے معرکہ آرائی کے دوران ہی میں اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے، وہ اپنے وعدے سے منحرف ہوگئے ہیں، اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم شامل حال نہ ہوتا تو اسلام اور مسلمانوں کا کام تمام ہو چکا ہوتا، پھر سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کا آپ کے نام یہ پیغام ہے کہ بنو قریظہ کی طرف پیش قدمی کریں میں خود بھی انھیں کی طرف ان کے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے جا رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں یہ اعلان کر دیں کہ جو بھی اطاعت گزار مومن سن رہا ہے وہ فوری طور پر بنو قریظہ کی

طرف چل پڑے۔ ہم نے عصر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھنی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو بنو قریظہ یہودیوں کے پاس پہنچنے کا زور دار انداز میں حکم دیا۔ اہل اسلام یہ اعلان سنتے ہی بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوگئے اور انھوں نے جاتے ہی ان کا کا محاصرہ کرلیا، اسی طرح کئی دن گزر گئے بنو قریظہ قلعوں میں بند رہے، مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب و مرتبہ ڈال دیا۔ انھیں اپنے جرم کا شدت سے احساس ہوا، کیونکہ انھوں نے عین معرکہ آرائی کے دوران میں معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے اندر سے یلغار کردی تھی۔ جس کی بنا پر وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوئے۔ جس کی وجہ سے مدینہ منورہ پر یلغار کرنے والے لشکروں اور مشرکین کے حوصلے بلند ہوئے۔

مسلمانوں کے محاصرے کی وجہ سے بنو قریظہ کے لیے اب دو صورتیں ہی باقی رہ گئی تھیں: یا وہ اسلام قبول کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئیں یا پھر بھوک اور غم واندوہ کی شدت سے گھٹ کر مر جائیں۔

بنو قریظہ نے اپنی بے بسی کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی شرائط پر ہتھیار ڈال دیے جائیں۔ لہٰذا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ پیشکش رکھ دی آپ نے اسے منظور کرتے ہوئے انھیں ایک کونے میں جمع ہونے کا حکم دیا، ان میں سات سو پچاس جنگجو تھے۔ عورتوں اور بچوں کو نکال کر الگ کردیا، ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔

بنو قریظہ نے یہ پسند کیا کہ سعد بن معاذ اشہلی رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں جو فیصلہ سنائیں وہ انھیں منظور ہوگا۔ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دوران میں تیر لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کا خیمہ مسجد نبوی کے صحن میں لگا دیا جائے۔ وہاں ہمارے لیے تیمار داری میں آسانی رہے گی۔ بنو قریظہ کے فیصلے کے لیے جو وقت مقرر کیا گیا تھا، اس میں یہ معاملہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ وہ بڑے دبنگ آدمی تھے۔ احکام الٰہی کے معاملے میں حق بات ڈنکے کی چوٹ سے کہہ دیا کرتے تھے، اللہ کے سوا کسی کا خوف ان کے دل پر طاری نہیں ہوتا تھا۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی انھیں پروا نہیں ہوتی تھی۔

پہلے بنو قریظہ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا تمہیں سعد بن معاذ کا کیا ہوا فیصلہ منظور ہوگا؟ انھوں نے کہا: بالکل منظور ہوگا۔ تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ تمام مردوں کو قتل کردیا جائے۔ تمام مال و دولت، عورتیں اور بچے مجاہدین میں تقسیم کردیے جائیں اور ان کے گھر مہاجرین میں تقسیم کردیے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اے سعد تم نے تو وہی فیصلہ کیا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے بارے میں سات آسمانوں پر کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قلعوں میں بنو قریظہ کا جتنا اسلحہ بھی ہے اسے جمع کرلیا جائے۔ اسلحہ کے ساتھ جو مال واسباب ملے وہ بھی اکٹھا کرلیا جائے۔ پھر آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

بنو قریظہ کے قیدی زنجیروں اور طوقوں میں جکڑے ہوئے مدینہ منورہ پہنچائے گئے، ذلت و رسوائی سے ان کے سر جھکے ہوئے تھے۔ قیدیوں کو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر بند کردیا گیا، جبکہ عورتوں اور بچوں کو بنت حارث کے گھر رکھا گیا، اس کے بعد بنو قریظہ کو فیصلہ سنایا گیا جس کی روشنی میں تمام مردوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے ان کا کام تمام کردیا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کرنے کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں ایک ایسی خاتون آئی جس نے حرم نبوی میں شامل ہو کر اثر انگیز تاریخی کارنامہ رقم کیا، اس طرح اسے حرم نبوی کی ان عظیم المرتبت خواتین میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا جو اپنے مثالی کردار کی بنا پر خواتین عالم کے لیے مشعل راہ بنیں اور وہ عزت و شرف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئیں۔

یہ تھیں سیدہ ریحانہ بنت زید بن عمرو یہ بنو نضیر قبیلہ سے تھیں جیسے ہی خانہ نبوی میں قدم رکھنے کا شرف حاصل ہوا ان کے نصیب جاگ اٹھے، اس کی دنیا بدل گئی، وہ فرش سے اٹھ کر عرش نشین ہوگئیں۔ اور وہ یہودیت کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کی روشن راہ پر گامزن ہو گئیں۔ اس حیرت انگیز تبدیلی پر اگلے صفحات میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔

سیدہ ریحانہ کے اسلام قبول کرنے کی بشارت

علامہ بلاذری اپنی مشہور و معروف کتاب انساب الاشراف میں سیدنا عبداللہ بن ابی

بکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں، وہ فرماتے ہیں:

((كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَفِيٌّ مِّنَ الْمَغْنَمِ حَضَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَوْ غَابَ، قَبْلَ الْخُمُسِ، عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ، أَوْ سَيْفٌ أَوْ دِرْعٌ فَأَخَذَ يَوْمَ بَدْرٍ ذَا الْفِقَارِ وَيَوْمَ بَنِي قَيْنُقَاعَ دِرْعًا، وَفِي غَزَاةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ جَارِيَةً، وَفِي غَزَاةِ الْمُرَيْسِيْعِ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ رَبَاحٌ، يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ رِيْحَانَةَ بِنْتَ زَيْدٍ، وَيَوْمَ خَيْبَرَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، وَفِي يَوْمَ حُنَيْنٍ فَرَسًا أَشْقَرَ))

"رسول اللہ ﷺ موجود ہوتے یا غیر موجود، خمس سے پہلے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ الگ کیا جاتا۔ وہ غلام کنیز، تلوار یا زرہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا۔ آپ نے جنگ بدر میں غنیمت میں دو دھاری تلوار حاصل کی، غزوہ بنو قینقاع میں آپ کے حصے میں زرہ آئی، غزوہ مریسیع میں ایک حبشی غلام جس کا نام رباح تھا، جنگ بنو قریظہ کے موقع پر مال غنیمت میں آپ کے حصے میں ریحانہ بنت زید آئیں، جنگ خیبر میں صفیہ بنت حیی اور غزوۂ حنین میں ایک گہرے سرخ زرد رنگ کی گھوڑی آپ کے حصے میں آئی۔"

ریحانہ بنو قریظہ کے ایک حکم نامی شخص کی بیوی تھیں، اہل علم بیان کرتے ہیں۔ کہ ریحانہ اپنے خاوند کے ساتھ بڑی خوش وخرم زندگی بسر کر رہی تھیں۔ ان کا خاوند ان کے ساتھ محبت، عزت اور حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔

تاریخی حوالے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ریحانہ بڑی حسین وجمیل، ذہین اور دانشور خاتون تھیں، انھیں کمال دانش کی وجہ سے اپنی قوم میں بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جب بنو قریظہ کی قیدی خواتین کو مال غنیمت کے ساتھ مجاہدین میں تقسیم کیا گیا تو ریحانہ بنت زید نبی کریم ﷺ کے حصے میں آئیں۔ وہ یہودیت سے منسلک تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انھوں نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ آپ ان کے رویے پر افسردہ ہوئے لیکن انھیں اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہ کیا۔

ایک روز آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام نے آپ سے

عرض کی ایک ساتھی ریحانہ کے مسلمان ہونے کی خوشخبری لے کر آیا ہے۔ آپ اس کی طرف یہ خوش کن خبر سننے کے لیے متوجہ ہوئے۔ طبقات ابن سعد میں یہ روداد ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

((لَمَّا سَبٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رَیْحَانَۃَ، عَرَضَ عَلَیْھَا الْاِسْلَامَ فَأَبَتْ وَقَالَتْ اَنَا عَلٰی دِیْنِ قَوْمِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنْ اَسْلَمْتِ اِخْتَارَکِ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِنَفْسِہٖ، فَأَبَتْ، فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَبَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ جَالِسٌ فِیْ اَصْحَابِہٖ اِذْ سَمِعَ خَفْقَ نَعْلَیْنِ فَقَالَ ھٰذَا ابْنُ سَعْیَۃَ یُبَشِّرُنِیْ بِاِسْلَامِ رَیْحَانَۃَ فَجَاءَہٗ فَأَخْبَرَہٗ اَنَّھَا قَدْ اَسْلَمَتْ))

''جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ریحانہ قیدی بن کر آئیں۔ آپ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی۔ انھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا: میں اپنی قوم کے دین پر ہی قائم رہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسلام قبول کر لو تو تجھے اللہ کا رسول اپنے لیے منتخب کر لے گا۔ تو اس نے انکار کر دیا اس کا یہ طرز عمل رسول اللہ ﷺ کو بڑا ناگوار گزرا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ کو جوتوں کی آہٹ سنائی دی۔ آپ نے فرمایا: دیکھو! یہ ابن سعیہ مجھے ریحانہ کے اسلام قبول کرنے کی بشارت سنانے آیا ہے۔ واقعی اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اطلاع دی کہ ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔''

سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے سے رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ انھیں اس بات کی دلی مسرت ہوئی کہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کفر کی تاریکیوں سے نکل کر نور ایمان کی دل آویز فضا میں آ گئی ہیں۔

''میں اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں''

سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا ان عظیم المرتبت خواتین میں سے تھیں جو تاریخ عالم میں مشہور ہوئیں۔ اور وہ ہر طرح سے سعادت مند کہلائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قیدی بننے سے پہلے سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے بارے میں بہت کچھ سن چکی تھیں۔ انھوں نے

صحابہ کرام کی عادات واطوار کے بارے میں بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کی وفا اور اپنی قوم کی غداری کا بھی اچھی طرح علم تھا۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی قوم نے آپ سے ناروا سلوک کیا تھا۔

وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ ان کی قوم کے بہادروں میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینہ چھپا ہوا ہے۔ یہی بغض اور کینہ انھیں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں پر ابھارتا ہے۔ اسی کی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ غداری اور معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوئے۔

ان تمام معلومات کی بنا پر سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اسلام برحق دین ہے، یہ عدل و انصاف اور وفا کا علمبردار نظام حیات ہے۔ اور سیدنا محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اور آپ وہی برحق نبی ہیں جن کی آمد کے بارے میں ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آتی تھی کہ انھیں بھی کسی دن مسلمان اور مومن خواتین میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوگی!!

مورخین یہ تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کی وفادار تھیں۔ وہ بڑی حسین و جمیل خاتون تھی۔ غزوہ بنو قریظہ میں اس کا خاوند یہودیوں کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ ریحانہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر مال غنیمت میں نبی کریم ﷺ کے حصے میں آئی۔

جب سارا مال غنیمت تقسیم ہو گیا تو سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی جلیل القدر صحابیہ ام منذر سلمیٰ بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا۔ نبی کریم ﷺ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد سیدہ ام منذر رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔

سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا شرماتے ہوئے چھپ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا تو وہ جھجکتے ہوئے آئیں اور آپ کے سامنے بیٹھ گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے نہایت مشفقانہ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے اسلام کے محاسن بیان کیے اور فرمایا کہ اگر تو نے اللہ اور رسول کو پسند کر لیا تو پھر اللہ کے رسول نے بھی تجھے بنظر استحسان دیکھا ہے۔

سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ انھیں حبیب کبریا

ﷺ کی رفاقت اور رضا حاصل ہوگئی۔ انھوں نے فرحت وانبساط کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول مقبول (ﷺ) کو پسند کرتی ہوں۔

اس کے ساتھ ہی سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا نے وفور شوق سے سرشار ہو کر محبت بھرے انداز میں کہا: ''اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ'' میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے انھیں ٦ ھ کو حرم نبوی میں شامل ہونے کا شرف بخشا۔

رسول اللہ ﷺ سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ انھیں خانہ نبوی میں بلند مرتبہ حاصل ہوا۔ وہ جس چیز کا مطالبہ کریں اسے پورا کیا جاتا۔ اس کے نصیب جاگ اٹھے۔ ان کی خوش قسمتی کے کیا کہنے! ان کی رفعتوں کے قربان جائیں۔

واہ سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا نے کیا شان پائی کہ اسلام قبول کر کے خواتین اہل بیت میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا اور ان کی پسند

غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر جب سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مطابق تمام یہودی جنگجو مردوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اسلحہ، مال و دولت اور عورتوں اور بچوں کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا مال غنیمت میں سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے حصے میں آئیں۔

آپ نے انھیں سیدہ ام منذر سلمٰی بنت قیس الانصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا۔ آپ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی پہلے تو اس نے اپنی قوم کے مذہب یہودیت پر ہی قائم رہنے کا عندیہ ظاہر کیا لیکن کچھ عرصہ بعد اسلام کی حقانیت ان پر واضح ہوگئی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ مسرت بھرے انداز میں فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تم کو آزادی کی نعمت سے سرفراز کر کے تجھے اپنے حرم میں داخل کرنے کی پیشکش کرتا ہوں انھوں نے برجستہ کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی غلامی پر تو ہزاروں آزادیاں قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ کی غلامی میرے لیے سعادت ابدی ہے۔

سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی مسرت ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ازواج مطہرات کو چھوڑ کر دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کیا ان کے اسمائے گرامی درج شعروں میں بیان کیے گئے ہیں:

(۱)

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ
اِلَيْهِنَّ تُعْزَى الْمَكَرَّمَاتُ وَ تُنْسَبُ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے نو بیویاں چھوڑ کر وفات پائی جن کی طرف ہر قسم کا عز و شرف منسوب ہوتا ہے۔''

(۲)

فَعَائِشَةُ، مَيْمُوْنَةُ وَصَفِيَّةُ
وَ حَفْصَةُ تَتْلُوْهُنَّ هِنْدٌ وَّ زَيْنَبُ

''ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سیدہ عائشہ، سیدہ میمونہ، سیدہ صفیہ، سیدہ حفصہ، ان کے بعد سیدہ ہند اور زینب رضی اللہ عنہن۔''

(۳)

جُوَيْرِيَةُ مَعَ رَمْلَةٍ ثُمَّ سَوْدَةُ
ثَلَاثٌ وَ سِتٌّ ذِكْرُهُنَّ مُهَذَّبُ

''سیدہ جویریہ، سیدہ رملہ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہن یہ ہوئیں تین اور چھ، یعنی وہ جن کا یہ مختصر تذکرہ ہے۔''

خوشگوار انجام

سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا نے چند سال خانہ نبوی کے سائے میں نہایت ہی خوشگوار ماحول میں گذارے۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے ہر قسم کی عزت، احترام، سرفرازی اور مسرت و شادمانی کی نعمت میسر رہی۔ نور اسلام سے ان کا دل روشن ہوگیا، تقویٰ و طہارت سے ان کا ظاہر و باطن آراستہ ہوگیا۔ ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر اسے اللہ

سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا شرف حاصل ہوا، اور انھوں نے یہ محسوس کرلیا کہ یہودی گمراہی کی زندگی بسر کررہے ہیں اور وہ آخرت میں جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے دولت کدہ میں زندگی بسر کرتے ہوئے۔ سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا نے رشد و ہدایت کی لذت وحلاوت کو محسوس کیا۔ جس کی وجہ سے وہ ایک ایسے قیمتی موتی کی طرح ہوگئیں جس سے انوار ایمان ویقین کی کرنیں پھوٹنے لگیں۔

انھوں نے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اور ہر وقت ان کی زبان پر ''الحمد لله رب العالمين'' کے نورانی الفاظ جاری رہتے۔ گویا یہ الفاظ ان کا تکیہ کلام بن گئے تھے۔

سیدہ ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے گھر زندگی کی زیادہ بہاریں اور نعمتیں دیکھیں۔ وہ جلد ہی اپنے رب کو پیاری ہوگئیں۔ جب نبی کریم ﷺ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے واپس مدینہ منورہ پہنچے تو یہ وفات پاگئیں۔

نبی کریم ﷺ نے انھیں جنت البقیع میں دفن کیا جہاں صحابہ کرام اور بعض دیگر خواتین اہل بیت مدفون تھیں۔

اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے والی اس خوش بخت خاتون کی زندگی اختتام پذیر ہوئی۔ انھیں نبی کریم ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی سعادت عظمیٰ میسر آئی جس کی وجہ سے اس کا نام ان سعادت مند خواتین کی فہرست میں شامل ہوا جن کو دنیا میں دائمی شہرت نصیب ہوئی۔ اور تاریخ اسلام میں انھوں نے دلکش، دلآویز اور اثر انگیز کارنامے سرانجام دیے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔ بالآخر وہ جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں بھی ان کی راہ پر چلتے ہوئے جنت الفردوس میں جانے کی توفیق عطا کرے۔ اور صحابہ کرام سے محبت کرنے اور جنت میں ان کی رفاقت کا شرف عنایت کرے۔ بلاشبہ صحابہ کرام کی رفاقت بہت بڑا اعزاز ہے۔ اللہ کرے یہ اعزاز ہمیں نصیب ہو آمین یارب العالمین۔

یہ خانہ نبوی کے آنگن کا پھول بن کھلے چھپا رہا ہے۔ ماحول پر اداسی چھا رہی ہے سیدہ فاطمہ الزہراء کا دل اداس ہے۔ حزن و ملال اور غم واندوہ کی آندھیاں چل رہی ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس نازک ترین صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام کو اس اندوہناک کیفیت سے آگاہ کردی، انھوں نے اطلاع دی تو اسامہ بن زید، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم غم کی تصویر بنے جلدی سے ام ابراہیم کے گھر پہنچے ہر ایک کے چہرے پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ ہر ایک کے دل کی تمنا تھی کہ کاش! اس ننھے، لاڈلے، راج دلارے ابراہیم کے بدلے ان کے بچے کے لیے جائیں اور اسے کچھ نہ ہو۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی شمعون کی دختر اور ماریہ قبطیہ کی ہمشیرہ سیرین بنت شمعون کو پتہ چلا کہ ان کا بھانجا نزع کے عالم میں تو یہ غمناک خبر سن کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ دل گرفتہ کیفیت کی تصویر بنی ہوئی اپنی ہمشیرہ کے گھر پہنچیں۔ اس کے دل میں حزن و ملال بے چینی اور اضطراب شعلہ زن تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم کی دودھ پلانے والی آیا کے پاس گئے۔ اس نے اپنی گود میں ابراہیم کو اٹھایا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت بھرے انداز میں اپنے لاڈلے بیٹے کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر موت کی پرچھایاں چھائی ہوئی تھیں۔ آپ اس وقت بہت غمگین تھے۔ اگر اس طرح کا غم کسی پہاڑ پر نازل ہوتو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوجائے۔ آپ نے اپنے لاڈلے، بیٹے کا سینہ چوما، اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کا بے مثال مظاہرہ کیا۔

ابراہیم کو دودھ پلانے والی ابراہیم کو اپنی گود میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ جب ام ابراہیم نے اپنے لخت جگر کو دیکھا تو وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اسے چومنے لگیں۔ اور اس کی حالت زار دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوئیں۔ دل میں حزن و ملال کا شعلہ فگن تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جس پہ کپکپی طاری تھی بیٹے کے چہرے پر موت کے سائے دراز ہوچکے تھے۔ سانس اکھڑا ہوا تھا، نزع کا عالم طاری تھا۔ ماں اپنے لاڈلے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر بے بس اور غم واندوہ سے نڈھال ہوچکی تھی۔

اس حالت زار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، بیٹے کو اپنی گود میں لیا، اس کا منہ چوما، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ بیٹے پر نزع کا عالم طاری تھا۔ جو مقدر میں لکھا وہ ہو کر رہا۔ بیٹے کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

آخر وہی ہوا جس کی شہادت قرآن مجید میں کچھ اس انداز سے دی گئی ہے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۴۰)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اقدس واقعی علیم ہے اور وہ حکیم ہے۔ اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کرسکتا وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا لخت جگر ابراہیم اٹھارہ ماہ کی عمر میں بروز منگل دس ربیع الاول ۱۰ھ کو اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونہار پاکیزہ لاڈلا بیٹا ابراہیم قضائے الٰہی سے وفات پا گیا۔ ہاں ہاں وہ اللہ کو پیارا ہو گیا! یہ بات لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے، دل دھڑکتا ہے، آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، فضائیں سوگوار ہیں، ماحول پر سناٹا طاری ہے، ہر کوئی دم بخود گھر کے آنگن میں خاموشی طاری ہے، ہر کسی کے دل میں درد والم کی ٹیس اٹھ رہی ہے۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ حادثہ شدت غم کی وجہ سے جانکاہ ثابت ہوتا۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال درجے کے صبر و رضا کی کیفیت نہ دیکھ لیتیں تو شاید یہ صدمہ برداشت نہ کرسکتیں۔

مومن کی تو شان ہی یہ ہوتی ہے۔ کہ جب اسے کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو اس کی زبان سے بے ساختہ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' جیسے نورانی کلمات نکلتے ہیں۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان غمناک لمحات کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب الاستیعاب میں ان لمحات کی منظر کشی ان الفاظ میں کی ہے۔

((اَخَذَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ فَأَتَى النَّخْلَ فَاِذَا ابْنُهُ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ حِجْرِ اُمِّهٖ وَهُوَ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَأَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَضَعَهُ فِيْ حِجْرِهٖ ثُمَّ قَالَ: " يَا اِبْرَاهِيْمُ اِنَّا لَا نُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا" ثُمَّ ذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَقَالَ "يَا اِبْرَاهِيْمُ لَوْ لَا اَنَّهُ اَمْرٌ حَقٌّ وَوَعْدٌ صِدْقٌ وَاَنَّ آخِرَنَا سَيَلْحَقُ اَوَّلَنَا لَحَزِنَّا عَلَيْكَ حُزْنًا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا وَاِنَّا بِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ تَبْكِي الْعَيْنُ وَ يَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ))

مسلم شریف میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے:

((لَقَدْ رَأَيْتُهُ۔ أَيْ إِبْرَاهِيمَ، وَهُوَ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ، تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبَّنَا وَاللّٰهِ يَا إِبْرَاهِيمَ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ))

ابراہیم بنو مازن بن نجار کے محلے میں دودھ پیتے تھے وہیں فوت ہوئے جلیل القدر صحابیہ ام بردہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے انھیں غسل دیا۔ ان کے گھر سے چھوٹی سی چارپائی پر لاڈلے ابراہیم کا جنازہ جنت البقیع کی طرف روانہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے۔ جنازے میں شریک تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے غم میں برابر کے شریک تھے۔

رسول اللہ ﷺ کو یکے بعد دیگرے اپنی اولاد کی طرف سے اس نوعیت کے صدمات سے دو چار ہونا پڑا۔ آپ کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن وفات پاگئیں، آپ کی چہیتی بیوی سیدہ خدیجہ الکبریٰ مکہ معظمہ میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یکے بعد دیگرے آنے والے صدمات کو صبر و تحمل سے برداشت کیا اور تسلیم و رضا کا پیکر بن کر ان دردناک لمحات کا سامنا کیا۔ اپنی زبان مبارک سے گلے شکوے کا اظہار نہیں کیا۔

آخر لاڈلے بیٹے کا پاکیزہ جسم خاکی جنت البقیع میں پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کی نماز جناہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں اور یہ فرمایا کہ ہم اپنے لاڈلے بیٹے کے جسم خاکی اپنے پیارے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے ساتھ دفن کر رہے ہیں۔ اور زبان مبارک سے کہا: بیٹا نیک صالح عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ساتھ محو استراحت ہو جا۔ اچھا بیٹا! اللہ کے حوالے۔

ابراہیم کو دفن کرتے وقت قبر میں فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اترے، اور نبی کریم ﷺ قبر کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔ دفن کرنے کے بعد مٹی ڈالی اور پانی کا چھڑکاؤ کیا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو قبر میں لٹایا اور مٹی ڈالی، اور پانی چھڑکا لاڈلے پاکیزہ بیٹے ابراہیم پر سلامتی ہو اور ابراہیم کے والد گرامی

امام الصابرین وامام المتقین سیدنا محمد ﷺ پر درود وسلام ہو۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور وصیت نبویہ

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تسلیم ورضا کی پیکر تھیں۔ صبر وتحمل کے حوالے سے ان کی مثال دی جاتی تھی۔ اپنے لاڈلے بیٹے ابراہیم کی وفات سے جو انھیں دلی صدمہ ہوا، پیارے بیٹے کی جدائی سے جو اسے غم لاحق ہوا۔ جس اضطراب، قلق اور بے چینی میں مبتلا ہوئیں، رسول اللہ ﷺ نے اس نازک ترین موقع پر کمال شفقت کا رویہ اختیار کرتے ہوئے انھیں تسلی دی۔ آپ کے اس وصف کا اعتراف تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

﴿ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۲۸)

مزید آپ نے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا:

((ان له مرضيها يتم الرضاعة في الجنة))

''جنت میں دودھ پلانے والی اس کی مدت رضاعت کو پورا کرے گی۔''

صحیح مسلم میں یہ حدیث مروی ہے:

((اِنَّ اِبْرَاهِيمَ ابْنِيْ وَاِنَّهُ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَاِنَّ لَهُ لَظِئْرَيْنِ تُكْمِلَانِ رَضَاعَةُ فِي الْجَنَّةِ))

''میرا بیٹا ابراہیم دودھ پینے کی صورت میں فوت ہوا۔ جنت میں دو دودھ پلانے والی آیائیں اس کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کریں گی۔''

جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم فوت ہوئے، اس دن یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ سورج کو گرہن لگ گیا۔

لوگوں کے خیال میں یہ بات آئی کہ سورج گرہن رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ اور معاشرے میں بات عام ہوگئی۔ ہر کوئی یہی کہنے لگا کہ سورج کو گرہن لگا ہی اس وجہ سے ہے کہ آج رسول اللہ ﷺ کا لخت جگر فوت ہوا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ کچھ لوگ یہ بات کہہ رہے ہیں تو مسجد نبوی میں تشریف لائے، منبر پر کھڑے ہوکر خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

((اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آیَتَانِ مِنْ آیَاتِ اللّٰهِ لاَ تَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِهٖ فَاِذَا رَأَیْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةِ))

بخاری شریف میں اس طرح منقول ہے۔

((اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِهٖ فَاِذَا رَأَیْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ))

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے لاڈلے بیٹے ابراہیم کے بارے میں سنا کہ جنت میں دو آیا اسے دودھ پلانے پر مامور ہوں گی تو ان کے دل کو اطمینان حاصل ہوا اور وہ اپنے لاڈلے بیٹے کا اعزاز سن کر بہت خوش ہوئیں۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو یہ حکم دیا کہ قبطی خاندان سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ اور انھیں یہ حکم دیا کہ قبطی خاندان کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اختیار کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی عزت افزائی کے لیے تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے وصیت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

((لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمَ لَاَعْتَقْتُ أَخْوَالَهٗ وَلَوَضَعْتُ الْجِزْیَةَ عَنْ كُلِّ قِبْطِیٍّ))

''اگر ابراہیم زندہ رہتا تو میں اس کے ماموؤں کو ازاد کر دیتا، اور ہر قبطی کو جزیہ معاف کر دیتا۔''

صحیح مسلم میں یہ روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا دَخَلْتُمْ مِصْرَ فَاسْتَوْصَوْا بِالْقِبْطِ خَیْرًا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا))

''جب تم مصر میں داخل ہو تو قبطی خاندان کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی سے پیش آنا کیونکہ وہ شفقت اور ہمدردی کے مستحق ہیں۔''

نیز ان کے ساتھ ہماری پرانی رشتہ داری ہے۔

ایک روایت میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّكُمْ سَتَفْتِحُوْنَ مِصْرَ وَهِيَ اَرْضٌ يُسَمّٰى فِيهَا الْقِيْرَاطُ فَإِذَا فَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوْا إِلَى أَهْلِهَا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا))

اس فرمان نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مصر کے فتح ہونے کی پیشین گوئی بھی کردی گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی، کیونکہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر فتح ہوا اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے قبطی خاندان کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کیا۔ علامہ یاقوت حموی اپنی مشہور و معروف کتاب معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ جب سیدنا حسن بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو اس موقع پر ارشاد فرمایا: سرزمین مصر کی حفن بستی کے باشندوں سے ٹیکس نہ لیا جائے، کیونکہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اسی بستی کی باشندہ تھیں، اوراس بستی میں رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے بیٹے ابراہیم کے ماموں رہتے ہیں۔

تاریخ سے یہ بھی معلومات ملتی ہیں کہ مصر فتح ہوجانے کے بعد سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مصر تشریف لائے اور انھوں نے دریافت کیا کہ حفن بستی کون سی ہے؟ اور سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جگہ کون سی ہے انھیں اس جگہ کی نشاندہی کی گئی تو سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اس جگہ پر مسجد تعمیر کرادی، تاکہ یہ جگہ یادگار بن جائے۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ادب، اخلاق، تسلیم ورضا اور حسن و جمال کی وجہ سے ازواج مطہرات میں رشک کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ ابراہیم کی ولادت سے ان کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی عادات پسند تھیں۔ ازواج مطہرات میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما نے اس صورت حال کو شدت سے محسوس کیا۔ ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا، کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی زیادہ توجہ حاصل نہ کرسکیں، لیکن انھیں اس سلسلے میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دنیا فانی سے کوچ کیا تو آپ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے راضی تھے، اور وہ اہل بیت میں شامل تھیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی دور کردی تھی۔

کل نفس ذائقۃ الموت

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نہایت ہی ادب واحترام سے پیش آیا کرتے تھے۔ وہ ان کے فضل وشرف کو بخوبی جانتے تھے، وہ ان کی دینداری، تقویٰ اور عبادت گزاری کے قدردان تھے۔ وہ ان کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا رویہ اختیار کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نماز اور ذکر الٰہی میں اکثر و بیشتر مصروف رہا کرتی تھیں۔ قرآن مجید میں اللہ والوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد ۲۸)

''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں آگاہ رہیں کہ اللہ کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔''

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کیا، اور ان کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ادب واحترام کا رویہ اختیار کیا۔ وہ ان کی گھریلو ضروریات کا حد درجہ خیال رکھا کرتے تھے۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا خلافت راشدہ کے مبارک دور میں پانچ سال زندہ رہیں ماہ محرم ۱۶ھ میں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے بیماری محسوس کی، اور انھیں محسوس ہوا کہ اب دنیا سے کرنے کا وقت قریب آرہا ہے۔ چند دن بعد وہ ۱۶ھ کو مدینہ منورہ میں اللہ کو پیاری ہو گئیں اور ان کی زبان پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے نورانی کلمات جاری تھے۔

وہ واضی خوشی اللہ کے حضور پہنچ گئیں، مدینہ منورہ میں ان کی وفات حسرت آیات کا اعلان ہوا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بذات خود اعلان کیا، اور لوگوں کو جنازے میں شریک ہونے کا حکم دیا۔

جنت البقیع میں لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں ان کے لاڈلے بیٹے ابراہیم کی قبر کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ بیشتر خواتین اہل

بیت بھی وہیں مدفون تھیں۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں نہایت عمدہ پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی بسر کی۔ ان کی زندگی کے معطر، پاکیزہ اور اثر انگیز واقعات قیامت تک آنے والی خواتین کے لیے مشعل راہ بن گئے۔

ان کو الوداع کہتے ہوئے ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان بیان کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (الحج: ۳۴/ ۳۵)

وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِن اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

❋❋❋

13

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اہل بیت

ام المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

- سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی والدہ ماجدہ تھی۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ بڑی معزز تھیں۔ یہ بڑی پرہیزگار اور پاکیزہ صفات خاتون تھیں۔
- سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہو کر عظمتوں کا استعارہ بن گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں خوشگوار زندگی بسر کی اور اہل بیت کا فرد ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔
- تقدیر الٰہی کے سامنے صبر و رضا سے سر تسلیم خم کر دینا ان کا مثالی کردار تھا۔

تاریخ کے کارناموں سے

آج یہ عظیم المرتبت خاتون مصر سے تشریف لاتی ہے۔ تا کہ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوا اور خانہ نبوی کے پاکیزہ ماحول میں داخل ہو کر حرم نبوی میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کی والدہ ماجدہ بننے کا شرف حاصل کرے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ اللہ کے نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ام العرب کا لقب پانے والی سیدہ ہاجرہ مصریہ رضی اللہ عنہا کی یاد کو تازہ کرے۔

یہ عظیم المرتبت خاتون کون تھیں؟ یہ خانہ نبوی میں کیسے داخل ہوئی؟

مفسرین، مورخین، سیرت نگار رقمطراز ہیں کہ اس خاتون کا نام ماریہ بنت شمعون قبطیہ تھا۔ یہ خانہ نبوی ﷺ کی ایک ایسی جلیل القدر خاتون ہیں جنھیں دنیا بھر میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

یہ مصری خاتون دلکش، دلفریب اور دلربا ہار کا ایک عمدہ، نفیس اور چمکدار موتی کیسے بنیں؟ اور انھیں نبی کریم ﷺ کے پاکیزہ گھر کا خوشگوار سایہ کیسے نصیب ہوا؟ اور انھیں تاریخ ساز خواتین کی فہرست میں شامل ہونے کا اعزاز کیسے حاصل ہوا؟

آئندہ سطور میں اس کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

سیدہ ماریہ بنت شمعون صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائیں یہ واقعہ ۷ھ میں پیش آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر صلح طے پائی تو صلح کے بعد جزیرہ العرب کی فضا پرسکون ہوگئی، روئے زمین پر دعوت اسلامی کی ہوا کے عطر بیز جھونکے ماحول کو معطر کرنے لگے اور نور ایمان کی کرنیں تمام لوگوں ضوفشانی کرنے لگیں۔

سیدنا حبیب مصطفیٰ ﷺ نے شاہان عالم اور امرائے عرب کو دامن اسلام سے وابستہ ہونے کی دعوت دینے کی غرض سے خطوط لکھے۔

آپ کو یہ بات بتائی گئی کہ بادشاہ مہر کے بغیر خطوط وصول نہیں کرتے، تو رسول اللہ

ﷺ نے چاندی کی مہر تیار کروائی جس میں اس ترتیب سے یہ الفاظ لکھوائے گئے:

الله

رسول

محمدؐ

رسول اللہ ﷺ نے شاہان عرب و عجم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے حکمت بھرے ناصحانہ خطوط ارسال کیے۔ اس سلسلے میں آپ نے بڑا اہتمام کیا عالم فاضل اور تجربہ کار صحابہ کرام کو یہ خطوط بادشاہوں تک پہنچانے کے لیے منتخب کیا پہلے مرحلے پر آپ نے جن بادشاہوں کو خطوط ارسال کیے وہ یہ تھے:

① روم کا بادشاہ ہرقل۔

② ایران کا بادشاہ پرویز۔

③ مصر کا بادشاہ مقوقس۔

④ حبشہ کا بادشاہ نجاشی۔

ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ان بادشاہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کریمانہ خطوط کس طرح وصول کیے؟ میں اس حوالے سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہرقل، نجاشی اور مقوقس نے تو رسول اللہ ﷺ کے مبارک خطوط کو نہایت ادب واحترام سے وصول کیا۔ اور بہت عمدہ جواب دیا۔

سیرت کی کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی حد درجہ تکریم کی مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف قیمتی تحائف ارسال کیے۔ اور خط لکھنے کا شکریہ ادا کیا۔

ایران کا بادشاہ پرویز خط کے مندرجات سن کر آگ بگولہ ہوگیا۔ اور اس نے غضبناک ہوکر رسول اللہ ﷺ کے خط کو پھاڑ دیا۔ مزید اس نے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ اسے قیدی راجدھانی میں رہتے ہوئے مجھے خط لکھنے کی جسارت اور جرأت کیسے ہوئی؟

جب یہ صورت حال رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے:

''اس نے ہمارے خط کو پھاڑا ہے تو اللہ اس کے ملک کو ریزہ ریزہ کردے۔''

حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ نکلے ہوئے کلمات عرش الٰہی تک پہنچے اور واقعی یہ ہوا۔ کہ اس کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس کے بیٹے نے اسے قتل کرکے اسے عبرت کا

نشان بنا دیا۔ اور اس کے بعد کسی شخص کو کسریٰ کا مقام حاصل نہ ہو سکا۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی برحق ثابت ہوا، آپ نے فرمایا تھا:

((إِذَا هَلَكَ كِسْرىٰ فَلَا كِسْرىٰ بَعْدَهُ)) (رواہ مسلم)

''جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔''

ماریہ مقوقس کا تحفہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مقوقس کی جانب سے جو تحفہ بھیجا گیا۔ اس پر گفتگو کرنے سے پہلے ہم مقوقس کی شخصیت پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تا کہ اس کی سخاوت کا پہلو نمایاں ہو سکے۔

مقوقس اسکندریہ کا حکمران تھا اور وہ مصر میں سلطنت روما کا نمائندہ تھا۔ مقوقس کا نام جریج بن مینا تھا۔

مصر اس دور میں سلطنت روما کی مالدار ترین سرسبز و شاداب، آباد اور مفید نتائج برآمد کرنے والی ریاست تھی۔

علامہ ابن تغری بردی اپنی کتاب ''النجوم الزہراء'' میں لکھتے ہیں کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر کی تعریف ان الفاظ میں کی:

((مِصْرُ تُرْبَةٌ غَبْرَآءٌ، وَشَجَرَةٌ خَضْرَآءٌ، طُوْلُهَا شَهْرٌ وَ عَرْضُهَا شَهْرٌ))

جب رسول اللہ ﷺ نے مقوقس کی جانب خط ارسال کرنے کا ارادہ کیا تو یہ فریضہ سرانجام دینے کے لیے اپنے صحابہ کرام میں سے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔

سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بڑے فصیح و بلیغ اور عمدہ انداز میں گفتگو کرنے والے مشہور و معروف دانشور تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے مقوقس کی جانب جو خط لکھا اس کی عبادت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَى الْمُقَوْقِسْ عَظِيْمِ الْقُبْطِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْقُبْطِ

﴿ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ (آل عمران ٦٤)

سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکتوب گرامی لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ مصر پہنچ کر مقوقس کے دربار میں داخل ہوئے۔ اس نے خوش آمدید کہا اور نہایت عمدہ انداز میں مہمان نوازی کی۔

سیدنا حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے حکمت و دانش کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت ہی سلجھے انداز میں اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: کہ جناب عالی! آپ سے پہلے مصر کا ایک حکمران ہو گزرا ہے۔ جو اپنے رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا، اس کو المناک انجام سے دو چار کیا آپ اس سے عبرت حاصل کریں، ایسا طرز عمل نہ اپنائیں کہ لوگ آپ سے عبرت حاصل کرنے لگیں۔

مقوقس نے بڑے غور سے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی اور واضح طور پر اسے محسوس ہوا کہ یہ بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔ اس نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم ایک دین کے پیروکار ہیں۔ ہم اسے اس صورت میں چھوڑ سکتے ہیں کہ ہمیں اس سے بہتر دین میسر آئے۔

سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جب مقوقس کی زبان سے یہ بات سنی تو ان پر مقوقس کی دانشمندی آشکار ہوئی۔

سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مقوقس سے کہا کہ ہم آپ کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام ادیان سے بالا تر بنایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس دین کی دعوت دی تو قریش نے آپ کے خلاف ترین ردعمل کا اظہار کیا۔ یہودیوں نے آپ کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کیا اور نصاریٰ نے بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

اللہ کی قسم! جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت دی تھی اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی بشارت دی تھی۔

ہم آپ کو قرآن مجید کی طرف اسی طرح دعوت دیتے ہیں جس طرح آپ اہل تورات کو انجیل کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ہر نبی جس قوم میں آیا وہ اس کی امت کہلائی۔ قوم پر یہ واجب ٹھہرا کہ اپنے نبی علیہ السلام کی اطاعت اختیار کریں۔ آپ نے چونکہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے دور کو پایا ہے۔ لہٰذا آپ ان کے امتی ہیں۔ ہم آپ کو دین برحق سے نہیں روکتے ہماری دعوت تو یہ ہے کہ دین برحق کو برحق تسلیم کرتے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اختیار کریں یہ دین سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی شریعت کی بھی تصدیق کرتا ہے۔

مقوقس کو سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی بات بہت اچھی لگی اور اس کے دل پر بڑا اثر ہوا اور اس نے کہا:

((اِنِّی قَدْ نَظَرْتُ فِیْ اَمْرِ هٰذَا النَّبِیِّ فَوَجَدْتُّهٗ لَا یَأْمُرُ بِمَزْهُوْدٍ فِیْهِ وَلَا یَنْهٰی عَنْ مَرْغُوْبٍ فِیْهِ وَلَمْ اجِدْهُ بِالسَّاحِرِ الضَّالِ، وَلَا الْکَاهِنِ الْکَاذِبِ وَوَجَدْتُ مَعَهٗ آیَةَ النُّبُوَّةِ بِاِخْرَاجِ الْخَبْءِ وَالْاِخْبَارِ بِالنَّجْوٰی سَأَنْظُرُ))

پھر مقوقس نے نہایت احترام واکرام سے نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی کو ہاتھی دانت کی بنی ہوئی خوبصورت ڈبیا میں بند کر کے اپنی کنیز کے حوالے کر دیا۔ اور پھر اس نے کاتب کو بلایا جو عربی زبان لکھنا جانتا تھا، تو اس سے نبی کریم ﷺ کے لیے یہ خط لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، مِنَ الْمُقَوْقَسِ عَظِیْمِ الْقُبْطِ، سَلَامٌ عَلَیْكَ اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَرَأْتُ کِتَابَكَ وَفَهِمْتُ مَا ذَکَرْتَ فِیْهِ وَمَا تَدْعُوْا اِلَیْهِ وَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّ نَبِیًّا بَقِیَ وَکُنْتُ اَظُنُّ اَنَّهٗ سَیَخْرُجُ بِالشَّامِ وَقَدْ اَکْرَمْتُ رَسُوْلَكَ وَبَعَثْتُ اِلَیْكَ بِجَارِیَتَیْنِ لَهُمَا مَکَانٌ فِی الْقُبْطِ عَظِیْمٌ وَبِکِسْوَةٍ وَاَهْدَیْتُ اِلَیْكَ بَغْلَةٍ لِتَرْکَبَهَا وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ))

مقوقس نے اسی پر اکتفا کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا۔ لیکن اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ البتہ اس نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا:

تم خود بھی دانشور ہو اور دانشور کی طرف سے آئے ہو۔ یہ چند تحائف میں آپ کے

ساتھ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف بھیج رہا ہوں اور تمھارے ہمراہ ایک شخص کو بھی روانہ کر رہا ہوں جو تم کو منزل تک پہنچائے گا۔

تحائف بڑے قیمتی تھے۔ ان تحائف میں دو کنیزیں بھی تھیں۔ ان میں ایک ماریہ بنت شمعون اور دوسری ان کی ہمشیرہ سیرین تھیں۔ ایک سفید رنگ کی خچر تھی جس کا نام دلدل تھا۔ یہ خچر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک زندہ رہا۔ ان کے علاوہ مصر میں تیار کردہ عمدہ کپڑے بھی تھے۔

سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کامیابی کے ساتھ سفارتی فرائض سر انجام دے کر واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ واپسی پر راستے میں ماریہ قبطیہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انھیں قبول کرنے کی رغبت دلائی تو ماریہ اور ان کی ہمشیرہ نے اسلام قبول کر لیا۔ پاکیزہ بات کو قبول کرتے ہوئے سیدھی راہ پر گامزن ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسلام قبول کرنے کا اعزاز بخشا۔

عزت کا مقام

ماریہ قبطیہ اور مقوقس کے دیگر تحائف مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ ماریہ قبطیہ نے انصار کے مرکز مدینہ منورہ کی طرف آتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔

مدینہ منورہ پہنچ کر سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے حرم میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کی ہمشیرہ سیرین کو مشہور و معروف اور عظیم شاعر سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے حرم میں شامل کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے تفویض کردہ گھر میں ٹھہرایا، پھر انھیں دوسرے مکان میں منتقل کر دیا جو مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بڑی حسین و جمیل خاتون تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی خوبیوں کا برملا اعتراف کیا کہ ہمیں بھی ان کے شباب اور حسن و جمال پر رشک آتا تھا۔ ایک سال وہ ہمارے پڑوس میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں مقیم رہیں، پھر ان کی رہائش ہم سے قدرے دور ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ بھی ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

ہمیں ان کی قسمت پر رشک بھی آیا کرتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس

تشریف لے جاتے تو ہمیں سکناپے کی وجہ سے بڑی چبھن محسوس ہوتی۔

واہ رے یہ بیٹے کی خوشخبری!

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کیے ہوئے ایک سال بیت گیا۔ ایک دن ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ میری گود ہری ہوئی ہے۔ میں کچھ عرصے بعد بچے کو جنم دوں گی۔ یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت تقریباً ساٹھ سال تھی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی ساری اولاد اللہ کو پیاری ہو چکی تھی۔ اس خوشخبری نے ماضی کی تاریخ کو دہرا دیا۔ آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان کی بیوی سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹا اسماعیل علیہ السلام یاد آئے جن کی داستان قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔

جب حمل کی مدت پوری ہوئی تو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا خوش نصیب تھیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے کو جنم دینے والی تھیں ولادت کا وقت قریب آیا۔ ان کے لیے خصوصی اہتمام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز ام رافع سلمٰی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ انھیں ولادت کے معاملے کو نمٹانے کا خصوصی تجربہ تھا اور یہ خانہ نبوی کی قابل اعتماد خادمہ تھیں۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے نہایت خوبصورت بیٹے کو جنم دیا، جو شکل وصورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ تھا۔ ام رافع رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابو رافع رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے بیٹے کو جنم دیا۔ انھوں نے ہوا سے بھی تیز قدم اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو بیٹے کی خوشخبری دیتے ہوئے مبارک باد دی۔ یہ بشارت سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مسرت وشادمانی سے باغ باغ ہو گیا، اور آپ نے ابو رافع رضی اللہ عنہ کو ایک غلام بطور تحفہ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مبارک ہستی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی ولادت باسعادت ماہ ذی الحجہ ۸ ھ میں ہوئی۔ اس ولادت کی مناسبت سے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو آزادی نصیب ہوئی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَعۡتَقَهَا وَلَدُهَا))

''انھیں ان کے بیٹے نے آزادی دلا دی۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّمَا أَمَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا فَإِنَّهَا حُرَّةٌ وَإِذَا مَاتَ إِلَّا أَنْ يُعْتِقَهَا قَبْلَ مَوْتِهِ))

''جو عورت اپنے آقا کے بچے کو جنم دے جب وہ آقا فوت ہو جائے تو عورت آزاد ہے۔ ہاں اگر وہ آقا اپنی موت سے پہلے اسے آزاد کر دے تو پھر بھی وہ آزاد ہے۔''

جب یہ خبر مدینہ منورہ میں پھیلی تو تمام اہل ایمان اور خاص طور پر انصار بہت زیادہ خوش ہوئے کہ ماریہ قبطیہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے بیٹے نے جنم لیا ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر خوشی کا اظہار کیا ہر گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ خبر سن کر ہر مسلمان کا چہرہ مسرت وشادمانی سے کھل اٹھا۔ ہر گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ جس کو دیکھو خوشی سے نہال ہوا جا رہا ہے۔ کیونکہ مسلمان اس بیٹے کی قدر و قیمت کو جانتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد بڑی مدت کے بعد بیٹا عطا کیا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کے ہاں کوئی اوالد نہ ہوئی تھی۔ یہ سلسلہ عرصہ دراز سے منقطع تھا۔ اس بیٹے کی پیدائش نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد دلا دی۔ رسول اللہ ﷺ کو دلی خوشی محسوس ہوئی اور آپ نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ تعریف کی۔

ام ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو خانہ نبوی کی خواتین میں بڑا اہم مقام نصیب ہوا۔ انصاری خواتین بھی انھیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ انھیں ہر طرف سے خوشیوں کی بہار پھول برساتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ خاص طور پر اسے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کی نعمت میسر آئی۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کو دودھ پلانے کے لیے انصار کی ایک خاتون ام سیف کا انتخاب کیا جیسا کہ بخاری اور مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَدَفَعْتُهُ إِلَى أُمِّ

سَیْفٍ اِمْرَءَ ةٍ فِی الْمَدِیْنَةِ))

''رات میرا بیٹا پیدا ہوا میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی مناسبت سے رکھا اور دودھ پلانے کے لیے اسے ایک انصاری خاتون ام سیف کے حوالے کیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی دائی ام سیف کی بہت عزت افزائی کی۔ اسے سات بکریاں فراہم کیں تا کہ وہ ان کے دودھ سے توانائی حاصل کر سکے۔ اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو بھی دلی خوشی اور اطمینان حاصل ہو کہ ان کا بیٹا توانا ہو رہا ہے۔

ابراہیم کی ولادت کی خوشی میں رسول اللہ ﷺ نے مسرت و شادمانی کے ساتھ عبادت سمجھتے ہوئے۔ مدینہ منورہ کے مساکین میں جی بھر کر صدقہ و خیرات کیا۔ جب بیٹا سات دن کا ہوا تو اس کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح کیے۔ بیٹے کے سر کے بال ابو ہندا انصاری رضی اللہ عنہ نے اتارے اور بالوں کے وزن کے مطابق مساکین کو چاندی دی تو وہ بہت خوش ہوئے، آپ نے وہ بال زمین میں دفن کر دیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹے ابراہیم نے جنم لیا تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا۔

''اے ابو ابراہیم السلام علیکم!''

رسول اللہ ﷺ دلی طور پر خوش ہوئے اور مطمئن ہو گئے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ شاداں و فرحاں اپنے بیٹے ابراہیم کو گود میں لے کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا: عائشہ! اس کی شکل و شباہت تو دیکھو۔ انھوں نے سکناپے کی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میں کچھ نہیں دیکھوں گی۔

ان کا یہ انداز دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیے۔ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ اور آپ نے محسوس کیا کہ یہ محض سکناپے کی غیرت ہے، کوئی بات نہیں ایسا ہوتا ہی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے از خود اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ماریہ قبطیہ سے بیٹا عطا کیا جبکہ میں اور دیگر امہات المومنین اس نعمت سے محروم رہیں۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی ہر ممکن یہ کوشش ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کو خوش رکھا جائے،

آپ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔وہ یہ بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم کو وجہ سے بہت زیادہ خوش ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ اس کے اس تشریف لائے تو وہ ایسے دلپذیر انداز میں خوش آمدید کہتی کہ آپ کو دلی مسرت محسوس ہوئی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ ننھا ابراہیم رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہے۔

وہ اس منظر کا بچشم خود مشاہدہ کیا کرتی تھی۔ کہ آپ ﷺ اپنے لاڈلے بیٹے کو دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ پہلے ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بیٹے کو جنم دیتے ہی آزادی کی نعمت سے سرفراز ہوگئی تھی، دین اسلام کا یہ اختیار ہے کہ یہ غلاموں کو آزاد کرنے کو بہتر صورت ترجیح دیتا ہے۔

اسلام نہیں چاہتا کہ کسی انسان کی گردن میں غلامی کا طوق باقی رہے۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی رفیقہ حیات ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے گھر عزت،امن اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کی۔

پاکیزہ اور متقی

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہدایت کے راستے پر گامزن ہوئیں، اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئیں، اس دین کو پسند کیا جس نے انھیں عزت وشہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

وہ ایک ایسی خاتون کہلاتی جو دنیا کی تاریخ میں فضل وشرف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتی۔

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ، منور، گداز دل، صداقت، شرافت اور لطافت کی پیکر، فصاحت، بلاغت اور زبان کی حلاوت کی خوگر ذہانت، فطانت اور ذکاوت سے آراستہ، حسین و جمیل عالی مرتبت خاتون تھی۔ ان اوصاف کی بنا پر رسول اللہ ﷺ ان سے بہت خوش تھے۔

گھر میں ایندھن اور پانی لانے کے لیے ایک قبطی خادم کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔منافقین نے سیدہ ماریہ قبطیہ کے بارے میں ایسی ہی بے پر کی باتیں اڑانا شروع کردیں جس طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں افواہیں پھیلائی گئی تھیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مقابلے کی تحقیق کا فریضہ سونپا گیا انھوں نے اپنی مومنانہ بصیرت سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا اور سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پاکیزہ کردار ہونے

کی شہادت دی۔

رسول اللہ ﷺ اس موقع پر فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُصَرِّفُ عَنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ))

''شکر ہے اس اللہ کا جو ہم اہل بیت سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دیتا ہے۔''

اس طرح منافقین اور افواہیں پھیلانے والوں کی یہ گھناونی سازش بھی بری طرح ناکام ہوگئی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خانہ نبوی کے پاکیزہ ماحول کو ہر قسم کی آلودگی سے محفوظ رکھا اور اہل بیت کے تقویٰ وطہارت پر کسی قسم کی کوئی آنچ نہیں آنے دی۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور ابراہیم کی وفات

ابراہیم کی ولادت سے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی سعادت، اہمیت اور شان وشوکت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ انھیں اور زیادہ اہمیت دینے لگے۔ انھیں یوں محسوس ہونے لگا، جیسے ہر طرف خوشیوں کی بہار سایہ فگن ہے گھر کے آنگن میں بہاریں پھول برسا رہی ہیں، فضائیں نغمہ سرا ہیں اور گھر کے در و دیوار مسکرا رہے ہیں۔

ابراہیم کی ولادت کے بعد رسول اللہ ﷺ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا بہت زیادہ خیال رکھنے لگے۔ اور ان کی قوم کو بھی زیادہ اہمیت دینے لگے۔ ابراہیم نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ پورا نہ کیا تھا کہ بیماری لاحق ہوگئی، سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اپنے لاڈلے بیٹے کی بیماری سے بہت زیادہ پریشان ہوگئیں۔ دن بدن اس کی حالت بگڑتی گئی۔ ماں کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا کہ اپنے محبوب نظر اکلوتے بیٹے کی بیماری کا کیا علاج کرے۔

ایک دن ننھے ابراہیم کی بیماری بڑی شدت اختیار کرگئی اسے دودھ پلانے والی آیا کے خاوند براء بن انس افسردہ چہرہ، کبیدہ خاطر مضطرب و پریشان اور بوجھل قدم اٹھاتے ہوئے مسجد نبوی کی طرف گئے، دل غمگین تھا۔ آنکھیں پرنم تھیں، اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دنیا بھر کا بوجھ ان

کے کندھوں پر آ گرا ہے۔

وہ سوچ رہے تھے کہ یہ غمناک خبر رسول اللہ ﷺ کو کیسے سنائی جائے؟ یہ ایک ایسی اندوہناک خبر تھی کہ ان کا دل چاہتا تھا کہ ان کی جان لے لی جائے لیکن ننھے پیارے راج دلارے ابراہیم کو کچھ نہ ہو۔ ان کا اپنا بچہ لے لیا جائے لیکن لاڈلا ابراہیم شفایاب ہو جائے۔

وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے، انھوں نے حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ دیکھا کہ آپ مسجد کے محراب میں تشریف فرما ہیں۔ اور آپ کے ساتھ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا دل دھڑک رہا تھا۔

آنکھوں میں آنسو جاری تھے، جسم کانپ رہا تھا، سانس اکھڑا ہوا تھا۔ قریب تھا کہ وہ شدت غم سے زمین پر گر جائیں۔ انھوں نے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اے اللہ کے رسول! ننھے ابراہیم پر نزع کا عالم طاری ہے۔ پھر ان کے پیر کے بندھن ٹوٹ گئے، آہ و بکا سے ہچکی بندھ گئی، آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ اندوہناک خبر سن کر بڑا غم ہوا۔ شدت غم کی وجہ سے آپ نڈھال ہو گئے۔ آپ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سہارا لے کر اٹھے ماریہ قبطیہ کے گھر تشریف لے گئے۔

جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی ابراہیم کے بارے میں خبر ملی کہ اس کی حالت غیر ہو چکی ہے اور ابا جان اسے دیکھنے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے محلّہ بنی مازن میں واقع گھر تشریف لے گئے ہیں تو وہ بھی غم سے نڈھال ہو گئیں۔ ابراہیم تو حبیب کبریا علیہ السلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور تھا۔ وہ زینب، رقیہ، ام کلثوم، قاسم اور طیب جو بچے فوت ہو گئے تھے۔ دلی سکون کے لیے ان سب کا نمائندہ بھی تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِن اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وہ اپنے اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی۔

❁❁❁

بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
ذلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

14

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اہل بیت
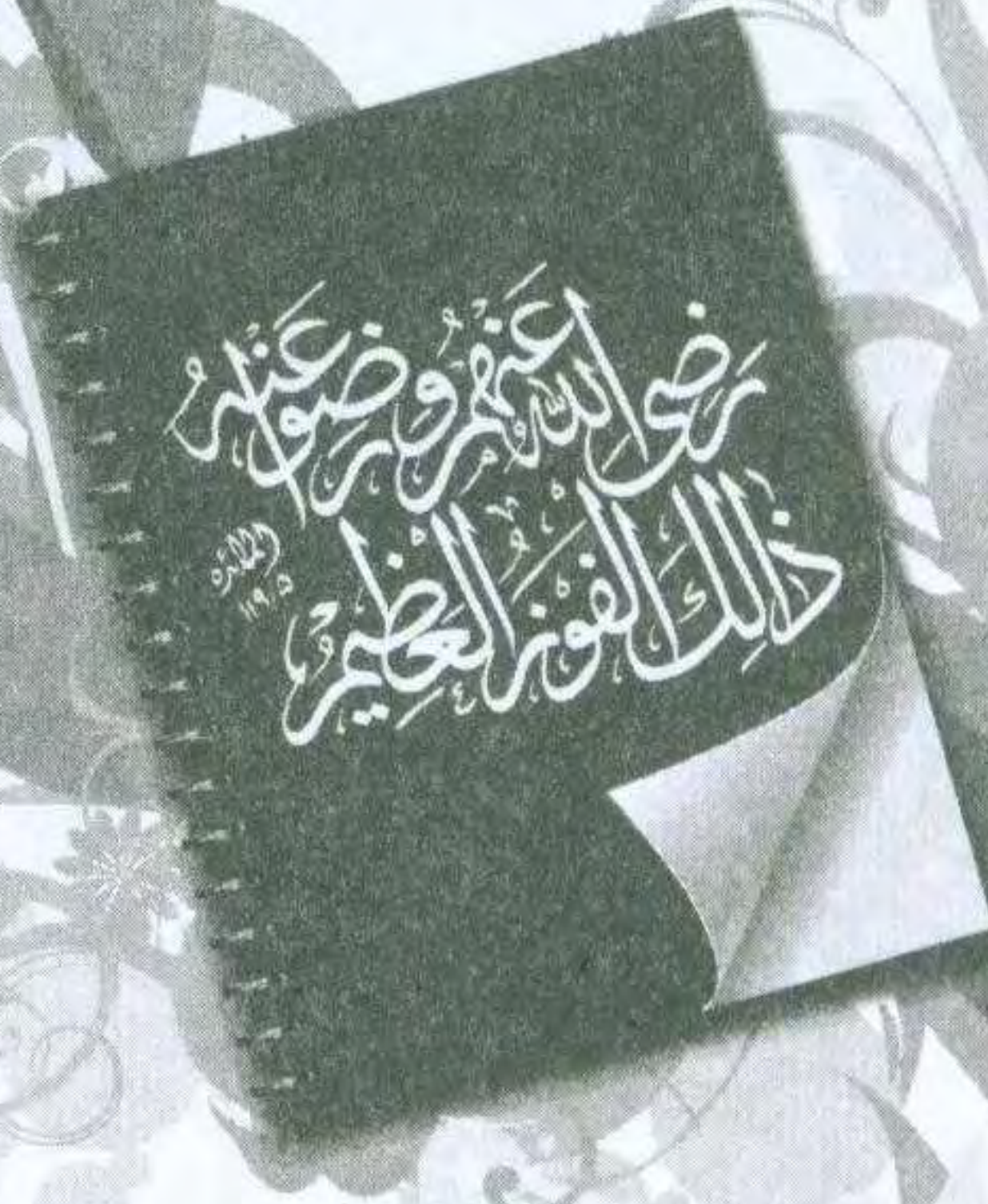
سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ
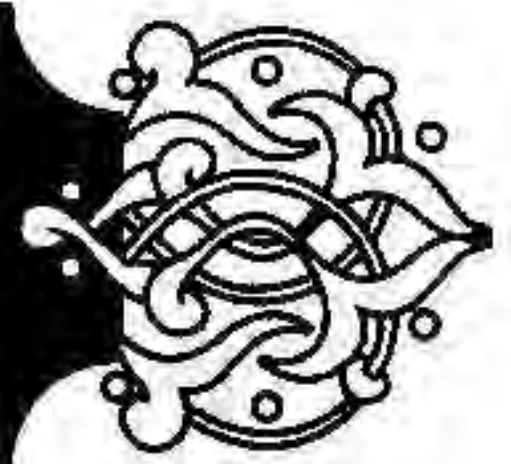
رسالت مآب ﷺ کی مطہرہ بیٹی کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

نادر ہار کا پہلا موتی

خانہ نبوی میں مکمل خاموشی طاری تھی، محمد رسول اللہ ﷺ خالق کائنات سے دل لگائے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ اپنے رب کی یاد اور اسکی توحید کے اقرار میں مصروف تھے۔ ان کی پاکباز بیوی سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بے پناہ روحانی خوشی محسوس کر رہی تھیں۔ وہ اپنے دل کی آنکھوں سے بیت اللہ کے قریب اپنے گھر پر انوار الٰہیہ کا ورود دیکھ رہی تھیں۔ انھیں فضا میں پھیلی ہوئی، طبیعت میں سرور پیدا کرنے والی خوشبو محسوس ہو رہی تھی، جس کی وجہ سے روح میں ایک وجد طاری ہو رہا تھا، سینے میں ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی اور رگ وریشے میں رحمت کی رعنائیاں رچ بس رہی تھیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ محسوس کر رہی تھیں کہ کوئی نورانی چیز قلب ونظر میں آشکار ہو رہی ہے۔ یہ مبارک دن آنے کی نوید ہے یقین کی نورانی کرنیں دل میں چمک رہی ہیں۔ یہ کرنیں دنیا کی ہر چیز کو ملیا میٹ کر رہی ہیں۔ یوں دکھائی دے رہا ہے کہ مبارک حقائق منکشف ہوا چاہتے ہیں۔ روحانی احساسات بیدار ہو رہے ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف ہو جاتی ہیں اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم سمجھتی ہیں۔ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا تہہ دل سے شکر ادا کرتی ہیں کہ اس نے انھیں سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی رفیقہ حیات بننے کا شرف عطا کیا۔ یہ محض اللہ کا فضل وکرم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بھرپور جوانی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کے فضل وکرم اور رحمت خاص سے نوازا تھا۔ وہ زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں فضائل کو حاصل کرنے کے لیے محبت پیدا کرتے تھے اور انھیں اس بات کی تعلیم دیتے تھے کہ تمام تر حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہئیں۔ ہر عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا رخ حقیقی سعادت کے ہر چشمے کی طرف پھیر دیا۔ اللہ کے قرب اور اس کی رحمت کے حصول کو زندگی کا مقصد بنانے کی تلقین کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ازدواجی زندگی کے چند ماہ ہی رسول اللہ ﷺ کی محبت میں گزارے کہ ان کے نظریہ حیات میں نمایاں تبدیلی محسوس ہونے لگی، کائنات کے بارے میں

ان کا نقطہ نگاہ یکسر بدل گیا، روحانی مٹھاس محسوس ہونے لگی۔ ملکوتی قدریں اجاگر ہونے لگیں۔ حقیقی معرفت کے انوار نے دل کو جگمگا دیا، علم و عرفان کی نعمتوں کا مزا آنے لگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے نور سے دیکھنے لگیں۔

یونہی دن گزرنے لگے۔ ایک دن نئی صورت حال کو دیکھ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سرور کی ایک لہر پیدا ہوئی جس سے ان کا چہرہ دمک اٹھا۔ انھوں نے اپنے خاوند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راز کی بات سنائی کہ وہ ان دنوں حاملہ ہے اور چند ماہ بعد نومولود کو جنم دینے والی ہیں۔ اس نئی صورت حال سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نابغہ روزگار رفیق حیات تھے۔ وہ ایک منفرد بات سننے والے تھے۔ انھوں نے خلوص دل سے یہ دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ انھیں صالح اولاد عطا کرے۔ تاکہ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں سعادت کا صلہ نصیب ہو۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور سعادت ہوسکتی ہے!!؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر سن کر بے انتہاء خوشی ہوئی کیونکہ انھوں نے خود یتیمی میں پرورش پائی تھی۔ باپ کی شفقت کا مزا نہیں چکھا تھا اور نہ ہی حقیقی بھائی کی محبت دیکھی تھی، البتہ اپنے خالق حقیقی کی محبت سے سرشار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ تقاضائے بشریت اولاد کی خبر سن کر بے انتہاء خوشی محسوس ہوئی۔ کسی انسان کے لیے اس سے بھی بڑھ کر کوئی خوشی ہوسکتی ہے کہ وہ صاحب اولاد بننے والا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے یہ اطلاع دی کہ آپ مستقبل قریب میں باپ بننے والے ہیں تو آپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔

دن گزرنے لگے، حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رفیقہ حیات کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے اور ان کے ساتھ زیادہ شفقت سے پیش آنے لگے۔ وہ خواتین قریش کی سردار بلکہ دنیا بھر کی خواتین کی سردار کا زیادہ خیال کرنے لگے۔ یہ خاوند کی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے کہ اس صورت حال میں اپنی بیوی کا خاص خیال رکھے۔ پھر وہ دن بھی آ گیا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک خوبصورت بچی کو جنم دیا۔ جس کی وجہ سے گھر حسن و جمال، انس و محبت اور خوشیوں سے بھر گیا۔ دونوں میاں بیوی نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا پر اس کا شکر ادا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ''زینب'' رکھا۔ سیدہ زینب خواتین اہل بیت میں ایک نادر موتی کی طرح جگمگانے لگیں۔

- سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بیٹی اور پاکیزہ خانہ نبوی کے نفیس ہار کا پہلا موتی۔
- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے دنیا بھر میں سب سے معزز والدین کے زیر سایہ زندگی بسر کی۔
- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ابو العاص رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی۔ جس کی سرور کائنات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی۔
- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک ہار تھا جس کا ان کی اپنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بڑا چرچا رہا۔
- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ۹ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔
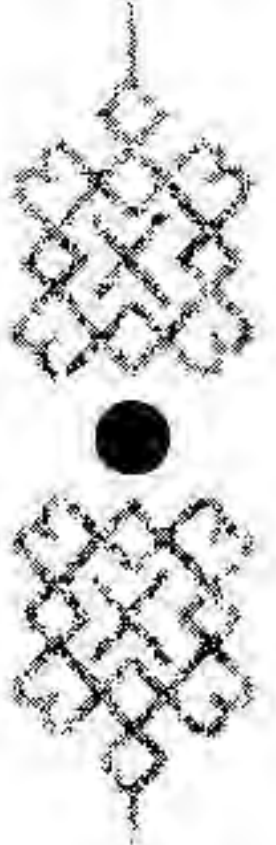
ابو عمر قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَتْ زَيْنَبُ اَكْبَرَ بَنَاتِهِ، صلی اللہ علیہ وسلم))

''زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی تھیں۔''

آئندہ صفحات میں ہم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت سید ولد آدم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشیہ الہاشمیہ [1] کی معطر سوانح حیات قلم بند کرنے کی کوشش کریں گے۔

معزز داماد

دن گزرنے لگے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دنیا کے سب سے زیادہ معزز والدین کی نگرانی میں پرورش پانے لگیں۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا دونوں ماں باپ فضائل وخواص سے آراستہ تھے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جب جوانی میں قدم رکھا تو ان کی خالہ ہالہ بنت خویلد اپنی ہمشیرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور اس نے اپنے بیٹے ابو العاص بن ربیع القرشی رضی اللہ عنہ کے لیے زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا۔

ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ قریش کے ان نوجوانوں میں سے تھے جو صداقت، امانت، جوانمردی، وسیع تجارت اور مال و دولت کے حوالے سے مشہور و معروف تھے، ہر کوئی انھیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۳۰، ۳۶)، المعارف (ص:۷۲، ۱۲۷، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲)، مستدرک حاکم (۴/ ۴۲، ۴۶)، الاستیعاب (۴/ ۳۰۴، ۳۰۵)، اسدالغابة (۶/ ۱۳۰، ۱۳۱)، العبر (۱/ ۱۰)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۲، ۲۱۶)، الاصابة (۴/ ۳۰۶)، العقد الثمین (۸/ ۲۲۲)، تهذیب الاسماء واللغات (۲/ ۳۴۴)، نسب قریش (ص:۲۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ۲۱۹، ۲۳۱)، السمط الثمین (ص۱۸۳)، تاریخ الطبری (۲/ ۴۳، ۴۴، ۱۳۶، ۱۴۱، ۱۴۴، ۲۱۱)، المجتبی (ص:۹۷)، اعلام النساء (۲/ ۱۰۷، ۱۱۰)، الکامل لابن الاثیر (۲/ ۴۰، ۱۱۰، ۱۳۴، ۱۳۵، ۲۰۷، ۲۰۷، ۲۲۵، ۲۲۹، ۴۰۱)، الفصول (ص:۲۴۱، ۲۴۴)، المواهب اللدنية (۲/ ۶۰، ۶۱)، البداية والنهاية (۵/ ۳۰۸)، سیراعلام النبلاء (۲/ ۲۴۶، ۲۵۰)، السيرة الحلبية (۳/ ۳۹۳)، زاد المعاد (۱/ ۱۰۳)، (۳/ ۶۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۴۱۱)، (۵/ ۸۹، ۱۳۳، ۱۳۶، ۲۶۴)، تفسير القرطبی (۱۴/ ۲۴۲)، فتح الباری (۷/ ۱۰۷)، درالسحابة (ص:۲۸۰، ۲۸۲)۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

قصی بن کلاب

عبدمناف — ہاشم — عبدالمطلب — عبداللہ — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالعزی — اسد — خویلد — سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
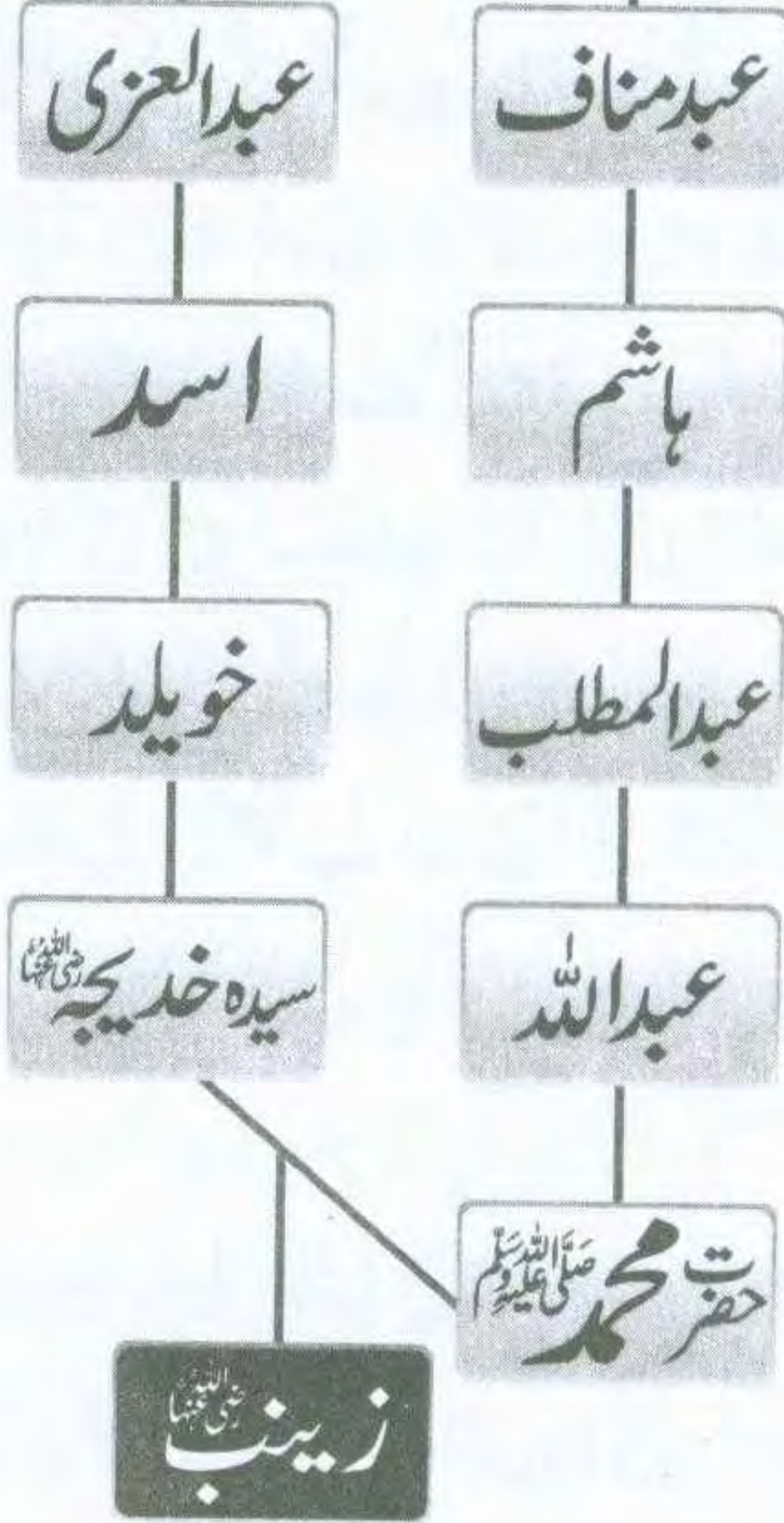
زینب رضی اللہ عنہا

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہا کے والدین کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر آپس میں جا ملتا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد

عبدمناف بن قصی

عبدشمس — عبدالعزی — ربیع — ابوالعاص

ہاشم — عبدالمطلب — عبداللہ — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم — سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

علی — امامہ

سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ابوالعاص سے ہوئی
جس سے ان کے ہاں ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئے۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابو العاص رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے اور رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر ان کے گھر جاتے تو بڑے خلوص جذبے سے ملتے۔ ①

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمشیرہ کو خوش آمدید کہا اور خوش دلی سے اس کا مطالبہ (یعنی ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا رشتہ) منظور کر لیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ابو العاص رضی اللہ عنہ جب بھی تجارت کے سفر سے واپس آتے یا جب اسے فرصت ملتی تو اپنی خالہ کے گھر جاتے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دلی خواہش تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی خالہ کی نگرانی میں رہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمشیرہ سے صرف یہ کہا کہ مجھے ذرا اپنے خاوند سے اجازت لے لینے دیں۔ اتنی دیر تک ذرا انتظار کریں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی کہ میری بہن ہالہ اس مقصد کیلئے آئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سن کر ابو العاص رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور اس رائے سے اتفاق کیا۔

اس طرح سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو اپنے والدین کی خوشنودی میسر آئی اور ان کی شادی ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دی گئی۔ اس موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی زینب کو اپنا پسندیدہ ہار دیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک بچی کو جنم دیا، جس کے ساتھ سیدہ فاطمۃ الزہراء کی وفات کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹے نے جنم لیا جس کا نام علی بن ابی العاص رکھا گیا۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اسے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا اور یہ بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ ①

رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا سے ملاقات کیلئے ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی سے بہت زیادہ خوش تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات پر بڑی خوشی تھی کہ ان کا داماد ابو العاص رضی اللہ عنہ پورے مکے میں امین کے لقب سے مشہور و معروف ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد کے ساتھ بھی عزت و تکریم سے پیش آتے۔ نبی کریم ﷺ کے دل میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی بڑا مقام تھا۔ ہالہ بنت خویلد بھی رسول اللہ ﷺ کے فضائل و محاسن سے بہت زیادہ متاثر تھی۔ آپ کی اولاد کو

---

① مختصر تاریخ دمشق (۲۹/ ۴۳)۔

بیٹی کی سی عزت تکریم کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔

زینب رضی اللہ عنہا اور نور ایمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنے لگے جیسے کوئی عظیم انسان معاشرے میں باعزت طریقے سے رہتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے۔ صداقت، امانت اور دیانت کو آپ نے اپنا شعار بنایا۔ مکی معاشرے میں صادق و امین کی حیثیت سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ نے اسی معاشرے میں شادی کی، صاحب اولاد ہوئے، اپنی قوم کے باعزت لوگوں میں رشتے کیے، پوری قوم آپ کے اعلیٰ کردار کی بنا پر آپ سے خوش تھی، آپ کی شرافت، مروت کا ہر کوئی قدر دان تھا، اسی لیے ہر کوئی چھوٹا بڑا قریب یا دور کا رہنے والا آپ کے ساتھ محبت کرتا۔ آپ لوگوں کی امیدوں کے مرکز بن گئے۔ آپ فضائل ومحاسن کا سنگم تھے اور ہر عزت وشرافت کے خوگر تھے۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چالیس سال کی ہوئی تو آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو تمام لوگوں کی راہنمائی کرنے کیلئے تبلیغ کا حکم دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اور رسالت کے فرائض کو سرانجام دینے کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ سب سے پہلے آپ کی وفادار بیوی اور آپ کی پاکیزہ اولاد آپ کی باتوں کو حق مانتے ہوئے آپ پر ایمان لائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اولاد میں سے بیٹے قاسم، عبداللہ اور ابراہیم تھے۔ ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ہوئے تھے لیکن یہ بہت بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور پاکیزہ زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہن آپ کی بیٹیاں تھیں۔ ان سب نے اسلام کا دور دیکھا اور مسلمان ہوئیں۔ [1] یہ سب بیٹیاں خواتین عالم کی سردار اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلتی ہوئیں اپنے ابا جان کو برحق نبی رسول مانتی ہوئیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ زینب رضی اللہ عنہا اپنی تمام بہنوں سے عمر میں بڑی تھیں۔ انھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پاکیزہ بیٹیاں جن میں سرفہرست زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے میں سبقت لے جانے میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ سب لوگوں کے سامنے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ان پاکباز ہستیوں نے اسلام قبول

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۶)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۲)۔

کرنے میں سبقت لے جانے کی سعادت حاصل کرنی تھی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کیا ہے:

وَهَبْنِی قُلْتُ هٰذَا الصُّبْحُ لَيْلٌ
اَعُمِی الْعَالَمُوْنَ عَنِ الضِّيَاءِ

مجھے اس صبح کو رات کہنے دو کہ جہاں روشنی دیکھ کر بھی عالم اندھے ہو گئے ہیں۔ [1]

امام زرقانی رحمہ اللہ شرح المواھب اللدنیہ میں لکھتے ہیں کہ ایمان کے آنگن میں پہلے داخل ہونے والوں کی فہرست میں بیٹیوں کا نام نہیں لیا جاتا اس لیے کہ بعثت سے پہلے ہی وہ اپنے ابا جان کے طرز عمل سے بے حد متاثر تھیں۔

محمد بن اسحاق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بہت ہی خوش کن بات بیان کرتے ہیں:

((قَالَتْ لَمَّا اَكْرَمَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ بِالنُّبُوَّةِ اَسْلَمَتْ خَدِيْجَةُ وَبَنَاتُهٗ)) [2]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا تو خدیجہ اور ان کی بیٹیاں مسلمان ہوئیں رضی اللہ عنہن۔''

آپ کی چوتھی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تو جنم ہی اس وقت لیا جب کہ آپ منصب رسالت پر فائز ہو چکے تھے۔

امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیٹیوں کے اسلام قبول کرنے کے حوالے سے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں، یہ تو جانی پہچانی بات ہے کہ انھوں نے دنیا میں سب سے معزز اور سب سے سچے باپ اور سب سے بڑھ کر شفیق ماں کی نگرانی میں پرورش پائی اور ان سے اعلیٰ اخلاقی قدریں حاصل کیں اور خاص طور اپنی ماں سے عقل و دانش ورثے میں پائی جس کی مثال نہ پہلوں میں ملتی ہے اور نہ پچھلوں میں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کی پاکباز بہنوں نے اپنی والدہ کے شانہ بشانہ اس سنہری لڑی میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی جنھیں اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ انھوں نے اسلام کے آنگن میں پہلے قدم رنجہ ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ انھوں نے اپنے ابا جان سیدنا وحبیبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی سعادت حاصل

[1] الکامل لابن الاثیر (۲/ ۴۰)۔
[2] دیوان المتنبی (۱/ ۱۰)۔

کی۔ جو کہ مؤمنوں کے شفیق رسول ہونے سے پہلے ان کے معزز والد گرامی تھے۔ آپ کے اخلاق حسنہ اور قابل رشک خوبیاں ان کی آنکھوں کے سامنے تھیں جن کی بناء پر آپ اپنی قوم میں بڑے بلند مقام ومرتبہ پر فائز دکھائی دیتے تھے۔ وہ بچشم خود بھی اپنے ابا جان کے فضائل و محاسن کو دیکھ رہی تھیں۔ اور لوگوں کی اس حوالے سے باتیں سنا کرتی تھیں۔ بیٹا عام طور پر اپنے ماں باپ کے طریقے پر نشوونما پاتا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے خانہ نبوی کے آنگن میں زندگی بسر کی۔ وہ تمام پاکیزہ بیٹیوں میں سے بڑی تھیں۔ انھوں نے اپنے باپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلق، عمل، مشاہدہ اور گفتگو کا سلیقہ سیکھا تھا اور آپ کی زبان مبارک سے وہ کچھ سنا جس کا آپ حکم دیتے تھے۔ وہ جس کی دوسروں کو ترغیب دلاتے تھے یا وہ کسی کام کے کرنے سے منع کرتے تھے اور شر کے قریب جانے سے روکتے تھے۔ اسی طرح سیدہ زینب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یقین، ایمان، حکمت، آداب اور احکامات حاصل کرنے کا اعزاز پایا۔ ان کے قلب ونظر اور روح نے حسب استطاعت فیض حاصل کیا اور عقل و دانش نے حسب استطاعت کسب فیض کیا اور وحی اور رسالت کے انوار سے روشنی حاصل کی۔ ان لیے اس کا اللہ کی وحدانیت پر ایمان اور اپنے ابا جان کی رسالت کی تصدیق فطری اور طبعی تھی۔ ان کی صاف شفاف فطرت حق ویقین کے انوار کو جذب کرنے کی متقاضی ہوئی۔

زینب رضی اللہ عنہا اور گم شدہ امید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ایمان قبول کرنے کی داستان بیان کرتی ہیں۔ وہ ایک روز ان سے اپنے ابا جان سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بارے میں بات کرتی ہیں اور انھیں اپنی والدہ، اپنے اور اپنی بہنوں کے ایمان قبول کرنے کے بارے میں بتاتی ہیں کہ ہم سب نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرلیا ہے۔ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرلیا ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سے اس موضوع پر بات بھی کر رہی تھیں اور ان کا دل ڈر بھی رہا تھا، وہ اللہ سے امید رکھتی تھیں کہ وہ اس کے خاوند کے دل کو ایمان اور محمدی دعوت کے قبول کرنے کیلئے کھول دیتیں ان کی دلی خواہش تھی کہ ان کے خاوند کو سعادت اور ہدایت نصیب ہو جائے۔ انھیں اندیشہ اس بات کا تھا کہ کہیں جھوٹی آن بان اسلام کے راستے میں رکاوٹ نہ بن

جائے اور وہ کہیں ٹیڑھے راستے پر نہ چل نکلے۔ اس طرح تو وہ ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے گا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا دل اس وقت زیادہ خوف زدہ ہوا جب ان کا خاوند بغیر کوئی جواب دیئے گھر سے نکلا۔ وہ سیدھا بیت اللہ کی طرف گیا اور جب وہاں سے اپنے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے کہا: میں آج کعبہ میں آپ کے ابا جان سے ملا تھا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی تھی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے تصور میں یہ بات نہ تھی کہ ان کا خاوند اپنے خیالات کے تابع ہوگا اور وہ موروثی طور پر جاہلیت کے چنگل میں جکڑا رہے گا۔ اور وہ ایمان کی دعوت سے پہلو تہی اختیار کرے گا بلکہ وہ یہ دیکھ رہی تھیں کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ ایک دانش مند اور دانا آدمی ہے، وہ جلد ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا جنھوں نے خیر کی دعوت اور حق کے جھنڈے تلے آنے میں سبقت حاصل کی۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ اس بات پر حیران تھا کہ زینب رضی اللہ عنہا نے حق کی دعوت پر ایمان لانے میں بہت جلدی کی۔ زینب رضی اللہ عنہا نے اسے حیران دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے ابا جان کو جھٹلا نہیں سکتی جبکہ آپ بھی اس حقیقت سے آگاہ ہیں اور آپ کی قوم بھی جانتی ہے کہ وہ سچے اور امین ہیں۔

ایک دن زینب رضی اللہ عنہا نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا: میرے نزدیک آپ کے ابا جان پر کسی قسم کا کوئی الزام نہیں لیکن میری منظور نظر بیوی! میں آپ کے ساتھ ایک ہی گھاٹی میں نہیں چل سکتا، مجھے یہ بات پسند نہیں کہ لوگ یہ کہیں کہ تیرے خاوند نے اپنی قوم کو رسوا کر دیا اور اس نے اپنی بیوی کی خوشنودی کی خاطر اپنے باپ دادا کو چھوڑ دیا اور ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کا دل تو چاہتا تھا کہ ایمان کو قبول کرے، اس کے لب و لہجے سے معلوم ہوتا ہے لیکن بس ہلکی سی ایک آڑ اس کے اور انوار یقین کے درمیان حائل ہے اور اس صورت حال کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی بخوبی جانتی تھیں کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ اس قسم کے جذبات و احساسات پائے جاتے ہیں جو اسے دائرہ اسلام کی طرف قدم بڑھانے سے روک رہے ہیں۔ وہ اللہ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پردوں کو ہٹا دے۔ جذبات کو صاف کر دے تاکہ وہ ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے جاہلیت کی کدورت کو دور کر دے تاکہ وہ

درسگاہ نبوی کا شہسوار بن سکے۔

زینب اور ان کے خاوند کا اخلاص رضی اللہ عنہما

اسلام کی خوشبو مکہ مکرمہ کی فضاؤں کو معطر کرنے لگی، دلوں میں ایمان کی محبت ضوفگن ہونے لگی۔ دل اپنے اس خالق کی یاد میں بہلنے لگے جس نے اپنے رسول کو دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ مسلمان اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور حکمت و دانائی سے دعوت و ارشاد کا کام کرنے کیلئے کوشاں ہوئے۔ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ یہاں تک کہ مکے میں اسلام کا تذکرہ پھیل گیا۔ لوگ خفیہ اور اعلانیہ اسلام کی باتیں کرنے لگے۔ جن لوگوں کی بصارت و بصیرت اللہ تعالیٰ نے وا کر دی تھی وہ ایمان سے لطف اندوز ہونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر سرداران قریش کے ہوش اڑ گئے۔ انھوں نے اس نئے دین کو ناپسند کیا اور اس سے نبرد آزما ہونے کیلئے تمام وسائل بروئے کار لائے تاکہ اللہ کے نور کو بجھا دیں لیکن اللہ تو اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ مشرک اس کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے دعوتی کام میں آگے بڑھنے لگے جبکہ کافر فاجر اہل ایمان کے راستے میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ اور انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے اور مختلف وسائل سے ان سے نبرد آزما ہونے لگے۔ وہ دراصل چاہتے یہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو دعوت کے کام سے روک دیں۔ وہ اپنے شیطانی خیال میں یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ وہ اسلام کی دعوت کو کمزور کر دیں گے، انھوں نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو بیٹیوں کے حوالے سے الجھا دیا جائے۔ وہ کہنے لگے کہ تم نے محمد ﷺ کو ہر غم سے بے فکر کر دیا ہے۔ اس کی بیٹیاں واپس کر دو اور ان کے معاملے میں انھیں الجھا دو۔

سرداران قریش ابوالعاص بن ربیع کی طرف گئے۔ اسلامی دعوت کے پرچار کے حوالے سے ادھر ادھر کی بہت سی باتیں کرنے کے بعد کہ ابوالعاص ان کے ہاتھوں میں اب نرم ہو چکا ہے۔ وہ کہنے لگے: اے ابوالعاص! محمد ﷺ کی بیٹی کو چھوڑ دو۔ ہم قریش کی جس خاتون سے تم کہو گے تیری شادی کر دیں گے۔

مہابد معاشوں کی چکنی چپڑی باتیں اور چالبازیاں ابوالعاص پر کسی طرح بھی اثر انداز نہ ہو سکیں کیونکہ وہ اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے دلی طور پر محبت کرتا تھا، وہ اپنی خالہ کی بیٹی کو اپنے

سے جدا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور نہ ہی اسے اس کا حوصلہ تھا کیونکہ اس نے اپنی پوری ازدواجی زندگی میں اس کی طرف سے کمال درجہ کی وفاء ہی وفاء دیکھی تھی۔ جب ابوالعاص نے انھیں دوٹوک انداز میں کہا کہ میں قریش کی کسی خاتون کو اس کے مقابلے میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتا۔ ابوالعاص کی یہ بات سن کر کافروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، وہ کھسیانی بلی کی طرح ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ [1] ابوالعاص نے ببانگ دہل رسول اللہ ﷺ کی دختر کو طلاق دینے سے صاف انکار کر دیا۔ حالانکہ اس نے دین محمد ﷺ کو قبول نہیں کیا تھا۔ وہ زینب سے محبت کرتا تھا، وہ انھیں وفادار بیوی سمجھتا تھا، وہ ان کے عظیم باپ کی تعظیم کرتا تھا۔ لیکن قریش کے دین کو چھوڑنا اس کے لیے مشکل دکھائی دے رہا تھا لیکن ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے رضی اللہ عنہ۔

زینب رضی اللہ عنہا اور قیدی خاوند

حبیب اعظم ﷺ ہجرت کر گئے اور مدینہ منورہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جا ملے اور آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا مکہ میں اپنے خاوند ابوالعاص کے گھر ہجرت کے بارے میں اپنے رب کے حکم کی منتظر تھیں۔ ان کا دل دھڑک رہا تھا۔ یہاں تک ان کے پاس یہ یقینی خبر پہنچ گئی کہ اس کے ابا جان ﷺ انصار کی کچھار میں رہائش پذیر ہو گئے اور انصار اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود آپ ﷺ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ طیبہ میں زندگی کی اٹھان پیدا ہونے لگی۔ انصار نے مہاجرین کو بڑی خوشی دلی سے اپنے پاس آباد کیا۔ سب مل جل کر محبت و آشتی سے رہنے لگے، سب اللہ کا شکر ادا کرنے لگے جس نے انھیں ایمان کی ہدایت عطا کی تھی۔

۲ ہجری رمضان کا چاند نکلا ہی تھا کہ مکہ کے مشرک مؤمنوں سے لڑنے کیلئے سوئے مدینہ روانہ ہوئے۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیٹی کے جذبات واحساسات اس وقت کیا ہوں گے جب ان کا خاوند ابوالعاص مشرکین کے شانہ بشانہ رسول اللہ ﷺ سے لڑنے کیلئے روانہ ہوا اور اس لمحے ابوالعاص کے اپنے احساسات کیا ہونگے؟

میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا داماد ابوالعاص بادل نخواستہ لڑائی کیلئے نکلا ہو

---

[1] مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۴)، تاریخ الطبری (۲/ ۴۲)۔

گا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حالات نے ابو العاص کی پیش نہ جانے دی ہو گی۔ وہ بڑے بڑے جفاشعاری فاجر و فاسق کافروں کے نرغے میں آ گیا ہو گا۔ جن کا سرغنہ سب سے بڑا فاجر و فاسق کافر عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل مخزومی تھا۔

جب ابوجہل نے قریشی جوانوں کو لڑائی کی دلدل میں داخل ہونے کیلئے مجبور کیا تو ابو العاص نے بھی اپنی تلوار بادل نخواستہ سونت لی۔ لیکن اس کے دل کے یہی ارمان تھے کہ وہ کسی مسلمان کا مقابلہ نہیں کرے گا۔ وہ سیدنا محمد ﷺ سے مقابلہ کرتے ہوئے تو ڈرتا تھا۔ حیاء اس کیلئے مانع تھی۔ جب بھی اس نے اپنی خالہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ کی میٹھی میٹھی باتیں سنیں، آپ کے حسن اخلاق کو دیکھا تو وہ بہت متاثر ہوا۔ شادی کے بعد رسول اللہ ﷺ اس کے لیے بہترین نمونہ اور دیانت دار خیر خواہ ثابت ہوئے۔ دونوں لشکر میدان بدر میں آمنے سامنے آئے۔ پھر گھمسان کا رن پڑا، مسلمان جو قلیل تعداد میں تھے اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنا مقصد بنا کر میدان میں اترے، لڑائی کی چکی گھومی، آخر کار فتح و نصرت مسلمانوں کو نصیب ہوئی، کامیابی کا جھنڈا مسلمانوں کے سروں پہ لہرانے لگا، سرکش کافر و مشرک شکست خوردہ ہوئے۔

مسلمانوں نے کافروں کے ایک جتھے کو قتل کر دیا اور ایک جتھے کو گرفتار کرلیا۔ کچھ ان میں سے غم سے نڈھال ہو کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے، انکے چہرے ذلت آمیز شکست سے سیاہ دکھائی دے رہے تھے اور ان کے دل غم کے آنسو رو رہے تھے۔ اور ابو العاص مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا، اسے عبداللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا، ابو العاص ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے لڑائی میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار ہونے کو غنیمت جانا۔ لڑائی ختم ہوئی، اہل ایمان فتح و کامرانی سے سرفراز ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ قیدی، بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ان کے قبضے میں تھے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِسْتَوْصُوْا بِالْاُسْرٰی خَیْرًا))

''تم قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔''

ابو العاص گرفتار ہو کر انصار کے قبضے میں تھا۔ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش

آتے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ خانہ نبوی میں اس کا کیا مقام ہے۔ ان کی طرف سے اسے ہر طرح کی سہولت اور عزت میسر آئی۔ ابو العاص انصار کے حسن اخلاق، شرافت اور حسن سلوک کے بارے میں بزبان خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں انصار کے پاس گرفتار تھا، اللہ انھیں جزائے خیر عطا کرے، جب بھی دوپہر اور شام کے کھانے کا وقت آتا تو وہ مجھے اپنی ذات پر ترجیح دیتے، مجھے کھانے کیلئے روٹی دیتے اور خود کھجوریں کھا کر گزارہ کرتے، کیونکہ اس وقت ان کے پاس روٹی کم تھی اور کھجوروں کی بہتات تھی۔ جونہی کسی کے ہاتھ روٹی آتی تو وہ مجھے دے دیتا۔[1] ابو العاص کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ایسا حسن سلوک وہی عظیم لوگ کر سکتے ہیں جن کی تربیت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوئی ہو۔ جنھوں نے تقویٰ کے دستر خوان سے غذا کے نوالے لیے ہوں۔ جو لوگ اعلیٰ اور عمدہ فضائل کے ماحول میں پروان چڑھے ہوں۔ وہ عادات کے حوالے سے لوگوں کے سردار تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرداروں کی عادت عادتوں کی سردار ہوا کرتی ہیں۔ ابو العاص اپنے تجارتی تجربات کی بنا پر انصار کے ماضی کو خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ لوگ پہلے تو اتنے بلند اخلاق نہ تھے۔ یہ انقلاب تو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد آیا۔ وہ چند دن ان کے اندر رہے اور یہ سب لوگ اخلاقیات کے میدان میں ان کے رنگ میں رنگے گئے۔ یہ کیسا عظیم انقلاب ہے جو دنوں میں بپا ہوا کہ چشم فلک حیران ہے۔ ابو العاص اسی نہج پر سوچتا رہا اور وہ اس دین قیم کی طرف مائل ہوتا گیا۔ جو اعلیٰ اخلاقی قدروں کی دعوت دیتا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کا دل اس نور ہدایت کی طرف کھچا چلا جا رہا ہے جس کی دعوت رسول اللہ ﷺ دے رہے ہیں۔ لیکن اب وہ قیدی ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اب قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور قیدیوں کا انجام کیا ہوگا؟

زینب رضی اللہ عنہا کا ہار

لوگ رسول اللہ ﷺ کو غزوہ بدر میں کامیابی کی مبارکباد دینے لگے۔ نبی کریم ﷺ جنگ سے فارغ ہو کر جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ تمام قیدی آپ کے غلام شقران کی نگرانی میں ہیں۔ ان قیدیوں میں آپ کا داماد ابو العاص بن ربیع بھی ہے۔ ابو العاص غم میں مبتلا اپنی بیوی کے بارے میں سوچ رہا ہے جسے وہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں چھوڑ آیا تھا۔ اس بار اس نے اسے کسی تجارتی سفر کی وجہ سے نہیں چھوڑا تھا بلکہ اس کے ابا جان کے

---

[1] مختصر تاریخ دمشق (۲۹/ ۴۴)۔

مقابلے میں نبرد آزما ہونے کی وجہ سے چھوڑا تھا۔ وہ اپنی قوم کے احمقوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا تھا۔

قریش کا خیال یہ تھا کہ اس حملے سے ان کی پورے خطہ عرب پر دھاک بیٹھ جائے گی آئندہ کسی کو ان کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ وہ بھی فوری طور پر اسی جوش و ولولے سے نکل پڑا، اس نے اپنی پاکیزہ بیوی کے احساسات کے بارے میں سوچا ہی نہیں کہ وہ اس کے باپ کے مقابلے میں لڑائی کیلئے روانہ ہو رہا ہے۔ اب اسے خیال آیا کہ میں تو مدینہ منورہ میں قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہوں اور یہ شہر میری بیوی کے والد محترم رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس وقت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا حال ہوگا؟ اسے بات کا اچھی طرح علم تھا کہ وہ اپنے باپ کے مقابلے میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتی۔ ادھر زینب رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں گڑگڑا کر اپنے اللہ سے دعائیں کر رہی تھیں کہ وہ ابو العاص کے سینے کو ہدایت اور دین حق کیلئے کھول دے۔ ہدایت اور نورانی راستے پر چلنے کی اسے توفیق عطا کرے۔ انھیں اندیشہ تھا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ اور ان کے خاوند ابو العاص کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ خیر چند دنوں میں زینب رضی اللہ عنہا کو کسی نے یہ اطلاع دے دی کہ ابو العاص رسول اللہ ﷺ کے پاس قیدی ہے اور اس کے ساتھ مزید ستر مشرکین بھی گرفتار ہیں اور ان قیدیوں کے اہل خانہ فدیہ ادا کر کے انھیں چھڑانے کیلئے مدینہ منورہ روانگی کیلئے تیاری کر رہے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی چاہتی تھیں کہ وہ اپنے ابا جان کے پاس کسی کو بھیجیں جو فدیہ ادا کر کے ان کے خاوند ابو العاص کو چھڑا لائے۔ وہ اس بات پر بہت خوش تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اہل ایمان کو فتح و کامرانی سے نوازا ہے، لیکن انھیں اپنے خاوند کی گرفتاری کا غم لاحق تھا مگر اس کا احساس ضرور تھا کہ ان کے خاوند کی عقل و دانش ضرور کسی نہ کسی دن اسے خیر کو قبول کرنے کی طرف مائل کرے گی۔

انھیں یہ بھی احساس تھا کہ ان کے ابا جان اس پر اور اس کے قیدی خاوند پر ضرور ترس کھائیں گے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی دلی خواہش تو یہ تھی کہ وہ بذات خود جا کر ابا جان کو فتح و کامرانی پر مبارکباد پیش کریں اور خود فدیہ ادا کر کے اپنے خاوند کو چھڑا لائیں لیکن وہ اکیلی سفر پر روانہ نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ وہ ان لوگوں میں رہ رہی تھیں جن کے دلوں میں ان کے ابا جان کے خلاف بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے۔ اور وہ ان لوگوں کے خلاف بھی اسی طرح بھرپور انداز میں کینہ پروری کا مظاہرہ کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اگر وہ روانگی کے

ارادے کا اظہار کریں تو انھیں تکلیف دہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا۔ لہٰذا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے گھر والوں سے کہا کہ ان میں سے کوئی ابو العاص کو فدیہ دے کر چھڑانے کیلئے جائے تو ابو العاص بن ربیع کا بھائی عمرو بن ربیع تیار ہو گیا۔

عمرو اس مقصد کیلئے مدینہ منورہ پہنچا۔ اس نے ابو العاص کو چھڑانے کیلئے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جو مال و متاع دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس مال و متاع میں وہ ہار بھی تھا جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کے موقع پر انھیں دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس ہار نے خواتین عالم کی سردار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد دلا دی۔ وہ دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے گھوم گئے جو آپ نے اپنی وفادار بیوی کے ساتھ گزارے تھے۔ وہ اسلام میں آپ کی صدق دل سے معاون تھیں۔ یہ ہار خاندانی، ازدواجی اور معاشرتی خوشگوار یادوں کو دہرانے کا باعث بنا، منصب رسالت پر فائز ہونے سے پہلے کی یادیں آپ کی آنکھوں کے سامنے رقص کناں ہوئیں۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شفیق باپ تھے اور اخلاقی قدروں کو خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ اپنی بڑی بیٹی کے ہار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ آپ کی مسلمان بیٹی مکہ معظمہ میں اپنے خاوند کے پاس رہائش پذیر تھیں، انھوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ان کے کفر کے باوجود کبھی ان سے جدائی ہو گی کیونکہ اس کا خاوند ان کا بہت ہی خیال رکھتا تھا اور ان کے ساتھ بڑا وفادار تھا، اس کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس کا خاوند اپنی قوم کے سرداروں میں شمار ہوتا تھا۔ بیٹی نے اپنا ہار اس کا فدیہ دینے کیلئے بھیجا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس ہار کو دیکھ رہے ہیں یہ ہار آپ کو بھولی بسری داستانیں یاد دلا رہا ہے۔ اس ہار نے وہ تمام یادیں آپ کے ذہن کے پردہ سکرین پر ابھار دیں جن کا تعلق سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہے۔ آپ کو یاد آیا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد کے بیٹے کے گھر شادی کے موقع پر جب گئی تھیں وہ کتنی خوش تھیں اور اس موقع پر انھوں نے اپنی بیٹی کو پہننے کیلئے اپنا پسندیدہ ہار دیا تھا۔ یہ ہار انھوں نے اپنی بیٹی کو عمر بھر خوشی کے ساتھ پہننے کیلئے دیا تھا، جو آج انھوں نے اپنے خاوند کو قید سے چھڑانے کیلئے فدیئے کے طور پر بھیجا ہے، اور انھوں نے یہ خوش دلی کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ وہ اپنے خاوند ابو العاص کے ساتھ وفاداری کا ثبوت فراہم

کرنا چاہتی ہیں۔ یہ کردار رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں بڑا عظیم تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک باپ تھے، اپنے خاندان کے کفیل تھے جس میں آپ کی اولاد اور وفا شعار ہمدرد، آزمائشوں اور تکالیف میں خوش رہنے والی بیوی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عقل سلیم اور درست رائے سے نواز رکھا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے طویل عرصے کے بعد یہ یادگار ہار دیکھا تو آپ کو اپنی پاکیزہ، وفادار اور ہمدرد بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خوشگوار گزرے ہوئے دن یاد آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی اس بیوی کو ہر مناسبت کے حوالے سے یاد کیا کرتے۔ آج اس قیمتی ہار نے رسول اللہ ﷺ کو پھر سے یاد دلا دیا کہ وہ کتنی عظیم اور وفا شعار بیوی تھی کس قدر اس کے احسانات تھے، کتنی اس کی قربانیاں اور خدمات تھیں؟ کتنی وہ مالدار تھی؟ اور کیسے انھوں نے اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا؟

قابل اعتماد تاریخی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کیلئے فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے اپنے نمائندوں کو بھیجا تو ابو العاص کا فدیہ ادا کرنے کیلئے اس کا بھائی عمرو بن العاص مدینہ منورہ پہنچا۔ اس کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ابو العاص کو چھڑانے کے لیے فدیئے کے طور پر جو مال و متاع بھیجا اس میں وہ قیمتی ہار بھی تھا جو شادی کے موقع پر ان کی عظیم والدہ نے انھیں دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو اسے پہچان لیا اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں۔ ان کیلئے رحمت کی دعاء کی۔ آپ نے شفقت بھرے انداز میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا، آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے سپرد جو فریضہ کیا گیا تھا اس میں مداخلت کریں۔ آپ نے بڑے ہی رقت آمیز انداز میں کہا کہ اگر آپ اس قیدی کو فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیں تو مہربانی ہو گی۔ صحابہ کرام نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول! چشم ما روشن دل ما شاد...... جو آپ کی خوشی وہ ہماری خوشی، انھوں نے ابو العاص بن ربیع کو آزاد کر دیا اور اس کا مال بھی اسے واپس کر دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اس سے وعدہ لیا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ پہنچا دیں۔ اس نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا۔ [1]

---

[1] مستدرك حاكم (۴/ ۴۴، ۴۵)، طبقات ابن سعد (۸/ ۳۱)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۶)، مختصر دمشق (۲۹/ ۴۴، ۴۵)، اليسرة النبوية (۳/ ۵۸)، تاريخ الاسلام للذهبی (المغازی ص:۶۸، ۶۹)، المسط الثمين (ص:۱۸۳، ۱۸۴)، طبری (۲/ ۴۳)۔

وعدے کا ایفاء اور زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت

جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ابوالعاص کو قید سے آزاد کر دیا تو وہ شاداں و فرحاں مکہ معظمہ کی طرف واپس ہوا۔ وہ خود بھی دلی طور پر بہت خوش تھا اور وہ لوگ بھی اس کی واپسی پر بہت خوش تھے کہ جن کی امانتیں یا مال تجارت اس کے پاس تھا۔ اپنے گھر جانے سے پہلے اس نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے پھر وہ بڑے اشتیاق کے ساتھ اپنے گھر گیا اپنی وفادار بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے ملا اور جو انھوں نے فدیئے کے لیے مال و متاع بھیجا تھا اس پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور خاص طور پر جو انھوں نے اپنا قیمتی ہار اس غرض کیلئے بھیجا ان سے تو بہت ہی زیادہ متاثر ہوا۔ ابوالعاص نے اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ جب یہ ہار رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ اور اس نے یہ بھی تذکرہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ وعدہ کر کے آیا ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دے گا، تاکہ وہ اپنی بہنوں کے ساتھ والد محترم کی نگرانی میں زندگی بسر کرے، بڑی دیر سے وہ اپنے والدین سے جدا ہیں، اس طویل جدائی کا بدلہ اسی صورت میں دیا جا سکتا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس پہنچا دینا چاہیے۔ یہ وعدہ نباہنا اگرچہ ابوالعاص کیلئے بڑا تکلیف دہ تھا، اس سے اس کی ازدواجی زندگی میں ایک زلزلہ آ جائے گا، گھر کا سکون یکسر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ لیکن اس کیلئے یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرے، اگر وہ ایسا کرے گا تو اپنی امانت و دیانت کو کیچڑ سے لت پت کر دے گا۔ وہ امانت و دیانت کے حوالے سے ہی تو اپنی قوم میں مشہور اور معروف تھا اور قریش میں ایک سرکردہ سردار سمجھا جاتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ ایسا کرنا اگرچہ ابوالعاص کیلئے بڑا مشکل تھا لیکن وہ اپنے وعدے کو پورا کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا تھا۔

جب وہ گھر پہنچا تو زینب رضی اللہ عنہا اسے دیکھ کر خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے اس کی طرف دوڑیں۔ آج انھیں اس بات کی خوشی تھی کہ ابوالعاص طویل عرصہ غائب رہنے کے بعد گھر پہنچا تھا۔ ابوالعاص کیلئے بھی یہ سعادت اور خوشی کا موقع تھا کہ طویل عرصے کے بعد یہ ملاقات کی گھڑی نصیب ہوئی تھی۔ لیکن دل میں اس وعدے کے حوالے سے ایک اضطراب بھی تھا جو وہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کر کے آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی آواز اس کے دل

کی گہرائیوں میں گونج رہی تھی، اس نے اپنے حوصلے کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تیرے ابا جان سے وعدہ کر آیا ہوں کہ تجھے ان کے پاس پہنچا دوں۔ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں، آپ کے ابا جان نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا ہے۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ یہ بات سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ابو العاص کی طرف بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں دیکھا۔ وہ یہ سن کر انگشت بدنداں تھی، انھیں اپنے سننے پر یقین نہیں آ رہا ہے، ابو العاص نے انھیں حیران دیکھ کر سمجھاتے ہوئے کہا: میں جو کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

دراصل اسلام نے ان کے درمیان جدائی ڈال دی۔ ابو العاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ معظمہ پہنچتے ہی فوری طور پر مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ وعدہ اس کے دل پر ایک بوجھ بنا ہوا ہے لیکن وہ اس وعدے کو توڑنا نہیں چاہتا تھا بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے وعدے کو پورا کرے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے خیالات میں مگن ہجرت کی تیاری میں مصروف تھیں، وہ اپنے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا دلی اشتیاق رکھتی تھیں۔ ان لمحات میں ان کے خیالات میں ایک طوفان بپا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا مقابلہ تو کوئی چیز نہیں کر سکتی، دنیا کے خیالات ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ وہ زبان حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول علیہ السلام کی سمع و اطاعت ازبس ضروری ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا، وہ خوب جانتا ہے اور حالات سے با خبر ہے، اس کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں، وہ اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے تیاری کرنے لگیں۔ ان لمحات میں جبکہ مختلف خیالات کا ایک طوفان برپا تھا۔ ایک ایسی خاتون نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاتھ بٹانے کا حوصلہ کیا جس سے یہ توقع ہی نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس خاتون کا باپ، چچا اور بھائی جنگ بدر میں قتل کر دیے گئے تھے اور جنگ بدر کو گزرے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ لیکن اس کی جوانمردی، حوصلے اور جرأت مندی کی بات تاریخ کا حصہ بن گئی۔ لوگوں کے سینوں میں یہ بات محفوظ ہو گئی اس خاتون کا کردار ہی کچھ اس نوعیت کا تھا کہ اسے یاد رکھا جائے۔ یہ خاتون ہند بنت عتبہ تھی۔ یہ قریش کی بڑی دانشمند اور بلند مرتبہ خاتون تھی۔ باوجود اس کے کہ ہند بنت عتبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین شدید اختلافات تھے،

لیکن ھند معاملات کو کریمانہ نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اسے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ ہجرت کا ارادہ رکھتی ہیں۔ وہ رات کی تاریکی میں جب لوگوں کی چہل پہل بند ہو گئی، رات کا سناٹا چھا گیا، تو وہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر گئی اور انھیں اپنے تعاون کی پیش کش کرتے ہوئے کہنے لگی: اے محمد ﷺ کی بیٹی زینب! مجھے پتہ چلا ہے کہ تم یہاں سے جا رہی ہو اور اپنے ابا جان سے ملنا چاہتی ہو، کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بڑے احتیاط اور خوف زدہ انداز میں جواب دیا: آپ کو کس نے بتایا کہ میں یہ ارادہ رکھتی ہوں؟ ہند نے بڑے پرسکون لہجے میں کہا: اے میرے چچا کی بیٹی! مجھے جھٹلانا نہیں، اگر تجھے کوئی ضرورت ہے، سفر میں مال و متاع یا کسی چیز کی ضرورت ہے تو مجھے بلا روک ٹوک بتا دے۔ اگر میں تیرے کسی کام آ سکتی ہوں تو مجھ سے شرمانا نہیں، مردوں کی باتوں کا اثر عورتوں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں تیرے چچا کی بیٹی ہوں، میرا حق بنتا ہے کہ ایسے وقت میں تیری مدد کروں۔ (1)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو محسوس ہوا کہ ہند بنت عتبہ سچ کہہ رہی ہے۔ وہ اس غرض سے میرے پاس آئی کہ میری مدد کرے۔ مال و دولت اور خیر خواہی اور مشورے سے نوازے لیکن زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ محتاط تھیں، انھوں نے نہایت خوبصورت انداز میں اس کی طرف سے تعاون کی پیش کش کا شکریہ ادا کیا اور اس کے قابل رشک حوصلے کی داد دی اور صرف اس بات کا مطالبہ کیا کہ ابھی تک اس خبر کو صیغہ راز میں رکھے، خاموشی اختیار کرے اور کسی کو نہ بتائے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب پوری طرح تیار ہو گئیں تو ان کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع آیا اور انھیں اونٹ پر سوار کیا، اس نے اپنی کمان اور ترکش پکڑی پھر دن کے وقت اونٹ کو ہانکتا ہوا سفر پر روانہ ہوا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا محمل میں بیٹھی ہوئی تھیں قریش مرد اور عورتیں اس موضوع پر باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ پھر وہ اس کی تلاش میں جلدی سے نکلے اور اسے وادی ذی طویٰ میں جا گھیرا۔ سب سے پہلے وہاں ہبار بن اسود بن مطلب اور نافع بن عبدعمرو پہنچے، ہبار نے جائے ہودج میں نیزہ مارا جس سے سیدہ زینب زخمی ہو گئیں اور خون بہنے لگا۔ اس کا دیور کنانہ بن ربیع زمین پر بیٹھا اپنی ترکش سامنے رکھ لی اور اس میں سے تیر نکال کر اپنے سامنے پھیلا لیے اور ان میں سے ایک ایک تیر کمان میں رکھ کر باری باری

---

(1) مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۴، ۲۱۵)، نساء من عصر النبوۃ (۲/ ۳۳۹)، طبری (۲/ ۴۳)۔

چاروں طرف چلانے لگا اور ساتھ ہی دھمکی دیتے ہوئے اس نے کہا: خبردار! جو بھی ہمارے قریب آیا اسے میں چھلنی کر دونگا، پھر نہ کہنا یہ کیا ہو گیا۔ لوگ خوفزدہ ہو کر الٹے پاؤں بھاگنے لگے، پھر ابوسفیان بن حرب بہت سے قریشیوں کو ساتھ لے کر آیا۔ اس نے کنانہ سے کہا ذرا تیر اندازی روکیے، ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کنانہ ابوسفیان کی بات سن کر رک گیا، ابوسفیان آگے بڑھا اور کنانہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس نے کہا تم نے اچھا نہیں کیا، تمھارا یہ اقدام درست نہیں تو اس خاتون کو دن کے وقت سب کے سامنے اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہو رہا ہے حالانکہ تو ہماری مصیبت اور دکھ کو جانتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ کل اس کے باپ نے ہمارا کیا حشر کیا ہے، لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ اگر تو اس کی بیٹی کو اس کے باپ کے پاس اعلانیہ لے کر روانہ ہو گا تو ان کیلئے بڑی ذلت کا مقام ہے۔ اسے ہماری کمزوری اور بزدلی سمجھا جائے گا، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے ذاتی طور پر کوئی اعتراض نہیں کہ یہ اپنے باپ کے پاس کیوں جا رہی ہے اور نہ ہی کوئی غرض ہے اور نہ ہی ذاتی طور پر اس سے کوئی بدلہ لینا مقصود ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ آج تم واپس گھر لوٹ جاؤ، جب چہل پہل ختم ہو جائے لوگ یہ باتیں کرنے لگیں کہ ہم انھیں واپس موڑ لائے ہیں تو چپکے سے رات کی تاریکی میں روانہ ہو جانا اور اسے اس کے باپ کے پاس چھوڑ آنا۔ اس سے نہ تجھ پر کوئی حرف آئے گا اور نہ ہمارے لیے کوئی مشکل پیش آئے گی، اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی بچ جائے گی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جسم سے بہنے والے خون کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئیں، کنانہ بن ربیع سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر گھر کی طرف واپس ہو گیا تا کہ ان کی زندگی کو کوئی خطرہ نہ پیش آ جائے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی بھی خوش ہو جائیں۔ قوم مکہ کی جانب لوٹ گئی، واپس آتے ہوئے ہند بنت عتبہ ان سے ملی، ہبار نے زینب کو جو نیزہ مار کر زخمی کیا اس کا اسے پتہ چل گیا تھا۔ ابوسفیان کی بیوی ھند کو اس بات کا بڑا رنج تھا، اس نے انھیں پھر بہت برا بھلا کہا اور ساتھ ہی لڑائی میں ان کی بزدلی کا طعنہ دیا۔ اور انھیں عار دلاتے ہوئے کہا کہ لڑائی کے دوران تم بھیگی بلی بن جاتے ہو اور اگر کوئی خاتون اپنے باپ سے ملنے کے لیے سفر پر روانہ ہو تو بڑے سورمے اور بہادر بن جاتے ہو، لاکھ لعنت ہے تمھارے اس رویے پر۔ ساتھ ہی ان کی مذمت کرتے ہوئے موقع محل کے مطابق یہ شعر پڑھا:

اَخِی السِّلْمِ اَمْیَارًا، جَفَاءً وَغَلْظَةً
وَفِی الْحَرْبِ اَشْبَاهُ النِّسَاءِ الْعَوَارِكِ

''امن میں وحشی گدھے جفا کار اور سخت گیر ہو جاتے ہو۔ اور لڑائی میں حائضہ عورتوں کی مانند بن جاتے ہو۔''

''تف ہے تمھاری زندگیوں پر افسوس ہے تمھاری ان جوانیوں پر۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا چونکہ اس وقت حاملہ تھی، نیزہ لگنے کی وجہ سے خون بہہ گیا اور گھر واپس آتے ہوئے حمل ضائع ہو گیا، [2] جس کی وجہ سے کمزوری اور بیماری لاحق ہو گئی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا چند دن گھر ہی میں رہی یہاں تک کہ جسم میں قدرے توانائی آئی۔ اتنے عرصے میں قریشیوں کی چیخ و پکار اور بدمعاشوں کا ہجرت کے بارے میں شور و غوغا تھم گیا۔ تب کنانہ بن ربیع نے انھیں اونٹ پر سوار کیا اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس دفعہ اس نے راز داری سے سفر اختیار کیا تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے اور دوسری دفعہ راستے میں رکاوٹ پیدا نہ کی جا سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کو مدینہ منورہ سے آزاد کرنے کے تقریباً ایک سال بعد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کو روانہ کیا اور انھیں یہ کہا کہ تم فلاں مقام پر پڑاؤ کرنا، زینب رضی اللہ عنہا وہاں سے گزرے گی، اسے اپنے ساتھ لے کر میرے پاس مدینے آ جانا، [1] یہ واقعہ جنگ بدر سے تقریباً ایک سال بعد وقوع پذیر ہوا۔ زید بن حارثہ اور ان کے انصاری ساتھی رضی اللہ عنہما روانہ ہوئے اور اس مقام پر پہنچ کر انتظار کرنے لگے جہاں ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کنانہ بن ربیع رات کے وقت اونٹ کو ہانکتا ہوا وہاں پہنچا اور سیدہ زینب کو زید بن حارثہ اور انصاری ساتھی رضی اللہ عنہم کے سپرد کیا اور اس نے بتا دیا کہ ہبار نابکار نے انھیں زخمی کر دیا تھا اور قریشیوں نے راستہ روک لیا تھا۔ اور اس نے موقع مناسبت کی وجہ سے یہ شعر کہے:

عَجِبتُ لِهَبَّارٍ وَاَوْبَاشِ قَوْمِهٖ
یُرِیْدُوْنَ اِخْفَارِیْ بِبِنْتِ مُحَمَّدٍ

---

[1] مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۵)، تاریخ الطبری (۲/ ۱۳۴)، تاریخ الاسلام للذهبی (المغازی:ص۶۹)۔

[2] مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۲)۔

[1] تاریخ الاسلام للذهبی (ص:۶۹)۔

وَلَسْتُ اُبَالِیُ مَا بَقِیْتُ خُجَمَهُمْ
اِذَا اجْتَمَعَتْ یَوْمًا یَدِیُ بِمُهَنَّدِ

"مجھے ہبار اور اس کی قوم کے اوباشوں پر تعجب ہوا وہ دختر محمد ﷺ کے حوالے سے مجھے پشیماں کرنا چاہتے تھے۔ مجھے اس وقت تک کوئی پروا نہیں جب تک ان کے مقابلے میں رہوں۔ جس دن تک ہندوستانی لوہے کی تلوار میرے ہاتھ میں جمی رہے۔"[1]

دونوں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر چلے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی کا استقبال کیا جو صحیح سالم دارالاسلام مدینہ منورہ میں پہنچ گئیں اور آپ کو اس بات کا علم ہوا جو ہبار بن اسود کی وجہ سے انھیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ کو ہبار اور اس کے ساتھی نافع کے گھناؤنے جرم پر بڑا غصہ آیا اور آپ نے اس موقع پر اپنے صحابہ سے یہ فرمایا کہ یہ دونوں جہاں بھی ملیں انھیں قتل کر دیں۔[2]

بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جو مندرجہ بالا موقف کی تائید کرتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کو روانہ کیا جس میں میں بھی تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنْ لَقِیْتُمْ هَبَّارَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَنَافِعَ بْنَ عَمْرٍو فَاَحْرِ قُوْهُمَا))

"اگر تم ہبار بن اسود اور نافع بن عمرو کو ملو تو ان دونوں کو آگ میں جلا دو۔"

ان دونوں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول کو زخمی کیا تھا، جب وہ اپنے گھر سے مدینہ منورہ جانے کے لیے روانہ ہوئی تھیں اور اس زخم کا اثر مرتے دم تک رہا۔ پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

((اِنْ لَقِیْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا فَاِنَّهُ لَا یَنْبَغِیُ لِاَحَدٍ اَنْ یُعَذِّبَ بِعَذَابِ اللّٰهِ))[3]

---

[1] منح المدح لابن سیر الناس (ص:۲۱۳)۔

[2] مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۲)، مستدرك حاكم (۴/ ۴۳)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۷)، السیرة النبویة (۱/ ۶۵۴)۔

[3] بخاری کتاب الجهاد باب لا یعذب بعذب الله ح: (۳۰۱۶)، سنن الترمذی کتاب السیر باب ماجاء فی النهی رقم الحدیث (۱۵۷۱)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۲۶۷۳)، مسند احمد رقم الحدیث (۸۰۰۷)، دارمی رقم الحدیث (۲۳۵۲)۔

''جب تم ان دونوں کو ملو تو ان کو قتل کرو۔ کیونکہ کسی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی کو اللہ کے عذاب جیسا عذاب دے۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے زیر سایہ اقامت پذیر ہوئیں، انھیں باپ کی شفقت اور دونوں بہنوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محبت میسر آئی۔ تیسری بہن رقیہ رضی اللہ عنہا اس وقت فوت ہو گئی تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے واپس ہوئے تھے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں تقریباً چھ سال رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خاوند ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے سینے میں دین اسلام قبول کرنے کے لیے انشراح پیدا کر دیا۔ اس کے اسلام قبول کرنے کی داستان بھی بڑی دلچسپ ہے اور اس میں زیادہ تر حصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ہے۔ یہ واقعی اس عظیم خاتون کی کرامت ہے اور اس کے جذبوں کی عملی تعبیر ہے۔ آیئے اب ہم آپ کو یہ دلچسپ داستان سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اب ہم ان مبارک لمحات میں اس خانہ نبوی کے زیر سایہ ہیں جس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دیا ہے۔

زینب رضی اللہ عنہا کی عزت افزائی اور ان کے خاوند کا اسلام قبول کرنا

ایک عورت کی عزت اس کی شخصیت اور سیرت کو اجاگر کرتی ہے، اس کے ظاہر و باطن پر اثر انداز ہوتی ہے، ایک عورت کا حق ہے کہ اسے نگرانی اور حفاظت میسر آئے اور اسے ایسی عزت حاصل ہو جو اس کی آزادی کی ضامن ہو۔ دختر رسول علیہ السلام کو اسلام نے یہ حق دیا اور اس کا اظہار اس وقت ہوا جب انھوں نے اپنے خاوند ابو العاص رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تھی۔ تب اللہ نے اس کی بصیرت کو کھول دیا اور اسے نعمت ایمان سے سرفراز کیا۔ اور وہ مدرسہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شہسوار بنا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہجرت کر جانے کے بعد ابو العاص رضی اللہ عنہ طویل عرصے تک شرک پر ہی قائم رہا اور تجارت کرتا رہا۔ فتح مکہ سے پہلے تاجر کی حیثیت سے وہ شام کی طرف روانہ ہوا۔ یہ ایک ایسا شخص تھا جس کے پاس لوگ اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ قریش کا مال و متاع اور ساز و سامان تھا شام کے سفر میں اسے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یاد آئی اور اس نے ان کی یاد میں یہ شعر کہے:

وَذَكَرتُ زَينَبَ لَمَّا وَرَّكَتُ أَرِمَا
فَقُلتُ سُقيًا لِشَخصٍ يَسكُنُ الحَرَمَا

بِنتُ الْاَمِينِ جَزَاهَا اللّٰهُ صَالِحَةً
وَكُلُّ بَعلٍ سَيَثنِي بِالَّذِي عَلِمَا ①

''اور میں نے زینب رضی اللہ عنہا کو یاد کیا جب ارما اونٹنی بیٹھ گئی، میں نے کہا پانی پینا ہے ایسے شخص سے جو حرم کا رہنے والا ہے۔الامین نبی علیہ السلام کی نیک بیٹی اللہ انھیں جزائے خیر عطا کرے، ہر خاوند وہی تعریف کرتا ہے جو وہ جانتا ہے۔''

ابو العاص رضی اللہ عنہ شام پہنچا، اس نے اپنا مال بیچا اور بہت نفع کمایا۔ جب وہ اپنی تجارتی مہم سے واپس پلٹا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سوستر افراد پر مشتمل لشکر ملا۔جس کے امیر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، زید اور ان کے ساتھیوں نے قریش کے تجارتی قافلے کو روک لیا، قافلے کے آدمیوں نے محسوس کیا کہ وہ اپنا دفاع نہیں کر سکیں گے۔ انھوں نے اپنے آپ کو اور مال کو لشکر اسلام کے سپرد کر دیا۔ ان کے پاس صفوان بن امیہ کی کثیر تعداد میں چاندی تھی۔ مسلمانوں نے قافلے میں جو کچھ بھی تھا اپنے قبضے میں لے لیا اور قافلے کو اپنے آگے لگا لیا لیکن ابو العاص رضی اللہ عنہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا، آپ نے وہ مال ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گیا اور اس سے پناہ طلب کی تو انھوں نے پناہ دے دی اور اس نے دوسرا مطالبہ یہ کیا کہ اپنے ابا جان سے کہیں کہ وہ سارا مال مجھے واپس کر دیں کیونکہ یہ مال لوگوں کا ہے، انھوں نے وعدہ کر لیا کہ میں یہ خیر کا کام بھی کرونگی۔ مدینہ منورہ کی فضا میں نماز فجر کیلئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی آواز گونجی، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے نکلے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے مسلمان خاموشی سے آپ کے پیچھے صف آراء ہوئے، جب نماز شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا اچانک زینب رضی اللہ عنہا کی آواز مسجد میں گونجی، آواز عورتوں کے چبوترے سے آ رہی تھی اور وہ یہ کہہ رہی تھی: ②

---

① مستدرک حاکم (۴/ ۴۴)، السمط الثمین (ص:۱۸۴)، عیون الاثر (۲/ ۳۶۵)، منح المدح (ص:۲۸۴، ۲۸۵)۔

② مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۳)، تاریخ الطبری (۲/ ۴۴)، الکامل لا بن الاثر (۲/ ۱۳۵)۔

لوگو!...... میں نے ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کو پناہ دے دی ہے۔ ① جب نماز پوری ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے البتہ ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دینے کا حق رکھتا ہے پھر حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے، تا کہ ان سے اصل معاملے کا پتہ چلائیں۔ آپ نے بیٹی سے کہا: جس کو آپ نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔ سب مؤمن دوسروں کے معاون ہیں ان کا ادنیٰ آدمی بھی پناہ دے سکتا ہے۔ ① سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان سے عرض کی: آپ ابو العاص رضی اللہ عنہ کا مال بھی واپس لوٹا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ نے بیٹی کو حکم دیا کہ جب تک ابو العاص مشرک ہے وہ آپ کے قریب نہیں آ سکتا۔ فرمایا: بیٹی! اسے عزت وتکریم سے رہنے کی اجازت تو دے سکتی ہیں لیکن شرعی حکم کے مطابق اب آپ اس کیلئے حلال نہیں۔ ② سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور ابو العاص مشرک تھا۔ وہ ابھی تک بت پرستی پر قائم تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنات کا مشرکین کے ساتھ نکاح حرام قرار دے دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور لشکر سے ان صحابہ کو بلایا جنھوں نے ابو العاص رضی اللہ عنہ کا مال اپنے قبضے میں لیا تھا۔ ان سے کہا جیسا کہ تم جانتے ہو کہ یہ شخص ہم میں سے ہے، ہمارا عزیز ہے، تم نے اس کا مال لیا اگر آپ لوگ اس کا مال واپس کر دیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔ یہ میری دلی خواہش ہے۔ اگر تم مال واپس کرنے سے انکار کرتے ہو تو یہ اللہ کا تم پر انعام ہے اور تم اس مال کے حق دار ہو۔ سب نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم یہ مال اسے واپس لوٹا دینا چاہتے ہیں۔ تو سب نے اس کا مال واپس کر دیا، کسی نے اس میں سے ایک پائی بھی اپنے پاس باقی نہیں رکھی۔ تھوڑا یا بہت سب کچھ اسے واپس کر دیا۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ قریش کا مال تجارت لے کر واپس لوٹا اس طرح وہ قریش کو ان کی امانتیں لوٹانے کے قابل ہو سکا، اور یہ ایسے وقت میں ہوا جبکہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان بڑے ہنگامی حالات پائے جاتے تھے۔ مال تجارت میں سے کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوئی۔ اسے وافر مقدار میں عزت نصیب ہوئی، وقار ملا، چونکہ وہ وفادار اور دیانت دار تھا اس لیے اس نے ہر ایک کو اس کا مال سپرد کیا۔ پھر قریش سے مخاطب ہو کر اعلان کیا: اے خاندان قریش! کیا تم

① مسند احمد (۴/ ۱۹۷)، (۲/ ۳۶۵)۔

② مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۶)، درالسحابة (ص:۲۸۲)۔

میں سے کسی کا مال میرے پاس ہے؟ اگر کسی کا کچھ ہو تو بتا دے، تا کہ میں اسے لوٹا دوں۔ سب نے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے، ہم نے آپ کو وفادار اور معزز پایا ہے۔ اس کے بعد ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور حق کی گواہی دی۔ قریش یہ سن کر ان کے پاس اکٹھے ہوئے انھوں نے بڑے اطمینان دل اور سکون کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا:

((اَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

پھر کہا: اے خاندان قریش! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے صرف اس لیے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا کہ تم کہو گے کہ ہمارا مال ہڑپ کرنے کیلئے اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اب جبکہ میں سب کے مال دے کر فارغ ہو چکا ہوں تو اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ [1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدہ زینب اور ابو العاص رضی اللہ عنہما

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے نور بصیرت سے دیکھ رہی تھیں کہ ان کے خاوند ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی عقل و دانش خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرے گی، نور الٰہی سے پھوٹنے والی فہم و فراست کی بناء پر انھیں یقین تھا کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ کسی دن ضرور بت پرستی میں ملوث قریش سرداروں کے سامنے اسلام قبول کرے گا۔ بلا خوف و خطر اعلان کرے گا۔ انھوں نے اللہ کے نور سے روشنی حاصل کی اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو محسوس کیا۔ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی نیت سے روانہ ہوئے۔ ان کے سینے میں انشراح تھا اور دل میں خوشی تھی، نفس مطمئن تھا اور عقل و دانش میں خوشنودی کی پرچھائیاں تھیں۔ ان کو نہ مال و دولت کا لالچ تھا نہ اقتدار کا اور نہ ہی کسی جاہ و حشمت کا۔ وہ تو

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۳۳)، الاستیعاب (۴/ ۱۲۶، ۱۲۸)، الاصابة (۴/ ۱۲۱، ۱۲۲)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۶)، تاریخ الطبری (۲/ ۴۴) السمط الثمین (ص:۱۸۵، ۱۸۶)، زادالمعاد (۳/ ۲۸۲)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۴۹)، السیرة النبویة (۱/ ۶۵۷، ۶۵۸)، تاریخ الاسلام للذهبی (المغازی ص:۷۰)، مختصر تاریخ دمشق (۲۹/ ۴۶)۔

صرف اللہ تعالیٰ کی نعمت کے امیدوار تھے کہ اسے حاصل کر کے خوش ہو، انھوں نے ایمان کی حلاوت کا مزہ چکھ لیا تھا جس نے ایمان کا مزہ چکھا ہوا سے اس کی جگہ کوئی اور چیز پسند نہیں آ سکتی۔ ابو العاص مہاجر کے روپ میں چلے جا رہے تھے۔ ان کے وجدان میں روشن افکار کی قندیلیں ٹمٹما رہی تھیں۔ انھوں نے اسلام کو بڑے غور و خوض کے بعد قبول کیا تھا۔ انھوں نے وراثت میں ملنے والی اندھی جاہلیت سے دامن چھڑا کر پوری آزادی کیساتھ اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا تھا۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا رخ کیا۔ مسلمانوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔ ان کا استقبال بالکل اسی طرح کیا جیسے اللہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کا استقبال کیا جاتا ہے۔ ان کی ہجرت بھی اللہ اور اس کے رسول کی طرف تھی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو سب لوگوں سے بڑھ کر خوشی تھی کہ ان کے خاوند ابو العاص رضی اللہ عنہ ایمان کی طرف پلٹے ہیں، وہ مدینہ منورہ پہنچتے ہیں اور وہ اہل ایمان کے آنگن میں داخل ہوئے ہیں، وہ رشد و ہدایت حاصل کرنے والوں میں شامل ہوگئے ہیں۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ ماہ محرم ۷ھ ہجری کو مہاجر کی حیثیت میں مدینہ منورہ پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کو جو کہ ان کی خالہ کی بیٹی بھی تھیں پہلے نکاح کی بنیاد پر ہی ان کی طرف لوٹا دیا۔

اصحاب سنن نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو کئی سال کے بعد پہلے نکاح کی بنیاد پر ابو العاص رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا دیا اور نیا مہر نہیں باندھا۔ [1] ابو العاص رضی اللہ عنہ دولت، تجارت، امانت، بہادری، جرأت، صداقت اور اخلاص کے اعتبار سے اپنی قوم کے چیندہ گنتی کے افراد میں سے تھے۔ وہ بعثت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بنے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں اپنی بیٹی کیلئے بحیثیت

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب الی متی ترد علیه رقم الحدیث (۲۲۴۰)، سنن الترمذی کتاب النکاح باب ماجاء فی الذوجین المشرکین رقم الحدیث (۱۱۴۳)، ابن ماجه رقم الحدیث (۲۰۰۹)، دارقطنی (ص:۳۹۶)، مستدرك حاکم (۲/ ۲۰۰)، (۳/ ۲۳۹، ۳۲۷)، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث (۱۲۶۴۴)، السیرة النبویة (۱/ ۶۵۸، ۶۵۹)، طبقات ابن سعد (۸/ ۳۳)، زادالمعاد (۵/ ۳۴)، تاریخ الاسلام المغازی (ص:۷۰)، الاصابة (۴/ ۳۰۶)، السمط الثمین (ص:۱۸۶)، اسدالغابة (۶/ ۱۳۱)، تاریخ الطبری (۲/ ۴۴)۔

خاوند منتخب کیا۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں داماد بنانے میں رضا مندی ظاہر کی۔ وہ ازدواجی زندگی میں تمام لوگوں سے بڑھ کر شریف الطبع، معزز اور وفادار ثابت ہوئے۔ دیکھئے کتنے معزز گھرانے کا داماد بننا انھیں نصیب ہوا، نبی کریم ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔اس رشتے پر سب خوش تھے، رسول اللہ ﷺ بہت مطمئن تھے۔آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا انھیں اپنے لیے بہت بڑی نعمت سمجھتی تھیں، ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی ہر طرح سے خوش تھے۔اور وہ محور کی حیثیت اختیار کیے ہوئے تھے۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان پر شفقت اور محبت کا ہاتھ رکھا۔آپ نے بعثت سے پہلے ہی انھیں اپنا داماد بنالیا تھا لیکن بعثت کے طویل عرصے بعد انھیں ہدایت نصیب ہوئی۔آپ نے ہر طرح سے ان کا خیال رکھا، وفاداری کا بدلہ وفاداری کی صورت میں دیا۔ ازدواجی رشتے کا خاص خیال رکھا۔ جب وہ اور ان کا تجارتی مال لشکر اسلام کے قبضے میں آیا تو انھیں سب مال واپس لوٹا دیا جس کی وجہ سے وہ مکہ میں سر اٹھا کر داخل ہونے کے قابل ہوئے اور سب کی امانتیں لوٹانے کے بعد سب کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا انھوں نے اعلان کر دیا۔ تمام قریش مکہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ وہ عرصہ دراز سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ سے متاثر تھے۔انھوں نے اپنی خالہ کی بیٹی کو ایک وفادار رفیقہ حیات کے روپ میں دیکھا جس کی وجہ سے اس کی طبیعت اسلام کی طرف مائل ہوگئی۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی بیٹی ابو العاص رضی اللہ عنہ کی طرف صلح حدیبیہ کے زمانے میں لوٹائی۔ جب انھوں نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔ جبکہ آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا بعثت سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکی تھیں۔

ان کے لیے یہ ہیئت

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ابوالعاص عرصہ دراز تک جدا جدا رہنے کے بعد پھر اکٹھے ہو گئے۔ اگر ابوالعاص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی تو قریب تھا کہ وہ بھٹک جاتے، دونوں مؤمن میاں بیوی تقریباً چھ سال کی طویل جدائی کے بعد ملے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہجرت کرنے اور ابو العاص رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے درمیان چھ سال کا عرصہ پایا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند نبوت کے ادب سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اور صاف وشفاف چشمے سے سیراب ہوتے رہے، ابو العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتے اور علم و معرفت حاصل کرتے اور جو گزشتہ

ایام میں علمی و عملی نقصان ہو چکا تھا اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بیماری لاحق ہو چکی تھی۔ اور جسم کے اندر کئی قسم کی دردیں ڈیرا جمائے ہوئے تھیں۔ چند سال سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بدستور بیماری کی مشقت جھیل رہی تھیں لیکن وہ اس بات پر خوش تھیں کہ ان کے خاوند جہالت کی تاریکیوں سے نور کی طرف نکل آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چل کھلے ہیں۔ ①

۸ھ ہجری کا آغاز ہوا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا اور اللہ کریم کے ہاں جنت میں جا بسیں۔ ان کی وفات اسی بیماری کی وجہ سے ہوئی جو انھیں اس اذیت کی بنا پر لاحق ہوئی جو مدینہ منورہ کی ہجرت کرتے وقت دی گئی تھی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ھ ہجری کے آغاز میں وفات پائی۔ ان کی جدائی نے ان کے خاوند کے دل پر گہرا زخم لگا دیا۔ ② ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد وہ دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں، اس طرح وہ ایک سال کا عرصہ ہی ساتھ رہے لیکن یہ ایک سال خیر و برکت سے بھر پور ثابت ہوا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مدینہ منورہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگ آخری آرام گاہ تک پہنچانے کیلئے جمع ہو گئے۔ اس موقع پر جلیل القدر صحابیہ ام عطیہ انصاریہ ③ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دینے اور کفن پہنانے کا فریضہ سرانجام دینے کیلئے تشریف لائیں۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو طاق تعداد یعنی تین یا پانچ مرتبہ غسل دینا اور آخر میں کافور استعمال کرنا یا کافور جیسی کوئی اور خوشبو لگانا، جب تم انھیں غسل دے لو تو مجھے بتا دینا۔ جب ہم نے انھیں غسل دے دیا تو آپ نے ہمیں اپنی چادر عنایت کی اور فرمایا کہ یہ انھیں پہنا دو۔ ④

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۵۰)، المواهب الدنية (۲/ ۶۰)۔

② قرطبی (۱۴/ ۲۴۲)، تاریخ الطبری (۹۲/ ۱۴۴)، الکامل لا بن الاثیر (۲/ ۲۲۹)۔

③ نساء من عصر النبوة (۱/ ۱۶۷، ۱۷۷)۔

④ صحیح البخاری کتاب الجائز باب غسل المیت رقم الحدیث (۱۲۵۴، ۱۲۵۸)، صحیح مسلم کتاب الجائز باب فی غسل المیت رقم الحدیث (۹۳۹)، ابوداؤد رقم الحدیث (۳۱۴۲)، ابن ماجه ح: (۱۴۵۸)، ترمذی رقم الحدیث (۹۹۰)، نسائی رقم الحدیث (۱۸۸۱)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۶۰۳۴)، موطا امام مالك رقم الحدیث (۴۶۵)۔

دینے لگیں تو اس دوران آپ نے ہمیں فرمایا: ان کی دائیں طرف سے آغاز کرنا اور وضوء کے اعضاء کو دھونا، [1] رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر جنت البقیع کی طرف انھیں اٹھا کر لے گئے۔ ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ دفن کرنے کے بعد اپنے گھر کی طرف لوٹے، گھر میں داخل ہوئے تو وہاں قبرستان کی مانند خاموشی تھی۔ دن کی روشنی کے باوجود تاریکی دکھائی دے رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گھر میں زندگی کے کسی قسم کے آثار نہیں پائے جاتے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں جو ان کے گھر کی رونق، دل کا سرور، روح کا چین اور گھریلو زندگی کی دلچسپیوں کا گہوارہ تھیں۔ انھیں یہ محسوس ہوا کہ ان کے دل میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یادوں کی خوشبو ہمیشہ کے لیے رچی بسی ہوئی ہے، انھیں یاد کرتے ہوئے اس ہار کی طرف گئے جو انھیں شادی کے موقع پر خالہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا اور زینب رضی اللہ عنہا نے وہ قیمتی ہار مجھے چھڑانے کیلئے مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔اور رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ہائے! یہ جدائی کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا دل ٹوٹ گیا، ان کی زندگی میں زینب رضی اللہ عنہا ہی ہر چیز تھیں۔ وہی ان کی امیدوں کی دنیا تھی، غم نے ان کو نڈھال کر رکھا تھا، اگر گھر میں بیٹی امیمہ نہ ہوتی تو انھیں زندگی گزارنا مشکل ہو جاتی۔ امیمہ کی چہل پہل نے ان کے غم کو قدرے ہلکا کیا۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں زندگی بسر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بہت تعریف کی تھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

((حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي، وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي))

''اس نے مجھ سے بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔'' [2]

ابوالعاص رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد چار سال زندہ رہے۔ یہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ذی الحجہ ۱۲ ہجری کو فوت ہوئے۔

---

[1] السمط الثمين (ص:۱۸۷)۔

[2] صحيح البخاری كتاب فرض الخمس باب ماذكر من درع النبی ﷺ رقم الحديث (۳۱۱۰)، صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب فضائل فاطمة بنت النبی ﷺ رقم الحديث (۲۴۴۹)، سنن ابی داوٗد رقم الحديث (۲۰۶۹)، ابن ماجه رقم الحديث (۱۹۹۹) مسند احمد رقم الحديث (۱۸۱۵۳)، الاصابة (۴/ ۱۲۲)۔

یہ تھی رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی معطر زندگی کی چند خوشگوار جھلکیاں۔
مجھے امید ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بڑی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی سوانح حیات قلم بند کر کے اپنے لیے سعادت کا سامان اکٹھا کیا ہے۔ یہ خاتون واقعی نبوی ہار کا ایک نادر اور قیمتی موتی تھیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی دیگر بیٹیوں کے حالات زندگی بھی اسی طرح قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ پاکیزہ لوگوں کے حالات زندگی کو قلم بند کرنا یا بیان کرنا واقعی دلوں کو راحت اور سکون بہم پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔ خواتین اہل بیت کے حالات زندگی پوری دنیا کی خواتین کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِن اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

❋❋❋

15

رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

إنما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اھل بیت

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسالت مآب ﷺ کی مطہرہ بیٹی کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

- سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے مکہ معظّمہ میں شادی کی۔
- سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی۔
- اللہ تعالیٰ کے احکام پر صبر وتحمل سے عمل پیرا ہونا اس کے مثالی کردار کا حصہ تھا۔
- سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سب سے پہلے مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔
- یہ ۲ ہجری کو اپنے باپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں غزوہ بدر کے بعد فوت ہوئیں۔

اللہ کا نور

پیغام نبوت کی صبح طلوع ہوتے ہی ابتدائی لمحات میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹیوں کا دل ایمان کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ ان کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے ہوئی جو خود اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں پروان چڑھے تھے۔ آپ نے اللہ کے نور اور اس کی ہدایت کو حاصل کیا اور اللہ کے کلمے کو ساری دنیا تک پہنچایا۔ قریشی خواتین کی صفوں میں سے اسلام نے ایک خاتون کو منتخب کیا تاکہ وہ نادر اور قیمتی ہار کا موتی بنے اور اس پاکیزہ خاندان نبوی کا چمکتا ہوا موتی بنے جس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش سے پاک صاف کر دیا تھا۔ چشمِ فلک نے دیکھا کہ اس موتی نے اس قیمتی ہار میں جگہ پائی جس پر نورِ الٰہی کا فیض عام تھا۔ یہ تھیں سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ الہاشمیہ رضی اللہ عنہا۔ [1]

کیا آپ نے ان کے صبر کی داستان سنی؟ کیا آپ کو ان کے ایمان، ہجرت اور جہاد کی داستان کا علم ہوا؟ یہ داستان نہایت ہی دلچسپ، پرلطف اور دلآویز ہے۔ دل اس کو سننے کی خواہش کرتا ہے اور کان اس کی سماعت سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں اور زبان اس داستان کی حلاوت سے اپنے حصے کی شیرینی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور خاص طور پر جب

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۳۶، ۳۷)، المعارف (ص:۱۲۵، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۵۳، ۱۵۸، ۱۹۲، ۱۹۸)، المعرفة والتاريخ (۳/ ۱۵۹، ۱۶۲، ۱۶۳)، مستدرك حاكم (۴/ ۴۶، ۴۸)، الاستيعاب (۴/ ۲۹۲، ۲۹۶)، اسدالغابة (۶/ ۱۱۳، ۱۱۵)، السمط الثمين (ص:۱۸۷، ۱۸۹)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۶، ۲۱۷)، الاصابة (۴/ ۲۹۷، ۲۹۶)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۲۵۰، ۲۵۲)، المجتبى (ص:۴۲)، انساب الاشراف (۱/ ۱۲۳، ۱۹۹، د۲۱۲)، المواهب اللدنية (۲/ ۶۱، ۶۲)، الكامل ابن الاثير (۲/ ۴۰، ۷۶، ۱۳۰، ۱۳۷، ۱۷۶)، العقد الفريد (۴/ ۲۸۵)، تاريخ الطبرى (۱/ ۵۲۱، ۵۴۶، ۵۴۷)، دلائل النبوة للبيهقى (۷/ ۲۸۲، ۲۸۳)، تفسير القرطبى (۱۴/ ۲۴۲)، نسب قريش (ص:۲۱)، درالسحابة (ص:۲۸۳)، المغازى (۱/ ۱۰۱، ۱۱۵، ۱۵۴)، مختلر تاريخ دمشق (۱۶/ ۱۱۰)

تذکرہ، رسول اللہ ﷺ کی نورِ چشم سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا ہو۔ تو پھر داستان کی خوشگواری میں شک ہی کیا باقی رہ جاتا ہے۔

پہلے ہم تفصیل کے ساتھ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سوانح حیات بیان کر چکے ہیں، وہ کس قدر معطر، خوشبودار، پر لطف اور سحر انگیز تذکرہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے زیادہ تر اپنی والدہ کی عادات کو اپنایا اور اسلام کے آغاز ہی سے ان کے قول وعمل کو اپنے لیے مشعل راہ بنایا اور اپنی کی زندگی کے آخری لمحات تک ان کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھا۔ جب میں نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ اعلیٰ اخلاقی قدروں اور ایمانی جذبوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ وہاں ایمان و عمل کا ایک خزانہ پوشیدہ دکھائی دیا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا زندگی کا مقصد وحید بنا ہوا دیکھا۔ میں نفسیاتی طور پر بار بار ان روحانی خزانوں کے پاس آ کر ٹھہرا جو انسان کو درہم و دینار بلکہ دنیا بھر کے مال و دولت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے سب کے سب خزانے روحانی تھے، دنیاوی مال و متاع رکھنے والے ان تک نہیں پہنچ سکتے اگر وہ اپنا سارا مال خرچ کر کے بھی وہاں تک پہنچنا چاہیں تو اپنی اس کوشش میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جس نے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی ہو ان کے ساتھ زندگی گزارنے کا روحانی لطف اٹھایا ہو۔ وہ زندگی کی ان بلندیوں پر پہنچ جاتے ہیں جہاں درہم و دینار کے ذریعے نہیں پہنچا جا سکتا۔ آیئے نیک لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا لطف اٹھائیں اور علم و عمل کے میدان میں ان کی سیرت سے خوشہ چینی کریں اور ہر زمان و مکان میں اسے اپنی زندگی کیلئے مشعل راہ بنائیں۔

انعامِ الٰہی کی جھلکیاں

اس میں کوئی شک نہیں کہ عنایات الٰہی خانہ نبویؐ پر سایہ فگن تھیں۔ اور انعامات الٰہی کے جھونکے خانہ نبویؐ میں رہنے والوں پر برکات کی برکھا برسا رہے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آلائش سے پاک کر دے وہ ان کے ساتھ ہمیشہ خیر و بھلائی کا سلوک کرتا ہے اور مشیت الٰہی کے مطابق انھیں عمدہ طعام عطا کیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس لختِ جگر نورِ چشم رقیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کریم نے اعلیٰ و ارفع اخلاقیات سے نوازا، ان کی یہ خوبیاں جوانی سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک رہیں۔ سیرت، سوانح اور طبقات کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

قصي بن كلاب

عبد مناف — عبد العزى

ہاشم — اسد

عبد المطلب — خویلد

عبد اللہ — سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد

عبد مناف بن قصي

عبد شمس — ہاشم

امیہ — عبد المطلب

ابو العاص — عبد اللہ

عفان — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عثمان — سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

عبد اللہ

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے ایک بیٹا عبد اللہ پیدا ہوا جو کہ چھ برس کی عمر میں وفات پا گیا۔ اسی بیٹے کے نام سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ابو عبد اللہ کہلاتے تھے۔

سے عتبہ بن ابی لہب نے شادی کی اور ان کی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عتبہ کے بھائی عتیبہ بن ابی لہب کی شادی ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے خانہ نبویؐ کو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب کے چنگل سے آزاد کرا دیا۔ تقدیر نے فضا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ہموار کر دی، [1] وہ اس طرح کہ ابولہب کا بیٹا شادی سے دستبردار ہو گیا۔ آیئے ہم ان لمحات کی روئیداد سنتے ہیں جن میں انعامات الٰہیہ کی برکھا خانہ نبوی پر برسی اور ان انعامات نے آخر دم تک خانہ نبوی کو اپنے گھیرے میں لیے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دینا شروع کی، جن مردوں، عورتوں اور بچوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی انھوں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے کی طرف یہ وحی کی:

﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۲۱۴ تا ۲۱۷)

"اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمھاری پیروی کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ لیکن اگر وہ تمھاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں اور اس زبردست اور رحیم پر توکل کرو۔"

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور اپنے رب کا حکم نافذ کرنے میں کمربستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الحجر: ۱۵/ ۹۴)

"اے نبی! جو تمھیں حکم دیا جا رہا ہے اسے ڈنکے کی چوٹ کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروا نہ کرو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں نے آپ کو یہ نصیحت کی کہ ابولہب کو دعوت نہ دینا تاکہ وہ آپ کی بیٹی رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ کہیں اس کے جذبات نہ بھڑک پڑیں، وہ جانتا نہیں کہ کس موقع پر کیا بات کرنی ہے۔ اس کی بیوی ام جمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] المبشرون بالنار (۲/ ۱۳۹، ۱۵۲)۔

بیٹیوں کی زندگی میں کہیں زہر نہ گھول دے۔ ابولہب اور اس کی اولاد ام جمیل کے ہاتھ میں کھلونے ہیں، وہ انھیں اپنی انگلیوں پر نچاتی رہتی ہے۔ وہ دوسروں کی خیر و بھلائی دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور اپنے رشتہ داروں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ میں پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو وعظ و نصیحت کروں۔ وہ اپنے رشتہ داروں کیلئے کسی خلافت کے مالک نہیں ہیں اور نہ آخرت میں ان کو کوئی حصہ دلا سکتے ہیں دنیا و آخرت میں خلافت حاصل کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں، ان کی دنیا بھی بن جائے گی اور آخرت بھی۔ اس موقع پر ابولہب بڑے غرور سے کھڑا ہوا، حماقت، جنون اور غصے کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہنے لگا: آج کا دن تیرے لیے تباہی و بربادی کا باعث ثابت ہو۔ ابولہب اپنے گلے میں لعنتوں کا طوق ڈال کر واپس چلا گیا لیکن رشتہ داروں کی آنکھیں اسے حقارت سے دیکھنے لگیں، ایک قریبی نے اس سے کہہ ہی دیا کہ اے ابولہب یہ تو نے کیا کہہ دیا!!؟ اگر محمد ﷺ اپنی بات میں سچا ہوا تو پھر؟ ابولہب نے یہ بات سنی مذاق اور حقارت آمیز انداز میں کہا: اگر محمد ﷺ اپنی بات میں سچا ہوا تو میں اپنے مال اور اولاد کو قربان کر دوں گا۔

ابولہب اپنے گھر واپس چلا گیا اور اپنی بیوی ام جمیل کو جا کر بتانے لگا کہ اس کے بھائی کے بیٹے نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اس کے ذمے یہ کام لگایا ہے کہ وہ لوگوں کو اندھیروں سے روشنیوں کی طرف نکال کر لے جائے۔ ام جمیل بھی اپنے خاوند ابولہب کے ساتھ مل کر مذاق اڑانے لگی۔ حالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ام جمیل کا دل کینے اور بغض سے بھرا ہوا تھا، بے وفائی اور دھوکہ دہی نے اس کے دل پر ڈیرے جما رکھے تھے، غصے نے اس کی شخصیت کو گدلا کر رکھا تھا، وہ کینے اور برائی کی پوٹلی بن چکی تھی۔ اس کی خودستائی اور انانیت اس کے رگ و ریشے میں رچ بس چکی تھی۔ وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کو بہتر حالات میں دیکھ نہیں سکتی تھی، کسی کو خیر و بھلائی میں دیکھ کر اس سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ وہ کینے اور بغض کی آگ کو اپنی انتڑیوں میں گردش کرتے ہوئے محسوس کر رہی تھی، خاص طور پر جب بھی اس کی قوم طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتی تو اسے سن کر آگ لگ جاتی۔ جب بھی لوگ ان کی تعریف کرتے اور ان کے اعلیٰ و ارفع اخلاق کا اچھے الفاظ میں ذکر کرتے تو وہ آپے سے باہر ہو جاتی۔ اگر اسے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ اسے حاسد اور کینہ پرور کہنے لگیں گے تو

وہ اعلانیہ طور پر گالم گلوچ کرنے سے بھی نہ کتراتی، بلکہ ہر شخص کو گالی دیتی جو ایمان کے آنگن میں داخل ہوتا۔

شیطان نے اس کے دل میں اور زیادہ کینے کی آگ بھر دی، اس نے دل ہی دل میں سیدنا محمد ﷺ سے انتقام لینے کیلئے آپ کی بیٹیوں پر نظر گاڑ دی، اس نے سوچا کہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا چونکہ میرے قبضے میں ہیں کیوں نہ ان کو ستایا جائے، یوں ان کے باپ سے انتقام لیا جائے۔ اگرچہ اس کے انتقام کا اثر اس کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ پر ہوگا لیکن وہ ہر صورت اپنے کینے کا اظہار کرنا چاہتی تھی۔ یہ اس کی دلی رغبت تھی۔ اس کا خیال یہ تھا کہ وہ اس طرح دعوت محمدیہ ؐ کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرسکتی ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے دل میں ایک مکر وفریب کا منصوبہ طے کرلیا۔ اس نے زہریلے سانپ کی طرح قریش کے گھروں میں چکر لگانا شروع کر دیا۔ وہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دیتی پھرتی تھی۔ اور وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بے نقط سنا رہی تھی، تاکہ اپنے کینے کی آگ ٹھنڈی کرے بلکہ اپنے دل کے سرطان پر مرہم لگا سکے۔ وہ کافروں فاجروں کو ان کے خلاف بھڑکا رہی تھی جنھوں نے تمام معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود کا تصور دیا تھا، بلکہ انھوں نے اپنے متعلق یہ خیال کرلیا تھا کہ آسمان سے ان کے ساتھ بات کی جاتی ہے۔

ام جمیل نے ہر جگہ اپنے زہریلے اثرات چھوڑنے شروع کیے اس نے اپنے خبث باطن کے اظہار پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ لوگوں کو دعوت اسلام کے مقابلے میں کھڑا ہونے اور اس کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے تیار ہونے پر ابھارتی، کیونکہ یہ دعوت انسان کو بھائی، ماں باپ، بیوی اور اولاد سے جدا کرنے کا باعث بن رہی تھی۔ گھر گھر میں اس سے فتور پیدا ہو چکا تھا، جب وہ جگہ جگہ فتنے کا بیج بونے کیلئے چکر لگانے کے لیے اور فساد کی آگ بھڑکانے سے قدرے فارغ ہوتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنے کیلئے ایندھن اکٹھا کرنا شروع کر دیتی یہ اس کے بخل کی دلیل تھی جو اس کی جبلت اور عادت کا حصہ بن چکا تھا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآن نازل ہو رہا تھا، قرآن میں ایسی آیات بھی نازل ہوئیں جن میں ام جمیل کا گھناؤنا کردار طشت از بام کیا گیا اور اس بنت حرب کے خاوند ابو لہب کی خرمستیوں اور بے ہودگیوں کو بھی آشکار کیا گیا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○﴾ (سورہ اللھب : ۱۱۱/ ۱ تا ۵)

''ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ، اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا، ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی، جو لگائی بجھائی کرنے والی ہے اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی۔''

اس موقع پر عنایات الٰہیہ کا خانہ نبویؐ پر ورود ہوتا جن کی برکت سے خواتین اہل بیت ہر قسم کی برائی سے محفوظ ہو جاتی ہیں اور ہر اس ناگوار صورتحال سے محفوظ ہو جاتی ہیں جس سے ایمان کی صفائی اور چمک دمک میں گدلا پن پیدا ہوتا ہے، جس سے دلوں پر میل آتی ہے، اللہ نے رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما پر یہ نوازش کی اور اپنا کرم کیا کہ یکے بعد دیگرے ان کو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حبالۂ عقد میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ جبکہ انھیں ابولہب کے دونوں بیٹوں نے طلاق دے کر فارغ کر دیا تھا۔ دختران رسول صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی شادی ان کے چچا ابولہب کے دو بیٹوں سے ہوئی تھی۔ جب سورۂ لہب (تبت یدا ابی لھب) نازل ہوئی اور اس کا چرچا مکہ معظمہ میں عام ہو گیا بلکہ تمام دنیا میں اس کی شہرت ہو گئی، لوگ اس سورۃ کو لے کر ابولہب اور ام جمیل کی طرف گئے۔ ان دونوں کے چہروں پر غم و اندوہ کی پرچھائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ دونوں بڑے غصے میں تھے، دونوں نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کہا: دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گالی دی ہے ہم تو کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہے، ندامت سے ہمارے سر جھک گئے ہیں۔ پھر ابولہب نے بڑے غصے سے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا: تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق دے دو۔ ان نے اسی وقت انھیں طلاق دیدی۔[1] عتیبہ نے غصے سے بھڑکتے ہوئے کہا: میں ان کے باپ کے سامنے جا کر اس کے رب کے بارے میں ایسی باتیں کہوں گا جن سے اس کو دلی تکلیف اور صدمہ پہنچے۔ عتیبہ بن ابی لہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔

[1] المعارف (ص:۱۴۲)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۶، ۲۱۷)، تاریخ الطبری (۲/ ۴۳)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۲۴۲)، المواھب اللدنیة (۲/ ۶۱)۔

آپ کو برا بھلا کہا اور آپ کی بیٹی کو طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر اسے یہ بددعا دی:

((اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ))

''الٰہی اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دے۔''

رسول اللہ ﷺ کی یہ دعاء قبول ہوگئی۔عتیبہ ایک دن ملک شام کی طرف جا رہا تھا، دوران سفر شیر نے اس پر حملہ کیا اور اسے چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ [1]

سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما

ام جمیل بنت حرب اور ابولہب کا خیال تھا کہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو طلاق دینے سے خانہ محمدیؐ میں ایک بھونچال آ جائے گا یا آپ ﷺ کو یہ دونوں بری طرح کمزور کر دیں گی لیکن اللہ تعالیٰ نے رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے بھاگ جگا دیئے۔ام جمیل اور ابولہب دونوں بدبخت ہاتھ ملتے رہ گئے۔ وہ اپنے منصوبے میں بری طرح ناکام ہوئے، اللہ تعالیٰ نے خانہ نبوی کو ان کے شر سے بچا لیا۔ اللہ کی کرنی ہو کر رہتی ہے۔ ادھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قریش خاندان کے ایک مالدار، خوبصورت، عزت دار اور رعب دار چشم و چراغ تھے۔ ان کے کانوں میں اللہ رب العالمین علیم و بصیر کی عبادت کے بارے میں آواز پڑ ہی تھی ادھر قریشی سرداروں سے وہ سن رہے تھے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دی ہے۔ رقیہ بلاشبہ حسن و جمال کی پیکر تھیں۔ ان کے دل میں یہ حسرت پیدا ہوئی کہ وہ عتبہ سے فوقیت کیوں نہ حاصل کر سکا۔ یہ تو ایک عظیم شرف تھا جس سے اسے محروم ہونا پڑا۔ انہی خیالوں میں غلطاں و پریشان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچے، وہاں ان کی خالہ سعدیٰ بنت کریز بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ ان کی والدہ آزفری بنت کریز کی ہمشیرہ تھی۔ [2] یہ اپنی قوم میں علم نجوم اور علم رمل کے حوالے سے مشہور و معروف تھی۔ جب اس نے اپنی ہمشیرہ کے بیٹے عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حسین و جمیل سرخ و سفید رنگ اور گھنگریالے بالوں والا ایک سجیلا اور کڑیل جوان ہے تو اس نے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھے:

أَبْشِرْ وَ حُيِّيتَ ثَلَاثًا تَتْرٰى
ثُمَّ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثًا أُخْرٰى

---

[1] المعارف (ص:۱۲۵)۔ [2] نساء منعصا لنبوۃ (۱/ ۱۵۹، ۱۶۶)۔

ثُمَّ بِأُخرٰی کَی تَتِمَّ عَشَرًا
اَتَاكَ خَیْرٌ وَوُقِیتَ شَرًّا
اُنکِحْتَ وَاللّٰهِ حِصَانًا زَهْرَا
وَاَنْتَ بِكْرٌ وَلَقِیتَ بِكْرًا
وَافَیْتَهَا بِنتَ عَظِیمٍ قَدْرًا
بَنَیْتَ اَمْرًا قَدْ اَشَادَ ذِکْرًا

''اے عثمان! خوش ہو جا تجھے سلام ہو تین مرتبہ اور تین مرتبہ پھر تین مرتبہ۔ پھر ایک مرتبہ تا کہ پورے ہو جائیں دس، تمھیں خیر و بھلائی نصیب ہو اور شر سے بچا لئے جاؤ۔ اللہ کی قسم! تیری شادی نہایت ہی حسین و جمیل خاتون سے ہوئی تم بھی کنوارے تھے اور تجھے بیوی بھی کنواری نصیب ہوئی۔ ایک عظیم الشان ہستی کی بیٹی تیرے حبالہ عقد میں آئی جس کا ذکر رہتی دنیا تک ہوتا رہے گا۔''

عثمان نے اس کی باتوں پر تعجب کیا اور کہا: خالہ آپ یہ کیا کہتی ہیں؟ اس نے پھر یہ کہنا شروع کیا:

عُثْمَانُ یَا عُثْمَانُ یَا عُثْمَانُ
لَكَ الْجَمَالُ وَلَكَ اللِّسَانُ
هٰذَا نَبِیٌّ مَعَهُ الْبُرْهَانُ
اَرْسَلَهُ بِحَقِّهِ الدَّیَّانُ
وَجَاءَهُ التَّنْزِیْلُ وَالْفُرْقَانُ
فَاتْبَعْهُ لَا تَغْتَالُكَ الْأَوْثَانُ

''عثمان اے عثمان اے عثمان! تیرے لیے حسن و جمال اور تیرے لیے ہے زبان۔ یہ نبی ہے اس کے پاس دلیل ہے۔ اللہ نے اس کو برحق رسول بنا کر بھیجا۔ اس کے پاس قرآن اور فرقان آیا۔ اس کی پیروی کر، تجھے بت دھوکے میں مبتلا نہ کر دیں۔''

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے تعجب میں اضافہ ہوا اور وہ اپنی خالہ کی باتیں سن کر حیرت زدہ ہوئے اور ان سے کہنے لگے: خالہ جان! جو آپ باتیں اشارے کنائے سے کر رہی ہیں ذرا ان

کی وضاحت بھی کریں، تو اس نے یہ کہا:

((مُحَمَّدُ بنُ عَبدُاللّٰهِ، رَسُولُ مِن عِندِاللّٰهِ، جَاءَ بِتَنزِيلِ اللّٰهِ يَدعُوبِهِ اِلَى اللّٰهِ، مِصبَاحُهُ مِصبَاحٌ وَدِينُهُ فَلَاحٌ ، وَأَمرُهُ نَجَاحٌ))

''محمدؐ بن عبداللہ، اللہ کی جانب سے رسول ہیں، آئے اللہ کا قرآن لے کر، وہ دعوت دیتے ہیں اس کے ذریعے اللہ کی طرف، اس کا چراغ تو حقیقت میں چراغ ہے اس کا دین کامیابی ہے، اور اس کا حکم کامرانی ہے۔'' یہ کہا اور اپنے گھر چلی گئی۔ سعدی کی باتیں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دل پر اثر انداز ہوئیں۔ وہ اپنی خالہ کی باتوں پر غور وفکر کرنے لگے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان دنوں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ وہ ان کے پاس آئے، اس وقت وہاں کوئی بھی نہیں تھا، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں سوچوں میں گم دیکھا تو انھوں نے پوچھا: کیا بات ہے بڑے فکر مند دکھائی دے رہے ہو، خیر تو ہے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ اپنی خالہ سعدی بنت کریز سے سنا تھا وہ سب کچھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عثمان! بڑے افسوس کی بات ہے میری نظر میں تم بڑے محتاط اور زیرک آدمی ہو۔ باطل کے مقابلے میں حق تجھ سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ بھلا یہ بت کیا حقیقت رکھتے ہیں! جن کی پوجا پاٹ ہماری قوم کرتی ہے۔ کیا یہ بہرے پتھر نہیں، نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، نہ نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سن کر کہا: ابوبکر! آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں تو یہ بت ایسے ہی ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تیری خالہ بنت کریز ٹھیک کہتی ہے۔ یہ اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ نے انھیں رسول بنا کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے، کیا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔

اب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ایمان قبول کرنے کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کپڑا اٹھائے ہوئے موجود تھے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو اس کے پاس تھوڑی دیر کیلئے کھڑے ہوئے اور اس کے کان میں سرگوشی کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے عثمان! اللہ کی جنت کو قبول کیجیے۔ میں تیری طرف اور اللہ کی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، سیدنا عثمان فرماتے ہیں

اللہ کی قسم! جب رسول اللہ ﷺ نے بات کی تو میں وہ اثر انگیز بات سن کر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا اور برملا یہ گواہی دی لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

پھر تھوڑے عرصے بعد میں نے سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کر لی۔ یہ بات عام طور پر کہی جاتی تھی کہ یہ میاں بیوی کی جوڑی بہت خوب ہے۔ رقیہ اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں ہی بڑے خوبصورت ہیں۔ [1] سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے اور شادی کرنے کے حوالے سے ان کی خالہ سعدیٰ بنت کریز کہتی ہیں:

هَدَى اللّٰهُ عُثْمَانًا بِقَوْلِي إِلَى الْهُدٰى
وَاَرْشَدَهٗ وَاللّٰهِ يَهْدِىْ اِلَى الْحَقِّ
فَتَابَعَ بِالرَّاْيِ السَّدِيْدِ مُحَمَّدًا
وَكَانَ بِرَاْيٍ لَايَصُدُّ عَنِ الصِّدْقِ
وَأَنْكَحَهٗ الْمَبْعُوْثُ بِالْحَقِّ بِنْتَهٗ
فَكَانَا كَبَدْرٍ مَازَجَ الشَّمْسُ فِي الْأُفُقِ
فِدَاؤُكَ يَا ابْنَ الْهَاشِمِيِّيْنَ مُهْجَتِي
وَاَنْتَ اَمِيْنُ اللّٰهِ اُرْسِلْتَ فِي الْخَلْقِ

''اللہ نے عثمان کو میرے کہنے پر ہدایت دی اور اس کی راہنمائی کی اور اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے۔ اس نے سیدھی رائے سے سیدنا محمد ﷺ کی پیروی کی، وہ رائے کی وجہ سے سچائی سے نہیں رکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، وہ دونوں چودھویں کے چاند کی مانند ہیں جس نے افق میں سورج سے فیض پایا ہے۔ ہاشمی فرزند پر جاں نثار، تو اللہ کا امین ہے۔ تجھے مخلوق میں بھیجا گیا ہے۔''

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو ایک نیک صالح پاکیزہ طبیعت رفیق حیات سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی صورت میں میسر آیا۔ ان کے ہاں ایک بیٹے نے جنم لیا جس کا نام عبداللہ رکھا اور اسی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ مشہور ہوئی۔ جب یہ بیٹا چھ سال کی عمر کا ہوا تو ایک

[1] الاستیعاب (۴/ ۳۲۰، ۳۲۱)، مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۱۴، ۱۱۶)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۲۴۲)۔

مرغے نے اس کی آنکھ میں چونچ ماردی جس سے چہرے میں ورم پیدا ہوا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوگئی، اس کے بعد کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ ①

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور حبشہ کی طرف ہجرت

مسلمان اور ان کے سرفہرست سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ سب بڑی مصیبت میں مبتلا تھے قریش مکہ انھیں طرح طرح کی سزائیں دیتے تھے۔ آئے دن انھیں مختلف قسم کی تکالیف سے دوچار کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾

(سورہ البروج : ۸۵/ ۶)

''اور نہیں انتقام لیا انھوں نے ان سے مگر اس بات پر کہ وہ ایمان لائے اللہ عزیز و حمید پر۔''

ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس مصیبت سے چھڑانے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاجر وفاسق کافروں کی سختیوں کا گلہ کرنے لگے۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم قریش کی ایذا رسانی سے تنگ آ چکے ہیں۔ اتنے میں نو آموز مسلمانوں کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ کی تکلیف اور خاص طور پر ابوجہل کی ایذا رسانی سے ہمارا جینا دوبھر ہو چکا ہے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ سرزمین حبشہ چلے جائیں وہاں ایک نرم دل بادشاہ حکومت کرتا ہے، اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ پھر مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کشادگی پیدا کر دے گا۔ ② سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہجرت کی تیاری کرنے لگے۔ اور اپنے مادری وطن ام القریٰ مکہ معظّمہ کو چھوڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی لاڈلی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کہتے ہوئے آنسو بہانے لگیں کیونکہ ان کی بیٹی جدا ہو کر دور کے ملک جا رہی تھیں۔ لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

---

① الاصابة (۴/ ۲۹۷)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۵۱)، الاستیعاب (۴/ ۲۹۲، ۲۹۳)، المعارف (ص:۱۴۲)، تاریخ الطبری (۲/ ۶۹۲)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۲۴۲)، درالسحابة (ص:۲۸۳)۔

② المغازی النبویة للزهری (ص:۹۶)۔

اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا۔ اللہ کا نور ان کے وجود پر حاوی تھا، اللہ کی رضاء کی خاطر اپنے محبوب رشتہ داروں کی جدائی انھیں آسان لگتی تھی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کبھی اپنے جگر کے ٹکڑے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتی اور کبھی اپنے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھتی، کوچ کرنے سے پہلے وہ دونوں کو جی بھر کر دیکھ لینا چاہتی تھیں۔ ان کا دل دھڑکا انھیں خیال آیا کہ میری بیٹی اتنے دور ملک میں کس طرح رہے گی لیکن یہ خیال اللہ کے احکامات کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے حوالے سے جلد ہی ختم ہو گیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹیوں میں اللہ کی رضاء حاصل کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

مہاجرین حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے، ان کے آگے آگے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ وہ نجاشی کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور رہنے کے لیے اچھی جگہ مہیا کی۔ وہ سب مسلمان ایک بہترین پڑوسی کے پاس تھے، ان کو کوئی تکلیف نہ تھی۔ وہ اپنے دینی شعائر امن اور سلامتی سے ادا کر رہے تھے۔ اس امن اور سلامتی کے باوجود سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا دل اپنے ماں باپ کو ملنے کے لیے بے تاب تھا لیکن مسافت بہت زیادہ تھی، البتہ روحوں کا خوابوں میں ملاپ ہو جاتا خواہ فاصلے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

حبشہ میں سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے رشتہ دار بھی موجود تھے۔ حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو مکہ واپس جانے کا سب سے زیادہ شوق تھا کیونکہ وہاں ان کے ابا جان حبیب کبریا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور ان کی امی جان جو خواتین عالم کی سردار اطہر الطاہرات اور صدیقہ کائنات تھیں، اور وہاں ہی اس کی مؤمن، پیاری اور پاکیزہ بہنیں زینب، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن بھی رہتی تھیں۔ یہ سب لوگ خانہ نبوی کی بنیاد تھے، اس لیے رقیہ رضی اللہ عنہا ان خبروں کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں جو مکہ سے حبشہ آتی تھیں کہ وہ اہل خانہ اور اپنے پیاروں کی خیر خیریت کا سن کر اپنے شوق کی پیاس کو بجھا سکے۔

مکہ معظّمہ سے ایک صحابی تشریف لائے مسلمان حبشہ میں ان کے پاس جمع ہوئے وہ کمان لگا کر ان کے پاس بیٹھے تا کہ وہ کوئی ایسی خبر سنائے جو ان کے سینوں میں ٹھنڈ پیدا کر دے۔ اور وہ انھیں اس کی تفصیل بھی بتائے کہ حمزہ بن عبدالمطلب اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے کیسے اسلام قبول کیا؟ اور ان دونوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کیسے غلبہ عطا

کیا؟ مہاجرین حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے اور انھیں یہ خبر سن کر اپنے مالوف وطن ام القریٰ مکہ معظّمہ جانے کا شوق پیدا ہوا۔ بیت اللہ کی زیارت اور اپنے پیاروں کو ملنے کے شوق نے انھیں مجبور کیا، وہ واپس روانہ ہوئے، ان کے دل امید وامنگ سے دھڑک رہے تھے اور خاص طور پر مہاجر خواتین کی سردار سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل ایمان کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق موجزن تھا۔

جب مہاجر واپسی پر مکہ معظّمہ کی بالائی حدود میں پہنچے تو وہ ایک قافلے کو ملے۔ ان سے قریش، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان پہلے کی نسبت عداوت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ مہاجرین یہ بات سن کر وہاں ٹھہر گئے آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ وہ واپس حبشہ چلے جائیں یا مکہ میں داخل ہوں؟ لیکن دلوں میں بیت اللہ کو دیکھنے کا شوق تھا، اپنے پیاروں کو ملنے کا اشتیاق تھا۔ وہاں سے مکہ صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا، انھوں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ اب وہ مکہ میں داخل ہونگے، اپنے رشتہ داروں اور احباب سے ملیں گے۔ ہم قریش کی تازہ ترین صورت حال کو دیکھیں گے پھر اگر حالات ناساز گار ہوئے تو واپس حبشہ چلے جائیں گے۔ وہ چھپ چھپا کر ڈرتے ہوئے اور اس بات پر نگاہ رکھتے ہوئے داخل ہوئے کہ کہیں قریشی انھیں دیکھ نہ لیں، ہر کوئی اپنے احباب کے پاس چپکے سے پہنچ گیا۔ سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے، گھر میں جو بھی موجود تھے وہ واپس آنے والوں کے استقبال کیلئے دروازوں کی طرف لپکے۔ سب سے زیادہ خوشی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو تھی کہ انھیں اپنے ابا جان سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی امی جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کی سعادت حاصل ہو رہی تھی۔ اس سہانی رات میں حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ ام کلثوم، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہن اور جو بھی خانہ نبوی میں موجود تھا، سب بڑے غور سے حبشہ میں مسلمانوں اور نجاشی کے درمیان پیش آنے والے حالات کو غور سے سننے لگے۔ نجاشی نے جس گرم جوشی سے ان مہاجرین کا استقبال کیا اس سے بھی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا گیا اور پھر اس رات میں مکہ میں کن حالات کے پیش نظر آنا پڑا اس کا بھی پتہ چلا۔ سفر میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا بھی علم ہوا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور حبشہ کی طرف واپسی

قریش کو مہاجر اہل ایمان کی حبشہ سے واپسی کا پتہ چلا تو وہ انھیں پہلے سے بھی زیادہ

تکلیفیں دینے لگے، ان کی دشمنی تمام اہل ایمان کے ساتھ تھی، اس سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بے چینی میں مبتلا ہو گئے، باوجود یہ کہ وہ اپنے رب کی جانب سے نور ہدایت پر گامزن تھے، قرآن نازل ہو رہا تھا جس کی وجہ سے ان کے ایمان میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ قریش نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے، ان میں سے بعض کو تو اتنی سزا دی گئی کہ انکی موت واقع ہو گئی اور ان میں سے بیشتر ایسے تھے جن کی کوڑوں سے چمڑیاں ادھیڑ دی گئیں۔ لیکن انھوں نے صبر کا دامن تھامے رکھا۔ لیکن مشرکین کی عداوت اور حرص میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ فاجر و کافر مسلمانوں کو سخت ترین سزائیں دینے لگے، ان کا مذاق اڑانے لگے ان کیلئے مکہ میں عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے قریشی رشتہ داروں کی طرف سے انتہائی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ظُلْمُ ذَوِی الْقُرْبٰی اَشَدُّ مَضَاضَةً
عَلَی الْمَرْءِ مِنْ وَقْعِ الْحُسَّامِ الْمُهَنَّدِ

''رشتہ داروں کا ظلم انسان میں زیادہ جلن پیدا کرتا ہے، ہندوستانی لوہے کی تلوار کے زخم سے بھی بڑھ کر۔''

لیکن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صبر کیا اور ان کے ساتھ ان کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی مشرکین کی جانب سے ایذا رسانی کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ اہل ایمان کی ایذا رسانی میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ اضافہ ہو گیا، وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت لینے کیلئے پھر حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حبشہ کی طرف پہلی ہجرت اور اب دوسری ہجرت آپ ہمارے ساتھ تشریف نہیں لے جا رہے۔ نہ پہلے گئے اور نہ اب جانے کا ارادہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مہاجر الی اللہ اور مہاجر الی الرسول ہو، تمہیں بیک وقت دو ہجرتوں کا اعزاز مل رہا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم بیک وقت اللہ اور آپ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت اختیار کی۔ یہ مہاجرین کا قافلہ تقریباً ۸۳ افراد پر مشتمل تھا۔ سیدہ رقیہ دختر

رسول ﷺ کو آپ کی تمام بیٹیوں میں یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اس اکیلی کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پھر انھیں دو ہجرتیں کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ① یہ ان خوش نصیبوں کا مقدر اور فضل و شرف ہے جو اپنے رب کی مغفرت اور رضاء کی طرف تیزی سے پلٹے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

((هَاجَرَتْ مَعَهُ اِلَى الْحَبْشَةِ الْهِجْرَتَيْنِ جَمِيْعًا)) ②

''سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی۔''

ان دونوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّهُمَا لَاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ اِلَى اللّٰهِ بَعْدَ لُوْطٍ)) ③

''لوط علیہ السلام کے بعد ان دونوں (میاں بیو) نے سب سے پہلے اللہ کی طرف ہجرت کی۔''

انساب الاشراف میں یہ مذکور ہے:

((اِنَّهُمَا لَاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ اِلَى اللّٰهِ بَعْدَ اِبْرَاهِيْمَ وَلُوْطٍ))

''وہ دونوں ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد پہلے ہیں جنھوں نے اللہ کے لیے ہجرت اختیار کی۔'' ④

مسلمان حبشہ میں اس کے حکمران نجاشی کی نگرانی میں رہے۔ یہاں تک کہ قریش نے اپنی طرف سے ایک وفد نجاشی کی طرف بھیجا اور انھوں نے اپنی جانب سے کئی دنیاوی وسائل اس کی خدمت میں پیش کر کے اسے ورغلایا کہ وہ اپنی سرزمین سے مسلمانوں کو نکال دے اور انھیں قریش کی طرف لوٹا دے لیکن اس نے ان وسائل کو حقارت کی نگاہ سے ٹھکرا دیا۔ جس کی بناء پر وفد مکہ کی جانب اپنا سامنہ لے کر ناکام واپس ہوا۔ ادھر نجاشی نے مسلمانوں کی حد درجہ عزت و تکریم کی، ان کے حسن سلوک میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو گیا اور اس حسن سلوک پر ام

① تفسیر القرطبی (۴/ ۲۴۲)، المواهب اللدنیة (۲/ ۶۱)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۵۱)، اسدا لغابة (۶/ ۱۱۵)۔

③ الا صابة (۴/ ۲۹۸)، المعارف (ص:۱۹۲)۔

④ انساب الاشرف (۱/ ۱۹۹)۔

المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تبصرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((فَكُنَّا عِنْدَهُ فِي خَيْرِ مَنْزِلٍ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ فِي مَكَّةَ)) [1]

''ہمیں اس کے پاس بہترین رہائش میسر آئی یہاں تک کہ ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔''

مکہ مکرمہ کی طرف واپسی اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں حبشہ میں رہیں، دونوں میاں بیوی امن وسکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ اس طرح دوسرے مہاجرین بھی پرامن انداز میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہے البتہ ان سب کے دل بیت اللہ کی زیارت اور اپنے احباب کی ملاقات کیلئے مشتاق تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ملنے کا بہت شوق تھا۔ ادھر خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی مکہ معظّمہ میں اپنی بیٹی کو دیکھنے کیلئے بے تاب تھیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تصور میں بھی یہ نہیں تھا کہ ہم پر ایسا وقت بھی آ جائے گا کہ بیٹی وطن سے دور جانے پر مجبور ہو گی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں ان کی دلی تمنا تھی کہ زندگی میں ایک مرتبہ اپنی بیٹی کو دیکھ لیں۔ انھیں اس کا بہت دلی شوق تھا، وہ اپنی بیٹی کی خوشبو محسوس کر رہی تھیں۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھیں کہ عنقریب ملاقات ہونے والی ہے لیکن افسوس، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے جگر گوشے کو دیکھے بغیر ہی دنیا سے چل بسیں۔ اسی انتظار میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور اس نے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھا۔

مہاجرین مرد وزن حبشہ میں مکہ کی طرف واپسی کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ خبریں انھیں مل رہی تھیں کہ مکہ معظّمہ میں بڑی کثیر تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں، انکے دلوں میں مکہ معظّمہ واپس آنے کا اور زیادہ جوش و ولولہ پیدا ہو گیا، جن لوگوں پر شوق غالب آیا وہ مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہو گئے، ان کے آگے آگے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ معظّمہ میں پہنچ کر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ماں باپ کے بارے میں پوچھا۔ ان کی دو بہنوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے استقبال کیا اور انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آنے والے مہاجرین کی ملاقات کیلئے گئے ہیں۔ اور دونوں نے دل پر پتھر رکھ کر انھیں اپنی پیاری والدہ

---

[1] السيرة النبوية (۱/ ۳۳۸)۔

ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے کی خبر دی۔ جب رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی والدہ صدیقہ کائنات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ہوا تو بہت زیادہ غمگین ہوئیں اور اپنے حزن و ملال کا شکوہ اللہ علیم وخبیر کے حضور پیش کیا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے خاوند عثمان رضی اللہ عنہ اپنی دونوں بہنوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر میں مانوس ہوئیں جبکہ ان کی تیسری بہن زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو مکہ میں رہتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ اس دفعہ بھی وہ اور ان کے خاوند مہاجرین کے آگے آگے تھے اور وہاں جا کر ان انصار کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ جن کے فضل و کرم اور جود و سخا کی اللہ نے بھی تعریف کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ (الحشر: ۵۹/ ۹)

''یہ انصار ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دے دیا جائے اس کی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔''

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے فضل و شرف اور عظمت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ چشم اور دو ہجرتوں کا اعزاز پانے والی ہیں۔

بہتر انجام

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اہل ایمان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی اور وہاں پہنچ کر خواتین اہل بیت میں ایک اہم مقام و مرتبہ حاصل کیا۔ خواتین نے جب ان کے اعلیٰ وارفع فضائل و محاسن کے بارے میں سنا تو انھیں خوش آمدید کہا جب ان خواتین نے ان کے صبر و تحمل اور حبشہ کی طرف ہجرت کا سنا تو وہ دنگ رہ گئیں۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شاد کام تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صلہ رحمی کرتے تھے۔ وہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ آپ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے

بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی بجا آوری کرتے، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ابا جان ﷺ اور اپنے خاوند سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قرب حاصل تھا لیکن بیماری نے اس کو نہ چھوڑا، [1] انھیں خسرے کی بیماری لاحق ہوئی جس نے انھیں بستر پر لیٹنے پر مجبور کر دیا۔ یہ واقعہ ان دنوں میں پیش آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ لڑنے کیلئے مقام بدر کی طرف روانگی کا حکم دے دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی خاطر گھر پر رہنے کا حکم دیا تو انھوں نے ان کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور بخوشی اپنی بیوی کی تیمارداری کی خاطر گھر پر رہے۔ وہ اپنی وفا شعار، صبر و تحمل کی پیکر رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اپنی سلیقہ شعار بیوی کے پاس بیماری کی وجہ سے رہے۔ [2] جب بیماری شدت اختیار کر گئی اور موت کا شکنجہ سامنے دکھائی دینے لگا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان کے ڈھکے ہوئے چہرے کو اشک آلود آنکھوں سے دیکھنے لگے، درد والم کا اظہار ان کے حلق سے نکلنے والی آہ سے ہو رہا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ذہن میں دور کی یادیں چکر لگا رہی تھیں۔ انھوں نے چشم تصور سے دیکھا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں ایسی باتیں کر رہی ہیں جن سے سننے والے سرور حاصل کر رہے ہیں، دلوں میں امیدیں پیدا ہو رہی ہیں۔ وہ حاضرین کے سامنے اپنے ابا جان رسول کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ ان یادوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غموں کو پھر سے تازہ کر دیا۔ اور ان کے اندیشہ ہائے دروں میں اضافہ کر دیا۔ سب سے زیادہ انھیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں رقیہ رضی اللہ عنہا فوت نہ ہو جائیں۔ ان طرح اس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق ختم ہو جائے گا۔ یہ تصور ان کیلئے سوہان روح بنا ہوا تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ڈھلکے ہوئے چہرے کی طرف دوسری دفعہ دیکھا تو ان کا سکون جاتا رہا، وہ خوف و اضطراب کے ساتھ ملے جلے شدید غم میں مبتلا ہو گئے، پھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے سانس اکھڑنے لگے۔ جو اس بات کی دلیل تھے کہ اب ان کا آخری وقت آیا ہی چاہتا ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پر بیماری نے غلبہ پالیا وہ اس کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکیں، ان کی دلی خواہش تھی کہ اپنے ابا جان کی زیارت کریں جو میدان بدر کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور

---

[1] الاصابة (۴/ ۲۹۸)، اسد الغابة (۶/ ۱۱۴)۔

[2] المعارف (ص: ۱۵۳)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۷)۔

اسی طرح ان کا دل چاہتا تھا کہ وہ اپنی بہن زینب رضی اللہ عنہا کو بھی دیکھے جو ابھی مکے میں تھیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر آنسو بہا رہے تھے اور غم ان کے دل کو نچوڑ رہا تھا۔ ذہنی پریشانی سے زیادہ ان کے دل کو تکلیف تھی۔ انھیں اس بات کا زیادہ اندیشہ تھا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے سے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی رشتہ ختم ہو جائے گا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور یہ رشتہ اس وقت تک قائم ہے جب تک سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا زندہ ہیں موت قریب دکھائی دے رہی ہے، قریب ہے کہ ان کی پاکیزہ روح پرواز کر جائے اور عثمان رضی اللہ عنہ اکیلے رہ جائیں، تنہائی اور غموں سے انھیں دوستی کرنی پڑ جائے۔ ذہن میں یہ خیالات گھوم رہے تھے کہ کیا رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی سفر سے واپسی سے پہلے ہی موت کے منہ میں چلی جائے گی۔ کیا وہ اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھے بغیر ہی دنیا سے کوچ کر جائے گی۔ قریب تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غم میں مبتلا ہو کر چکرا کر گر جاتے، لیکن انھوں نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی موت کی مدہوشیاں دیکھ کر صبر کا دامن تھامے رکھا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہونٹوں پر زندگی کے آخری لمحات میں وہی کلمات جاری تھے جو عام طور پر نیک لوگوں کے ہونٹوں پر رقص کناں ہوتے ہیں۔ وہ زندگی کی نبض کو خیر باد کہتے ہوئے یہ شہادت دے رہی تھیں:

((اَشْهَدُ اَنْ لاَّ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ))

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خالق حقیقی کو جا ملیں۔ وہ سب سے پہلے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جا ملیں لیکن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی جبکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات چند سال پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی۔ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کو نہ دیکھ سکی اور اسی طرح رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور وہ اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ دیکھ سکیں۔ کیونکہ وہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدر میں تھے۔ وہ اللہ کا کلمہ بلند کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن اور جنازے میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو غسل اور کفن دے کر تیار کیا گیا۔ پھر ان کے جسد خاکی کو کندھوں پر اٹھایا گیا اور ان کے جنازے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غم کی تصویر بنے ہوئے شریک ہوئے۔ [1] جب جنازہ جنت البقیع میں پہنچا تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو آنسوؤں کی جھڑی میں وہاں

---

[1] تفسیر القرطبی (۴/ ۲۴۲)۔

دفن کر دیا گیا۔ جنازے میں شریک تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ جب رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفنا کر لوگ واپس ہوئے تو سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی۔ [1] اس خوشخبری کے سننے والوں میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اپنی وفاء شعار بیوی کے فراق سے نڈھال تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں پہنچ کر جنت البقیع میں گئے اور اپنی بیٹی کی قبر پر مغفرت کی دعاء کی۔ دو ہجرتوں کو حاصل کرنے والی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں فتح و نصرت کی خوشخبری سننے سے پہلے ہی اپنے رب سے جا ملیں لیکن انھیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی سعادت نصیب ہوگئی۔ آخرت میں جنت کا مل جانا بڑی خوش نصیبی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ملنے والے مال غنیمت سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی حصہ دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میرا اجر وثواب؟ آپ نے فرمایا: تم اجر و ثواب میں اہل بدر کے ساتھ برابر کے شریک ہو۔ [2]

میرے پیارے قارئین کرام!...... یہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی کی ایک جھلک آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہم نے چند لمحات اپنے وجدان کے مطابق ان کے ساتھ گزارے ہیں۔ کیا ہماری خواتین سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں گی۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْدًا

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

[1] الا ستیعاب (۴/ ۲۹۵)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۵۱)، طبقات ابن سعد (۸/ ۳۶)، المعارف (ص:۱۵۸)، تاریخ الطبری (۲/ ۳۸)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۲۴۲)، المواهب الدنیة (۲/ ۶۲)، اسدالغابة (۶/ ۱۱۴)۔

[2] مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۷)۔

داماد رسول ﷺ ابو العاص رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب

قصي بن كلاب

عبد مناف — عبد العزی

عبد شمس — اسد

عبد العزی — خویلد

ربیع — ہالہ

ابو العاص

سیدنا ابو العاص رضی اللہ عنہ کا نام مہشم یا ہشم بیان کیا جاتا ہے۔
لیکن آپ اپنی کنیت سے مشہور تھے۔
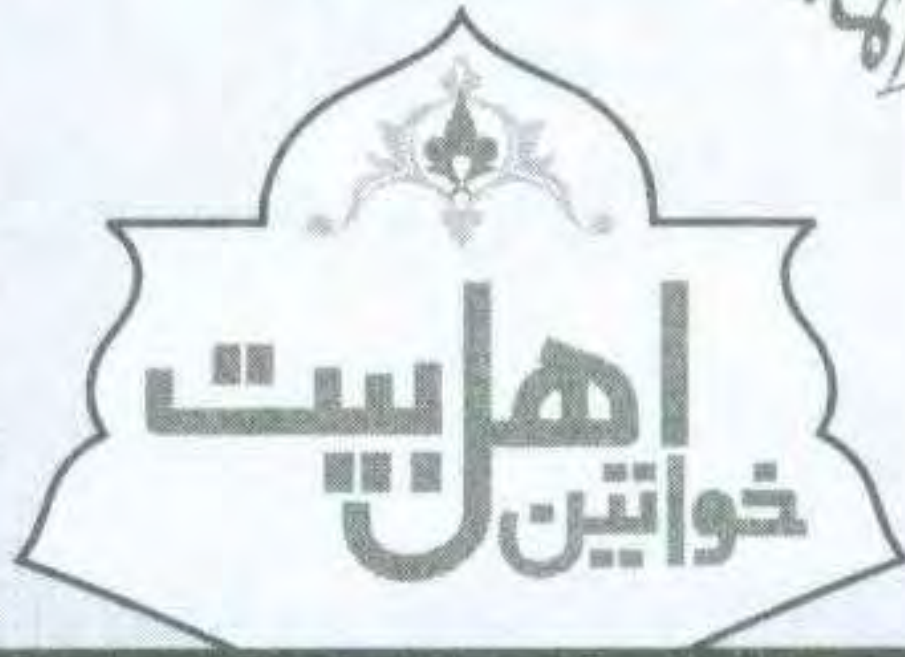
سیدہ اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا مکہ معظّمہ میں بعثت سے پہلے پیدا ہوئیں اور اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کیا۔
- انہوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے۔صبر وشکر کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر خاتون کے ساتھ شادی کرے گا۔تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے تیری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہے۔
- سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۹ ھ میں ہجری کو وفات پائی اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔

جگر گوشہ رسولؐ

ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الهاشمیہ رضی اللہ عنہا [1] نبی کریم ﷺ کی نور چشم اور خواتین اہل بیت میں سے ایک جلیل القدر خاتون تھیں اب ہم ان صفحات میں ان کی دلچسپ، دلآویز اور دلربا سیرت کی جھلک پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

خانہ نبوی کے آنگن میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے تقوے کی بنیاد پر پرورش پائی۔ [2] انھیں ہر طرح سے خصوصی توجہ حاصل ہوئی، وہ اپنی اماں جان سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے پروان چڑھیں، وہ ایک ایسی جلیل القدر خاتون بنیں، جنہیں زمانے نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور قوم کی خواتین نے ان کے مقام و مرتبے کا اعتراف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد ﷺ کو سیدہ زینب عطا کی، ان سے ان کی خالہ کے بیٹے ابو العاص بن ربیع کی شادی ہوئی رضی اللہ عنہما۔ پھر رقیہ رضی اللہ عنہا نے جنم لیا اور اس کے ساتھ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شادی

---

1. طبقات ابن سعد (۸/ ۳۷، ۳۸)، المعارف (ص:۱۲۶، ۱۴۱، ۱۵۸، ۱۹۲)، المعدفة و التاریخ (۳/ ۱۵۹)، مستدرك حاك م(۴/ ۴۸، ۴۹)، الاستیعاب (۴/ ۴۶۳، ۴۶۵)، الاصابة (۴/ ۴۶۶)، اسدالغابة (۶/ ۳۸۴)، العبر (۱/ ۵، ۱۰)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۶، ۲۱۷)، شذرات الذهب (۱/ ۱۲۸)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۵۲، ۲۵۳)، السمط الثمین (ص:۱۸۰، ۱۹۱)، المجتبی (ص:۹۸)، تاریخ الطبری (۲/ ۴۲، ۵۴، ۱۲۵، ۱۹۴، ۲۱۱، ۶۲۹)، شفاء الغرام (۲/ ۱۸۷، ۲۳۳)، الکامل لا بن الاثیر (۲/ ۴۰، ۱۴۵، ۴۹۱، ۳۰۷)، زادالمعاد (۱/ ۱۰۳)، (۳/ ۶۱)، الفصول (ص:۲۴۱)، تفسیر القرطبی (۱۴/ ۲۴۲، ۲۴۳)، المغازی النبویة اللزهری (ص:۴۳)، المواهب الدنیة (۲/ ۶۲، ۶۴)، العقد الفرید (۴/ ۲۸۵)، مختصر تاریخ دمشق (د۲/ ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۸)، البدایة والنهایة (۳/ ۲۲۱)، (۵/ ۳۹، ۲۲۱، ۳۰۸)، جوامع السیرة النبوة (ص:۳۶)، عیون الاثر (۲/ ۳۶۴)، المغازی للواقدعی (۳۲۲)۔
2. المواهب اللدنی) (۲/ ۶۲)۔

ہوئی، پھر ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی نسبت ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے طے پائی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے بارے میں ہم پہلے تفصیلات عرض کر چکے ہیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر اس کے منتقل ہونے کا تذکرہ بھی اللہ کے فضل و کرم سے کر چکے ہیں۔ اب ہم ان کی ہمشیرہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنی معروضات پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کیا عتیبہ بن ابی لہب نے انھیں اپنے گھر بسانے سے پہلے ہی طلاق دے دی۔ [1] اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں عتیبہ اس کے والد اور لگائی بجھائی کرنے والی والدہ کے عتاب سے بچا لیا۔

سیدہ خدیجہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے معزز والدین کی نگرانی میں نہایت عمدہ زندگی بسر کی، ان کے باپ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ماں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب یہ جوان ہوئیں تو ادب، کردار، تربیت اور اخلاق کے اعتبار سے قریش کی ایک قابل قدر دوشیزہ کہلائی، ان کی ہمشیرہ رقیہ رضی اللہ عنہا عمر میں ان سے تھوڑا سا بڑی تھیں۔ سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی نسبت ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے طے کی گئی۔ وہ اس طرح کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی نسبت عتبہ سے طے پائی جبکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نسبت عتیبہ سے طے کی گئی۔ [2] یوں تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس منگنی پر خوش تھیں لیکن ان کے دل میں تھوڑا سا انقباض تھا، وہ اکثر و بیشتر یہ سوچتی تھیں کہ ام جمیل اپنے خاوند ابولہب پر حاوی ہے۔ وہ بیچارہ اس کے سامنے بے بس دکھائی دیتا ہے۔ اسے ہر صورت میں اپنی بیوی کی ہاں میں ہاں ملانی ہوتی ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس بات سے بہت خوش تھیں اور ہر دم شکر ادا کرتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خاوند سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت کیلئے منتخب کر لیا اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حکم پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحی پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سناتے ہوئے انھیں بیدار کر رہے ہیں۔ جب

---

[1] المعارف (ص:٢١٦، ١٤٢)۔

[2] تفسیر القرطبی (١٤/ ٢٤٢)۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

قصي بن كلاب

عبدمناف — ہاشم — عبدالمطلب — عبداللہ — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالعزی — اسد — خویلد — سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

سیدہ ام کلثوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

عبدمناف بن قصي

عبدشمس — امیہ — ابوالعاص — عفان — عثمان

ہاشم — عبدالمطلب — عبداللہ — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم — سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔
دونوں کا سلسلہ نسب عبدمناف بن قصی پر آپس میں ملتا ہے۔
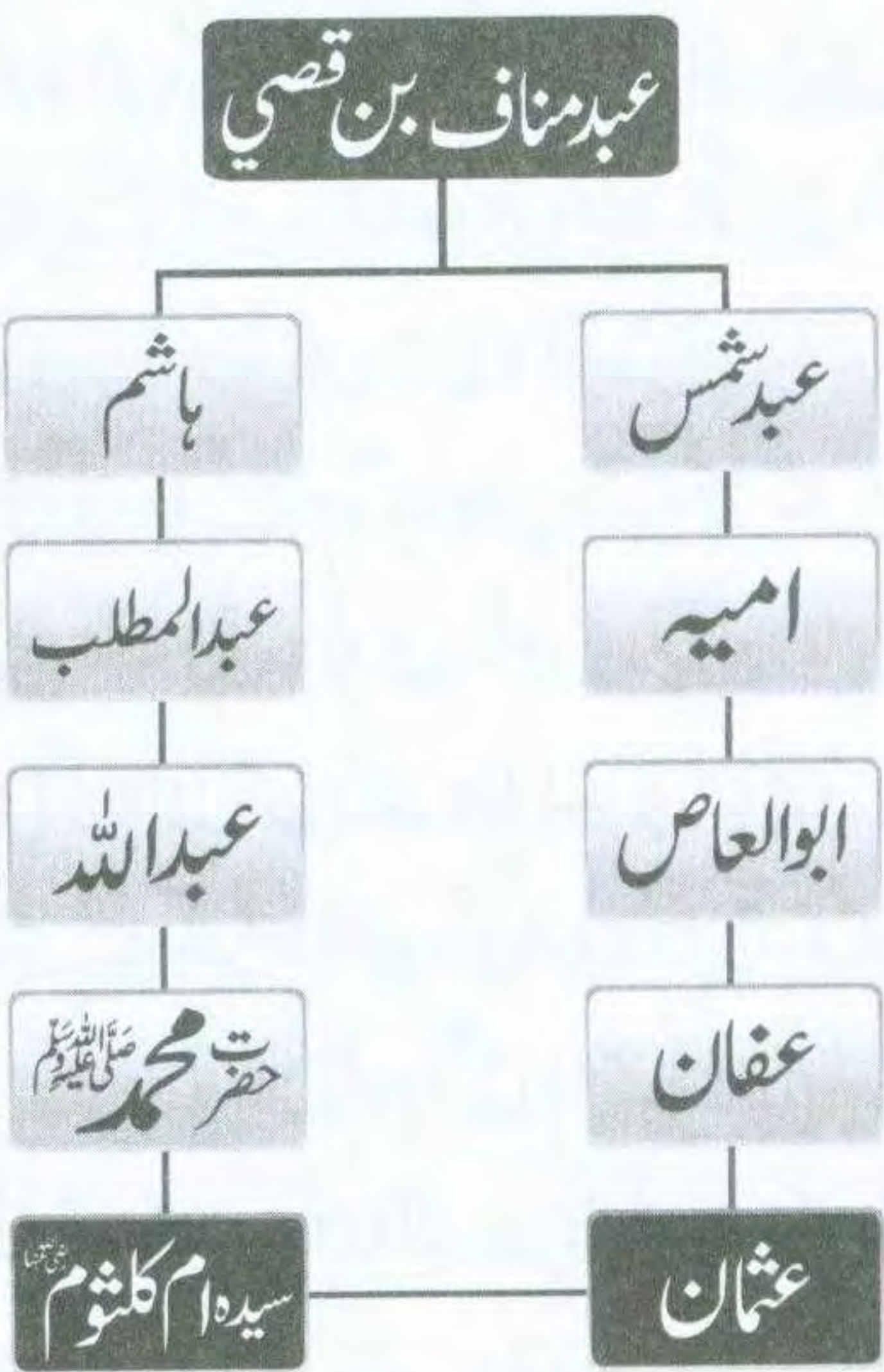
صدیقہ کائنات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا تو ان کی بیٹیاں بھی اس فہرست میں شامل ہوئیں، جنہیں ایمان کے آنگن میں پہلے داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کے نام ہمیشہ کیلئے تاریخ کا حصہ بن گئے۔ آپ کو کیا معلوم کہ اسلام قبول کرنے کے حوالے سے پہل کرنے والوں کا کیا درجہ ہے، ان کا کتنا بلند مقام ہے، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اللہ کی رضاء کیلئے اسلام قبول کیا، انھوں نے اللہ سے سرگوشیاں کرنے میں لذت محسوس کی اور اپنے ابا جان سے علم و معرفت حاصل کرنیکی سعادت حاصل کی، ان کا دل اللہ کے ساتھ جڑ گیا۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے نور کے جلووں میں کام کرنے لگی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ دیکھا کہ اس کی دونوں بیٹیاں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنے ابا جان کی رسالت کو تسلیم کر چکی ہیں تو ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ لیکن ان دل میں ایک خوف پوشیدہ تھا جس نے انھیں پریشان کر رکھا تھا۔ جب وہ اپنی بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوچتیں کہ یہ دونوں ابولہب کے گھر جائیں گی جبکہ ان دونوں کے خاوند عتبہ اور عتیبہ اپنی ماں کے ہاتھوں میں کھلونے بنے ہوئے ہیں، ام جمیل بنت حرب بڑی سخت دل عورت ہے، وہ دشمنی میں بڑی ظالم ہے، گویا اس کا دل پتھر کا ٹکڑا ہے اور جہاں تک اس کے خاوند ابو لہب کا تعلق ہے وہ اپنی خواہشات کا اسیر ہے، وہ ہر وقت جوئے، شراب، مال و دولت اور اولاد کے گھمنڈ میں ہی مخمور رہتا ہے، دنیا میں اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ اپنی خواہشات کو پورا کیا جائے اور جی بھر کر عیاشی کی جائے اور گناہوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے کا مزا لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی دونوں بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے انجام کے بارے میں فکر مند ہوئیں ہو گی جبکہ ان میں سے ہر ایک کا انجام مخدوش دکھائی دے رہا ہے اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں اسلام کا اعلان کر دیا تھا لیکن عتبہ اور عتیبہ اور ابولہب کے گھر کا کوئی فرد ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی شادی کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ بعد میں ان میں سے ہر ایک کبیدہ خاطر ہو کر واپس گھر آ جائے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس ساری صورت حال کا اچھی طرح جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ اپنے گھر سے انوار و یقین کے پھوٹتے ہوئے لشکاروں

کو اپنی بصیرت کی آنکھ سے دیکھتی تھی لیکن وہ کیا کرے! اس گتھی کو کیسے سلجھائے؟ انھیں نے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا، جس کے قبضے میں آسمان اور زمین کی کنجیاں ہیں۔

قریبی رشتہ داروں کو دعوت

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف ہو گئے جس نے دعوت کو قبول کرنا تھا اس نے کر لیا، آپ اور آپ کے ساتھی دار ارقم میں داخل ہو گئے، وہاں نمازیں پڑھنے لگے اور دینی مسائل سیکھنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی کی کہ اب دعوت کا کام برسر عام کریں اور مشرکین کی پروا نہ کریں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو گا۔ ایک مجلس میں قریبی رشتہ دار اکٹھے ہوئے۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن ان میں سے کسی نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ پھر دن گزرنے لگے، کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انھیں دوبارہ اکٹھا کیا اور انھیں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے کہا:

> نگہبان اپنے گھر والوں سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اللہ کی قسم! نہ میں نے لوگوں سے جھوٹ بولا اور نہ تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔ نہ لوگوں کو دھوکہ دیا اور نہ تمھیں دھوکہ دے رہا ہوں۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، میں تمھاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! تمھیں اسی طرح موت آئے گی جس طرح تم سوتے ہو۔ تمھیں اٹھایا جائے گا جس طرح تم بیدار ہوتے ہو، جو تم کرتے ہو اس کا حساب لیا جائے گا۔ تمھیں احسان کے بدلے احسان اور برائی کے بدلے ملے گی۔ یہ ہمیشہ کی جنت ہے۔ یہ ہمارے لیے بنائی گئی ہے۔ اللہ کی قسم! اے بنی عبدالمطلب! میرے علم کے مطابق مجھ سے بہتر پیغام لے کر کوئی جوان اپنی قوم کے پاس نہیں آیا ہو گا۔ میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی بہتری کا پیغام لایا ہوں۔

ابولہب کے علاوہ ساری قوم نے آپ کے ساتھ نرم لہجے میں بات کی۔ ابولہب نے اس موقع پر سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے اپنے خاندان بنی عبدالمطلب کو کہا کہ اللہ کی قسم!

میری بات یاد رکھنا یہ تمہارے لیے ایک برا پیغام ہے، نہایت منحوس گھڑی ہے، تم آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لو اس کا راستہ روک دو ورنہ کوئی دوسرا تم پر سبقت لے جائے گا۔ اگر تم نے اس کی باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا تو ذلیل و خوار ہو جاؤ گے، مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں، وہ بڑی عقلمند خاتون تھیں۔ ان کا دل نور ایمان سے روشن ہو چکا تھا۔ انھوں نے اپنے بھائی ابولہب سے کہا: میرے بھائی! کیا تجھے اپنے بھتیجے کی رسوائی اچھی لگتی ہے؟ اللہ کی قسم! علماء بتاتے آئے ہیں کہ عبدالمطلب کے خاندان میں ایک نبی آئے گا، وہ یہی ہے۔ ابولہب نے بڑے غصے سے کہا: یہ بالکل جھوٹ ہے۔ فراڈ ہے، بچگانہ باتیں ہیں اور فضول قسم کی امیدیں اور امنگیں ہیں۔ عورتوں کی باتیں ایسی ہی اوٹ پٹانگ ہوا کرتی ہیں۔ جب قریش اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کے شانہ بشانہ عرب بھی اٹھ کھڑے ہوں گے تو ہماری قوت بے پناہ ہو جائے گی۔ ابولہب اس مجلس سے غصے کی حالت میں بڑبڑاتے ہوئے نکل کھڑا ہوا، اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا ہوا تھا، اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ کوہ صفا پر اپنی قوم کو اللہ عزیز وحمید کے راستے کی طرف خبر دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کی تلقین کی۔ ابولہب نے سن کر کہا ''آج کے دن تیری تباہی و بربادی ہو'' یہ کہا اور وہ اپنے گھر واپس چلا گیا اور گھر جا کر اپنی بیوی ام جمیل سے وہ سب کچھ بیان کرنے لگا جو اس نے سیدنا محمد ﷺ سے سنا تھا۔ یہ باتیں سن کر اس کے پیٹ میں کینے کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور اس نئی دعوت کا تیا پانچا کرنے کا اس نے پختہ ارادہ کر لیا، کہ جو بھی میرے بس میں ہوگا اس کو ملیا میٹ کرنے کیلئے کروں گا۔ دونوں میاں بیوی نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے خلاف تدبیریں کرنی شروع کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر یہ وحی نازل کی:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○ ﴾ (سورہ اللھب: ۱۱۱/ ۱ تا ۵)

''ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود بھی تباہ و برباد ہو گیا اور نہیں فائدہ دیا

اسے اس کے مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا، عنقریب وہ داخل ہو گا شعلے مارتی ہوئی آگ میں اور اس کی بیوی بھی لگائی بجھائی کرنے والی اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہو گی۔''

یہ سورہ مکہ معظمہ میں مشہور ہو گئی اسے ابولہب کے سامنے بھی پیش کیا گیا۔ اس نے اور اس کی بیوی ام جمیل نے جان لیا کہ ان دونوں کے بارے میں دردناک، ہولناک اور سخت ترین عذاب کا حکم نازل ہوا ہے۔ یہ سن کر دونوں کے غلیظ وغیظ وغضب، بغض، کینہ اور حماقت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ ان دونوں نے اپنے تئیں رسول ﷺ سے انتقام لینے کا ارادہ کر لیا اور دونوں نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں۔ عتبہ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کو بغیر کچھ کہے بولے طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے عتبہ سے طلاق کی وجہ پوچھی۔ ام جمیل نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا: بیٹا! اس کو طلاق دے دو یہ ہمارے آبائی دین سے منحرف ہو گئی ہے۔ تم اسے طلاق دے دو یہ ہمارے آبائی دین سے منحرف ہو گئی ہے، تم اسے طلاق دے دو۔ تو اس نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ البتہ عتیبہ نے غضبناک انداز میں اور بڑے گھمنڈ سے کہا: میں اس کے ابا جان کو جلی کٹی سناؤں گا، اسے ذہنی اذیت پہنچاؤں گا، عتیبہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اس طرح طلاق دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا: میں نے تیرے دین کو ماننے سے انکار کیا اور تیری بیٹی کو طلاق دی۔ میرا تیرا اب کوئی تعلق واسطہ نہیں، محبت کے رشتے ختم۔ اس موقع پر اس نے بے ہودہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی قمیض بھی پھاڑ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر کہا:

((اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ))

''الٰہی اس پر اپنے کتوں (درندوں) میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعاء کو قبول کیا اور عتیبہ کو جب وہ تجارت کے سلسلے میں شام کی طرف جا رہا تھا۔ ایک شیر نے چیر پھاڑ کر کھا لیا، دیکھئے رسول اللہ ﷺ کی دعاء کو کس طرح شرف قبولیت بخشا گیا۔ بلاشبہ یہ آپ کا ایک معجزہ ہے اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کرامت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اسی طرح لاج رکھتا ہے۔

عتیبہ کے بارے میں دعاء کی قبولیت

رسول اللہ ﷺ کی دعاء کے نتیجے میں عتیبہ بن ابی لہب کی عبرتناک موت کے بارے میں قابل اعتماد تاریخی کتابوں میں جو صحیح تفصیلات ذکر کی گئیں۔ وہ کچھ اس طرح ہیں، ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن ابی لہب تھا۔ اس کا بیٹا تجارت کی غرض سے قریش کے ایک قافلے کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہوا جبکہ دعوت محمدؐیہ مکہ معظّمہ پر ضوفگن تھی۔ اس کی نورانی کرنوں نے پورے مکہ معظّمہ ام القریٰ کو روشن کر رکھا تھا، جس نے ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آیا اور جس نے کفر اختیار کرنا تھا اس نے کفر کا دامن تھام لیا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا انھوں نے اسلام اور اہل اسلام کو سخت ترین اذیت سے دوچار کیا۔ ان میں عتیبہ بن ابی لہب بھی شامل تھا۔ اس نے باپ سے کہا: میں سیدنا محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اس کو اس کے رب کے حوالے سے ذہنی اذیت دونگا۔ عتیبہ یہ کہہ کر تجارتی قافلے سے الگ ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور اس نے کہا: اے محمد ﷺ! میں تو تیرے پیغام کو ٹھکراتا ہوں اور اس نے بڑی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا اور بڑی بداخلاقی سے پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بداخلاقی دیکھ کر یہ دعاء کی:

((اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ))

"الٰہی اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔"

یہ کہا اور آپ واپس چلے گئے۔ عتیبہ اس بیہودہ گوئی کے بعد اپنے باپ کے پاس چلا گیا۔ اس نے پوچھا: بیٹا تو نے اس (محمدؐ) کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اس نے اپنی تمام ترفحش کلامی کے بارے میں اپنے باپ کو بتا دیا۔ ابولہب نے دل میں خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنے بیٹے عتیبہ سے کہا: اس نے تیری باتیں سن کر کیا جواب دیا؟ عتیبہ نے کہا: اس نے میری باتیں سن کر یہ دعاء کی تھی:

((اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ))

"الٰہی اس پر اپنے کتوں میں ایک کتا مسلط کر دے۔"

ابولہب یہ سن کر خوف زدہ اور افسردہ ہو گیا۔ اس نے کہا: بیٹا اب تیری خیر نہیں، تجھے محمد ﷺ نے بددعا دی ہے۔ قافلہ چلتے ہوئے دور نکل گیا۔ ابولہب کے ذہن سے یہ خیال جدا ہو ہی نہیں رہا تھا کہ اب میرے بیٹے کا کیا بنے گا؟ اس کے بھتیجے محمد ﷺ نے اس کو بددعا دی ہے۔ وہ بڑا چوکنا اور محتاط ہو گیا کہ کہیں بیٹے پر اچانک مصیبت نہ آن پڑے۔

قافلہ چلتا ہوا ایک شراء نامی مقام پر ستانے کیلئے ٹھہرا۔ اس جگہ شیر بڑی کثرت سے پائے جاتے تھے۔ گویا کہ وہ شیروں کا علاقہ تھا۔ قافلہ والے ایک پادری کے گرجا گھر کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ پادری نے گرجا گھر سے ان کی طرف جھانکا اور بڑی حیرانگی سے انھیں کہا: اے خاندان عرب! اس جگہ کس نے تمھیں پڑاؤ کرنے کا کہا، یہاں تو شیر اس طرح چلتے پھرتے ہیں جس طرح بکریاں چرتی پھرتی ہیں۔ ابولہب نے قافلہ میں شامل افراد سے کہا: تم جانتے ہو کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میرا تم پر حق ہے۔ انھوں نے کہا: سچ فرمایا۔

ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا: یہ جو میرا بھتیجا ہے اس نے میرے بیٹے کو بددعا دی ہے۔ مجھے بڑا خطرہ ہے کہ کہیں اسے نا قابل تلافی نقصان نہ پہنچ جائے۔ تم سب اپنا سامان اس گرجے میں ایک جگہ رکھو اور اس سامان کے اوپر بستر بچھاؤ تا کہ میرا بیٹا اس بستر پر اور تم اس سامان کے اردگرد اپنے بستر لگا لو۔ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ رات نے اپنے پردے دراز کر دیے، قوم عتیبہ کے اردگرد سو گئی۔ ابولہب بھی باقی لوگوں کے ساتھ نیچے سویا ہوا تھا۔ عتیبہ کا خیال تھا کہ میں ہر طرح سے محفوظ ہوں۔ مجھے اب کوئی بھی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔ رات کا جب سناٹا چھا گیا تو شیر آ گیا، اس نے سوئے ہوئے لوگوں کو ایک ایک کر کے سونگھنا شروع کیا۔ آخر اس نے محسوس کیا کہ جو مجھے چاہیے وہ ان میں کوئی نہیں۔ پھر اس نے چھلانگ لگائی اور سامان کے اوپر چڑھ گیا۔ وہاں سامان کے اوپر عتیبہ سویا ہوا تھا۔ شیر نے اس کو ضرب لگائی اور زوردار انداز سے اپنا پنجہ اس پر دے مارا۔ شیر کے حملہ کرنے کے وقت عتیبہ نے ایک دلدوز چیخ ماری جس سے سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ خوفناک منظر دیکھ کر کپکپانے لگے، زیادہ لوگوں کی حرکت دیکھ کر شیر نے خطرہ محسوس کیا اور وہاں سے کھسک گیا۔ قافلے میں شامل افراد عتیبہ کے اردگرد جمع ہو گئے، وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا اس نے ساتھیوں کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہا: ہائے میری امی! میں تباہ ہو گیا، محمد ﷺ کی بددعا لگ گئی حالانکہ وہ مکے میں ہے اور میں شام میں ہوں۔ ابولہب کے چہرے پر بھی افسردگی کی پرچھائیاں چھا گئی تھیں۔ جب اس کی روح نکل گئی تو ابولہب نے کبیدہ خاطر ہو کر کہا: مجھے تو پہلے ہی اس خطرہ کا احساس تھا کہ یہ محمد ﷺ کی بددعا کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ [1] یہاں یہ بتانا بھی مناسب معلوم ہوتا

[1] مختصر تاریخ دمشق (١٦/ ٤٣، ٧٤، ٧٤)، تفسیر القرطبی (١٧/ ٨٣)، تفسیر ابن کثیر (٤/ ٢٢٣)، دلائل النبوة للاصبهانی (٢/ ٥٨٥، ٥٨٦)، السیدة الحلبیة (١/ ٤٦٨)، ربیع الابرار للزمخشری (٥/ ٢١٣)، حجة الله علی العالمین (٢/ ١٨٨، ١٨٩)

ہے کہ عتبہ بن ابی لہب نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کے ساتھ اسکا بھائی معتب بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ بعض شعراء نے اپنے اشعار میں عتبہ اور معتب کے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ درجہ ذیل اشعار میں بھی اس کا ذکر موجود ہے:

كَرِهْتُ عُتَيْبَةَ اِذَا أَجْرَمَا
وَأَحْبَبْتُ عُتْبَةَ اِذَا اَسْلَمَا
كَذَا مُعَتِّبٌ مُسْلِمٌ فَاحْتَرِز
وَخَفْ أَنْ تَسُبَّ فَتًى مُسْلِمًا

"میں نے عتیبہ کو ناپسند کیا جب اس نے جرم کا ارتکاب کیا اور عتبہ سے پیار کیا جبکہ اس نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح معتب مسلمان سے میں نے پیار کیا، تو بھی احتیاط کر اور کسی مسلمان نوجوان کو گالی دینے سے ڈر۔"[1]

صابرہ مہاجرہ

دونوں بہنیں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا طلاق کے بعد خانہ نبوی کی طرف واپس آ گئیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شادی کر لی اور انھوں نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی چھوٹی بہن کیساتھ مکہ مکرمہ میں اپنے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رہیں۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے وہ حالات و واقعات کا مشاہدہ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پیش آئے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے عظمت کی اطراف کو دیکھا اور اپنی والدہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے اعلیٰ وارفع اخلاق کی حسب استطاعت خوشہ چینی کی۔ دن، مہینے، اور سال گزرتے گئے، قریش کی اہل ایمان کے خلاف دشمنی اور کینہ پروری بڑھتی ہی چلی گئی، باوجودیکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور قریش کے بہت سے بہادر نوجوان اسلام قبول کر چکے تھے لیکن قریش اپنی سرکشی سے باز نہ آئے۔ بالآخر مشرکین مکہ نے بنو ہاشم کے ساتھ باہمی مشورے کے بعد بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور اس ظالم فیصلے کی ایک کاپی کعبہ کے اندر لٹکا دی۔

خانہ نبوی کی خواتین شعب ابی طالب میں داخل ہو گئیں تا کہ ان کے ارد گرد باڑ بنا دی

[1] تفسیر الصاوی علی الجلالین (۴/ ۳۱۲)۔

جائے۔ سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمۃ الزہراء اور ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہن دیگر ان لوگوں کے ساتھ تھیں جو اس محاصرے میں موجود تھے۔ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئی تھیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے محاصرے کے دن بڑی تنگی اور مشکل کے ساتھ گزارے۔ اپنے ابا جان اور امی جان کے ساتھ محاصرے کی تنگی میں حصہ لیا۔ بھوک نے ان کا برا حال کر دیا تھا، بعض اوقات درختوں کے پتے کھا کر بھوک کی آگ کو بجھایا جاتا، دختر رسول علیہ السلام ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے یہ وقت نہایت عمدہ انداز میں صبر و تحمل کے ساتھ بسر کیا، اس میں ہر قسم کی مشقت اور سختی کو برداشت کیا، ایسی ایسی سختیاں جھیلنی پڑیں کہ مضبوط پہاڑ بھی ان سے لرز جائیں۔ یہ خواتین اہل بیت کا دستور تھا:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ﴾ (یوسف: ۱۲/ ۱۸)

''پس صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔''

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تین سال پر محیط دردناک محاصرے نے بعض لوگوں کو نڈھال کر دیا تھا۔ اس محاصرے کا سب سے زیادہ منفی اثر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر ہوا کیونکہ وہ بڑی عمر کی تھیں۔ اس قابل مذمت کمینے محاصرے نے انھیں بہت کمزور کر دیا تھا، وہ بیماری سے بستر پر دراز ہو گئیں۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کی خدمت میں مصروف ہو گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کشادگی کا حکم نازل کر دیا، محاصرے کی وہ ظالم دستاویز جو قریش نے لکھ کر کعبے میں لٹکائی تھی وہ پرزہ پرزہ ہو گئی۔ اہل توحید شعب ابی طالب سے باہر آ گئے۔ ان میں ام کلثوم، ان کی والدہ ماجدہ اور ان کی بہن فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن بھی تھیں۔ البتہ بیماری نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو صاحب فراش بنا دیا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ وفات پا کر جنت الفردوس جا مقیم ہوئیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انھوں نے جنت میں ایسے محل کی خوشخبری سنی تھی جس میں ہر طرح کا امن اور سکون ہوگا، اس میں شور و شغب نہیں ہوگا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بہت روئیں، صدیقہ کائنات ان کی پیاری والدہ ماجدہ تھیں، رونا شفقت اور محبت کی علامت ہوتا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بعثت کے دسویں سال دس رمضان المبارک کو وفات پائی اور ان کا جنازہ حجون مقام کی طرف اٹھا کر لیجایا گیا۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے اور اپنے ہاتھوں سے جسدِ خاکی کو قبر میں اتارا، پھر ان پر مٹی ڈالی

اور اس کے بعد گھر واپس آئے۔ دونوں بیٹیاں دیکھتے ہی اپنے ابا جان کے ساتھ لپٹ گئیں اور رونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ انہیں دلا سے دینے لگے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو دلا سے دینے لگیں۔ یہ بہت بڑا صدمہ تھا لیکن

﴿ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ ﴾ (یوسف: ۱۷/ ۱۸)

''پس صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔''

دن گزرتے گئے، مسلمان قریش کی جانب سے تکالیف جھیلتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو مکہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ سفر ہجرت پر روانہ ہو گئے خانہ نبوی اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم کے حوالے کر دیا۔

جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت مکمل ہو گئی تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو اپنے اہل خانہ کو مکہ سے لانے کو بھیجا۔ وہ دونوں گئے اور رسول اللہ ﷺ کی دونوں بیٹیوں ام کلثوم اور فاطمہ، آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ، زید بن حارثہ کی بیوی ام ایمن رضی اللہ عنہن اور ان کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ اس طرح ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کرنے والی خواتین کی فہرست میں شامل ہونے کی سعادت میسر آئی۔ اس طرح ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کے لیے جو اجر و ثواب تیار کیا اس کو حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ میں انصار کی خواتین نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختر رسول اللہ ﷺ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور اور پھر مدینہ منورہ میں صبر و جہاد کی زندگی بسر کرنا شروع کی۔ ۲ ہجری میں رمضان کا مہینہ آ گیا تو ان کی ہمشیرہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا خسرے کی بیماری میں مبتلا ہو کر چارپائی پر لیٹ گئیں، ادھر جنگ بدر کا علان کر دیا گیا، مجاہدین جنگ بدر کے لیے روانہ ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں ہی رہنے کا حکم دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ اور دیگر اہل ایمان جنگ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے فتح و نصرت کا پیغام نازل کر دیا اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد کی جو لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے

تھے۔کافروں کی باتوں کو ہیچ کر دیا اور اللہ کی بات بلند ہو کر رہی۔رسول اکرم ﷺ بدر سے واپس آئے وہ اللہ بلند و بالا کی حمد و ثناء میں رطب اللسان تھے جس نے ان کی مدد کی، پہلے مدینہ منورہ میں فتح و نصرت کی بشارت دینے کے لیے پیغام رساں آیا۔اس نے بتایا کہ اللہ نے اپنے رسول کو کامیاب کر دیا ہے لیکن انہی لمحات میں دخترِ رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔ لوگ جنازے سے واپس آ رہے تھے اور سبھی ان کی وفات کی وجہ سے غمگین تھے اور سب سے زیادہ غمگین اس کی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں جنھوں نے ان کی وفات اور بیماری کے آخری دنوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ان تمام دنوں کو نہایت صبر و تحمل سے گزارا اور اللہ کی تقدیر پر راضی ہونے کا عملی مظاہرہ کیا اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی اور انھوں نے خواتین اہل بیت میں بلند درجہ حاصل کیا۔ان کا طرز عمل دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے انھیں بہترین خاتون قرار دیا۔

انھوں نے مسلم معاشرے کی بہترین خواتین کے ساتھ کتنی اچھی زندگی بسر کی۔

بہترین خاتون اور بہترین خواتین

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو بہترین خاتون قرار دیا کیونکہ آپ لوگوں کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے تھے۔اور رسول اللہ ﷺ کا قرآن مجید نے ہر طرز عمل بیان کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○﴾ (النجم ۵۳/ ۳-۵)

”وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے، انھیں زبردست قوت والے نے تعلیم دی۔“

رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی کا مقام و مرتبہ پہچان لیا اور انھیں بہترین خاتون قرار دیا۔ یہ لقب بخدا تمام فضائل و محاسن کا سنگم ہے صحیح اور دیگر مستند حوالے کی کتابوں میں سیدنا عثمان

بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی خانہ آبادی کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں رسول اللہ ﷺ کا اپنی بیٹی کی تعریف کرنا بھی مذکور ہے۔ آپ کی اس بیٹی کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر فوقیت حاصل ہے حالانکہ وہ ام المؤمنین کے درجہ کو پہنچنے والی تھیں۔ سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے بعد حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا خاوند خنیس بن حذافہ فوت ہوگیا اور جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے فتح یاب ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ کی بیٹی رقیہ فوت ہو گئیں۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی وفات پر بہت زیادہ غمگین ہو گئے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غم کا کچھ مداوا کیا جائے۔ آپ سیدنا عثمان کے پاس گئے، سلام کیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ان کے ساتھ شادی کی پیشکش کر دی لیکن وہ بڑے پریشان تھے۔ ان کے دل سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا غم محو نہیں ہوا تھا، ابھی تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا قبر میں کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا، ابھی وہ اس حال میں نہیں تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مثبت جواب دے سکیں۔ انھوں نے بڑے ہی غمگین لہجے میں کہا: میں ابھی اپنے حالات کو دیکھتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے چند دن انتظار کیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شادی کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔ وہ کچھ دنوں کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور انھیں بتایا کہ میرا ابھی شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے میں اپنے دل کی بات ظاہر کرتے ہوئے کہا اگر آپ چاہیں تو اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ سے کرنے کیلئے تیار ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر بالکل خاموش ہو گئے۔ انھوں نے اس موضوع پر کوئی بات نہ کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے رویے کو دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ دونوں ساتھیوں نے یہ انداز کیوں اختیار کیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گلے شکوے کرنے لگے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا گلہ شکوہ سن رہی تھیں۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ))

''حفصہ سے وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس سے شادی کرے گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔''

یہ بات سن کر ام کلثوم رضی اللہ عنہا اسی وقت سمجھ گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کس طرف ہے۔ کیونکہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے علاوہ کوئی اور بہتر نہیں ہو سکتی۔ ۳ ہجری میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حبالہ عقد میں لیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کس طرح ہوئی؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے وفات پانے پر رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس لیے روتا ہوں کہ اب میرا رشتہ ناطہ آپ سے منقطع ہوگیا ہے۔

آپ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی تجھ سے کردوں، اس طرح یہ رشتہ ناطہ قائم رہے گا۔ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی کردی تو ام المؤمنین کو بلایا اور فرمایا کہ میری بیٹی کو تیار کرو اور انھیں عثمان کے پاس چھوڑ آؤ اور اس خوشی میں دف بھی بجانا، انھوں نے ایسا ہی کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شادی سے تین دن بعد بیٹی کے گھر گئے حال چال پوچھا اور ساتھ ہی یہ دریافت فرمایا: اپنے میاں کو کیسے پایا؟ انھوں نے بتایا: بہت اچھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ کے ہم شکل ہیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی کنیز ام عباس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَا زَوَّجْتُ عُثْمَانَ أُمَّ كَلْثُومَ إِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ السَّمَآءِ))

میں نے ام کلثوم کی عثمان بن عفان کے ساتھ شادی آسمانی وحی کے مطابق کی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عہد نبوی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کتنا بلند مقام و مرتبہ تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل درجہ احترام پایا جاتا۔ آپ کے ساتھ بے پناہ محبت تھی، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی دیکھ رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہ دیکھ کر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا دل بہت خوش ہوتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ عرض کی: ابا جان! میری

---

[1] مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۲۰)، اسد الغابۃ (۶/ ۳۸۴)، العقد الفرید (۱/ ۲۸۵)۔

بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ایسے شخص سے کریں جو میرے خاوند سے بہتر ہو۔ آپ ان کی یہ بات سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: میں نے تیری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔ وہ یہ بات سن کر جب پیچھے مڑیں تو آپ نے فرمایا: میں نے تجھے کیا کہا تھا؟ انھوں نے بتایا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے تیری شادی ایسے شخص کے ساتھ کی ہے جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! مزید سنئے: جب آپ جنت میں داخل ہوں گی اور ان کا مقام و مرتبہ دیکھیں گی تو ان سے بلند میرے کسی صحابی کا مقام نہ ہوگا۔ ①

واقعی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بڑا بلند تھا، اسی لیے تو انہیں ذوالنورین کا نام دیا گیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں ذوالنورین کا نام دیا گیا، ہمارے علم میں نہیں کہ اس کے علاوہ کسی کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہو کہ کسی نبی کی دو بیٹیوں کے ساتھ کسی کی شادی ہوئی ہو۔ اس مقام میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ منفرد دکھائی دیتے ہیں۔ ③ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آیات قرآنی کے تابع فرمان تھے۔ شب زندہ دار اور اپنے رب کی رحمت کے امید وار تھے، رات بھر قرآن مجید کی تلاوت میں مگن رہتے۔ اس طرح دونوں خلفاء کے دور میں بھی ان کا یہی طرز عمل رہا اور جب وہ خود مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو بہترین امت کے خیر خواہ اور نیک لوگوں کے امام ثابت ہوے۔ ابن قتیبہ رقم طراز ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہا قریش میں بڑی محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی کیفیت کو اجاگر کرتے ہوے کسی نے کہا:

أُحِبُّكَ وَالرَّحْمَانَ۔ حُبَّ قُرَيْشٍ عُثْمَانَ۔ ''میں تجھ سے اور رحمان سے اس طرح محبت کرتا ہوں جس طرح قریش عثمان سے محبت کرتے ہیں۔'' ④ سیدنا عثمان اللہ اور رسول کے فرمانبردار تھے، ذوالنورین تھے، دونوں ہجرتوں کا انہیں اعزاز حاصل تھا، دو قبلوں کی انھیں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ⑤ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر چھ

---

① مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۱۷، ۱۲۱)۔

② مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۲۱)۔

③ مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۲۱، ۱۲۲)۔

④ مختصر تاریخ دمشق (د۱۶/ ۱۲۲)۔

⑤ المعارف (ص:۱۹۲)۔

سال زندہ رہیں۔ اس دوران انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں پورے جزیرہ عرب پر اسلام غالب آ گیا، اسلامی حکومت قائم ہوگئی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ماہر شہسوار کی حیثیت سے رہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنا سفیر بنا کر بھیجا، انھوں نے فتح مکہ میں حصہ لیا، غزوہ تبوک کے موقع پر تو اس کے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تنگ دست لشکر کی تیاری میں بھرپور حصہ لیا، اس کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا آخری وقت آ گیا اور وہ اپنی والدہ سے جا ملیں۔ انھوں نے اپنی بہنوں زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اب ہم اگلے صفحات میں ان کے سفر آخرت کی روائیداد آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

سلامٌ علیکم جنت میں داخل ہو جاؤ

ماہ شعبان ۹ ہجری کو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اللہ سے ملاقات کو محسوس کر لیا، [2] انھیں بیماری لاحق ہوئی جس نے بستر پر لٹا دیا۔ ایک دن صبح کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی آواز گونجی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جانے کیلئے تیار ہوئے، پہلے اپنی پاکیزہ اور صابرہ بیوی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے مسجد روانہ ہو گئے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا جسم بیماری کی وجہ سے سکڑ چکا تھا اور جسم میں بہت زیادہ کمزوری آ چکی تھی۔ بیماری کے غلبے کی وجہ سے وہ بستر سے چمٹ کر رہ گئی تھیں لیکن ان کی زبان ذکر الٰہی سے حرکت کر رہی تھی۔ ان کے پاس ام عباس رضی اللہ عنہا آئیں تو وہ نزع کی حالت میں تھیں۔ انھوں نے مسجد میں پیغام بھیجا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جلدی سے اپنے گھر تشریف لائے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر موت کی مدہوشیاں طاری تھیں، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ غم میں مبتلا انھیں محبت بھرے انداز میں آوازیں دینے لگے، انھیں یہ بھی غم لاحق تھا کہ ان کے فوت ہو جانے سے پھر رسول اللہ ﷺ سے رشتے کا تعلق ختم ہو جائے گا۔

اسی دوران حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی کے پاس گئے تو وہ اپنی زندگی کے

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۱/ ۵۵)۔

[2] تاریخ الطبری (۲/ ۱۹۲)، الکامل ابن الاثیر (۲/ ۲۹۱)، المواھب اللدنیۃ (۲/ ۲۳)، شذرات الذھب (۱/ ۱۲۸)۔

آخری سانس لے رہی تھیں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دل غمگین ہو گیا لیکن زبان وہی کلمات ادا کر رہی تھیں جو رب تعالیٰ کی رضاء کے مطابق ہوں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اس حالت میں کہ وہ اپنے رب پر خوش تھیں۔

اسماء بنت عمیس، حفصہ بنت عبد المطلب اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہن نے مل کر انھیں غسل دیا۔ ① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی پھر جنازہ جنت البقیع میں لے جایا گیا اور وہاں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو دفن کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کرنے کی روئیداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر پر بیٹھے دیکھا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر آپ نے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے پوری رات عبادت کی ہو تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ② آپ نے فرمایا: تم قبر میں اترو اور ان کے ساتھ علی بن ابی طالب، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی اترے۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسد خاکی کو جب قبر میں رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات کہے:

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝﴾ (طٰہٰ: ۲۰/ ۵۵)

''اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔''

پھر فرمایا:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ))

''اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ کی ملت پر۔''

---

① الکامل فی التاریخ (۲/ ۲۹۱)، تاریخ الطبری (۲/ ۱۹۲)۔

② صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من ید خل قبر المداة رقم الحدیث (۱۳۴۲)، مسند احمد (۳/ ۱۲۶، ۲۲۸)، مستدرك حاکم (۴/ ۴۷)، طبقات ابن سعد (۸/ ۳۸)، السمط الثمین (ص:۱۹۰)، المواهب اللدنیة (۲/ ۶۳)۔

رسول اللہ ﷺ ان کی قبر پر مٹی پھینکتے ہوئے فرمانے لگے کہ دراڑیں اچھی طرح بند کر دو۔

پھر آپ نے فرمایا: ویسے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں البتہ زندہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ [1]

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بڑے غمگین تھے آنسو بہہ رہے تھے کہ خانہ نبوی کی ایک یگانہ روزگار خاتون داغ مفارقت دے گئیں اور نادر ہار کا ایک موتی جھڑ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سر جھکائے غم میں مبتلا آنسو بہاتے ہوئے دیکھا تو ان کے قریب آ کر انھیں دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا:

اے عثمان! اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کی شادی بھی تیرے ساتھ کر دیتا۔

طبقات ابن سعد میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے ان کی شادی تیرے ساتھ کر دیتا۔ [2]

میرے عزیز قاری! کیا رائے ہے؟

اب ہم سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق اللہ کا دلآویز کلام پڑھتے ہوئے الوداع کہتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ﴾ (النحل: ۱۶/ ۳۲)

''وہ لوگ جن کی روحیں فرشتے پاکیزگی کی حالت میں قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں: سلام ہو تم پر، داخل ہو جاؤ جنت میں، ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے۔''

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْدًا

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

[1] مختصر تاریخ دمشق (۲/ ۲۶۸)۔

[2] طبقات ابن سعد (۸/ ۳۸)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۷)۔

17

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

خواتین اہل بیت

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسالت مآب ﷺ کی مطہرہ بیٹی کی پُر نور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- خواتین جنت کی سردار، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی لیکن سب سے زیادہ مشہور و معروف، ان کے فضائل و محاسن بے شمار ہیں۔
- ان کی شادی شہسوارِ اسلام بطل جلیل سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ یہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ تھیں۔ انہیں احادیث نبوی کی راویہ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: یہ میری بیٹی میرے دل کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو شک میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی شک میں مبتلا کرتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پاکیزہ اولاد قرار دیا۔
- ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے بابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں سب سے بہتر پایا۔
- سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خوشبو کا آغاز

اگر کلیوں کی خوشبو اور گلاب کے نشیلے پانی سے کلمات بنانے ممکن ہوتے تا کہ ان کلمات سے جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستیوں کی سوانح حیات لکھی جاتی تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس حوالے سے سب لوگوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ تا کہ کتابت، قراءت، سماعت اور حفظ کے اعتبار سے ان کی سیرت مہک انگیز اور خوشبو دار ہو۔

خاص طور پر وہ اتنے اعلیٰ، عمدہ اور ارفع اخلاق سے متصف ہیں کہ کسی زمانے میں کوئی خاتون بھی ان کی گرد پا کو نہ چھو سکی۔ وہ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ اعلیٰ و ارفع فضائل و محاسن سے آراستہ ہیں، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر بیوی کی بیٹی ہیں، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی صحابی کی بیوی ہیں، اور سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جیسی پاکیزہ اولاد کی والدہ ماجدہ ہیں۔

کاش کہ میں اس کام کی استطاعت رکھتا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سوانح حیات گلاب کی پتیوں پر کستوری کی سیاہی سے لکھ سکتا تا کہ ان کی سیرت ہر گھر کی زندگی و جان ثابت ہو۔ ہر گلاب کے پھول میں ان کی سیرت کی جھلک دکھائی دے جس سے کستوری کی خوشبو مہک کر فضا کو معطر کر رہی ہو، پھر اسی پر اکتفاء نہ ہو بلکہ ان کی سیرت ہر اس خاتون کے لیے نمونہ قرار پائے جو اس دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضاء کی امیدوار ہو اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا چاہتی ہو۔

بلاشبہ خواتین اہل بیت کی سیرت دنیا بھر کی خواتین کے لیے ہر دور میں بہترین زاد راہ ہے۔

ان پاکیزہ طینت خواتین کی سیرت کے اثرات سے دل نور یقین سے دھڑکتے ہیں اور اس کے ذریعے تقویٰ کی خوبی حاصل ہوتی ہے یہی وہ خواتین ہیں جو عمدہ، نفیس اور قیمتی ہار میں پروئی گئیں، خانہ نبوی کے ساتھ ربط وضبط پیدا ہونے کی وجہ سے عزت وشرف کے مقام پر فائز

ہوئیں اور دنیا بھر کی خواتین کی سردار کہلائیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا امام المتقین، سید المرسلین، خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نور چشم تھیں، خاندانی حوالے سے یہ قریشی، ہاشمی تھیں، آج ہم ان کا ذکر خیر کرنے کی سعادت [1] حاصل کر رہے ہیں۔ وہ پاکیزہ خانہ نبوی کی ایک خوشبودار کلی تھی جس گھر کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دلوں میں بڑا بلند مقام عطا کیا تھا، محبت کرنے والوں کے دلوں میں اس گھر کی بڑی شان تھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے دور میں خواتین عالم کی سردار تھیں، نیز جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حسنین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیٹیوں سے عمر میں چھوٹی لیکن آپ کو سب سے زیادہ لاڈلی تھیں۔ عمر کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

سب سے بڑی زینب، پھر رقیہ پھر ام کلثوم پھر چوتھی سید فاطمۃ الزہراء تھیں رضی اللہ عنہن۔

امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بعثت سے کچھ عرصہ پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ [2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والد کی بڑی چہیتی تھیں۔ [3]

---

[1] مسند احمد (٦/ ٢٨٢)، طبقات ابن سعد (٨/ ١٩، ٣٠)، المعارف (ص:١٤١، ١٤٢، ١٥٨، ٢٠٠)۔ حلية الاولياء (٢/ ٣٩، ٤٣)، مستدرك حاكم (٣/ ١٥١، ١٦١)، الاستيعاب (٤/ ٣٦٣، ٣٦٩)، جامع الاصول (٩/ ١٢٥)، اسدالغابة (٦/ ٢٢٠، ٢٢٧)، العبد (١/ ١٣)، مجمع الزوائد (٩/ ٢٠١، ٢١٢)، تهذيب التهذيب (١٢/ ٤٤٠، ٤٤٢)، الاصابة (٤/ ٣٦٥، ٣٦٨)، كنز العمال (١٣/ ٦٧٤)، نساء مبشرات بالجنة (٢/ ٥٣، ٩٤)، شذرات الذهب (١/ ١٣٤)، الصفول (ص:١٩٧، ٢٤١، ٢٤٢، ٣٤٢)، البداية والنهاية (٦/ ٣٣٢)، الكامل فى تاريخ (١٣/ د٢٧١)، تفسير القرطبى (١٤، ٢٤١)، تهذيب الاسماء واللغات (٢/ ٣٥٢، ٣٥٣)، تاريخ الطبرى (٦/ ١٩١)، سير اعلام النبلاء (٢/ ١١٨، ١٣٤)، عيون الاثر (٢/ ٣٦٤)، السيدة الحلبية (٣/ ٣٩١)، جوامع السيدة النبوية (ص:٣٦)، زادالمعاد (٦/ ٣٦٦)، السمط الثمين (ص:١٧١، ١٨٣)، المجتبى (ص:٩٦، ٩٧)، صفة الصفوة (٢/ ٩)، المواهب اللدنية (٩٤، ٦٨، ٢)، درالسحابة (ص:٢٧٣)۔

[2] سير اعلام النبلاء (٢/ ١١٩)۔

[3] الاصابہ (٤/ ٣٦٥)۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

قصي بن کلاب
- عبد مناف ← ہاشم ← عبدالمطلب ← عبداللہ ← حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
- عبدالعزی ← اسد ← خویلد ← سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد

عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم
- ابوطالب (عبد مناف) ← علی
- عبداللہ ← حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ← سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محسن رضی اللہ عنہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ان سے تین بیٹے: حسن، حسین، محسن رضی اللہ عنہم اور تین بیٹیاں: ام کلثوم، زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔ جناب محسن رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی چہیتی

جب ہم یہ چاہتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صفات کو صرف ایک ایسے جملے میں بیان کریں جو تفصیلی بیان سے بے نیاز کر دے تو وہ ایک جملہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی چہیتی تھیں۔

انھیں اپنے والدین کے گھر بڑا اعلیٰ مقام حاصل تھا، ان کے والدین بھلا کون ہیں؟

انھیں کے والد گرامی سیدنا و حبیبنا، اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر معزز و محترم ہیں جن کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ام المومنین خدیجہ طاہرہ خواتین عالم کی سردار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معزز اور محبوب بیوی ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس بڑے گھر میں ایک اور بلند مرتبہ حاصل تھا کہ وہ ایک عظیم الشان مہم کی طرف متوجہ تھیں۔ جو مکہ معظمہ بلکہ دنیا بھر کے گھروں میں سے اس کے علاوہ کسی گھر میں دکھائی نہیں دیتی۔ میرے عزیز قاری آپ بلاشبہ یہ پوچھنا چاہیں گے کہ وہ عظیم الشان مہم بھلا کیا ہے۔؟ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ اسلامی دعوت کی مہم تھی جو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے پیارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے لگائی تھی اور آپ جس کی تبلیغ تمام لوگوں کی رہنمائی کے لیے کرتے تھے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تقویٰ اور پاکیزگی کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ انھوں نے تقویٰ کے ماحول میں پرورش پائی، بچپن میں اپنے ابا جان اور امی جان کو نمازیں پڑھتے اور تسبیحات کہتے دیکھا، خواتین اہل بیت میں سے یگانہ روزگار بننے کے لیے اس ماحول نے ان پر گہرے اثرات مرتب کیے، وہ اس طرح کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والدین کے گھر میں زیادہ عرصہ اکیلی ہی رہیں، اس لیے کہ بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ہوگئی پھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوگئی ان کی تیسری بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو عمر میں ان سے تھوڑی سی بڑی تھیں وہ بھی شادی کے بعد اپنے خاوند کے گھر سدھار گئیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے عظیم المرتبت والدین کے دلوں میں شفقت کی قابل رشک نعمت سے سرفراز ہوئیں اور انھوں نے اپنے والدین کے روحانی باغ سے محبت، شفقت اور رحمت کے پھول چنے، ان دونوں کی محبت اور شفقت ان کے نصیب میں آئی کیونکہ یہ خانہ محمدی میں سب سے چھوٹی پاکیزہ اولاد تھی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے والدین کے جنت نما گھر میں بڑا بلند مقام حاصل ہوا انھوں نے اپنے والدین سے وہ کچھ سیکھا جو مکہ معظمہ بلکہ کسی جگہ کی بھی کوئی دوشیزہ سیکھ نہ سکی انھوں نے قرآن حکیم کی آیات کی تعلیم حاصل کی ان کے سامنے رسول امین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی نازل ہوتی تھی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ایمان کے گہوارے میں وقار، حیاء، عظمت اور یکسوئی سے پرورش پائی۔ انھیں نفسیاتی سکون، دلی تقویت اور باطنی اخلاص میسر تھا، وہ ایمان کو جانتی تھیں اور ایمان انھیں پہچانتا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس مبارک گھر میں سالہا سال رہتے ہوئے اس نکتے کو اچھی طرح جان لیا کہ وہ ایسے عظیم خاندان کی چشم و چراغ ہیں کہ جن کے مقابلے کا کوئی بھی ایسے مرتبے پر فائز نہیں کہ اس کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچا جا سکتا۔ وہ اس قدر صاف ستھری ہیں کہ اس میں گدلے پن کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جا سکتا۔ اس میں خاندانی اصلیت، بزرگانہ شرافت، عمدہ صفات اور بہترین خوبیاں جمع ہو گئی ہیں، جن کی بناء پر وہ اپنی قوم کی بیٹیوں بلکہ دنیا بھر کی بیٹیوں میں منفرد اور ممتاز مقام پر فائز ہو گئی ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد خانہ نبوی کے آنگن میں پروان چڑھیں۔ ان کے معزز ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نگہداشت کی اور شفقت اور لاڈ پیار کی برکھا برسائی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی انھیں اپنے ماں باپ کی چہیتی قرار دیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس ماحول میں پرورش پائی کہ انھیں اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کا اعزاز حاصل ہوا جو پورے عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ انھوں نے قرآن کریم کی آیات سنیں جن کی نمازوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور تمام اوقات ان آیات کی گونج فضا میں سنائی دیتی ہے۔ انھیں ہر وقت قرآن و حدیث کی روشنی میں فیوض و برکات حاصل کرنے کے مواقع میسر رہے جن کی بنا پر وہ صحیح راہ پر گامزن رہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور بعثت محمدیہ

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے دنیا کے بہترین ماں باپ کے گھر میں جنم لیا اور بہترین ماحول میں پرورش پائی، اپنے ماں باپ کی اعلیٰ خوبیوں سے آراستہ ہوئیں اور ان کے اعمال صالحہ سے

خوشہ چینی کی، جس کی وجہ سے وہ خواتین عالم کی سردار کہلائیں۔

جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو منصب رسالت پر فائز کیا گیا تو اس وقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سب کچھ سمجھتی تھیں۔ انھوں نے بچپن ہی میں اپنی والدہ اور بہنوں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے ساتھ اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔ انھوں نے قرآن کریم کی پہلی آیات اور پہلے احکام کو تسلیم کرنے کا اعزاز حاصل کیا اور آداب نبوت کو پیش نظر رکھا۔ اس طرح انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دل میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا جس مقام تک خواتین اہل بیت میں سے کوئی خاتون نہ پہنچ سکی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر تمام لوگوں کی طرف بھیجا تاکہ آپ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں، سیدنا محمد ﷺ اسلام کی خفیہ اور علانیہ تبلیغ کرنے لگے۔ قریش تک رسول اللہ ﷺ کی دعوت پہنچی تو اس دعوت کو بعض قریبی اور بعض دور کے لوگوں نے قبول کیا۔ آپ ﷺ کی دعوت سے قریش کے خیالات میں ایک طوفان برپا ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے قریش کے بتوں کو اور جو کچھ انھیں آباؤ واجداد سے ورثے میں ملا تھا سب کو حماقت کا شاخسانہ قرار دے دیا تھا۔

عناد اور بغض رکھنے والوں کی ایک جماعت کھل کر سامنے آئی جنھوں نے مخالفت کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور وہ عداوت پر اتر آئے تھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت سے نبرد آزما ہونے کی ٹھان لی تھی۔

قرآن کریم، حدیث شریف اور تاریخی کتابوں نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنھوں نے اپنے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کو مٹانے کے منصوبے بنا رکھے تھے اور ان لوگوں کے پیش پیش ابولہب بن عبدالمطلب، ابوجہل بن ہشام، ابی بن خلف، عاص بن وائل، نضر بن حارث، ام جمیل بنت حرب، عتبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف وغیرہ بہت سے لوگ تھے۔ اور ان سب سے زیادہ ابوجہل نے مسلمانوں کے خلاف عداوت کا بھرپور مظاہرہ کیا، وہ اپنی عداوت میں سرکشی کی حد تک پہنچا جسے اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں ان لوگوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار کر کے مارا جنہیں وہ بڑا کمزور سمجھتا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بعثت نبوی کے ابتدائی دنوں میں ان کافروں اور معاندین کا مکہ معظمہ میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کافروں کے خلاف ان کا مؤقف بالکل واضح اور دوٹوک تھا۔

ایک سے زائد مرتبہ انھوں نے کافروں کو پوری جرأت و شجاعت سے چیلنج کیا اور انھیں منہ توڑ جواب دیا۔ وہ کافر دراصل ان کے ابا جان ﷺ کی دعوت سے خوف زدہ تھے۔

مستند کتابوں میں یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حرم میں داخل ہوئے آپ کے ہمراہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے، مسلمان بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنا شروع کر دی، پاس ہی ایک بت کے نام پر ذبح کیے گئے اونٹ کی اوجھڑی، گوبر اور گندگی پڑی تھی۔

ابوجہل بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط اور کچھ دیگر قریشی بدمعاش کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے اللہ رب العالمین کے حضور سجدے کی حالت میں دیکھا تو وہ اپنے سیاہ کینے کو بروئے کار لاتا ہوا مجلس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم میں سے کون اس اوجھڑی کو پکڑ کر اس سجدے میں پڑے ہوئے کے کندھوں کے درمیان رکھے گا؟

سب مجلس والوں سے زیادہ بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اس نے اوجھڑی پکڑ لی اور سجدے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ اہل مجلس یہ منظر دیکھ رہے ہیں اور کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں، زیادہ قہقہے مارتے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے ہیں، بیچارے وہاں بیٹھے کمزور مسلمانوں میں سے کسی کو یہ جرأت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ اٹھ کر آپ کی پیٹھ سے اوجھڑی اٹھا کر دور پھینک دے۔ اچانک سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے اپنے ابا جان ﷺ کی پیٹھ سے گوبر سے بھری ہوئی اوجھڑی پکڑ کر دور پھینک دی اور آلودگی کو دھو ڈالا۔ پھر انھوں نے بزدل کمینے ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط اور دیگر جتنے بھی مذاق اڑانے والے تھے ان کی طرف غصے سے دیکھا اور انھیں خوب سنائیں۔ وہ کھسیانے ہو کر سب کچھ سنتے رہے اور ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان کے ساتھ پیش آنے والے معاملے کو اللہ رب العزت کے حوالے کر دیا جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں اور وہ علیم وخبیر ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو اپنے رب کے حضور ہاتھ اٹھا کر یہ دعاء مانگی:

((اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ

هِشَامٍ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ))

''الٰہی! شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے، الٰہی ابوجہل بن ہشام کو تباہ برباد کر دے، الٰہی عقبہ بن ابی معیط کو تباہ و برباد کر دے، الٰہی امیہ بن خلف کو تباہ و برباد کر دے۔''

جب مذاق اڑانے والے بدمعاشوں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کو سنا تو ان کے قہقہے ماند پڑ گئے اور آوازیں پست ہو گئیں اور ان کی بناوٹی خوشی جاتی رہی، وہ رسول اللہ ﷺ کی دعاء سن کر بڑے خوف زدہ ہو گئے کیونکہ وہ اپنے برے کردار کو جانتے تھے۔ [1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۲۲۷)

''اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب علم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دو چار ہوتے ہیں۔''

یہ خبر پورے مکہ میں پھیل گئی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے جوان پتھر دل لوگوں کو سنائیں جن کو شیطان نے اپنے چنگل میں جکڑ رکھا تھا اور انھیں جھوٹے وعدوں میں الجھا رکھا تھا، یہ سب کچھ سن کر ان کے عناد میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا بلکہ وہ جھگڑے پر اتر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف گھناؤنی سازشیں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جو رسول اکرم ﷺ پر اپنا فضل وکرم کیا تھا اس پر وہ اور زیادہ حسد کرنے لگے اور یہ ان کے بدبودار خبث باطن کی وجہ سے تھا اور یہ ان کے اس عظیم المرتبت ذات کے بارے میں تکبر اور حیرانگی کا اظہار تھا جس نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی پھر ان کو ایک معبود حقیقی کی طرف دعوت دی جو یکتا اور غالب معبود برحق ہے۔

انھوں نے اپنے آپ کو ایک دور دراز گہری وادی میں پایا کہ انھیں اپنی جانوں پر بھی کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔ ان کفار کے بیٹوں اور بیٹیوں کی کثیر تعداد رسول اللہ ﷺ کی تابع فرمان ہو گئی اور انھوں نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے کی گواہی دے دی۔ اس

[1] دلائل النبوۃ للبیهقی (۲/ ۲۷۸، ۲۸۰)، انساب الاشراف (۱/ ۱۲۵) البدایة والنهایة (۳/ ۴۴د)، نساء مبشرات بالجنة (۲/ ۶۱، ۶۲)۔

کی وجہ سے کافروں کے دلوں میں حسد، بغض اور ظلم کے شعلے بھڑ کنے لگے، ان کے مونہوں سے بغض کا اظہار ہونے لگا، جبکہ ان کے سینوں میں حسد اور بغض فزوں تر تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو ایسی بے تکی سنانے لگے جس سے مسلمانوں کے پاکیزہ دل افسردہ ہوئے لیکن وہ کافر اپنی گمراہی میں سرگرداں رہے۔

ایک دن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حرم شریف میں تشریف لے گئیں وہاں ان کی نگاہ بڑے بڑے مجرموں پر پڑی کہ وہ ابوجہل کی قیادت میں حطیم میں بیٹھے باہمی مشورہ کر رہے ہیں اور اس نئے دین اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے یہ بات اپنے کانوں سے سنی کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ جب محمد ﷺ بازار میں تمھارے پاس سے گزرے تو ہر کوئی ان کو مارے۔ یہ باتیں سن کر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جلدی جلدی اپنے ابا جان کے پاس گھر آئیں اور آنسو بہاتے ہوئے ان سے عرض کیا: ابا جان! میں قریش کے سرداروں کو حطیم میں اس حالت میں چھوڑ کر آئی ہوں کہ انھوں نے لات، مناۃ، عزیٰ، اساف اور نائلہ بتوں کی قسمیں کھا کر باہمی معاہدہ کیا ہے کہ جب وہ آپ کو دیکھیں گے تو آپ پر اپنی تلواروں کے وار کر کے آپ کو قتل کر دیں گے۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ بڑے شفقت بھرے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا: میری پیاری بیٹی! آنسو نہ بہاؤ اللہ تعالیٰ تیرے باپ کی ضرور حفاظت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ گئے وضوء کیا پھر روانہ ہوئے اور مسجد حرام میں داخل ہوئے، کافروں نے آپ کو دیکھ کر سر اٹھائے اور پھر جھکا لئے۔ آپ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور ان پر پھینکتے ہوئے کہا:

((شَاهَتِ الْوُجُوْهُ))

''چہرے بگڑ جائیں۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، کسی کو ایک بات کہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی، خوف نے ان کے منہ کو بند کر دیا اور گھبراہٹ ان پر چھا گئی، وہ کھڑے انگشت بدنداں حیران و پریشان رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہے ہیں، یوں دکھائی دیتا ہے جیسے لکڑیاں زمین میں گڑی ہوئی ہیں اور اس وقت ایسی آیات کریم نازل ہو رہی تھیں جو ان شر

پسند عناصر کو برے انجام، رسوائی اور عار سے ڈرانے والی تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے قریش کے سرداروں کے خلاف جرأت مندانہ طرز عمل کو بھلایا نہیں جا سکتا۔

یہاں صفحات میں اتنی گنجائش نہیں کہ خاتون جنت کی سیرت کے واقعات تفصیل سے بیان کیے جائیں ہم یہاں پر الاستیعاب میں بیان کردہ تاریخی واقعہ کا تذکرہ کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ جس میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں جرأت مندانہ اقدام کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے جس سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خواتین میں ایک بلند مقام پر فائز نظر آتی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ملعون، کافر، بت پرست ابوجہل کے پاس سے گزریں تو اس نے بڑے غصے سے دیکھتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا اس طرح اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیٹی کے خلاف اپنے شدید غصے کا اظہار کر دیا۔ اس زناٹے دار تھپڑ سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا شدید درد محسوس کرنے لگیں اور وہ کمینے ابوجہل کی طرف دیکھنے لگیں جس نے ایک ایسی کمزور دوشیزہ پر ہاتھ اٹھایا جو بیچاری نہ اپنے پاس ہتھیار رکھتی ہے اور نہ زور بازو، لیکن اس ناہنجار نے بڑی کمینگی کا ثبوت دیا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سیدھی قریش کے سردار ابوسفیان بن حرب کے پاس گئیں اور اسے ذلیل، کمینے، بزدل ابوجہل کی شکایت لگائی۔ ابوسفیان یہ بات سن کر بھڑک اٹھا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ اس جگہ پہنچا جہاں ابوجہل بیٹھا تھا، پھر گرج دار آواز میں انھیں کہا کہ اس کمینے کو اسی طرح تھپڑ مارو جس طرح اس نے تجھے مارا تھا، اس کا ستیاناس ہو اس کو ایک کمزور لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم نہیں آئی، کمینہ کہیں کا۔

تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ابوجہل کے اسی طرح زوردار تھپڑ رسید کیا جس طرح اس نے مارا تھا۔ اس طرح سیدہ نے اپنا بدلہ لے لیا اور ابوجہل شرمندہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسے یہ احساس دلایا گیا کہ اس نے بڑی کمینی حرکت کی ہے۔

اس کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور انھیں اس ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ داستان سننے کے بعد یہ دعاء کی:

((اَللّٰھُمَّ لَا تَنْسَھَا لِاَبِیْ سُفْیَانَ))

''الٰہی ابوسفیان کے اس کارنامے کو نہ بھلانا۔''

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی اس دعاء کو قبول کیا اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بصیرت کو کھول دیا، اس نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر کے اپنا نام خوش بخت لوگوں میں لکھوا لیا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور غم کا سال

سال بیت رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ قریش کی مجلسوں میں اللہ خالق کائنات کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے اور انھیں اسلام جیسے دین قیم کی طرف بلاتے رہے، کبھی تو وہ آپ کی بات سن لیتے لیکن اکثر و بیشتر مذاق سے ٹال دیتے۔ رسول اللہ ﷺ صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔ ان دونوں کی محبت اور ہمدردی کی وجہ سے آپ کو ہر قسم کی سختی اور پریشانی آسان محسوس ہونے لگی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اسلام کی ہمدرد اپنی والدہ ماجدہ کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی قوم تکلیف پہنچاتی تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے دل سے غم و اندوہ کی آنچ کو صاف کرتی اور وہ اپنی والدہ ماجدہ کو دیکھتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مشکل اوقات میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں جس سے آپ کو دلی سکون میسر آئے اور اس قابل رشک کردار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے دل میں انھوں نے اور زیادہ اعتماد پیدا کر دیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس چیز کا مشاہدہ کر رہی تھیں کہ امی جان مادی اور روحانی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی تائید میں ہر قسم کے وسائل استعمال کر رہی تھیں۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی نگرانی میں عمل، معرفت، نورِ اخلاص اور تقویٰ کی راہ پر گامزن تھیں۔

دعوت محمدیہ کو شروع ہوئے کئی سال بیت گئے، قریش کافر ایک دن صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے کعبہ کے قریب اکٹھے ہوئے، ان کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے، عقل و دانش منتشر دکھائی دے رہی تھی، ان کے دل کینے، بغض اور غصے سے بھرے ہوئے تھے، وہ آپس

میں یہ سوچ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا معاملہ دن بدن مضبوط ہوتا جا رہا ہے اور ان کے پیروکار بڑھتے جا رہے ہیں۔

وہ دیکھو! قریش نوجوانوں کا سردار حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا ہے، پھر طرفہ تماشا یہ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گیا ہے، مسلمانوں کا کام بلند ہوتا جا رہا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ کافروں کے ہوش و حواس اس وقت اڑتے ہوئے دکھائی دینے لگے جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ بعض مسلمان مکہ چھوڑ کر حبشہ میں آباد ہو گئے اور وہاں انھیں ہر قسم کا امن اور سکون میسر ہے، انھیں ایک عادل اور ہمدرد حکمران کا تعاون حاصل ہے وہ بڑے امن اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں، انھیں رہنے کے لیے بہترین گھر مل گئے ہیں اور بہترین پڑوسی مل گئے ہیں۔ کافر سردار سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ اب کیا کیا جائے کس طرح مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کی جائے؟ کیونکہ یہ تو دن بدن بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ نضر بن حارث جس کو قریش کے معاشرے میں بڑی اہمیت حاصل تھی، اس نے کہا: میرے خیال میں ایک تجویز آئی ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے راستے میں بند باندھا جا سکتا ہے، سب نے کان کھڑے کیے اور کہا جلدی کیجیے بتایئے وہ کیا تجویز ہے؟

اس نے کہا مسلمانوں کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا جائے انھیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا جائے، ان سے رشتے ناطے بالکل نہ کیے جائیں اور انھیں بازاروں میں نہ جانے دیا جائے اور نہ ہی باہر سے کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے پاس آنے دی جائے۔ اس طرح یہ مجبور ہو کر اپنے پیشوا کو ہمارے سپرد کر دیں گے۔ اس طرح ان کا ناطقہ بند کیا جا سکتا ہے سب نے یہ تجویز سن کر واہ واہ کہا اور کہنے لگے: آفرین تیری دانش پر بہت دور کی سوچی ہے۔ کیا بات ہے! کمال کر دیا آپ نے۔ جیتے رہو خوش کر دیا ہمارے دلوں کو۔ واقعی ان کا علاج یہی ہے۔ شعب ابی طالب میں محصور ہی یہ مر کھپ جائیں گے۔

بدمعاشوں اور ناعاقبت اندیشوں نے ایک معاہدہ لکھا جس میں یہ تحریر تھا کہ ہم بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مکمل بائیکاٹ کرتے ہیں اور اس معاہدے کو کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا اس طرح رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں چلے گئے۔ یہ واقعہ نبوت کے ساتویں سال ماہ محرم میں پیش آیا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، خواتین اہل بیت کے علاوہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کی خواتین بھی

شعب ابی طلب میں محصور ہو گئیں۔

دن رات اس تنگ ماحول میں گزرنے لگے، جو کچھ ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں تھیں ختم ہو گئیں، پیٹ خالی ہو گئے، آنکھیں تاڑے لگ گئیں، جسم کے جوڑ مضمحل ہونے لگے، بچے رونے لگے، وہ کھانا مانگنے لگے، عورتیں یہ ہولناک منظر دیکھ کر آنسو بہاتی تھیں اور مردوں کے دل یہ صورت حال دیکھ کر پھٹے جاتے تھے۔ بھوک بنو ہاشم اور بنو مطلب کو چمٹی رہتی تھی لیکن انھوں نے مسلسل تین سال اس ظالمانہ بائیکاٹ کے دوران سیدنا محمد ﷺ کی مدد سے ہاتھ نہ اٹھایا۔

اہل ایمان کے جسم سکڑ گئے، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس دوران سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، اس کا جسم کمزور ہو گیا، اس کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا محاصرے کی وجہ سے بیمار ہو گئی۔
تین سال کے بعد بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب سے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے باہر آئے، اس آزمائش نے ان کے ایمان میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔

اس دوران ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا طرح طرح کی تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا ہو گئی، اس دردناک محاصرے نے ان کے جسم پر بڑا منفی اثر ڈالا، جس کی وجہ سے وہ بستر سے لگ کر رہ گئیں، اس دوران سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ کی خدمت گزاری میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی۔ محاصرہ ختم ہوئے ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ ایک شفیق ہمدرد، اسلام کی معاون خاتون، اہل بیت کی سرکردہ، وسعت ظرف رکھنے والی اور دعوت اسلام کو مدد بہم پہنچانے والی ایک جلیل القدر خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہو گئی ہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان کے نقش قدم پر چلنے لگیں تاکہ خواتین اہل بیت بلکہ خواتین عالم میں ایک بلند مقام پر فائز ہو جائیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ہجرت کے واقعات

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے دسویں سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں، مشرکین رسول اللہ ﷺ کو مزید تکالیف میں مبتلا کرنے لگے، پہلے کی نسبت زیادہ ستانے لگے، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے حادثات کا بچشم خود مشاہدہ کر رہی

تھیں، ان اندوہناک واقعات میں دن بدن بلکہ لحہ بہ لحہ اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جب سے فوت ہوئیں گھر غم و اندوہ کا گہوارہ بن گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء اور ان کی تمام بہنیں رضی اللہ عنہن بہت افسردہ خاطر تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شفقت، محبت، سلیقہ اور ہمدردی کی وجہ سے ان کی زندگی میں یہ گھر خوشیوں، رونقوں اور برکتوں کا مرکز دکھائی دیتا تھا اور خاص طور پر اس گھر میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وجود بڑا غنیمت اور بابرکت سمجھا جاتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے نکلے لیکن آپ کو تمسخر کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ نے واپس آ کر بڑے سوز، رقت اور درد دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور طائف کے باشندوں کی ہدایت کے لیے دعائیں کیں۔ یہ انداز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی دونوں بیٹیوں سیدہ فاطمہ الزہرا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما نے روتے ہوئے آپ کے ہاتھوں کو چوما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پوری تفصیل بتائی کہ کس طرح طائف کے باشندوں نے ان پر آوازے کسے، کس طرح پتھر مار کر لہولہان کیا لیکن ساتھ ہی اپنی لاڈلی بیٹی کو یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ وہ اپنے دین کی مدد کرے گا، اپنے نبی کو غالب کرے گا، سارا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے، حکم اسی کا چلتا ہے اللہ عنقریب تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انصار کے دلوں میں انشراح پیدا کر دیا اور انھوں نے نئے دین کی دعوت کو محبت بھرے انداز میں قبول کیا۔

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ آپ ان کے گھروں میں فروکش ہوں، وہ ان کی حفاظت کریں گے اور اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنے بچوں اور خواتین کی حفاظت کرتے ہیں۔

ہجرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا مسلمان، انصار کے مرکز یثرب کی طرف ہجرت کر گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے اپنے مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا ملے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا اور اس کی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما مکہ معظمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اکیلی رہ گئیں۔ ان کے ساتھ ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کے ساتھ رسول اللہ

ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد شادی کی تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ کا قاصد مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آیا اور خانہ نبوی کی خواتین کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے گیا۔

اس طرح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی سعادت حاصل کرنے کا شرف ملا اور یوں وہ اللہ اور اس کے رسول مقبول کی خاطر ہجرت اختیار کرنے والے خوش نصیبوں میں شامل ہوئیں۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ اپنی کتاب سیرت نبوی میں رقم طراز ہیں کہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستے میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بعض تکالیف کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ قریش کے ایک مشرک حویرث بن نقیذ نے مہاجرین کے قافلے پر حملہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ اونٹ بدک گیا جس پر سیدہ فاطمۃ الزہراء اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں۔ اونٹ کے بدکنے کی وجہ سے وہ نیچے گر گئیں، اس طرح حویرث اللہ اور اس کے رسول کی ناراضی کا نشانہ بنا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جسمانی لحاظ سے بہت کمزور ہو چکی تھیں کیونکہ والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد انھیں بہت غم و اندوہ کا سامنا کرنا پڑا اور اس سے پہلے شعب ابی طالب کا ظالمانہ محاصرہ ان کی صحت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوا تھا۔ لیکن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اپنے خالق حقیقی پر یقین بے پناہ تھا اور حوادث زمانہ سے ان کے یقین میں اور زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا مہاجرین کے قافلے کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئیں لیکن دوران سفر حویرث بن نقیذ کے حملے کی وجہ سے وہ اونٹ سے گرنے اور چوٹیں آنے کی بنا پر بہت زیادہ تھک چکی تھیں۔ جب یہ مدینہ منورہ پہنچیں تو رسول اللہ ﷺ نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خیر مقدم کیا اور انھوں نے مسلم خواتین میں اپنا ایک بلند مقام بنا لیا اور شہسوار اسلام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ازدواجی زندگی ایسی وفاداری سے بسر کرنا شروع کی کہ خواتین کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

جب ہمیں اس حقیقت کا علم ہو چکا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کو دلی طور پر لاڈ پیار تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہسواروں کے سردار خانہ نبوی میں پرورش پانے والے، اہل بیت کے سرکردہ فرد تھے۔ اہل بیت وہ نیک لوگ ہیں جن پر اللہ راضی ہو گیا وہ مدرسہ نبویہ کی ایک ہستی جلیل تھے، وہ تاریخ اسلامی کی ایک عظیم

ہستی تھے، بلاشبہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ عظمت سید الاولین والاخرین، سید المرسلین، سربراہ خانہ نبوی کی خصوصی تربیت کی مرہون منت ہے۔

جس طرح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت عمدہ، اعلیٰ اور نفیس ہے اس طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت اعلیٰ، ارفع اور عمدہ ہے۔ اہل بیت میں ان پاکیزہ اور نیک لوگوں کی سیرت روح کی غذا، مجلس کی رونق، دل کی سکینت اور آخرت کا زاد راہ ہے۔ بلاشبہ ان کی سیرت فضائل و خصائل کے اعتبار سے ہر زمانے اور ہر جگہ کے رہنے والے لوگوں کے لیے ایک نمونہ ہے۔ کس قدر خوش آئند گفتگو ہے جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کے بارے میں کی جاتی ہے، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تربیت پائی جو پوری کائنات کے لیے بہترین نمونہ بنا کر بھیجے گئے، بچپن ہی سے اخلاق محمدیہ کا پرتو ان پر پڑنے لگا اور اسی ماحول میں وہ جوان ہوئے اور اپنے ہم عمروں میں ممتاز دکھائی دینے لگے۔

غزوہ بدر میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بہادری اور جوانمردی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ وہ جنگ بدر کے بعد شہسوار اسلام کے نام سے جانے پہچانے لگے، انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کئی مرتبہ عزت و تکریم میسر آئی لیکن اس سے ان کے تقوے، تواضع اور انکساری میں اضافہ ہی ہوا۔ غرضیکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فضائل و محاسن اور اعلیٰ اخلاقیات میں اپنے ہمجولیوں پر بازی لے گئے۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انھیں بلند مقام پر فائز کیا اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رفیق حیات بنانے کے لیے ان کا انتخاب کر لیا۔ مستند تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی ہو جائے لیکن آپ نے ہر کسی کو یہی جواب دیا:

((اَنْتَظِرُ بِهَا الْقَضَاءَ))

''میں اس کے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کرتا ہوں۔''

ایک دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب کے ساتھ شرماتے ہوئے عرض کی:

((تَزَوَّجْنِي فَاطِمَةَ))

''میری شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیجیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر مسکرائے پھر فرمایا: ذرا ٹھہریئے میں بیٹی سے مشورہ کر

لوں۔ آپ اندر تشریف لے گئے فرمایا: میری بیٹی! تیرے چچا کا بیٹا علی تجھ سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تیرا کیا خیال ہے۔؟ یہ سن کر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، وہ رو پڑی، انھوں نے روتے ہوئے کہا: قریش میں مالی اعتبار سے سب سے کمزور ہیں۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل ومحاسن سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

((مَالَكِ تَبْكِينَ يَا فَاطِمَةُ؟ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ اَنْكَحْتُكِ اَكْثَرَهُمْ عِلْمًا وَاَفْضَلَهُمْ حِلْمًا وَاَوَّلَهُمْ سِلْمًا))

''فاطمہ روتی کیوں ہو، میں نے تیری شادی اس سے کی جو سب سے بڑھ کر عالم، سب سے زیادہ بردبار اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز رکھنے والا ہے۔''

یہ ہیں اصل میں انسان کی خوبیاں جن کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

مال و دولت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں اور نہ ہی انسان کو پرکھنے کے لیے دولت کو پیمانہ بنانا چاہیے۔ یہ باتیں سن کر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا مطمئن ہو گئیں اور رضامندی کا اظہار کر دیا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خطبہ نکاح

جب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے شادی پر رضامندی کا اظہار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے کھل گیا کہ میری بیٹی نے اللہ اور رسول کی خوشنودی کو ترجیح دی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے رضامندی کا اظہار کر دیا ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن مہر کا ہونا ضروری تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس مال کہاں!؟ وہ تو زاہدین کے بھی امام تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: آپ کے پاس کوئی چیز ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کچھ بھی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

تیری حطمی درع (زرہ) کہاں ہے؟

سیدنا علی نے کہا: وہ تو میرے پاس ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہی مہر میں دے دو۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ درع دے کر اپنے غلام کو بازار بھیجا اور وہ اسے چار سو درہم میں بیچ آیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو رقم میسر آئی ہے اس کی ایک تہائی کی تو خوشبو لے لو اور باقی کا دیگر ساز و سامان بنا لو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور فلاں فلاں انصاری رضی اللہ عنہم کو بلا لائیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ گئے ان سب کو دعوت دی کہ وہ جلد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ جب یہ حضرات آپ کے پاس پہنچ کر مجلس میں بیٹھ گئے تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم خود اپنا خطبہ نکاح پڑھو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ حکم سن کر بڑے ادب و احترام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے، چہرے پر حیاء کے آثار نمایاں تھے اور شرماتے ہوئے آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ کلمات کہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شُكْرًا لِاَنْعُمِهٖ وَاَيَادِيْهِ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً تَبْلُغُهٗ وَتُرْضِيْهِ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ زَوَّجَنِيْ ابْنَتَهٗ فَاطِمَةَ عَلٰى صَدَاقٍ مَبْلَغُهٗ اَرْبَعُمِائَةِ دِرْهَمٍ فَاسْمَعُوْا مَايَقُوْلُ وَاشْهَدُوْا))

"اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کا شکر بجا لاتے ہوئے تمام تر تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ایسی گواہی دیتا ہوں جو اس تک پہنچتی ہے اور اس کو راضی کرتی ہے اور یہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول مقبول ہیں انھوں نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے حبالہ عقد میں چار سو درہم حق مہر پر دے دی ہے۔ لہٰذا تم جو کچھ بھی یہ فرماتے ہیں اسے سنو اور گواہ بن جاؤ۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ، الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ، الْمُطَاعِ لِسُلْطَانِهٖ، الْمَرْهُوْبِ اِلَيْهِ مِنْ عَذَابِهٖ، النَّافِذِ اَمْرُهٗ فِيْ اَرْضِهٖ،

وَسَمَاءِهٖ، الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَنَیَّرَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ وَاَعَزَّهُمْ بِدِیْنِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ))

''تمام تر شکر اللہ کا ہے جو نعمت کے ساتھ قابل تعریف ہے، اپنی قدرت کے ساتھ معبود حقیقی ہے، اپنی حکمرانی کی بناء پر اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اس کے عذاب سے ڈر کر اسی کی طرف بھاگا جاتا ہے۔ اس کا حکم اس کی زمین اور آسمان میں نافذ ہے جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انھیں اپنے احکام سے روشن کیا انھیں اپنے دین سے غالب کیا اور انھیں اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کے ذریعے عزت بخشی۔''

یہ خطبہ پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ازدواجی نظام معاشرت کو، باہمی تعلقات کی مضبوطی اور نسل انسانی کی بقاء کے لیے عدل وانصاف کی بنیاد پر قائم کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ۝﴾ (الفرقان: ۲۵/۵۴)

''وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا پھر اس نے نسب اور سسرال کے دو الگ الگ سلسلے چلائے، تیرا رب بڑا ہی قدرت والا ہے۔''

اللہ کا حکم اس کے فیصلے کی طرف رواں دواں ہے اور اس کا فیصلہ اس کی تقدیر کی طرف رواں دواں ہے اور ہر مدت ضبط تحریر میں لائی گئی ہے اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے جما دیتا ہے اور اس کے پاس ہے تقدیر کی کتاب۔

حاضرین مجلس! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ میں تمھیں گواہ بناتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی علی رضی اللہ عنہ سے چار سو درہم حق مہر کی بنیاد پر کی ہے اگر علی رضی اللہ عنہ راضی ہیں تو میں ان دونوں کے لیے برکت کی دعاء کرتا ہوں اللہ ان کے باہمی اتفاق واتحاد کو قائم ودائم رکھے ان دونوں سے عمدہ نسل معرض وجود میں آئے اور ان کی نسل کے پاس رحمت کی کنجیاں ہوں، حکمت

کے خزانے ہوں اور امن وسکون ہو، بس میں یہی کہنا چاہتا ہوں، اللہ مجھے اور آپ سب کو مغفرت میں لپیٹ لے۔

یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور انھوں نے بھری محفل میں کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قبول ہے، میں دلی طور پر خوش ہوں، پھر اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ شکرانے کے طور پر سجدہ ریز ہوگئے۔ جب انھوں نے اپنا سر اٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء دی:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا وَعَلَيْكُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا الْكَثِيْرَ الطَّيِّبَ))

"اللہ تم دونوں کے لیے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے تم دونوں کے خاندان کو سعادت نصیب کرے اور تم دونوں سے کثیر اور عمدہ اولاد معرض وجود میں لائے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ کھجوروں کا تھال لاؤ کھجوروں کا بھرا ہوا تھال پیش کر دیا گیا تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ کھجوریں کھائیں اور انھوں نے دونوں میاں بیوی کے لیے سعادت کی دعاء کی۔ [1]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور شادی کی برکت

شادی کے موقع پر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو جہیز میں جو سامان دیا گیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

① چارپائی۔
② چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔
③ نہانے کے لیے برتن۔
④ مشکیزہ۔
⑤ چھانی۔

[1] سنن النسائی (٦/ ٦٢)، مستدرك حاكم (٢/ ١٦٧)، مسند احمد (٥/ ٣٥٩)، طبقات ابن سعد (٨/ ١٩)، مجمع الزوائد (٩/ ٢٠٩) دلائل النبوة للبيهقى (٣/ ١٦٠)، اسدالغابة رقم (٧/ ٧٥)، البداية والنهاية (٣/ ٣٤٦)، السمط الثمين (ص: ١٧١، ١٧٣)، الصواعق المحرقة (ص: ١٤٢)۔

⑥ تولیہ۔

⑦ پیالہ۔

⑧ آٹا پیسنے کے لیے چکی۔

⑨ دو عدد مٹکے۔

یہ خواتین عالم کی سردار کا جہیز تھا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا سامان سے اپنے گھر کو سجایا تا کہ دختر رسول سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا استقبال شایان شان طریقے سے ہو اور انھیں یہ پتہ چلے کہ واقعی ان کے گھر زہد وتقوے کا غلبہ ہے۔ شب زفاف آئی بنو عبد المطلب، مہاجرین و انصار خوشی سے جھوم اٹھے۔ اس دن حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بطل جلیل سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے علی! دلہا کے لیے ضروری ہے کہ وہ ولیمے کا اہتمام کرے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس ایک مینڈھا ہے چند انصاری بھائیوں نے کچھ غلہ جمع کیا اس طرح ولیمے کا انتظام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میرا انتظار کرنا، ① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر گئے، اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹا پانی لاؤ۔ وہ اٹھی پانی کا پیالہ بھرا اور شرماتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا: ''میرے اور قریب آؤ'' ان کی آمد سے فضا میں خوشبو مہکنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے اور سر پر پانی کے چھینٹے مارے اور یہ دعاء کی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ))

''الٰہی! میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔''

پھر آپ نے دوبارہ پانی منگوایا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پانی کا پیالہ لائے آپ نے اس پر بھی اسی طرح پانی کے چھینٹے مارے اور یہ دعاء کی:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِیْهِمَا، وَبَارِكْ عَلَیْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِیْ شِبْلِهِمَا)) ②

''الٰہی ان دونوں میں برکت عطا کر اور ان دونوں پر برکت کی برکھا برسا اور دونوں کے لیے ان کی اولاد میں برکت عطا کرنا۔''

---

① الاصابۃ (۴/ ۳۶۶)۔

② مجمع الزوائد (۹/ ۲۰۹)، السمط الثمین (ص:۱۷۶، ۱۷۷)۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ دونوں سورتیں پڑھیں۔

اور ان دونوں کے لیے برکت کی دعاء کی۔ سیدنا حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ چوتھے دن اپنی بیٹی کے گھر آئے، حال احوال دریافت کیے۔ خوشگوار انداز میں باتیں کیں۔ دونوں میاں بیوی کو آپ نے اپنے مواعظ حسنہ سے نوازا، دونوں نے بڑے غور سے رسول اللہ ﷺ کی نصیحت آموز باتیں سنیں، آپ کی آمد سے گھر کے در و دیوار سے خوشیوں کی بہار کے پھول گرتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور قریب گھر

حوالہ جات کے نئے مراجع، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تھی اس وقت ان کا مکان نبی کریم ﷺ کے گھروں سے بہت دور تھا۔ رسول اللہ ﷺ فضائل و محاسن کے اعتبار سے بڑے بلند مقام پر فائز تھے، انھیں اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ پیار تھا، آپ ان کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔

آپ کو اپنی بیٹی سے زیادہ دیر تک جدائی دل پر گراں گزرتی، شادی کے بعد چونکہ ان کی رہائش کافی دور تھی، ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے گھر گئے اور آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیری رہائش میرے قریب آ جائے۔ انھوں نے شرماتے ہوئے اپنا سر جھکا لیا تو مسجد نبوی کے قریب حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر اس مقصد کے لیے خالی کر دیا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ تَحَوَّلَ حَارِثَةُ عَنَّا حَتّٰى قَدِ اسْتَحْيَيْتُ))

"حارثہ نے ہمارے لیے اتنے گھر بدلے کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔"

کیونکہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے مسجد نبوی کے قریب گھر چاہتے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رہائش مسجد نبوی کے قریب لانا چاہتے ہیں یہ میرے گھر آپ کے بالکل قریب ہیں۔ میں اور میرا سارا مال اللہ اور اس کے

---

[1] رجال مبشرون بالجنة۔

رسول ﷺ ہی کا ہے۔ اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! جو آپ مجھ سے لے لیتے ہیں وہ مجھے اس کی نسبت کہیں زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو آپ چھوڑ دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں، اللہ تجھے برکت دے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے حاصل کیے ہوئے گھر میں منتقل کر دیا جو آپ کے گھر سے متصل تھا۔ (1)

علامہ سمہودی اپنی کتاب وفاء الوفاء میں رقم طراز ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا گھر اس نشیبی جگہ پر واقع تھا جو اب روضہ رسول میں شامل ہو چکی ہے ان کے گھر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے درمیان ایک کھڑکی تھی جس میں ایک روشندان سا بنا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس روشندان سے جھانک کر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حالات معلوم کر لیا کرتے تھے۔ ایک دن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے دونوں بیٹے بیمار ہیں اگر آپ ہمارے لیے چراغ کا اہتمام کر دیں تو بہتر ہوگا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بازار گئے اور چراغ خرید لائے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے چراغ کو رات کے وقت روشن کرنا شروع کر دیا ایک رات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر چراغ پر پڑی تو آپس میں کچھ باتیں بھی ہوئیں باتوں میں قدرے تلخی بھی پیدا ہوئی صبح ہوئی تو سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اس روشندان کو بند کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بند کرا دیا۔

اس طرح سیدہ فاطمۃ الزہراء اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی رہائش کا انتظام نبی کریم ﷺ کے قریب کیا گیا۔ دونوں میاں بیوی نے اپنے گھر کا انتظام نبی کریم ﷺ کی اقتداء پر استوار کیا۔

دونوں میاں بیوی نہایت کفایت شعاری سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کو پیش نظر رکھتے ہوئے باہمی تعاون کی بنیاد پر گزارا کرتے تھے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور زہد وتقویٰ کی زندگی

جب رسول اللہ ﷺ خود امام المتقین اور امام الزاہدین تھے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دنیا بھر میں سب سے بڑھ کر زاہد و عابد خاتون تھیں، تنگ دستی اور فاقہ مستی کے باوجود ان کی زندگی سعادت اور خوش نصیبی کی زندگی تھی۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس دنیا کا ساز وسامان اور زیب و زینت ذرہ برابر بھی نہ تھی۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء

(1) طبقات ابن سعد (۸/ ۱۶۶)، السمط الثمین (ص: ۱۷۴، ۱۷۵)۔

رضی اللہ عنہا نے جان بوجھ کر اللہ اور اس کے رسول کی رضاء کو دنیاوی مال ومتاع پر فوقیت دی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا شعار اور مطمع نظر یہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ﴾

(النساء : ۴/ ۷۷)

''کہہ دیجیے کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت ہی بہتر ہے اس شخص کے لیے جس نے تقویٰ اختیار کیا۔''

اس لیے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے آخرت کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا اور اس کے لیے حسب استطاعت کوشش کی تاکہ وہ ان لوگوں میں شمار ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا ﴾ (الاسراء : ۱۷/ ۱۹)

''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی اس حال میں کہ وہ مؤمن ہے تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش قابل قدر ہے۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل کرتی ہوئی اللہ خالق سبحانہ و تعالیٰ کی رضاء تک پہنچانے والے راستے پر چلیں تاکہ انھیں وہ سب نعمتیں نصیب ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مؤمن و صابر عورتوں کے لیے سدا بہار جنت کی صورت میں تیار کر رکھی ہیں جس میں لہلہاتے ہوئے باغ بھی ہیں چشمے بھی اور عزت کی رہائش گاہیں بھی۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ زہد و تقویٰ کی بنیاد پر زندگی بسر کی اور معیشت کی تنگی ترشی کے باوجود صبر و تحمل سے زندگی بسر کی۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امام الزاہدین تھے ان کی نظر دینا میں اسی چیز پر ہوتی جو آخرت تک پہنچانے کا باعث بنے۔

وہ مالی اعتبار سے تنگ دست تھے لیکن زہد و تقویٰ سے مالا مال تھے وہ گھر کے لیے کوئی خادم نہ خرید سکتے تھے اور نہ ہی اجرت پر رکھ سکتے تھے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو گھر کا کام کاج خود نہ کرنا پڑے۔ اس لیے انھوں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر کے باہر کے کام وہ خود اپنے ذمے

لے لیں اور گھر کے اندرونی کام آٹا پیسنا، آٹا گوندنا اور روٹی تیار کرنا وغیرہ وہ خود کر لیا کریں گی۔ (1)

حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر ناگوار گزرتا کہ گھریلو کام کاج کی زیادتی نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو کمزور کر دیا ہے، آٹا پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے ہیں۔ ان کا جسم نحیف ہو چکا ہے لیکن ان کی یہ مجبوری تھی کہ ان کے پاس مالی وسائل نہیں تھے کہ گھریلو کام کاج کے لیے کوئی خادم رکھ لیں۔

ایک دن مدینہ منورہ میں کسی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد مال غنیمت اور غلام آئے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ کام کی زیادتی کی وجہ سے بہت کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ پانی ڈھوتے ڈھوتے آپ تھک چکی ہیں مجھے تمھاری یہ حالت دیکھ کر سینے میں جلن ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام بھیج دیئے ہیں آپ بھی جا کر ایک خادم کا مطالبہ کر دیں تاکہ وہ پانی لانے اور آٹا پیسنے میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: ہاں! آٹا پیسنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں پر نشان پڑ چکے ہیں۔ اس کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کے پاس گئیں، آپ نے اپنے ہاں بیٹی کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! سنائیے کیا حال ہے کیسے آنا ہوا؟

انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں سلام کرنے آئی تھی۔ شرم و حیاء کی وجہ سے کوئی سوال نہ کیا اور خالی ہاتھ واپس گھر چلی آئیں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: فاطمہ کیا بنا؟

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے سوال کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی تو میں بغیر کچھ کہے واپس چلی آئی۔

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ایک دوسرے کو دلاسہ دیتے ہوئے اور شرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، صورت حال سے آگاہ کرتے

---

(1) مجمع الزوائد (۹/ ۵۲)، صفة الصفوة (۲/ ۵۴)، تاریخ الاسلام للذهبی (عهد الخلفاء الراشدین ص ۹۲۱)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۲۵)، نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۶۵)، الاستیعاب (۴/ ۳۶۳)۔

ہوئے ایک خادم کا مطالبہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بڑے شفقت بھرے انداز میں فرمایا: دیکھئے اصحاب صفہ بے چارے کئی دنوں سے بھوکے ہیں، میں ان غلاموں کو بیچ کر ان کی قیمت اصحاب صفہ پر خرچ کروں گا دونوں خالی ہاتھ واپس چلے گئے لیکن دونوں کے دل مطمئن تھے اور یہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ان کا بولنا وحی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ جب بھی کوئی بات کرتے ہیں تو حق کی بات کرتے ہیں ابھی وہ گھر پہنچے ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ دونوں میاں بیوی آپ کے استقبال کے لیے اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: بیٹھے رہو۔ اور آپ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے سوال کیا تھا؟

دونوں نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے یہ کلمات سکھلائے ہیں کہ تم ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ کہا کرو، دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر اور جب سونے لگو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔ [1] یہ وظیفہ بتا کر رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی نے پوری زندگی اس وظیفے کو اپنا معمول بنائے رکھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور شفقت نبوی ﷺ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا شفقت نبوی کی خوشہ چین تھیں، انھوں نے اپنے ابا جان ﷺ سے شفقت کا فیض حاصل کر کے اسے اپنی عادت کا حصہ بنا لیا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی شفقت کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہوئیں اور اس شفقت اور محبت کا فیض حاصل کیا جو رسول اللہ ﷺ کے دل سے ظاہر ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ کی شفقت و محبت کے آگے سیدہ فاطمۃ

[1] صحیح البخاری کتاب الفقات باب عمل المداة فی ابیت زوجها رقم الحدیث (۵۳۶۱)، صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء باب التسبیح اول النهار و عند النوم رقم الحدیث (۲۷۲۷)، سنن الترمذی رقم الحدیث (۳۴۰۸) سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۲۹۸۸)، مسند احمد (۱/ ۸۰)، (۶/ ۹، ۱۰۷)، سنن الدارمی رقم الحدیث (۲۵۶۹)، المجمع الزوائد ا(۵/ ۲۱، ۲۲)، الاصابة (۴/ ۳۹۸)، السمط الثمین (ص:۱۷۸)، نساء مبشرات بالجنة ۲۰/ ۲۰۶۸۔

الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنی طبعی شفقت اور نرمی بھی قدرے سخت محسوس ہوتی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی نرم خوئی اور شفقت تو بے مثال تھی، اس کی تشبیہ تو کسی سے نہیں دی جا سکتی تھی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی میں شفقت کا انداز مختلف اوقات میں مختلف صورتوں میں سامنے آتا رہا۔ لیکن دونوں میاں بیوی کے باہمی تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے کبھی کبھار اگر ایک دوسرے سے کوئی شکوہ شکایت ہوتی تو وہ معمولی نوعیت کی ہوتی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی زندگی بھر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کے دل میں کتنا بڑا مقام و مرتبہ ہے، اس سعادت نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اس گھر میں اپنے پر پھیلائے رکھے جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش کو ختم کر دیا تھا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے نیک دل خاوند کے ساتھ سعادت کی زندگی بسر کی۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دختر رسول ﷺ سے شادی کر کے اپنے آپ کو خوش بخت سمجھتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں قدرے ناگوار اثرات محسوس ہوتے، انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس صورت حال سے رنجیدہ خاطر بھی ہوئیں۔ میاں بیوی کی باہمی رنجیدگی بھی بسا اوقات محبت کی علامت ہوا کرتی ہے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جا رہے تھے اور آپ کے مبارک چہرے پر غم کے آثار تھے اور جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر نکلے تو آپ کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گھر میں داخل ہونے سے پہلے غمگین دکھائی دے رہے تھے لیکن جب آپ گھر سے باہر نکل رہے تھے تو آپ بہت خوش تھے!!؟ آپ نے فرمایا: مجھے جو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں ان کے درمیان میں نے صلح کرائی ہے۔ [1]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا چونکہ بڑی حساس طبیعت کی مالک تھیں، معمولی بات بھی ان کے دل پر بہت زیادہ اثر کرتی، اس لیے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کسی بات پر

---

[1] طبقات ابن سعد (٨/ ٢٦)، نساء مبشرات بالجنة (٢/ ٧٦)، الاصابة (٣/ ٣٦٨)، السمط الثمين (ص:١٧٩)۔

گھریلو معاملات میں کبھی ترش لہجے میں بات کی تو وہ اس سے بہت زیادہ اثر لیتیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنی لاڈلی بیٹی کے چہرے کو دیکھ کر بھانپ لیتے اور انھیں لاڈ پیار سے سمجھاتے اور ان کے سامنے خاوند کی اہمیت کو اجاگر کرتے تو وہ مطمئن ہو جاتیں۔ جب ابوجہل کی بیٹی نے اسلام قبول کیا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کرنے کا عندیہ ظاہر کیا تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بہت ناگوار گزرا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر روتے ہوئے آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

مسند امام احمد، ترمذی اور مستدرک حاکم میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

((اِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِی یُؤْذِیْنِی مَا آذَاهَا وَیَنْصِبُنِی مَا اَنْصَبَهَا))

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے جو چیز اس کے لیے ناگوار ہوتی ہے وہ مجھے بھی ناگوار گزرتی ہے۔''[1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے صورت حال دیکھتے ہوئے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور تکریم کے پیش نظر کیا۔ حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کی محبت اور شفقت میسر رہی اور انھوں نے زندگی کے ہر مرحلے پر رسول اللہ ﷺ کی شفقت کی خوشبو کو محسوس کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے تو دونوں میاں بیوی ہنس رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر دونوں خاموش ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: کیوں کیا بات ہے میرے آنے سے پہلے تم دونوں ہنس رہے تھے مجھے دیکھتے ہی خاموش ہو گئے؟

---

[1] مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل فاطمة بنت النبی ﷺ حدیث (۲۴۴۹)، سنن الترمذی المناقب عن رسول الله ﷺ باب ماجاء فی فاطمة بنت محمد ﷺ حدث (۳۸۶۷)، سنن ابی داؤد حدیث (۲۰۷۱)، سنن ابن ماجه حدیث (۱۹۹۸)، مسند احمد (۴/ ۳۲۸)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۱۹)، درالسحابة (ص:۲۷۴)۔

انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی آمد سے پہلے ہمارے درمیان یہ بحث ہو رہی تھی کہ ہم دونوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو کون زیادہ پیارا ہے؟

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تیری نسبت مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔

جبکہ میں کہتی ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو تجھ سے زیادہ پیاری ہوں۔

رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا: بیٹی تم اپنے باپ کی لاڈلی ہو اور علی مجھے تجھ سے زیادہ عزیز ہے۔ ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کو زیادہ پیارا ہوں یا فاطمہ؟

آپ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور آپ مجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عزیز ہیں۔ [1]

المعجم الکبیر طبرانی میں ابن جریج کے حوالے سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے بیشتر احباب نے بتایا کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور آپ کو سب سے زیادہ پیاری تھیں، [2] سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا:

((فِدَاكِ اَبِیْ وَاُمِّیْ)) [3]

"تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔"

یہ نبوی شفقت ایک ایسا سرچشمہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا اور یہ شفقت اور محبت اپنے ابا جان کی طرف سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ساری عمر میسر رہی۔

نبی کریم ﷺ کا یہ وصف اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۲۸)

"اور (آپ) مؤمنوں کے ساتھ شفیق و مہربان ہیں۔"

---

[1] مجمع الزوائد (۹/ ۲۰۵)۔

[2] مجمع الزوائد (۹/ ۱۱)، درالسحابة (ص:۲۷۸)۔

[3] درالسحابة (ص:۲۷۹)۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی

جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امام الزاہدین اور ہر خوبی میں سید العالمین تھے تو بلا شک و شبہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی انھیں کے نقش قدم پر چلیں اور عمدہ فضائل کو حاصل کرنے میں ان کی خوشہ چینی اور تمام معاملات میں ان کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی متمنی رہیں۔ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضاء سے بڑھ کر بھی کوئی چیز عزیز ہوسکتی ہے؟ کا ے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے بڑھ کر بھی کوئی چیز افضل و برتر ہوسکتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء: ۴/ ۸۰)

''جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے دل میں شدید تمنا رکھتی تھیں کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی رضاء حاصل کی جائے تاکہ وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہر وقت یہی پیش نظر رہتا کہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو مستند تاریخی کتابوں میں مذکور ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو کس طرح دلی طور پر چاہتی تھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر سے واپس آتے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے اور دیر تک ان کے پاس رہتے۔ ایک مرتبہ آپ سفر پر روانہ ہوئے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے چاندی کے دو کڑے، گلے کا ہار اور دو بالیاں بنوا لیں اور گھر کے دروازے پر پردہ لٹکا لیا۔ یہ اقدام اپنے ابا جان اور خاوند کے اعزاز میں کیا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے آپ کے ہمراہ جو صحابہ کرام تھے وہ دروازے پر ٹھہر گئے انھیں سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہاں کھڑے رہیں یا واپس چلے جائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سیدہ فاطمۃ الزہراء کے پاس ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر آئے تو آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے اور منبر پر وعظ کے لیے بیٹھ گئے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کڑے، ہار، بالیاں اور دروازے کا پردہ دیکھ کر ناراض ہوئے ہیں، انھوں نے کڑے، ہار اور بالیاں اتاریں دروازے سے پردہ

اتارا اور یہ ساری چیزیں کسی کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیں اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی بھیجا کہ یہ سب چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔

یہ چیزیں دیکھ کر اور پیغام سن کر تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا:

''یہ میری بیٹی کا کارنامہ ہے اس کا باپ اس پر قربان ہو۔'' یہ دنیا محمد اور آل محمد صلی اللہ ﷺ کے لیے نہیں ہے۔ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکھی کے پر جتنی بھی ہوتی تو کافر کو دنیا میں پینے کے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔''

سبحان اللہ! محبت اس کو کہتے ہیں۔ اطاعت ایسی ہوتی ہے۔

میرے پیارے قابل احترام قاری! کیا آپ نے دیکھ لیا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کے لیے کیا عمدہ کردار ادا کیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیگر خواتین کی طرح زیورات کا کوئی شوق نہ تھا اور نہ انھیں دنیا کی زیب و زینت سے کوئی دلچسپی تھی، وہ دنیاوی چیزیں بقدر ضرورت استعمال کیا کرتی تھیں، وہ اس سلسلے میں اپنے ابا جان رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتی تھیں، جن کی یہ دعا تھی:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ کَفَافاً))

''الٰہی! آل محمد کو بقدرِ ضرورت رزق عطا کر۔''

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تقویٰ کے حوالے سے اپنے دور کی خواتین سے سبقت لیے ہوئے تھیں، ان کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کا حصول تھا۔

ایک دفعہ ایسے ہوا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو سونے کی زنجیر بطور تحفہ دی جو انھوں نے گلے میں پہن لی۔ لیکن مستقل اسے پہننے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی رضامندی حاصل کرنا بہت ضروری تھا کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رضامندی اور خوشنودی سب سے زیادہ مقدم تھی۔

نسائی میں رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہبیرہ کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ہاتھ میں بڑی بڑی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ دیکھ کر ناگوار گزرا تو اس نے اس کا تذکرہ شکوے کے انداز میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ یہ بات سنتے ہی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے گلے سے سونے کی

زنجیر اتار کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور ان کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر دیکھ کر ناگواری کا اظہار کیا اور آپ بیٹھے بغیر گھر سے چلے گئے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اسی وقت وہ زنجیر بازار میں فروخت کرنے کے لیے بھیج دی اور اس کی قیمت سے ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا، آپ کو یہ بات بیان کی گئی تو فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَنْجٰی فَاطِمَۃَ مِنَ النَّارِ))

''شکر ہے اس اللہ کا جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی۔''[1]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاء حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور اس میں انھیں عہد نبوت میں انفرادیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نادر خوبی کی بنا پر وہ خواتین عالم کی سردار کہلائیں اور انھیں یہ بلند مرتبہ انہی خوبیوں کی وجہ سے ملا جو اللہ علیم وخبیر نے انھیں عطا کی تھیں اور انھیں ممتاز خوبیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے لاڈ پیار کیا کرتے تھے بلکہ اہل بیت کی سب خواتین سے زیادہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پیار تھا اور اہل بیت کے سب مردوں سے زیادہ آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پیار کرتے تھے۔ اہل بیت کے مرد و خواتین کی تعداد تو بہت تھی لیکن آپ ان دونوں کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔

امام ترمذی نے اپنی کتاب میں عبداللہ بن عطا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

((کَانَ اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاطِمَۃُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِیٌّ یَعْنِیْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ))

''اہل بیت کی خواتین میں سب سے زیادہ رسول ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے لاڈ پیار کرتے تھے اور مردوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پیار تھا۔''[1]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور جہاد کی فضیلت

جب ایک ریسرچ سکالر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت پر نگاہ ڈالتا ہے تو اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کی تمام خواتین میں ہر پہلو کے لحاظ سے ممتاز دکھائی دیتی ہیں۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینۃ باب کراھیۃ للنساء رقم الحدیث (۵۱۴۰)، مسند احمد (۵/ ۲۷۸)، مستدرك حاکم (۳/ ۱۵۲، ۱۵۳)۔

جب میں نے ان کی خوشبودار سیرت کے زیر سایہ چلنا شروع کیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ میدان ہائے جہاد میں بھی بڑے بلند مقام پر فائز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمان خاتون کو میدان جہاد کی طرف نکلنے کی اجازت اس لیے دی کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے بیماروں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا فریضہ سر انجام دے سکیں اور اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں مجاہدین کے حوصلے بلند کرنے کی خدمات سر انجام دے سکے اور اس لیے بھی مسلمان خاتون کو میدان ہائے جہاد کی طرف جانے کی اجازت دی گئی کہ مجاہدین کے لیے کھانے پینے کا انتظام کر سکیں۔

اسی لیے مسلم خواتین اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگوں میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ایمانی پلیٹ فارم پر کامیاب زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ جہاد کے پلیٹ فارم پر بھی نمایاں کردار ادا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

غزوہ احد میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان اور اپنے خاوند کے ہمراہ شریک ہوئی تھیں۔ ابھی شادی کو ایک سال نہیں ہوا تھا کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی ۲ ہجری میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی تھی اور غزوہ احد ۳ ہجری کو وقوع پذیر ہوا تھا۔

میدان احد میں دونوں لشکر آپس میں نبرد آزما ہوئے مسلمانوں کے دل توحید سے دھڑک رہے تھے جبکہ مشرکین کے دل مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینے سے بھرے ہوئے تھے، اس لیے کہ انھوں نے مشرکین کو گزشتہ سال میدان بدر میں عبرت ناک شکست سے دوچار کیا تھا۔

میدان کارزار میں زور کا رن پڑا، ابتدا میں جنگ کا پلڑا مسلمانوں کے حق میں بھاری رہا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مشرکین کی صفوں میں گھس کر ان کے بہادر لڑاکوں کے پرخچے اڑانے لگے اور ان کے شہسواروں کے سر قلم کرتے ہوئے بآواز بلند جنگ کا کوڈ اَمِتْ اَمِتْ استعمال کر رہے تھے لیکن جنگ کی صورت حال اس وقت بدل گئی جبکہ درے میں موجود تیر اندازوں نے درے کو چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اس موقع کو غنیمت

---

① تحفۃ الاحوذی (۱۰/ ۳۷۰، ۳۷۱)، رقم الحدیث (۳۹۶۰)۔

جانتے ہوئے مشرکین مسلمانوں پر پل پڑے اور انھیں تہہ تیغ کرنے لگے، مسلمانوں کے لیے صورت حال بڑی نازک ہوگئی، بہت سے مجاہد اس دوران جام شہادت نوش کر گئے، فتح شکست میں تبدیل ہوتی دکھائی دینے لگی، مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن اس نازک ترین موقع پر مجاہدین کی ایک جماعت نے دیوانہ وار مقابلہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے میں انتہائی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ اس دوران ایک بہادر خاتون نسیبہ بنت کعب مازنیہ رضی اللہ عنہا میدان جنگ میں ظاہر ہوئیں اور انھوں نے مشرکین کے پرخچے اڑا دیئے۔ ①

دوران جنگ چار قریشی جوانوں نے باہمی طور یہ معاہدہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرکے دم لیں گے اور یہ چاروں بدبخت یہ تھے:

① عبداللہ بن شہاب زہری۔ ② عتبۃ بن ابی وقاص زہری۔
③ عمرو بن قمئہ۔ ④ ابی بن خلف۔

جب لڑائی اپنے پورے جوبن پر تھی تو یہ اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لیے میدان میں اترے۔ عبداللہ بن شہاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی کو زخمی کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ کے چہرہ مبارک سے خون بہہ رہا تھا۔

عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کے نچلے ہونٹ پر زخم لگایا اور آپ کے اگلے دانت شہید کر دیئے۔

عمرو بن قمئہ نے آپ کے رخسار پر زخم لگایا اور آپ کے کندھے پر تلوار کا وار کیا۔ رسول اللہ ﷺ پورا مہینہ اس درد کو محسوس کرتے رہے۔

ابی بن خلف نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا تو وہ بآواز بلند یہ کہہ رہا تھا کہ اب میرے نشانے سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نیزہ سے اس کی گردن پر وار کیا جس کی وجہ سے وہ چنگھاڑتا ہوا گھوڑے سے نیچے آ گرا اور اس زخم کی تاب نہ لاتا ہوئے مکے کی طرف جاتے ہوئے راستے میں جہنم واصل ہوا۔ ②

جنگ احد اپنے اختتام کو پہنچی، رسول اللہ ﷺ کا جسم اور چہرہ زخمی تھا، آپ کے چہرہ مبارک سے خون بہہ رہا تھا، اس دوران سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لے کر

---

① نساء مبشرات بالجنة (١/ ٩١، ١٢٦)۔

② رجال مبشرون بالجنة (٢/ ٢٧، ٢٨)۔

آئے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو دھونے لگے۔

اس مشکل گھڑی میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے قابل رشک خدمات سرانجام دیں۔
امام بیہقی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جنگ احد میں مہاجر اور انصار خواتین میدان جہاد کی طرف روانہ ہوئیں انھوں نے کھانا اور پانی اپنے ساتھ لیا ہوا تھا۔ جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نگاہ اپنے ابا جان پر پڑی کہ وہ زخمی ہیں تو وہ دوڑ کر انھیں چمٹ گئیں اور آپ کے چہرے سے خون صاف کرنے لگیں۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ یہ فرمار ہے تھے:

((اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ))

''اللہ کا غضب ہوا اس قوم پر جس نے اللہ کے رسول کا چہرہ زخمی کر دیا۔'' ①

امام بخاری نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے، آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے، آپ کے سر میں خود دھنس گئی۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خون کو دھو رہی تھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال سے پانی بہا رہے تھے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی بہانے سے خون رکنے کی بجائے اور زیادہ نکل رہا ہے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کپڑے کی ایک ٹاکی کو آگ لگائی جب وہ جل کر راکھ ہوگئی تو اسے زخم پر لگا دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔ ②

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان احد سے واپس پلٹے وہاں اللہ کے شیر سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو دفن کیا اور ان کے ساتھ ان شہسواران اسلام کو بھی دفن کیا جنھوں نے میدان احد میں جام شہادت نوش کر لیا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں اپنے ابا جان کی دیکھ بھال کرنے لگیں، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے زخم ٹھیک ہو گئے۔

---

① دلائل النبوة للبيهقي (٣/ ٢٨٣)۔

② صحيح البخاري كتاب المغازي باب ما اصاب النبي ﷺ من الجراح يوم احد رقم الحديث (٤٠٧٥)، صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير باب غزوة احد رقم الحديث (١٧٩٠)، سنن الترمذي رقم الحديث (٢٠٨٥)، سنن ابن ماجه رقم الحديث (٣٤٦٥)، مسند احمد رقم الحديث (٢١٧٦٣)۔

مدینہ منورہ میں دن گزرنے لگے رسول اللہ ﷺ یکے بعد دیگرے جنگوں میں شریک ہوتے رہے اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بھی غزوات میں بڑا نمایاں اور بھرپور کردار ادا کیا، غزوہ خندق میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے دیگر مسلمان خواتین کے ساتھ مل کر بڑی اہم عسکری خدمات انجام دیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فتح نصیب کی اور دشمن کے تمام گروہ بری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے لشکر بھیج دیئے، اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوئے، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر انتہائی دلی مسرت کا اظہار کیا۔

۷ ہجری میں ایک اعلان ہوا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنے ابا جان اور اپنے خاوند کے ہمراہ روانہ ہوئیں، خیبر کے قلعے فتح ہوئے، اللہ کے لشکروں کے سامنے ان قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی گئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو مال غنیمت سے مالا مال کر دیا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غزوہ خیبر کے مال غنیمت میں ۸۵ وسق گندم مال غنیمت میں سے ملی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا میدان ہائے جہاد میں تمام صحابیات طیبات میں ممتاز مقام پر فائز دکھائی دیتی ہیں۔ انھوں نے پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ساتھ وفاداری میں گزار دی۔

غزوہ فتح مکہ کے موقع پر تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی وفاداری کی انتہا کر دی۔ ہوا یہ کہ فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان بن صخر بن حرب مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کی توثیق کے لیے مدینہ منورہ پہنچا، اس کے حلیفوں نے معاہدہ توڑ دیا تھا، مدینہ منورہ میں کسی نے بھی ابوسفیان کو کوئی اہمیت نہ دی یہاں تک کہ اس کی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کی آمد پر رسول اللہ ﷺ کا بستر لپیٹ لیا تھا اور اپنے باپ کا خندہ پیشانی سے استقبال نہیں کیا تھا۔ انھوں نے اس انداز سے اپنے باپ کا استقبال کیا جیسے دل بجھا ہوا ہو اور طبیعت پر ناگوار اثرات ہوں۔ انھوں نے اپنے باپ کی آمد پر کسی گرم جوشی اور شوق کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ وہ ابھی تک اپنے شرک پر قائم تھا وہ اپنی بیٹی کے گھر سے غضب ناک حالت میں نکلا اس نے امید کی کہ شاید ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گرم جوشی سے اس کا استقبال کریں گے اور معاہدے میں توسیع کا وعدہ لے دیں گے لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف الفاظ میں یہ کہا

کہ میں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے تابع ہوں اور سرمو بھی آپ کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتا اور یہی جواب سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما نے دیا کہ ہم لمحہ بھر کے لیے بھی حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ذرہ برابر بھی کسی اقدام کا سوچ بھی نہیں سکتے ہم اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بات کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے۔

یہ جواب سن کر ابوسفیان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اب کیا کرے اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جانا چاہیے شاید وہ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکیں کیونکہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بڑے بہادر شہسوار ہیں ممکن وہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کر سکیں۔ یہ سوچ کر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور وہاں ان کے پاس ہی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما ابھی بچے تھے جو اپنے ماں باپ کے سامنے کھیل رہے تھے۔ ابوسفیان نے بڑے پرامید لہجے میں کہا:

علی! آپ میرے حق میں ساری قوم سے بڑھ کر ہمدرد ہیں، میں ایک کام کی غرض سے آیا ہوں، مجھے امید ہے کہ آپ میرا ضرور تعاون کریں گے اور مجھے ناکام واپس نہیں کریں گے، آپ میرے حق میں سیدنا محمد ﷺ سے سفارش کر دیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر کہا:

ابوسفیان! مجھے افسوس ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حوالے سے بڑا پختہ ارادہ رکھتے ہیں، ہم اس سلسلے میں آپ سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔ یہ جواب سن کر ابوسفیان کو اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہونے لگی، اس نے یہ محسوس کیا کہ ایک زہر آلود خنجر اس کے دل میں پیوست ہو گیا ہے۔

اس نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑی لجاجت سے کہا: اے دختر رسول ﷺ! آپ ہی میری مدد کریں مجھے پناہ دے دیں۔ انھوں نے کہا: میں ایک خاتون ہوں، میں بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں؟ میں معذرت چاہتی ہوں۔

ابوسفیان نے کہا: آپ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی تو اپنے خاوند ابو العاص رضی اللہ عنہ کو پناہ دے دی تھی اور آپ کے ابا جان نے اس پناہ کو قبول کر لیا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے، میں اس سلسلے میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔

ابوسفیان سمجھ گیا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ سے پناہ نہیں دینا چاہتیں۔ ابوسفیان نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اس نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنے حسن رضی اللہ عنہ سے کہہ دیں کہ وہی مجھے پناہ دے دے، یہ بچہ آگے چل کر سرزمین عرب کا سردار بننے والا ہے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے صاف الفاظ میں کہا: ابھی میرا بیٹا اس عمر کو نہیں پہنچا کہ یہ کسی کو پناہ دے سکے، ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف یہاں آپ کو کوئی بھی مسلمان پناہ نہیں دے گا اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ ابو سفیان کبیدہ خاطر ہو کر واپس چلا گیا، اسے اپنی منشاء کے مطابق کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی، اس کے بعد مکہ فتح ہوا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان کے غسل کرنے کا اہتمام کیا، آپ نے غسل کرنے کے بعد آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ فتح مکہ کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ واپس ہوئیں اور وہاں اپنے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں خوش وخرم زندگی بسر کرنے لگیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور پاکیزہ اولاد

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء کی تھی:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ فِيْ نَسْلِهِمَا))

"الٰہی ان دونوں میں برکت عطا کر ان دونوں پر برکت نچھاور کر اور ان دونوں کی نسل میں برکت عطا کر۔"

دن گزرنے لگے سیدہ فاطمۃ الزہراء اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما دونوں میاں بیوی خوشگوار زندگی بسر کرنے لگے، دونوں کے دل خوش تھے کہ ان کے ہاں ایک بچہ جنم لینے والا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بہت خیال رکھتے تھے، اس چھوٹے اور سادہ سے گھر میں خوشیوں کی بہار نازل ہونے والی تھی دونوں کے دلوں میں یہ امنگ تھی کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ اولاد سے نوازے۔

۳ ہجری شعبان کا مہینہ شروع ہوا، ولادت کا دن قریب آیا، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے رب کے حضور دعاء کی کہ وہ رفیقہ حیات کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے، وہ ابھی اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مصروف تھے کہ گھر کے آنگن میں نومولود کے رونے کی آواز آئی تو کسی نے باآواز بلند کہا: مبارک ہو بیٹا پیدا ہوا ہے! یہ خوشی کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی کہ بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹے نے جنم لیا ہے تو آپ تشریف لائے، بیٹے کو ایک زرد رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ بچے کو زرد رنگ کے کپڑے میں نہ لپیٹنا بلکہ سفید کپڑے میں لپیٹنا۔

تو اہل خانہ نومولود کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے پاس لائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوئے۔

ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا، سر کے بال اتروائے اور بالوں کے برابر وزن میں چاندی صدقہ میں دی۔ ①

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تاکہ نومولود کو دیکھ سکیں۔

دلائل النبوہ بیہقی میں مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، اس کا تم نے نام کیا رکھا ہے؟

انھوں نے بتایا کہ ہم نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں اس کا نام ''حسن'' ہے۔ ②

---

① دلائل النبوة للبيهقى (۳/ ۱۶۱)، مسند احمد (۱/ ۹۸، ۱۱۸)، مستدرك حاكم (۳/ ۱۶۵، ۱۶۸)، مجمع الزوائد (۸/ ۵۲)، ابن حبان رقم الحديث (۲۲۲۷)۔

② سنن الترمذى كتاب الاضاحى عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم باب العقيقة بشاة رقم الحديث (۱۵۱۹)، موطا امام مالك رقم الحديث (۹۴۶)، مسند احمد (۶/ ۳۹۰، ۳۹۲)، مجمع الزوائد (۴/ ۵۷)، نسائى (۷/ ۱۶۵، ۱۶۶)، تحفة المودود لا بن قيم الجوزية (ص: ۹۷، ۹۹)۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیٹے کی ولادت پر بہت زیادہ خوش ہوئے ان کا دل خوشی سے معمور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پاکیزہ اولاد سے نوازا ہے۔ وفور مسرت کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے اور یہ دعاء کرنے لگے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُعِیذُهٗ بِكَ وَوَلَدَهٗ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ))

''الٰہی!...... اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔''

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے رب کے حضور گڑگڑاتے ہوئے دعاء کرنے لگے جس طرح اس سے پہلے سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعاء کرتے ہوئے کہا تھا:

﴿ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ ﴾ (مریم۔۱۹/ ۵)

''اے میرے پروردگار! اسے پسندیدہ بنا دے۔''

ایک شاعر نے تعریف کرتے ہوئے اور مبارک باد دیتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

هُنِّئْتَ بِالْوَلَدِ السَّعِیْدِ فَقَدْ اَتٰی
وَفْقَ الْمُرَادِ وَاَنْتَ وَفْقَ مُرَادِهٖ
اَللّٰهُ یُبْقِیْهِ وَیُبْقِیْكُمْ لَهٗ
حَتّٰی تَرَی الْاَوْلَادَ فِیْ اَوْلَادِهٖ

''تجھے نیک بخت بیٹے کی مبارک ہو، وہ تیری مراد کے مطابق ہوا اور تو اس کی مراد کے مطابق ہے، اللہ اسے باقی رکھے اور تمہیں اس کے لیے باقی رکھے، یہاں تک کہ تم اس کی اولاد کی اولاد کو دیکھ سکو۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر بہت زیادہ خوش تھیں اور وہ اپنے آپ کو بڑی سعادت مند سمجھتی تھیں:

العقد الفرید میں مذکور ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو لوری دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا کرتی تھیں:

وَبَأَبِیْ شِبْهُ النَّبِیّ
غَیْرُ شَبِیْهٍ بِعَلِیّ

''ہائے رے میرے باپ! یہ نبی کا ہم شکل ہے یہ علی کا ہم شکل نہیں۔'' ①

۴ ہجری میں جب ماہ شعبان شروع ہوا تو شعبان کی پانچ تاریخ کو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں دوسرے بیٹے نے جنم لیا، ماں باپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت خوش ہوئے اور اس کا نام ''حسین'' رکھا۔ اس کا بھی بڑے بھائی کی طرح عقیقہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دائیں کان میں اذان دی۔ ②

پھر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں ۵ ہجری کو زینب بیٹی نے جنم لیا اور ۷ ہجری کو دوسری بیٹی ام کلثوم نے جنم لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ بے انتہا محبت کیا کرتے تھے۔ ترمذی میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے: میرے بیٹوں کو لائیں۔ وہ جب انھیں پیش کر دیتیں تو آپ انھیں اپنی گود میں لے کر چومتے۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کندھے پر اٹھا لیتے اور یہ فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ))

''الٰہی!...... میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔'' ③

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں نواسے میرے لیے دنیا کے دو خوشبو دار پھول ہیں۔

دونوں چھوٹے بھائی سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایک دن کھیل رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے کو پچھاڑ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین سے کہا: حسین جلدی کرو!!

---

① مسند احمد (۶/ ۲۸۳)۔

② سنن الترمذی کتاب الاضاحی باب الاذان فی ازن المولود رقم الحدیث (۱۵۱۴)، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الصبی یولد فیوذن فی ادنه رقم الحدیث (۵۱۰۵)، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث (۷۹۸۶)۔

③ صحیح البخاری کتاب اللباس باب السخاب للصبیان رقم الحدیث (۵۸۸۴)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل الحسن والحسین رقم الحدیث (۲۴۲۱)، ابن ماجه رقم الحدیث (۱۴۲)، مسند احمد رقم الحدیث (۷۰۹۱)۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس طرح کیوں کہہ رہے کہ حسین جلد کرو؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے اس طرح کہا تھا۔ [1]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ اولاد سے بھی نواز رکھا تھا اور اہل بیت کی خواتین میں یہ انھیں امتیاز حاصل تھا۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لیے اذان دیا کرتے تھے، ان کی آواز میں مٹھاس ہوتی تھی، ان کی اذان اہل ایمان کے دلوں میں خالق کائنات سے ملاقات کا شوق پیدا کرنے کا باعث بنتی تھی۔ ایک دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے پر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا:

نماز، نماز، نماز!!

اے اہل خانہ! السلام علیکم

اے اہل بیت! اللہ تمھیں اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اہل اسلام کو کھڑے نماز پڑھا رہے تھے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آئے، آپ جب سجدے میں گئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ چونکہ ابھی بچے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ آپ آہستہ سے اٹھے تا کہ انھیں چوٹ نہ لگ جائے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو انھیں اپنی گود میں بٹھا لیا، انھوں نے اپنے ہاتھ معصومانہ انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک میں داخل کر دیئے، آپ انھیں پیار سے اپنے سینے سے چمٹا رہے تھے اور انھیں شفقت بھرے انداز میں چوم رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ))

”الٰہی! میں اس سے پیار کرتا ہوں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ محبت کا والہانہ انداز دیکھا تو عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جتنا ان سے پیار کرتے ہیں کسی اور سے پیار نہیں کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ هٰذَا رَیْحَانِیْ مِنَ الدُّنْیَا وَاِنَّ هٰذَا ابْنِیْ سَیِّدٌ وَعَسَى اللّٰهُ اَنْ

---

[1] الاصابة (۱/ ۳۳۲)۔

يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ)) ①

''یہ میری دنیا کی خوشبو ہے، یہ میرا بیٹا سردار ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔''

نبی کریم ﷺ اٹھے اور حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: بیٹے! بہت عمدہ سواری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوار بھی تو بہت عمدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ وقتاً فوقتاً نواسوں کو اہمیت دیتے ہوئے بیٹی کے گھر سو جایا کرتے تھے۔

ایک رات سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا رسول اللہ ﷺ اٹھے گھڑے کے پاس گئے پیالہ پانی سے بھرا تو اسے حسین رضی اللہ عنہ نے پکڑنا چاہا آپ نے اسے روک دیا اور پانی کا پیالہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! آپ کو حسن سے بڑا پیار ہے؟ آپ نے فرمایا: بیٹی! پہلے اس نے پانی مانگا تھا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ دونوں نواسوں سے بہت زیادہ لاڈ پیار کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں میرے لیے دنیا کے دو خوشبودار پھول ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ان دونوں شہزادوں کو منبر سے اتر کر پیار بھرے انداز میں اپنے پہلو میں کھڑا کر لیا کرتے تھے۔

ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ کر رہے تھے کہ دونوں نواسے سرخ رنگ کی قمیص پہنے لڑکھڑاتے ہوئے چلے آ رہے تھے آپ منبر سے اترے دونوں کو گود میں لیا اور دوبارہ منبر پر چڑھ کر دونوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (التغابن: ۶۴/ ۱۵)

''بے شک تمھارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔''

---

① صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما رقم الحدیث (۳۷۴۶)، سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما رقم الحدیث (۳۷۷۳)، نسائی رقم الحدیث (۱۴۱۰)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۴۶۶۲)، مسند احمد (۵/ ۳۸، ۴۴)۔

دیکھئے جب میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ لڑکھڑاتے ہوئے میری طرف بڑھ رہے ہیں مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اپنی بات کو منقطع کیا منبر سے اترا اور ان کو اپنی گود میں لے لیا۔ ①

جامع ترمذی، مسند امام احمد اور مسند ابی یعلی میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِهَا اِلاَّ مَا كَانَ لِمَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ))

''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی سردار ہیں مگر مریم بنت عمران کا مرتبہ و مقام اپنا ہے۔'' ②

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور قرآن

قرآن کریم میں بعض مقامات پر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خانہ نبوی کے بچوں کا مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش کو دور کر دیا اور انھیں اچھی طرح پاک کر دیا۔ سورہ آل عمران میں نجران کے وفد کے حوالے سے جو مباہلہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے ضمن میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کے بچوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نجران ایک پرانا شہر ہے جو جزیرۃ العرب کے جنوب میں یمن کی حدود پر واقعہ ہے۔ یہ بستی مکہ مکرمہ سے سات مرحلوں پر واقع ہے اور تیز رفتار سوار ایک دن میں وہاں پہنچ سکتا ہے جبکہ مدینہ منورہ سے دور ہے اور نجران تقریباً سو بستیوں کا مرکزی شہر ہے، اسی علاقے کی ایک بستی میں اصحاب الاخدود کا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر سورۃ البروج میں کیا گیا ہے۔

۹ ہجری میں ساٹھ افراد پر مشتمل ایک وفد نجران سے مدینہ منورہ آیا۔

اس وفد میں چودہ یا چوبیس علاقے کے سردار تھے جن میں سے تین ایسے سردار تھے جن

---

① سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب الامام یقطع الخطبۃ رقم الحدیث (۱۱۰۹)، سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما رقم الحدیث (۳۷۷۴)، نسائی رقم الحدیث (۱۴۱۳)، ابن ماجه رقم الحدیث (۳۶۰۰)، مسند احمد (۵/ ۳۵۴)، ابن حبان رقم الحدیث (۱۲۳۱)۔

② درالسحابة (ص:۲۷۷)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۰۱)۔

کی قیادت کا سکہ پورے علاقے میں چلتا تھا اور وہ تین یہ تھے:

① ان میں سے ایک کا لقب عاقب اور نام عبدالمسیح تھا اس کے تحت حکومت وامارت تھی۔

② دوسرے کا لقب السید اور نام ایہم یا شرحبیل تھا اور یہ سیاسی امور کا نگران تھا۔

③ تیسرا پادری تھا دینی قیادت اس کے ہاتھ میں تھی اور نام ابوحارثہ بن علقمہ تھا۔

یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا رسول اللہ ﷺ سے ملا باہمی سوال و جواب کا سلسلہ ہوا پھر آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی، انھیں قرآن پڑھ کر سنایا لیکن انھوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ انھوں نے آپ سے یہ پوچھا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ اس دن خاموش رہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ○ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○﴾ (آل عمران ۳/ ۵۹۔ ۶۱)

”اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدمؑ کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ اصل حقیقت ہے جو تمھارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں۔ یہ علم آ جانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے نبی! اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اپنی عورتوں کو بھی بلا لائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور اللہ سے دعاء کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس آیت کریمہ کی روشنی میں سیدنا عیسی علیہ السلام کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر انھیں اس پر غور وخوض کرنے کے لیے موقع دیا تاکہ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں اور باہمی مشورہ بھی کر لیں لیکن انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ماننے کا اقرار نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ نے نجرانیوں کے سامنے جو اسلام کی دعوت پیش کی تھی اسے

ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے انھیں مباہلہ کرنے کا چیلنج کیا پھر آپ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ آپ کے پیچھے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی روانہ ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں نواسوں اور ان کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جب میں دعاء کروں تو تم آمین کہنا۔

وفد کے پادری نے جب یہ منظر دیکھا تو ان سے کہا: مجھے ایسے چہرے دکھائی دے رہے ہیں کہ اگر یہ دعاء کر دیں کہ پہاڑ جگہ سے ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاء کو قبول کرتے ہوئے اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا۔

نجرانی وفد نے باہمی مشورہ کیا۔ وفد کے دونوں سرداروں عاقب اور سید نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ اگر یہ سچے نبی ہوئے اور اس نے ہمیں بددعاء دے دی تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور روئے زمین پر ہمارا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ انھوں نے باہمی مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت برحق ہے، ان کے حکم کو تسلیم کر لینا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ انھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے جو آپ ہم پر تاوان لگائیں وہ ہم ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جزیے کی بنیاد پر ان کی تجویز قبول کر لی وہ اس طرح کہ ایک ہزار دینار ماہ رجب میں ادا کریں گے اور ایک ہزار ماہ صفر میں ادا کیا کریں گے اور ساتھ اتنی ہی مقدار میں اوقیے غلہ بھی ادا کرنا ہو گا اور انھیں اس معاہدے پر اللہ اور رسول ﷺ کی ضمانت دی گئی اور انھیں مکمل آزادی دے دی گئی کہ جس طرح ان کا جی چاہے اپنے نظریے کے مطابق زندگی بسر کریں اور انھیں اس معاہدے کی ایک دستاویز لکھ کر دے دی گئی۔ انھوں نے آپ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ جزیہ وصول کرنے کے لیے ہمارے ساتھ ایک دیانتدار شخص کو بھیج دیا جائے تو آپ ﷺ نے سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا تا کہ وہ اپنی نگرانی میں ان سے مال وصول کرے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر کے لیے گھر سے روانہ ہوتے تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

---

[1] زاد المعاد (۳/ ۶۲۹، ۶۳۷)، فتح الباری (۷/ ۱۱۶، ۱۱۸)۔

کے دروازے پر پہنچ کر یہ ارشاد فرماتے: گھر والو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرماتے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۳)

"اے اہل بیت! اللہ تم سے آلودگی کو دور کر دینا چاہتا ہے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں بھی واضح طور پر اشارہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طرف ہے۔

مسلم، مستدرک حاکم اور تفسیر طبری وغیرہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن، حسین اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم پر چادر ڈال کر فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَخَاصَّتِيْ اَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا)) [1]

"الٰہی! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں ان سے آلودگی دور کر دے اور انھیں اچھی طرح پاک کر دے۔"

سورۂ احزاب میں ازواج مطہرات، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی دیگر بہنوں کا تذکرہ اس انداز میں کیا گیا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ (الاحزاب: ۳۳/ ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

---

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث (۲۴۲۴)، مستدرک حاکم (۳/ ۱۴۷)، الدرالمنثور للسیوطی (۶/ ۶۰۴)، اسدالغابۃ رقم (۷۱۷۵)۔

اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور دیگر صحابیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی چار مندرجہ ذیل بیٹیاں تھیں:

① بڑی بیٹی کا نام زینب تھا اور یہ ابوالعاص بن ربیع کی بیوی تھیں رضی اللہ عنہما۔

② دوسری بیٹی کا نام رقیہ تھا اور یہ سیدنا عثمان بن عفان کی بیوی تھیں رضی اللہ عنہما۔

③ تیسری بیٹی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی شادی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

④ چوتھی بیٹی کا نام فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھا اور انھیں اپنی سب بہنوں پر فوقیت حاصل تھی، ان سب نے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جنم لیا۔ [1]

سورۂ شوریٰ کی درج ذیل آیت میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوری: ۴۲/ ۲۳)

"کہہ دیجیے کہ میں اس پر تم سے کوئی مدد نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔"

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے۔

علامہ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بنو فاطمہ ہیں۔ [2]

امام احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی آپ کے وہ قریبی رشتہ دار کون ہیں جن کے ساتھ ہمارے لیے محبت کرنا واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی، فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ان کے دونوں بیٹے۔ [3]

تفسیر قرطبی اور غرر التبیان میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے سیدنا

---

[1] غدر التبیان لا بن جماعة (ص:۴۲۴)، السیرة النبویة (۱/ ۱۹۰)، معجمات الاقران (ص:۱۶۸)۔

[2] زادالمسیر لابن الجوزی (۷/ ۲۸۴)، الدرالمنثور للسیوطی (۶/ ۷)۔

[3] الصواعق الحدقة (ص:۱۷۰)۔

علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضہ نے نذر مانی کہ اگر یہ دونوں شہزادے شفایاب ہو جائیں تو ہم اتنے دن کے روزے رکھیں گے۔

اللہ کے فضل و کرم سے وہ بیماری سے نجات پا گئے انھوں نے پہلے دن روزہ رکھا افطاری کے لیے کھانا تیار کیا تو عین موقع پر ایک سوالی آ گیا تو وہ کھانا اس سوالی کو دے دیا۔ دوسرے دن روزہ رکھا افطاری کے لیے کھانا تیار کیا تو ایک یتیم موقع پر پہنچ گیا تو انھوں نے اسے اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے کھانا اسے دے دیا۔ تیسرے دن روزہ رکھا۔ افطاری کے لیے کھانا تیار کیا تو موقع پر ایک قیدی پہنچ گیا تو کھانا اسے دے دیا۔ ان کا یہ کردار اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ یہ آیات نازل فرما دیں:

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ ﴾ (الدھر: ۷۶/ ۹)

''جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو اور کہتے ہیں کو ہم تمھیں صرف رضائے الٰہی کے لیے کھلا رہے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔''[1]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا دونوں ہی فصاحت و بلاغت سے آراستہ گفتگو کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور بعض اوقات دونوں میاں بیوی اشعار کی زبان میں بھی باہمی گفتگو کیا کرتے تھے۔ ادب اور فصاحت و بلاغت میں ان دونوں کو کمال حاصل تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور برکت

اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو خوب پروان چڑھایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قبولیت کے اسباب آسان کر دیے۔ انھوں نے دنیا میں سب سے زیادہ عزت والے گھر میں زندگی بسر کی اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تھا اور وہاں رہتے ہوئے نبوت کے سنگ ہائے

[1] یہ بعض مفسرین کی رائے ہے ورنہ ان دونوں واقعات کے متعلق آیات مکی ہیں جب کہ ابھی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی پیدائش تو درکنار ابھی فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ (ابوالقاسم)

میل اور نشانات منزل سے خوشہ چینی کی جس کی وجہ سے اس سارے جہان کی ان خواتین کی سردار ہونے کا اعزاز حاصل کیا جنہیں علم، بھلائی اور دین میں امتیاز و مرتبہ حاصل تھا۔

نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بہت لاڈ پیار کیا کرتے تھے اور ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ وہ بھی بڑی صابر، دیندار، خیر خواہ، محتاط، قناعت پسند اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے میں برکت اور اضافہ کر دیا تھا یقیناً وہ اللہ کے اولیاء میں سے تھیں۔

حافظ ابن کثیر جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چند دن کھانا نہ کھایا، آپ پر بہت گراں گزرا، آپ نے ازواج مطہرات کے گھروں میں چکر لگایا لیکن کسی گھر میں بھی کھانے کے لیے کوئی چیز نہ ملی، پھر آپ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا بیٹی کچھ کھانے کے لیے ہے مجھے بھوک لگی ہوئی ہے؟

انھوں نے کہا: میرے ماں باپ قربان ہوں، گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں۔

جب آپ وہاں سے روانہ ہو گئے تو پڑوسن نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا بھیجا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس سے لے کر ایک پیالے میں رکھ کر ڈھانپ دیا اور کہا میں یہ کھانا اپنے ابا جان کی خدمت میں پیش کروں گی اگرچہ بچے بھی بھوکے ہیں لیکن میں سب پر رسول اللہ ﷺ کو ترجیح دوں گی۔

انھوں نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ کو بلانے کے بھیجا، آپ واپس تشریف لائے تو انھوں نے کہا: میرے ماں باپ قربان ہو جائیں، اللہ نے کھانے کے لیے کچھ بھیجا ہے میں نے آپ کے لیے وہ چھپا کر رکھ لیا۔

آپ نے فرمایا بیٹی: ''میرے پاس لاؤ۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں وہ پیالہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آئی آپ نے اس سے کپڑا اٹھایا تو روٹیوں اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔

میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی میں نے اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔

میں نے یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور

پیالہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور فرمایا: بیٹی یہ کہاں سے آیا ہے؟

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان!

﴿ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾

(آل عمران ۳/ ۳۷)

”یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے۔“

آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

”تمام تر شکر ہے اس اللہ کا جس نے اے بیٹی! تجھے خواتین بنی اسرائیل کی سردار مریم جیسا بنایا جب اللہ تعالیٰ انھیں کوئی چیز بطور رزق عطا کرتا ان سے پوچھا جاتا کہ یہ چیز کہاں سے آئی تو وہ یہی کہا کرتی تھیں۔

﴿ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾

(آل عمران ۳/ ۳۷)

”وہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیا پھر رسول اللہ ﷺ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے کھانا کھایا اور بعد میں دیکھا تو پیالہ گوشت اور روٹیوں سے اسی طرح بھرا ہوا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے باقی کھانا اپنے تمام پڑوسیوں کے گھروں میں بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں برکت اور خیر کثیر پیدا کر دی تھی۔ [1]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی دعاء کی برکت حاصل تھی۔ قاضی عیاض الشفاء میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ دعاء کی تھی کہ الٰہی فاطمہ کو بھوک نہ ستائے اللہ نے آپ کی دعاء کو قبول کر لیا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے کبھی بھی بھوک نے تنگ نہیں کیا۔

---

[1] تفسیر ابن اکثیر (۱/ ۲۷۹)، البدایۃ والنہایۃ (۶/ ۱۱۱)، حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۶۲۸)۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور فضائل کریمانہ

جب فضائل کو ایک طاقچے میں اکٹھا رکھا جائے اور اس سے خوشبو ہر سو پھیل رہی ہو تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل سرفہرست دکھائی دیں گے۔

بھلا کوئی انسان خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جملہ فضائل کو ایک کتاب میں کیسے جمع کر سکتا ہے؟

جب میں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل کو پڑھنا شروع کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جس طرح میں کسی خوبصورت، گھنے اور سرسبز وشاداب باغ میں پہنچ گیا ہوں جس میں ہر طرف سے مہک آتی محسوس ہو رہی ہے۔ بھینی بھینی خوشبو ناک کے راستے جسم کے رگ وریشے میں سرایت کرتی جا رہی ہے۔ دل میں ایک خوشگوار احساس پیدا ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

وہاں پہنچ کر تو یوں محسوس ہوا جیسے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل کے بلند و بالا محلات جگمگاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو سب سے بڑھ کر عالم و فاضل اور حدیث کی حافظہ تھیں وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

((مَا رَاَیْتُ اَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَیْرَ اَبِیْهَا)) [1]

"میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ابا جان کے علاوہ کسی کو افضل نہیں دیکھا۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْیًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْهَا فِیْ قِیَامِهَا وَقُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَامَ اِلَیْهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِیْ مَجْلِسِهٖ وَكَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ عَلَیْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِیْ مَجْلِسِهَا))

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام رقم الحدیث (۵۲۱۷)، سنن الترمذی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل فاطمة رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث (۳۸۷۲)، تحفة الاشراف رقم (۱۷۸۸۳)، الاستیعاب (۴/ ۳۶۶)۔

''میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ ﷺ کے ہمہ جہتی اعتبار سے مشابہ نہیں دیکھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتی تھیں آپ اس کی طرف کھڑے ہوتے، انھیں بوسہ دیتے اور انھیں اپنی جگہ بٹھاتے اور نبی کریم ﷺ جب ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں، آپ کو چومتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی فضیلت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کی خوشی پر خوش ہوتے تھے اور ان کی ناراضگی پر ناراض ہوتے تھے۔

امام بخاری نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّی فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِی)) ①

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔''

رسول اللہ ﷺ کا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے لاڈ پیار اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہر اعتبار سے بہت عمدہ اور عالی شان ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہر عمدہ چیز ہی کو محبت، پیار اور شفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِیٌّ)) ②

رسول اللہ ﷺ کو خواتین میں سب سے زیادہ محبت اور شفقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔

بہت سی احادیث ایسی منقول ہوئی ہیں جو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

---

① صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب فاطمة رضی اللہ عنہا رقم الهديث (۳۷۶۷)۔

② سنن الترمذی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل فاطمة بنت محمد ﷺ رقم الحديث (۳۸۶۸)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَفْضَلُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيْجَةُ وَ فَاطِمَةُ)) ①

''جنت کی خواتین میں سب سے افضل خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو یہ مقام ومرتبہ بھی حاصل ہے کہ وہ دنیا بھر کی سردار خواتین کی فہرست میں شامل ہیں۔

مسند امام احمد میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ اَرْبَعٌ: مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ آسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ))

دنیا بھر کی خواتین میں چار سرداری کے مرتبے پر فائز ہوئیں:

① مریم بنت عمران ② خدیجہ بنت خویلد

③ فاطمہ بنت محمد ④ آسیہ زوجہ فرعون

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا درجہ کمال کو پہنچیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلاَّ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَ آسِيَةَ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ، وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى الطَّعَامِ)) ②

''مردوں میں کامل بہت ہوئے ہیں اور عورتوں میں کامل درج ذیل خواتین ہوئیں

---

① مسند احمد (١/ ٢٩٣)، مستدرك حاكم (٢/ ٤٩٤)، مجمع الزوائد (٩/ ٢٢٣)۔

② سنن الترمذی كتاب لمناقب باب فضل خديجة رضي الله عنها رقم الحديث (٣٨٧٨)، مسند احمد (٣/ ١٣٥)، ابن حبان رقم الحديث (٢٢٢)، الاستيعاب (٤/ ٣٦٥)۔

③ صحيح البخارى كتاب احاديث الا نبياء باب قول الله تعالىٰ و ضرب الله مثلاً للذين امنو امرة رقم الحديث (١٣٤١١)، صحيح مسلم كتاب فضائل الصحابة باب خديجة ام المومنين رضي الله عنها رقم الحديث (٢٤٣١)، سنن الترمذى رقم الحديث (١٨٣٤)، نسائى رقم الحديث (٣٩٤٧)، ابن ماجه رقم الحديث (٣٢٨٠)، مسند احمد، ح: (١٨٧٠٢)، جامع الاصول (٩/ ١٢٤)، سير اعلام النبلاء (٢/ ١٢٥)۔

ہیں:

① مریم بنت عمران ② آسیہ زوجہ فرعون

③ خدیجہ بنت خویلد ④ فاطمہ بنت محمدؐ

اور سیدہ عائشہ خواتین پر اس طرح فضیلت رکھتی ہے جس طرح ثرید کھانوں پر فوقیت رکھتا ہے۔"

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو خواتین اہل بیت میں ایک اور اعزاز بھی حاصل ہے۔

جس طرح کہ علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں یہ روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا قَدِمَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَأْتِي فَاطِمَةَ ثُمَّ يَأْتِي أَزْوَاجَهُ)) ①

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد سے ابتداء کرتے اس میں دو رکعت نماز پڑھتے پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے اور پھر اپنی بیویوں کے ہاں تشریف لاتے۔"

㉓ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ایک امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ ان کی زندگی میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی اس معاملے میں وہ اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح منفرد دکھائی دیتی ہیں۔

㉔ ہم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جملہ فضائل کا احاطہ تو نہیں کر سکتے جو کچھ ہمیں تاریخ کی مستند کتابوں سے ملا وہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو قابل رشک ہے، وہ واقعی دنیا بھر کی خواتین میں ایک ممتاز مقام پر فائز دکھائی دیتی ہیں۔

㉔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت کو ہمارے اور ہمارے اہل و عیال کے لیے نمونہ بنائے (آمین) تا کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کامیابی کی منزلیں طے کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق عطا کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے

---

① الاستیعاب (۴/ ۳۶۴)۔

ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دیا تھا اور انھیں اچھی طرح پاک کر دیا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مسلمان عورت کو نصیحتیں

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بلاشبہ خواتین عالم کی سردار اور ان کے لیے ایک مثالی نمونہ تھیں۔ وہ عورتوں کے حالات کے بارے میں سب سے زیادہ واقفیت رکھتی تھیں کہ عورتوں کی کیا ضروریات ہوتی ہیں۔ کیونکہ انھوں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر نگرانی پروان چڑھی تھیں، اس لیے وہ نابغہ روز گار بنیں۔ اس قسم کی ہستیاں دنیا میں بھلا بار بار آتی ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خواتین کو پند و نصائح کرنے میں اپنے دل میں بڑا جذبہ اور اشتیاق رکھتی تھیں۔ یہ بنت حوا کو ہر اچھی بات سے آگاہ کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتی تھیں۔ یہ اپنے دور میں فضائل و فوائد کا سرچشمہ تھیں ہر خاتون اس سرچشمے سے فیض حاصل کرنا اپنے لیے سعادت جانتی تھی۔

ابونعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ہم سے یہ سوال کیا (مَا خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ) کہ عورتوں کے لیے بہتر کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس بارے میں کیا کہیں؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، ان سے یہ پوچھا کہ عورتوں کے لیے بہتر کیا ہے؟

انھوں نے فرمایا کہ آپ نے ابا جان سے یہ کہنا تھا کہ عورتوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ ہی مرد عورتوں کو دیکھیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب دیا۔ جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے علی! یہ بات تجھے کس نے بتائی:

کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ [1]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا یہ مؤقف تھا کہ عورت کی پاک دامنی کے لیے سب سے بہتر یہی ہے کہ وہ مردوں سے الگ تھلگ رہیں اور ان سے میل جول نہ رکھیں۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۲/ ۴۰، ۴۱)۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو جو مردوں سے دور رہنے کی تجویز پیش کی یہ واقعی ان کے حق میں بڑی قیمتی تجویز ہے، بہت سی معاشرتی خرابیاں اختلاط مرد و زن کی وجہ سے معرض وجود میں آتی ہیں۔

ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی رفیقہ حیات سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس انداز میں کیا کہ میری بیوی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام فضائل کا سنگم ہے اور گھریلو زندگی کے اعتبار سے وہ ہر خاتون کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔

ابن اعبد کہتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک دن مجھ سے کہا کہ اے ابن اعبد! کیا میں تجھے اپنے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ بتاؤں؟

فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی آپ کو تمام گھر والوں سے زیادہ عزیز تھی، وہ میری بیوی تھی، وہ چکی سے آٹا خود پیستی، چکی چلانے سے اس کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے تھے، وہ پانی کا مشکیزہ بھر کر خود لاتی جس سے اس کے کندھے پر نشان پڑ گئے تھے، وہ گھر کی دیکھ بھال خود کرتی جس سے اس کے کپڑے غبار آلو ہو گئے تھے، ہنڈیا کے نیچے آگ جلانے سے دھوئیں کے نشان اس کے کپڑوں پر پڑ گئے تھے جس سے اس کی صحت کو بھی نقصان پہنچا تھا، وہ ایک وفادار خاتون تھیں۔ [1]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی جو خوبیاں بیان کی ہیں اگر خواتین عالم اس پر عمل پیرا ہونے کا اپنے دلوں میں جذبہ پیدا کر لیں تو وہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اہل بیت اور ادبی سرمایہ

میں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت کے مطالعے کے دوران دیکھا کہ بڑے بڑے علماء، ادیب اور شعراء ان کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں:

امام شافعی، حافظ ابو نعیم اصفہانی، ابن جابر اندلسی اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ جیسی نابغہ روزگار شخصیات ان کی تعریف بڑی عقیدت سے کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

بڑے بڑے علماء، ادباء اور مفکرین کی وہ تحریریں اگر اکٹھی کی جائیں جو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت کے حوالے سے لکھی گئی ہیں تو کتابوں کی بڑی بڑی جلدیں تیار ہو جائیں

---

[1] حلیۃ الاولیاء (۲/ ۴۱)۔

ہم یہاں پر بطور نمونہ چند مشاہیر کی تحریروں کے نمونے پیش کرنے پر ہی اکتفاء کریں گے۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وَمِنْ نَاسِكَاتِ الْاَصْفِيَاءِ، وَصَفِيَّاتِ الْاَتْقِيَاءِ، فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، السَّيِّدَةُ الْبَتُوْلُ، الْبَضْعَةُ الشَّبِيْهَةُ بِالرَّسُوْلِ اَلْصَقُ اَوْلَادِهٖ بِقَلْبِهٖ لُصُوْقًا وَاَوَّلُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ لُحُوْقًا وَكَانَتْ عَنِ الدُّنْيَا وَمُتْعَتِهَا عَازِفَةً، وَبِغَوَامِضِ عُيُوْبِ الدُّنْيَا وَآفَاتِهَا عَارِفَةً)) ①

”مخلص، عبادت گزار، متقی پرہیز گار فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدہ بتول، شبیہ رسول، آپ اس سے بہت لاڈ پیار کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے وفات پا کر آپ سے ملنے والی تھیں، دنیا کے ساز و سامان سے بے نیاز، دنیا کے عیوب اور آفات کو اچھی طرح جاننے والی تھیں۔“

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت بیان کرتے ہوئے بعض بڑی لطیف اور دلچسپ باتیں کہی ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ انھیں اور ان کی اولاد کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے دور رکھے گا اور یہ بھی بیان کیا کہ فاطمہ نام رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وہ دنیا سے کٹ کر ایک اللہ کی ہو کر رہیں۔ ②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی نسل سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی سے آگے چلی۔ وہ اس طرح کہ آپ کے دونواسے ہوئے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد حسنی کہلائی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد حسینی کہلائی۔ ③

مسلمان فقہاء نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تعریف میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

((اِنَّ اَهْلَ بَيْتِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم سَاوَوْهُ فِيْ خَمْسَةِ اَشْيَاءَ: فِي الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي السَّلَامِ وَالطَّهَارَةِ وَفِيْ تَحْرِيْمِ الصَّدَقَةِ

---

① حلیة الاولیاء (۲/ ۳۹)۔

② المواهب اللدنیة (۲/ ۹۴)۔

③ المواهب اللدنیة (۲/ ۳۶)۔

وَفِی الْمَحَبَّةِ))

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت پانچ چیزوں میں آپ کے ساتھ ملتے ہیں: تشہد میں درود نبی کریم ﷺ پر بھی بھیجا جاتا ہے اور اہل بیت پر بھی، سلام میں، طہارت میں، صدقہ کے ممنوع ہونے میں اور محبت میں۔''

امام شافعی رحمہ اللہ اہل بیت کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں کرتے ہیں:

يَا آلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ
يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

اے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت!...... تمھاری محبت اللہ کی جانب سے فرض ہے، اس قرآن میں جو اس نے اتارا، تمھارے لیے یہ بڑا فخر کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ بھیجا اس کی نماز ہی نہیں۔

بہت سے مشہور و معروف ادیبوں اور شاعروں نے اپنے اپنے انداز میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت کا تذکرہ اپنے اپنے اسلوب میں بیان کیا ہے اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے ابا جان رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ ہر طرح کی آسودگی اور نعمت میسر تھی۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی آنکھیں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو دیکھ کر ٹھنڈی تھیں اور دل خوش تھا اس لیے کہ سب بچوں کو اپنے نانا جی کی محبت اور شفقت میسر تھی۔ سفر آخرت کا آغاز ہوا تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کو محسوس کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝ ﴾ (النصر: ١١٠/ ١)

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی۔''

تو نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے موت کی اطلاع دی گئی ہے تو وہ یہ سن کر رو پڑیں۔ آپ نے فرمایا: رونہیں تم میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی تو یہ سن کر وہ ہنس پڑی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی ازواج مطہرات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ کی حالت معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتیں تو انھیں دیکھ کر آپ مسکرا پڑتے۔ ان کو دیکھنے سے سیدہ خدیجہ اور تینوں مرحوم بیٹیوں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن یاد آ جاتیں، یہ سب اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئی تھیں۔ آپ کے دل میں انھوں نے بڑے گہرے اثرات چھوڑے تھے۔

جب بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے ملنے جاتیں تو اپنے ساتھ اپنی دونوں بیٹیوں زینب اور ام کلثوم کو لے جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ کی جب ان چھوٹی بچیوں پر نگاہ پڑتی تو مسکرا دیتے۔

زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا دراصل ان دونوں بچیوں کی خالائیں تھیں جن کے نام پر ان کے نام رکھے گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان بچیوں کی طرف بڑی محبت اور شفقت سے دیکھتے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر بسا اوقات سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا بڑا لاڈ پیار تھا۔

جب بھی آپ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اس کے بعد اپنے گھر میں جاتے۔ ایک دن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا زیارت کے لیے تشریف لائیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریب کر کے آہستہ آواز میں بات کی، پہلے وہ رو پڑی اور پھر ہنس دی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ منظر دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تفصیل بیان کرتی ہیں جو مسند ابو یعلی میں مسروق کے حوالے سے مذکور ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس طرح چلتی ہوئی آئیں جس طرح رسول اللہ ﷺ چلا کرتے

---

[1] مسند احمد (۱/ ۲۱۷)، مجمع الزوائد (۷/ ۱۴۴)۔

تھے۔ آپ نے انھیں دیکھتے ہی خوش آمدید کہا اور انھیں اپنی دائیں یا بائیں طرف بٹھا لیا اور رازدارانہ انداز میں ان سے بات کی تو وہ رو پڑیں۔ پھر ان سے رازدارانہ انداز میں ایک اور بات کی تو وہ ہنس پڑی۔ میں نے کہا کہ آج بیک وقت غم اور خوشی کو میں نے دیکھا اور پوچھا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا باتیں کیں؟

اس نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء نہیں کر سکتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہو گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پھر پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے پاس سیدنا جرائیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ آیا کرتے تھے اور قرآن دہراتے تھے، اس سال وہ دو مرتبہ آئے ہیں مجھے یوں دکھائی دیتا ہے کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ میں تیرے لیے بہترین سلف ہوں اور تو میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملے گی۔ میں یہ بات سن کر رو پڑی۔ پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا: کیا تجھے یہ چیز پسند نہیں کہ تو مؤمن خواتین کی سردار ہو یا یہ فرمایا کہ اس امت کی خواتین کی سردار ہو تو یہ بات سن کر میں ہنس پڑی۔ [1]

ربیع الاول ۱۱ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ کبھی آپ پر غشی طاری ہونے لگتی اور کبھی آپ کو ہوش آ جاتا۔ آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا۔ آپ اس میں اپنا ہاتھ بھگو کر اپنے چہرے پر ملتے اور یہ فرماتے:

((اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ))

''الٰہی! موت کی مدہوشیوں پر میری مدد فرما۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی تکلیف کو دیکھ کر رونے لگیں، انھیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے دل میں آگ بھڑک رہی ہو، اور روتے ہوئے کہنے لگیں:

ہائے میرے ابا جان کی تکلیف!

آپ نے سن کر بڑی آہستہ آواز سے کہا: بیٹا! آج کے بعد تیرے ابا جان کو کوئی تکلیف

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ رقم الحدیث (۳۶۲۳)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل فاطمۃ رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۵۰)، سنن الترمذی رقم الحدیث (۳۸۷۲)، ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۶۲۱)، مسند احمد (۶/ ۲۸۲)، مسند ابی یعلی (۱۲/ ۱۱۱، ۱۱۲)۔

نہ ہوگی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ اس کی گود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑا ہوا مبارک سر بوجھل ہو رہا ہے، انھوں نے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا کہ آپ کی آنکھیں تاڑے لگی ہوئی ہیں اور آپ یہ فرما رہے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى مِنَ الْجَنَّةِ))

''الٰہی! جنت میں اعلیٰ و ارفع رفیق۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کہا:

((خُيِّرْتَ فَاخْتَرْتَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ))

''جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اس کی قسم! آپ کو اختیار دیا گیا اور آپ نے جانا پسند کیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا یہ منظر دیکھ کر روتے ہوئے انتہائی غمگین لہجے میں کہنے لگیں:

((يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاه يَا اَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ)) ①

''ہائے ابا جان! جس نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیا ہے
ہائے ابا جان! جنت الفردوس جس کا ٹھکانہ ہے۔
ہائے ابا جان! جبرائیل علیہ السلام کو ہم آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔''

لوگوں کے دل غمگین ہو گئے مدینہ منورہ میں غم و اندوہ نے ڈیرے ڈال لئے۔

سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا اسامہ بن زید، عباس بن عبد المطلب، ان کے دونوں بیٹے فضل اور قثم رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دینے کی ذمہ داری نبھائی۔

---

① صحیح البخاری کتاب المغازی باب اخد ما تکلم به النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث (۴۴۶۲)، سنن النسائی کتاب الجنائز باب فی البکاء علی المیت رقم الحدیث (۱۸۴۴)، سنن ابن ماجه رقم الحدیث (۱۶۳۰)، مسند احمد رقم الحدیث (۱۲۵۵۸)، سنن دالدارص رقم الحدیث (۸۷)۔

پھر مسلمان رسول اللہ ﷺ کے دفن اور نماز کے لیے تیار ہوئے۔ دفن اور نماز کی کیا صورت تھی اس کی تفصیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو اس وقت صورت حال یہ تھی کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اہل مکہ کے فوت شدگان کے لیے شق نامی قبر کھودنے کا اہتمام کرتے اور ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کے فوت شدگان کے لیے لحد نامی قبر کھودنے کا اہتمام کرتے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمی بلائے ایک ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گیا اور دوسرا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گیا پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعاء کی:

((اَللّٰھُمَّ خِرْ لِرَسُوْلِكَ))

''الٰہی! اپنے رسول علیہ السلام کے لیے جس کو تو چاہے پسند کر لے۔''

جو آدمی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گیا تھا وہ انھیں اپنے ساتھ لے آیا اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد تیار کی۔ منگل کے روز رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین کے بعد آپ کو چارپائی پر رکھا گیا، دفن کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا، بعض نے کہا کہ ہم آپ کو مسجد نبوی میں دفن کریں گے بعض نے کہا کہ آپ کو آپ کے صحابہ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا جائے گا۔ اس موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَا قُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ قُبِضَ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کو اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں وہ فوت ہوئے۔''

اس کے بعد آپ کا بستر اٹھایا گیا، وہاں قبر کھودی گئی، پہلے مردوں نے آپ کے حجرے میں داخل ہو کر درود و سلام پڑھا پھر عورتوں کو دعوت دی گئی اور ان کے بعد بچوں کو بلایا گاے اللہ کے رسول ﷺ کو بروز بدھ آدھی رات کو دفن کیا گیا۔ [1] رسول اللہ ﷺ کو جب دفن کیا جا رہا تھا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا روتے ہوئے کہہ رہی تھیں اے انس رضی اللہ عنہ! تمھارا کس طرح جی

[1] سنن ابن ماجه کتاب الجنازء باب ذکر وفاته و دفنه رقم الحدیث (۱۶۲۸)، مسند ابی یعلی (۱/ ۳۱، ۳۲)، مسند احمد رقم الحدیث (۳۸)۔

کرتا ہے کہ اپنے رسول علیہ السلام پر مٹی ڈالو؟ ①

یہ شدید غم کا ایک انداز تھا جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت مبتلا تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غم خواری

ہل بیت میں سے بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا تذکرہ غم میں ڈوبے ہوئے اشعار کی صورت میں کیا۔ اور بہت سے ایسے اشعار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف تاریخ، سیرت اور طبقات کی کتابوں میں منسوب کیے گئے ہیں لیکن اشعار میں استعمال کیے گئے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اشعار حقیقت میں کسی اور کے ہیں اور منسوب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طرف کر دیئے گئے کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض حاصل کیا ان سے ممکن ہی نہیں کہ ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلیں جو منشائے الٰہی کے منافی ہوں۔

بہت سے ایسے اشعار بھی علمی ذخیرے میں ملتے ہیں جو ہند بنت اثاثہ اور اروی بنت عبد المطلب نے کہے لیکن منسوب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طرف کر دیئے گئے۔ شعراء اور شاعرات نے اپنے اپنے مرثیے میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے یہ دراصل اس وجہ سے ہے کہ سب کو اس حقیقت کا علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بہت لاڈ پیار کیا کرتے تھے بلاشبہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بڑی فصاحت و بلاغت سے گفتگو کرنے کا سلیقہ رکھتی تھیں لیکن شعر و شاعری سے انھیں چنداں دلچسپی نہ تھی وہ اپنا زیادہ تر وقت ذکر الٰہی میں صرف کیا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت بھی اسی نہج پر کی تھی۔

علماء نے بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مرثیہ گوئی کی نفی کی ہے انھیں اپنے ابا جان کے دنیا سے کوچ کرنے کا بے انتہاء غم ضرور تھا لیکن اس کا اظہار اشعار میں کیا ہو اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی، ہوا یہی ہے کہ بعض دوسری شاعرات کے اشعار کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

---

① صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاته رقم الحدیث (۴۴۶۲) مسند احمد رقم الحدیث (۱۲۶۴۳)، سنن الدارمی رقم الحدیث (۸۷)۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِیَاءِ لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَۃٌ)) (الاستیعاب ۴/ ۸۴)

''ہم انبیاء کے گروہ کا وارث نہیں بنا جاتا جو ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خلیفہ اول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور میراث کا مطالبہ کیا لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا وارث نہیں بنا جاتا لہٰذا آپ بھی یہ مطالبہ نہ کریں۔

صحیح بخاری اور سنن کی کتابوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں سے اسکا حصہ دیں جو آپ نے مدینہ منورہ میں مال غنیمت، باغ فدک اور خیبر کے مال میں سے خمس باقی چھوڑا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ)) [2]

''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنا جاتا جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے۔''

مسلم شریف میں ایک روایت مذکور ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:

((لَا نُوْرَثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ اِنَّمَا یَاْکُلُ مُحَمَّدٌ فِیْ ھٰذَا الْمَالِ))

((وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِنْ صَدَقَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ حَالِھَا

---

[1] مسند احمد (۳/ ۴۹۲)۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر رقم الحدیث (۴۲۴۰)، صحیح مسلم کتاب الجھاد والسیر باب قول النبی لا نواث رقم الحدیث (۱۷۵۸)، نسائی رقم الحدیث (۴۱۴۱)، ابوداؤد رقم الحدیث (۲۹۶۳)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۳۹۷۲)، موطا امام مالک رقم الحدیث (۱۵۷۷) مسند ابی یعلی رقم الحدیث (۴۳)، طبقات ابن سعد (۸/ ۲۷)۔

الَّتِي عَلَيْهَا وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ)) [1]

''ہمارا وارث نہیں بنا جاتا۔ جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے اس مال میں سے آل محمد کھا سکتے ہیں۔'' پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اس کو اسی حالت میں رہنے دوں گا اور میں اس میں اسی طرح عمل کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے رہے جو کچھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا کیونکہ یہ بات اس نے خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی تھی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس وراثت کا مال لینے کے لیے بھیجا تھا تو اس موقع پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا:

کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا:

((لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ))

''وارث نہیں بنا جاتا جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے۔''

اگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے خود یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوتی تو کبھی میراث کا مطالبہ نہ کرتیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی وارث ہوں لہٰذا میراث کا مطالبہ میرا حق ہے۔

لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں ویسے ہی کروں گا جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے آپ کے حکم سے سرمو بھی انحراف نہیں کروں گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں کہیں آپ کی حکم عدولی نہ کر بیٹھوں یا آپ کے کسی حکم سے سرمو انحراف نہ کر بیٹھوں۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مطالبے کو پورا نہ کیا تو وہ ناراض ہو کر چلی گئیں اور انھوں نے حلف اٹھا لیا کہ آئندہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کریں گی۔

---

[1] حوالہ سابق۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ناراضگی بڑی گراں گزری وہ تو اپنی دنیا میں مشغول ہو گئیں لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی ناراضگی کو بہت زیادہ محسوس کیا۔ ایک دن ان کے گھر تشریف لے گئے، اندر آنے کی اجازت طلب کی، وہ بیمار تھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں۔ انھوں کہا: کیا آپ راضی ہیں کہ میں انھیں اجازت دے دوں؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں میں راضی ہوں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ آپ تشریف لائے اور انھیں راضی کرنے کے لیے کہا: اے دختر رسول! میں نے اپنا گھر، مال، اولاد اور خاندان اللہ و رسول اور اہل بیت کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے چھوڑا ہے، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کے ساتھ دلی محبت ہے، میں دل کی گہرائیوں سے اہل بیت کا احترام کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان پر عمل کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتا ہوں اور آپ کی حکم عدولی کا میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ اس موضوع پر درد دل سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں۔ [1]

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دفعہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی اے اللہ کے رسول! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں ان کو اپنا وارث قرار دے دیجیے۔

آپ نے فرمایا: میرے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو میری وراثت میں رعب و دبدبہ اور سرداری ملے گی اور میرے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کو میری جرأت اور سخاوت ملے گی۔

اگر وہاں کوئی وراثت کا مال ہوتا تو آپ اس کا ذکر کرتے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وراثت کی وصولی کی خاطر جھگڑا کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تنازع کی نوبت اس لیے آئی کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو مسئلے کی حقیقت کا علم نہیں تھا، اس نوعیت کا اختلاف پیدا ہونا انسانی معاشرے میں کوئی عجیب بات نہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ ہی نہیں تھا جو آپ نے

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۲۷)، سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۲۱)۔

انبیاء علیہم السلام کی وراثت کے بارے میں فرمایا تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اپنے ابا جان کی وارث ہیں جیسا کہ اولاد اپنے باپ کی وارث ہوتی ہے اور جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان وراثت کے فیصلے کیا کرتے تھے۔ انھوں نے کئی مرتبہ اس کا مشاہدہ بھی کیا تھا اور میراث کے بارے میں آیات بھی سنی تھیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انبیاء علیہم السلام کی وراثت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تک پہنچایا۔ انھوں نے یہ پیغام سن کر اللہ اور اس کے رسول کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنا مطالبہ چھوڑ دیا اور اسی پر عمل پیرا ہوئیں جس طرح ان کے ابا جان نے فرمایا تھا کیونکہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت گزار تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی دانشمندی سے فوراً مسئلے کی نزاکت کو سمجھ لیا وہ بھلا اتنی جلدی اس مسئلے کی حقیقت کو کیوں نہ سمجھتیں آخر وہ سید الانبیاء اور خاتم المرسلین کی بیٹی تھی۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی اور اس کی خاص توفیق تھی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جہاں خواتین عالم کی سردار تھیں وہاں وہ سیدۃ الزہرات بھی تھیں، رسول اللہ ﷺ امام المتقین اور امام الزاہدین تھے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بھی وہی طریقہ اپنایا جو ان کے ابا جان ﷺ کا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی دنیا کی زیب و زینت سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور اسے ہر صورت میں آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کا ہی شوق تھا کیونکہ آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ اور دنیا تو فانی ہے اور اس کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور روایت حدیث

خواتین اہل بیت میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا منفرد دکھائی دیتی ہیں جنھوں نے احادیث رسول ﷺ کو علماء، فقہاء اور حفاظ کی طرف منتقل کیا اور احادیث رسول ﷺ کو حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں میں سے اکیلی ہی اس مقام و مرتبے پر فائز نظر آتی ہیں جنھوں نے روایت حدیث کا اعزاز حاصل کیا۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((لَا نَعْلَمُ اَحَدًا مِنْ بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَسْنَدَعَنْهُ غَيْرَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا))

''فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ دختران رسول میں سے ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کی ہو۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کو روایت کرنے کا شرف حاصل کیا اور ان سے ان کے دونوں بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے متعدد خواتین نے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ امہات المومنین میں سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا، صحابیات میں سے سلمٰی ام رافع رضی اللہ عنہا اور تابعیات میں سے فاطمہ بنت حسین رحمۃ اللہ علیہا کے نام قابل ذکر ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ۱۸ احادیث مروی ہیں [1] جو بخاری، مسلم، سنن اور مسانید میں مذکور ہیں۔ ان سے ایک حدیث ایسی مروی ہے جو متفق علیہ ہے یعنی اس پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے۔ [2]

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ایک یہ حدیث مروی ہے جو صحیح بخاری اور سنن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس سال میں ایک مرتبہ آیا کرتے تھے۔ اس سال دو مرتبہ آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا کہ اب میرے اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں یہ سن کر رونے لگی جب آپ نے میری اس گھبراہٹ کو دیکھا تو فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ مؤمن خواتین یا اس امت کی جملہ خواتین کا تجھے سردار ہونے کا اعزاز ملے۔ مسند ابی یعلی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث مذکور ہے:

فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ، وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) [3]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۲/ ۱۱۹)، تہذیب التہذیب (۱۲/ ۴۲۵، ۴۴۰، ۴۴۱)، الاستیعاب (۴/ ۳۲۲)، تلقیح فھوم الاثر (ص:۳۶۸)۔

[2] صحیح البخاری رقم الحدیث (۴۴۳۳)، صحیح مسلم رقم الحدیث (۲۴۵۰)۔

[3] صحیح البخاری کتاب الاستئذان باب من ناجی بین یدی الناس رقم الحدیث (۶۲۸۵)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل فاطمة رضی اللہ عنہا بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح (۲۴۵۰)، ابن ماجه رقم الحدیث (۱۶۲۱)، ابوداؤد ح (۵۲۱۷)، ترمذی رقم الحدیث (۳۸۷۱)، ابو یعلی رقم الحدیث (۶۷۴۵)، مسند احمد (۶/ ۲۸۲)۔

''شروع اللہ کے نام سے، سلامتی ہو اللہ کے رسول پر، الٰہی! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

اور جب مسجد سے نکلتے تو یہ کہتے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ، وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

''شروع اللہ کے نام سے اور سلامتی ہو اللہ کے رسول پر، الٰہی! مجھے میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''[1]

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آخری لمحات

جب سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد فوت ہوئے تھے ان کی مسکراہٹ بند ہوگئی تھی فاطمہ رضی اللہ عنہا باپ کی چہیتی کو مرض الموت نے آن لیا۔ وہ دن بدن کمزور ہوتی چلی گئیں اور موت نے ان پر اپنا سایہ کر دیا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی دونوں کمزور آنکھیں کھولیں، ان سے اپنے خاوند علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ انتہائی غمگین ہیں۔ دونوں بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور دونوں بیٹیاں زینب اور ام کلثوم تو غم و اندوہ کی وجہ سے انتہائی لاغر ہو چکی ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے انھیں دلاسہ دینے کا ارادہ کیا، کلمات ہونٹوں پر رقص کناں تھے لیکن بول نہ سکتی تھیں۔

موت ان کی تلاش میں تھی انھوں نے دنیا کو بغیر کسی افسوس کے خیر باد کہا۔

دنیا کی زیب و زینت اور شان و شوکت سے انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی، انھوں نے دنیا میں ورثے میں تقویٰ کو چھوڑا اور واقعی تقویٰ بہترین زاد راہ اور بہترین لباس تھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے تشریف لائیں تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بڑی نحیف آواز میں کہا عورتوں کا جنازہ جس طرح تیار کیا جاتا ہے مجھے کچھ تسلی معلوم نہیں ہوتی، بس عورت کی میت پر ایک کپڑا دے دیا جاتا ہے جس سے ستر مکمل نہیں ہوتا جسم کے اعضاء کا ابھار نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات سن کر

---

[1] مسند ابی یعلی (۱۲/ ۱۲۱)، فتوحات الدبانیة (۲/ ۵۰، ۵۱)، نساء من عصر التابعین (۱/ ۳۷)۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میں آپ کو وہ طریقہ نہ بتاؤں جو حبشہ میں ہم نے دیکھا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ضرور بتائیں۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے درخت کی ٹہنیاں لے کر چارپائی پر خم دے کر باندھ دیں اور ٹہنیوں کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ چارپائی یوں دکھائی دینے لگی جیسے ہودج یا ڈولی بن گئی ہو۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور فرمایا: یہ طریقہ بہت اچھا ہے اس سے یہ پتہ چل جائے گا کہ یہ عورت کی میت ہے۔ اللہ اسی طرح تیرے پردے رکھے جس طرح تو نے میرے پردے کا اہتمام کیا ہے۔ پھر فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے تم اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غسل دیں اور کوئی میرے قریب نہ آئے۔ [1]

۱۱ ہجری ۳ رمضان بروز منگل سیدہ فاطمۃ الزہراء کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے راضی خوشی اپنے رب کی طرف پرواز کر گئی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے جب وفات پائی تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شدت غم سے رو پڑے۔ حسن، حسین، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ وہ اپنی عظیم ماں، خواتین جنت کی سردار کے غم میں نڈھال تھیں۔ ان کی والدہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو بھی خواتین جنت کی سردار ہونے کا رتبہ حاصل تھا۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، اسماء بنت عمیس [2] اور سلمی ام رافع رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جسد اطہر کو غسل دیا سبھی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ لوگ مسجد نبوی میں جمع تھے اور سبھی غم کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے غم کو تازہ کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی یہ وفات پا گئیں اور انھوں نے وصیت کی کہ مجھے رات کو دفن کیا جائے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، رات کے سناٹے میں جنازہ اٹھایا گیا اور جنت البقیع میں ان کی بہنوں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے پہلو میں ان کو دفن کر دیا گیا۔

مشعلیں روشن تھیں دفن کرنے سے پہلے سیدنا علی، سیدنا عباس اور فضل بن عباس

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۲۸)، حلية الاولياء (۲/ ۴۳)، سير اعلام النبلاء (۲/ ۱۳۲)۔

[2] مستدرك حاكم (۳/ ۱۶۳، ۱۶۴)۔

رضی اللہ عنہم قبر میں اترے۔ ① سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ غم کی آگ ان کے دل کو ڈس رہی ہے۔ وہ اپنے شدید حزن و ملال کو چھپا نہ سکتے تھے انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا اور صبر کیا۔ ابن عساکر نے یہ بیان کیا ہے کہ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

لِكُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيْلَيْنِ فُرْقَةٌ
وَاِنَّا بَقَائِيْ بَعْدَكُمْ لَقَلِيْلٌ
وَاِنَّ افْتِقَادِيَ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِد
دَلِيْلٌ عَلٰى اَنْ لَّا يَدُوْمَ خَلِيْلٌ
اَرٰى عِلَلَ الدُّنْيَا عَلَيَّ كَثِيْرَةً
وَصَاحِبُهَا حَتَّى الْمَمَاتِ عَلِيْلٌ ③

''دو دوستوں کو اکٹھا رہنے کے بعد جدا ہونا ہوتا ہے تمھارے بعد میرا باقی رہنا بہت تھوڑا ہے۔ میرا ایک کے بعد ایک کو گم پانا اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا۔ میں نے دنیا کی بیماریاں بہت دیکھی ہیں اور بیماریوں میں مبتلا شخص موت تک بیمار ہی رہتا ہے۔''

میرے عزیز قاری!...... سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت ایک نہ خشک ہونے والا چشمہ ہے اور ایک نہ غروب ہونے والا آفتاب ہے، ان سے بہتر بھی کیا کسی کی زندگی ہو سکتی ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو اور وہ جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئیں۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

① الاستیعاب (۴/ ۳۶۷، ۳۶۸)، انساب الاشراف (۱/ ۴۰۲، ۴۰۵)، تہذیب التہذیب (۱۲/ ۴۴۲)۔

② مختصر تاریخ دمشق (۱۲/ ۱۱۷)۔

نبی کریم ﷺ کی نواسیاں

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا

18

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

خواتین اہل بیت

سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہما

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ نواسی کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی نواسی۔ ان کی والدہ کا نام سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے اور کبھی نماز پڑھتے ہوئے اسے اپنی گود میں اٹھا لیتے۔
- یہ نواسی اہل بیت میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی تھیں۔
- سیدہ فاطمہ الزاہرء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔
- امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی۔

ایمان کے آنگن میں

یہ خواتین اہل بیت میں ایک ممتاز مقام پر فائز تھیں، ایمان ان کے رگ و ریشے میں رچا ہوا تھا اور ان کا تعلق اہل بیت کی ان معزز خواتین سے ہے جنھوں نے اہم تاریخی کارنامے سرانجام دیئے۔ جب ہم پاکیزگی اور ایمان کے آنگن میں اس جیسے قیمتی جوہر کو پہچاننے کا ارادہ کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس خاندان کے بارے میں معرفت حاصل کریں جس میں انھوں نے پرورش پائی، تاکہ زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح ہمارے سامنے روشن ہو جائے۔

ان کے نانا جان سیدنا و حبیبنا سید الاولین والآخرین رسول رب العالمین، اللہ کی ساری مخلوق سے معزز اور بالاترین سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

ان کی نانی جان ام المومنین خواتین عالم کی سردار سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے جنہیں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

ان کی والدہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ ہے جو اپنی بہنوں میں سب سے بڑی تھیں جو بڑی صابر، شاکر، پاکیزہ اور ہجرت کا اعزاز رکھنے والی تھیں۔

ان کی خالہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں جو فضل و شرف اور مقام و مرتبے کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی سب بیٹیوں میں فائق تر تھیں۔ جن کے خاوند بہادر اسلام شہسوار نبی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی، رسول اللہ ﷺ کی نواسی، ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی نور چشم سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے اس عظیم الشان، عالی مقام خاندان کے خوشبودار آنگن میں پرورش پائی۔ [1]

[1] الاستیعاب (۴/ ۲۳۷، ۲۴۱)، اسد الغابۃ (۶/ ۲۲)، الاصابۃ (۴/ ۲۳۰، ۲۳۱)، نسب قریش (ص:۱۵۷)، طبقات ابن سعد (۸/ ۲۳۲، ۲۳۳)، المحبد (ص:۵۳، ۹۰)، المعارف (ص:۱۲۷)، المعرفۃ والتاریخ (۳/ ۲۷۰)، انساب الاشراف (۱/ ۴۰۰)، تہذیب ←

ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی نور چشم سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ولادت پائی۔

ان کے والد ابوالعاص بن ربیع عبشمی قریشی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور یہ اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے مکہ معظّمہ کے چند گنے چنے افراد میں سے تھے۔

قریش میں یہ امین کے لقب سے مشہور و معروف تھے کیونکہ قریش کی تجارت کا دار و مدار اسی پر تھا اور یہ ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔

ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے اخلاص اور احترام سے پیش آتے تھے، اکثر گھر میں آپ سے ملاقات ہو جاتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ان سے کر دی تھی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی خالہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو قریش میں کھلبلی مچ گئی، قریش کے سردار، ابو العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انھوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ تم اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دو، اس طرح ہم ان کے باپ کے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں، تم قریش کی جس عورت سے چاہو ہم اس کی شادی تیرے ساتھ کر دیں گے۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ نے قریش کو دوٹوک انداز میں کہا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اپنی چہیتی بیوی کو طلاق دے کر کسی بھی قریشی عورت سے شادی نہیں کروں گا۔

یہ صورت حال اس وقت پیش آئی جب آفتاب اسلام کی کرنیں پورے مکہ معظّمہ پر ضیاپاشی کرنے لگیں اور وہاں سے یہ روشنی دنیا میں پھیلنے لگی۔ حالانکہ ابو العاص رضی اللہ عنہ اس وقت ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، وہ بدستور شرک کے راستے پر گامزن تھے لیکن انھوں نے کبھی بھی اسلام کی دعوت کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی یہاں تک

← الاسماء واللغات (۲/ ۳۳۱)، الوافی والوفیات (۹/ ۳۷۷، ۳۷۸)، تاریخ الاسلام (۳۱ھد معاویۃ رضی اللہ عنہ (ص: ۲۴، ۱۲۴)، نساء من عصر النبوۃ (۲/ ۲۷۱، ۳۶)، السمط الثمین (ص: ۱۹۱، ۱۹۲)، الشفاء (۱/ ۲۵۹)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۵۴)، العقد الثمین (۸/ ۱۸۱، ۱۸۲)، سیر اعلام النبلاء (۱/ ۳۳۵)، حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۴۵)، عیون الاثر (۲/ ۳۶۵)، مسند ابی یعلی (۷/ ۴۴۵)۔

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں کا ازدواجی خاکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رشتہ داریاں

حسین بن علی رضی اللہ عنہ

بیٹی: فاطمہ (صغریٰ)

- خاوند: عبداللہ (المطرف)
- خاوند: حسن بن حسن (المثنی)

بیٹی: سکینہ

- خاوند: زید
- خاوند: عبداللہ
- خاوند: مصعب
- خاوند: ابراہیم
- خاوند: عبداللہ
- خاوند: اصبغ
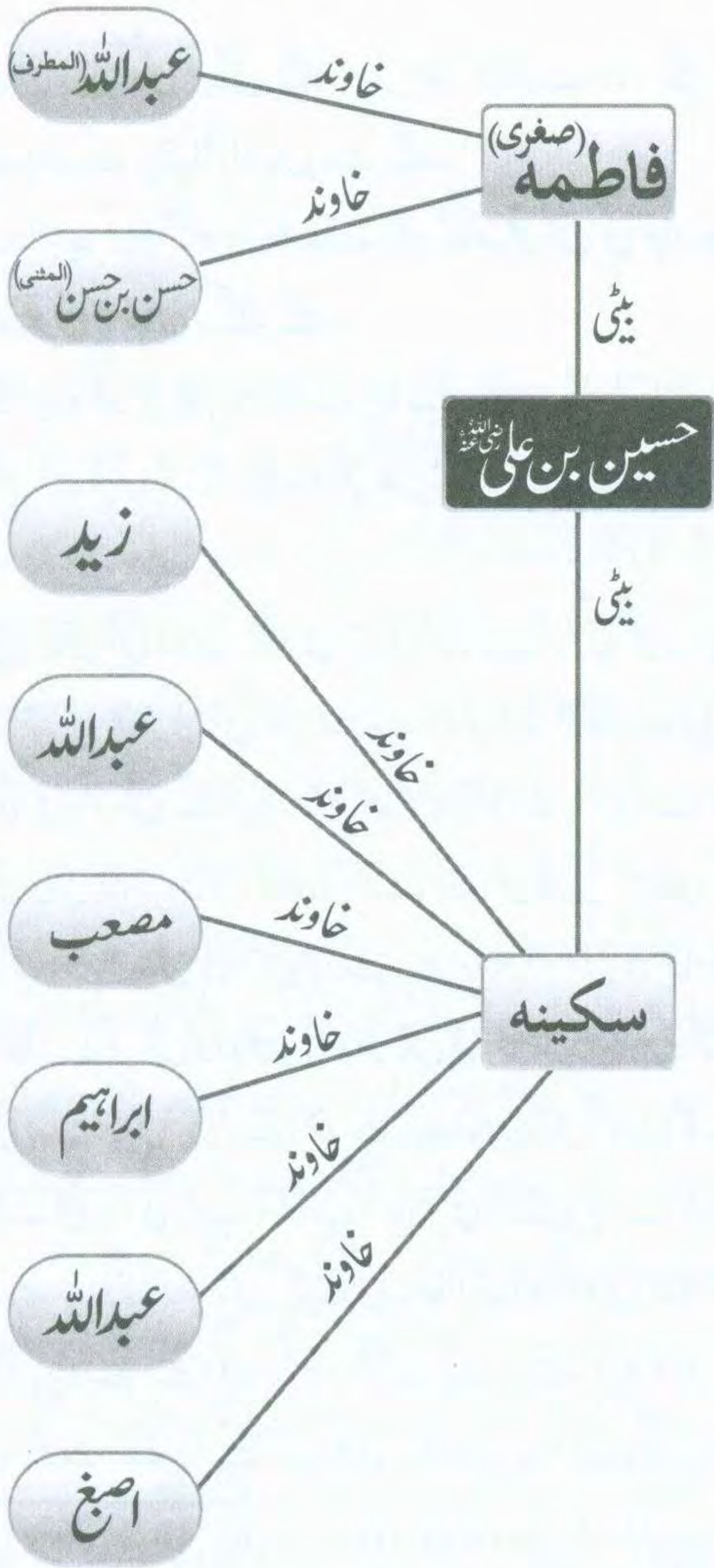
سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے داماد حضرات کا مختصر تعارف اور توضیحات اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے داماد حضرات

مختصر تعارف اور توضیحات:

ان تمام رشتہ داریوں میں سے حسن کی شادی فاطمہ سے اور عبداللہ بن حسن کی شادی سکینہ سے واقعہ کربلا سے قبل اور باقی تمام رشتہ داریاں واقعہ کربلا کے بعد عمل میں آئیں۔

سیدہ سکینہ کی متعدد شادیوں کے اسباب یہ ہیں کہ بعض شوہر شہادت پا گئے اور بعض انتقال کر گئے اور ایک نے آپ کو طلاق دی تھی۔ آپ کی وفات ۱۱۷ ہجری ہے۔

زید سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ ان کے والد کا نام عمرو بن عثمان تھا۔

عبداللہ آپ کا نام قاسم بھی بیان کیا جاتا ہے۔ آپ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ آپ سانحہ کربلا میں شہادت پا گئے۔

مصعب سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ ۷۱ ہجری میں قتل کر دیے گئے۔

ابراہیم سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ انہوں نے سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کے تین ماہ بعد طلاق دے دی تھی۔

عبداللہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے تھے۔ ان کے والد کا نام عثمان، دادا کا نام عبداللہ اور پردادا کا نام حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ تھا۔

اصبغ عبدالعزیز کے بیٹے اور عمر بن عبدالعزیز کے بھائی اور مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ شادی کے کچھ دنوں بعد ان کی وفات ہو گئی۔

فاطمہ بنت حسین کی وفات ۱۱۷ ہجری میں ہوئی۔

عبداللہ المعروف ''المطرف'' سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ ان کے والد کا نام عمرو بن عثمان تھا۔

حسن المثنیٰ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بیٹے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ ان کی وفات ۹۷ ہجری میں ہوئی۔

کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا اور خوش بختوں میں شامل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد کی قدر کی اور مسجد نبوی میں منبر پر بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

((حَدَّثَنِیْ فَصَدَقَنِیْ وَوَعَدَنِیْ فَاوْفٰی لِیْ)) ①

''اس نے مجھ سے بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔''

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا اور پاکیزہ گھر کی یادداشتیں

سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ میں جنم لیا اور پاکیزہ خانہ نبوی میں انھیں بڑی اہمیت حاصل ہوئی کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی نواسی تھیں اور انھیں اہل بیت میں بڑا اہم مقام و مرتبہ حاصل تھا، اسلام کا نور دنیا میں پھیلنا شروع ہوا، خواتین اہل بیت ہی نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا اور ان کی پاکیزہ بیٹیاں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ جن لوگوں نے اسلام کے آنگن میں سب سے پہلے قدم رکھا ان میں سرفہرست سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام آتا ہے، تمام علماء، فقہاء اور محدثین اس پر متفق ہیں کہ اللہ کی مخلوق میں سے مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا پھر ان کی پاکیزہ بیٹیوں نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس وقت ایمان قبول کیا جبکہ یہ اپنے خاوند ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں حالانکہ ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی ننھی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو بچپن ہی میں ایمان کی محبت سے آراستہ کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے ننھے دل میں اتارنی شروع کر دی۔ اس ننھی سی جان میں عمدہ فضائل کا

① صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب ماذکر من درع النبی ﷺ رقم الحدیث (۳۱۱۰)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل فاطمة بنت النبی ﷺ رقم الحدیث (۲۴۴۹)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۲۰۶۹)، ابن ماجه رقم الحدیث (۱۹۹۹)۔

سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کے ازواج واولاد

سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا

پہلے خاوند: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ — محمد اوسط

دوسرے خاوند: مغیرہ بن نوفل — یحیٰ

عبد مناف بن قصی
- ہاشم ← عبدالمطلب ← حارث ← نوفل ← مغیرہ
- عبد شمس ← عبدالعزی ← ربیع ← ابوالعاص ← امامہ
- مغیرہ + امامہ ← یحیٰ

عبد مناف بن قصی
- ہاشم ← عبدالمطلب ← ابوطالب ← علی
- عبد شمس ← عبدالعزی ← ربیع ← ابوالعاص ← امامہ
- علی + امامہ ← محمد اوسط
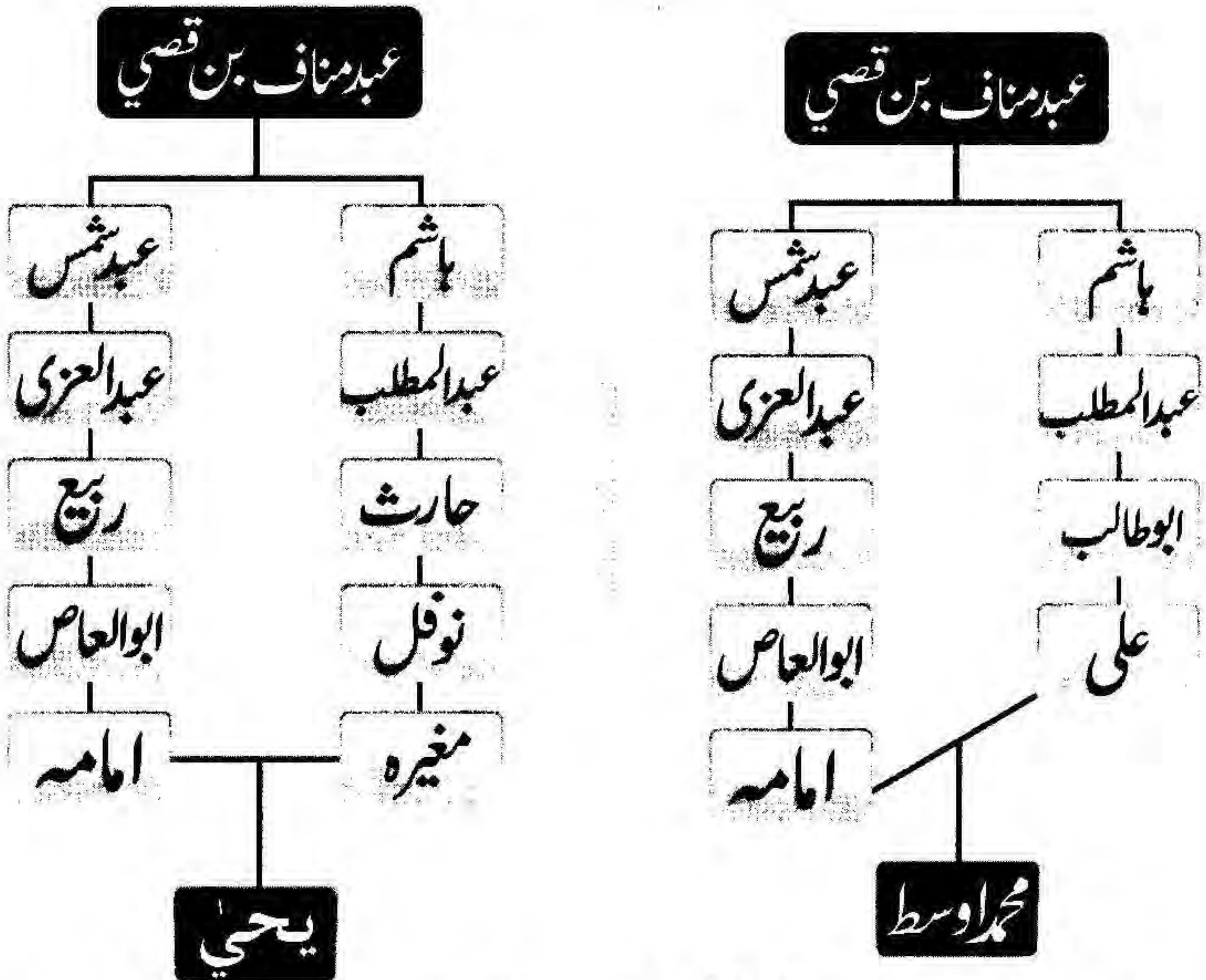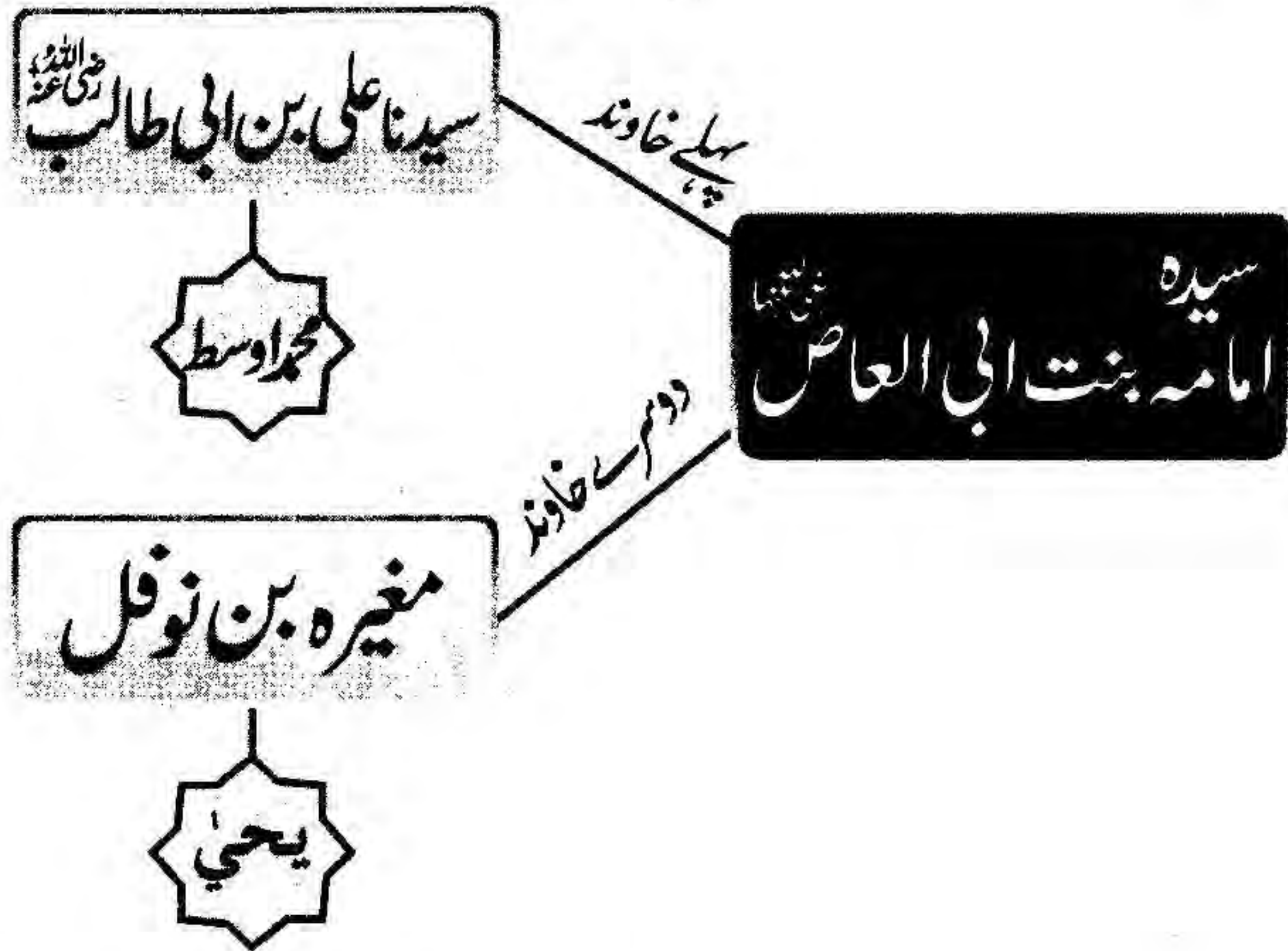
سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔ شہادت علی کے بعد دوسری شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کے پوتے مغیرہ سے ہوئی۔ ان سے یحیٰ پیدا ہوئے۔ جیسا کہ نقشے میں واضح ہے۔

بیج بونا شروع کر دیا اور اللہ کی راہ میں قربانی دینے کی محبت ان کے دل میں جاگزیں کر دی۔

معزز ماں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لاڈلی ننھی بیٹی کو وہ وحی جو ان کے نانا جان پر نازل ہوا کرتی تھی کہانیوں کی صورت میں سنایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اس لیے نازل کی جاتی تھی تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نور ہدایت کی طرف لے جائیں اور لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کریں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو ان کی نانی جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کی داستان سنایا کرتی تھیں اور یہ بیان کیا کرتی تھیں کہ اس خواتین عالم کی سردار نے ظہور اسلام کے وقت کس قدر قربانیاں دیں پھر انھیں یہ بھی بتایا کہ جب وہ وفات پا گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح غم و اندوہ کا اظہار کیا۔ ننھی امامہ یہ واقعات جب سنتیں تو ان کا دل خانہ نبوت کے بارے میں پھولے نہ سماتا کہ اللہ نے اس گھر کو نبوت کے لیے خاص کیا ہے اور مجھے اس خاندان میں پیدا کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے مخصوص کیا بلاشبہ یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

ننھی بچی امامہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے اپنی بات کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اس تاریخی سفر پر آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے پھر مدینہ منورہ میں انصار نے والہانہ انداز میں استقبال کرتے ہوئے یہ کہا:

اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

اللہ اکبر! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ اپنی بیٹی کے سامنے اپنے خاندان کی سنہری تاریخ بیان کر رہی تھیں۔ انھیں وہ وقت یاد آیا کہ ان کے پاس کوئی بھی قریبی رشتہ دار نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اپنے صحابہ کرام اور انصار کے ساتھ تھے، ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا چند سال پہلے وفات پا کر مکہ معظمہ کی مٹی میں دفن ہو چکی تھیں اور ان کی بہنیں، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن اپنے ابا جان کے ساتھ مدینہ منورہ میں ان کی شفقت سے شاد کام تھیں اور ان کے بھائی قاسم اور عبد اللہ بالڑی عمر ہی میں اللہ کو

سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

عبد مناف بن قصی

عبد شمس	ہاشم
عبد العزی	عبد المطلب
ربیع	عبد اللہ
ابو العاص	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

امامہ

سیدہ امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی یعنی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔

پیارے ہو گئے تھے، افسوس ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

ابولعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف قریش کے ہمراہ ان کے ابا جان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی تھیں کہ پتہ نہیں کہ اب اس کا نتیجہ کیا نکلے؟ پتہ نہیں اب یہ بادل کب چھٹیں جنھوں نے اس کی زندگی پر اندھیرا دراز کر دیا ہے۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا، اس کے والد کا گرفتار ہونا اور ان کی والدہ کے گلے کا ہار

بغاوت، فسق و فجور اور ظلم و تعدی کے سفر پر قریش بڑے غرور سے روانہ ہوئے تکبر اور نخوت انھیں موت کی طرف دھکیل کے لے جا رہے تھے۔ کافروں اور فاجروں کو ابوجہل کا غرور، عتبہ بن ربیعہ کی بدمعاشی، اور امیہ بن خلف کا کفر ہانکے لے جا رہے تھے، تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑیں جنھوں نے ان کے خوابوں کو خاک میں ملا دیا تھا اور ان کے خداؤں کے بارے میں یہ عیب ظاہر کر دیا تھا کہ وہ کچھ بھی تو نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ انھیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کشتی میں بٹھا کر شرک کے طوفانی سمندر سے نکال کر ایمان اور امن کے ساحل پر پہنچا دیں، بلاشبہ یہ اللہ کے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم کا کارنامہ تھا۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ قریش کے ساتھ بادل نخواستہ روانہ ہوئے۔ ان کے خیالات میں ایک طوفان برپا تھا، دماغ میں یکے بعد دیگرے افکار و خیالات کی ایک فلم چل رہی تھی، انھیں رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے والد کے خلاف لڑنے جا رہا ہے، والد بھی وہ جو اپنی بیٹی سے ٹوٹ کر پیار کرتا ہے اور بیٹی بھی اپنے والد کے ساتھ بے حد پیار کرتی ہے، وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر لڑائی کے میدان میں اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمنا سامنا ہو گیا تو وہ کیا کرے گا؟ ان سوالوں کا جواب اسے سجھائی نہیں دے رہا تھا، جنگ بدر میں شریک ہونے کے لیے روانگی سے پہلے اس نے اپنی لاڈلی بیٹی امامہ کو لاڈ پیار سے چوما، وہ ننھی جان یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ابا جان کس مہم پر جا رہے ہیں؟ وہ تو بیچاری یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ قریش کے سینے حسد اور بغض سے کیوں تلملا رہے ہیں؟ ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی امامہ اور اپنی نیک دل بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو الوداع کہا تو اس نے یہ منظر دیکھا کہ زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور چہرہ غمگین ہے۔ (اس لیے کہ وہ جانتی تھیں کہ میرا سرتاج آج میرے ہی ابا جان سے لڑنے اور

جنگ کرنے جا رہا ہے۔ اس موقع پر وہ بے بس ہے اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی۔)

میدان بدر میں دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی جلد ہی فیصلہ سامنے آ گیا کافر بری طرح شکست کھا گئے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ان کے کئی بہادر اور شہسوار گرفتار ہوئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ قیدیوں میں تھا۔ وہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت تھا۔ آپ نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

((اسْتَوْصُوا بِالْأَسْرٰى خَيْرًا))

''قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔''

مکہ میں قریش کی جنگ بدر میں شکست کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی، یہ بھی خبر پہنچ چکی تھی کہ اس جنگ میں بڑے بڑے قریشی سردار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں اور یہ بھی پتہ لگ چکا تھا کہ کئی اہم قریشی شخصیات گرفتار بھی ہوئی ہیں۔ یہ خبریں سن کر مکی باشندوں کے چہرے ذلت اور رسوائی کے داغ سے سیاہ ہو چکے تھے۔ سیدہ زینب اور اس کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو اندیشہ تھا کہ کہیں ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی موت کے گھاٹ نہ اتار دیا گیا ہو۔ مسلمان شہسواروں کے ہاتھوں کہیں وہ اپنے انجام کو نہ پہنچ گیا ہو لیکن جلد ہی انھیں یہ خبر مل گئی کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ گرفتار ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہے۔

مکہ معظمہ کے باشندے تیاری کرنے لگے تا کہ وہ فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کو چھڑا لائیں۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عمرو بن ربیع نے فدیہ ادا کر کے اپنے بھائی کو چھڑا لانے کی تیاری کی، ان لمحات میں امامہ رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا قابل رشک کردار دیکھا، جس کی خوشبودار یاد دیر تک ان کی زندگی میں قائم و دائم رہی۔ اسی طرح اس مؤقف کی یاد قیامت تک باقی رہے گی۔ امامہ نے اپنی والدہ کو دیکھا کہ وہ اپنے گلے سے اپنی والدہ کی نشانی اور تحفہ اپنا قیمتی ہار اتارتی ہیں تا کہ اس کے باپ ابو العاص رضی اللہ عنہ کا فدیہ دینے کے لیے بھیجا جائے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو اس کی داستان سنائی تھی کہ شادی کے موقع پر ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح انھیں یہ قیمتی اور عمدہ ہار بطور تحفہ دیا تھا۔ اس ہار کے ساتھ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادیں وابستہ تھیں۔

عمرو بن ربیع فدیہ کی ادائیگی کے لیے مکہ معظمہ سے روانہ ہوا، مدینہ منورہ میں وہ سیدھا

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنے خاوند کو فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ یہ کہتے ہیں عمرو بن ربیع نے وہ عمدہ ہار نکال کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ ہار دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ کے دل پر رقت طاری ہوگئی اور چہرے کا رنگ بدل گیا، ہار دیکھتے ہی سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں۔ اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا اور اپنی نواسی امامہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے نہایت ہی شفقت بھرے لہجے میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ کر کے ارشاد فرمایا:

((اِنْ رَأَیْتُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا لَھَا اَسِیْرَھَا وَتَرُدُّوْا عَلَیْھَا مَالَھَا فَافْعَلُوْا))

''اگر ہو سکے کہ تم اس کے قیدی کو آزاد کر دو اور اس کا مال لوٹا دو تو ضرور یہ کرو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر بیک زبان ہو کر کہا:

چشم ماروشن دل ماشاد، آپ کا حکم سر آنکھوں پر!

وہ قیمتی ہار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طرف واپس کر دیا گیا اور ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بھی آزاد کر دیا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر ابو العاص رضی اللہ عنہ شرمندہ بھی ہوا اور بہت متاثر بھی ہوا اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں ایمان کی محبت جاگزیں ہوئی۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ سے روانگی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا کہ اب زینب اور امامہ رضی اللہ عنہما کو مدینہ منورہ پہنچا دیں، اس نے وعدہ کر لیا۔

کیا ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا؟ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنے وعدے کا کس طرح ایفاء کیا۔

ننھی مہاجرہ

ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف اپنی بیٹی اور نیک دل بیوی، دختر رسول ﷺ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا شوق دل میں سمائے ہوئے لوٹا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس کا گرم آنسوؤں سے استقبال کیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ اس ننھی سی گڑیا نے یہ محسوس کیا کہ اس کے والد کی غیر موجودگی میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ امامہ رضی اللہ عنہا کھڑی اپنے باپ سے سننے لگیں۔ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا یعنی ان کی والدہ سے کہہ رہے تھے میں تیرے ابا جان سے وعدہ کر آیا ہوں، آپ اپنے ابا جان کے پاس مدینہ جانے کے لیے سفر کی تیاری کریں، ننھی امامہ کا

خیال رکھنا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے لیے تیاری کرلی، ضروری سامان باندھ لیا، امامہ رضی اللہ عنہا کو بھی تیار کرنے لگیں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خیالات اپنے والد اور خاوند کے درمیان تقسیم ہو کر رہ گئے لیکن اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی اطاعت مقدم تھی۔ ان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے خاوند کا سینہ اسلام کے لیے کھول دے تاکہ یہ بھی اسلام قبول کرکے سعادت مندوں میں شامل ہو جائے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹی کمزوروں اور ناتوانوں میں سے تھیں، وہ دعاء ہی کا سہارا لے سکتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت کو فراخی میں تبدیل کر دے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹی ابو العاص کے بھائی کنانہ بن ربیع کے ساتھ ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئیں۔ دن کا وقت تھا دوپہر کے وقت ان مسافرین کا روانہ ہونا قریش کو بڑا ناگوار گزرا۔ ان کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی۔ قریش ان کی تلاش میں نکل پڑے اور انھیں وادی ذی طویٰ میں جالیا۔ وہاں ہبار بن اسود نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پر نیزے سے حملہ کر دیا جس سے اونٹ بدک گیا اور اس نے اپنے سوار کو زمین پر گرا دیا۔ ننھی امامہ رضی اللہ عنہا نے یہ منظر دیکھا کہ ناہنجار بدبخت لوگ ایک کمزور عورت کے مقابلے میں اسلحہ تان کر کھڑے ہیں۔ یہ وہی لوگ تھے جو جنگ بدر کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تھے، جنگ بدر کا دن گزرے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

سیدہ زینب اور امامہ رضی اللہ عنہا دونوں مکہ واپس آ گئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نیزے کی ضرب سے زخمی ہوگئی تھیں۔ جب صحت ٹھیک ہوگئی تو دوبارہ اپنی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئیں تاکہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی رضاء حاصل کی جا سکے۔

مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب اور نواسی امامہ رضی اللہ عنہا کا استقبال کیا۔ اپنے گھر کے قریب ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شفقت اور لاڈ پیار کا اظہار کرنے کے لیے ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے کیونکہ امامہ پہلی بچی تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے ہاں جنم لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا بڑا لاڈ پیار تھا۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نانا کے زیر سایہ تربیت حاصل کرتے ہوئے اخلاق نبویہ سے خوشہ چینی کا بھرپور موقع میسر آیا، جس کی وجہ سے انھیں خواتین اسلام

میں بڑا بلند مقام و مرتبہ حاصل ہوا اور انھیں اہل بیت کی خواتین میں بھی منفرد مقام حاصل ہوا جس اہل بیت کی ہر قسم کی آلودگی کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا تھا اور اسے اچھی طرح پاک کر دیا تھا۔ وہ اپنے نانا جان کے اخلاق عالیہ سے فیض حاصل کرتی رہیں جس کی وجہ سے انھیں اپنے ابا جان کی کمی محسوس نہ ہوئی جو ابھی تک مکہ معظمہ میں تجارتی مشاغل میں مصروف تھے۔

دن اور مہینے گزرتے رہے اور امامہ رضی اللہ عنہا اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں زندگی کے دن بسر کرتی رہیں، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں مکمل امن، سکون اور اطمینان حاصل تھا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل و کرم تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو اس کی طرف بھیج دیا۔

مسند امام احمد میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

((رَدَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ وَلَمْ يُحْدِثْ نِكَاحًا)) [1]

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو چھ سال بعد پہلے نکاح پر ہی ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا دیا اور نیا نکاح نہیں پڑھایا۔“

امامہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کے اسلام قبول کرنے سے بہت زیادہ خوش ہو گئیں انھیں پھر گھر کا مکمل سکون میسر آ گیا، ابو العاص رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کی والدہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ خوش ہوئیں۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی نعمت اسلام پا کر خوش نصیب ہو گئے، انھیں اپنی بیٹی امامہ کا قرب مل گیا جن کے چہرے میں اس کی نانی جان سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی شکل و صورت کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ ننھی امامہ رضی اللہ عنہا کی کلکاریاں گھر کے کونے کونے میں گونج رہی تھیں، ان کی والدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لیے تو بڑی مسرت و شادمانی کا سماں پیدا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب الی متی ترد علیه امراته اذا سلم بعدها رقم الحدیث (۲۲۴۰)، سنن الترمذی کتاب النکاح باب ماجاء فی الذوجین المشرکین یسلم احدهما رقم الحدیث (۱۱۴۳)، ابن ماجه رقم الحدیث (۲۰۰۹)، مسند احمد (۱/ ۲۶۱، ۳۵۱)، (۶/ ۳۶۶)، مستدرك حاکم (۲/ ۲۰۰)۔

ہو گیا تھا۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ بھی اس منظر سے شاد کام تھے۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ اپنی لاڈلی بیٹی کو شفقت سے چومتے اور پدرانہ شفقت و محبت کا بھرپور اظہار کرتے، ان کے انگ انگ سے محبت، شفقت اور مرحمت پھوٹتی دکھائی دیتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داماد کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے بہت زیادہ خوش تھے۔ آپ کی خوشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ابو العاص رضی اللہ عنہ اپنی خالہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو بہت پسند تھے۔ وہ زندہ ہوتیں تو اپنے بھانجے کو مسلمان دیکھ کر کتنا خوش ہوتیں۔ بس یہی خیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت و شادمانی کا باعث تھا۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ لاڈ پیار

صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بچوں کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اختیار کرتے ہوئے اپنے بچوں کی محبت اور شفقت سے تربیت کرنے لگے۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شفقت سے پیش آتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں نواسوں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے بہت پیار تھا لیکن اپنی نواسی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے بھی لاڈ پیار ان سے کم نہیں تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تو آپ اس کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ آپ اپنی اولاد نواسوں اور نواسیوں سے بہت ہی شفقت سے پیش آتے تھے۔ اسی طرح آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی بہت محبت اور ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، اہل ایمان کے ساتھ آپ کی ہمدردی اور شفقت مثالی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۲۸)

''مؤمنوں کے ساتھ بڑے شفیق ہیں اور رحمدل۔''

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاڈ پیار کا امتیازی سلوک کیا کرتے تھے۔ آپ مسجد نبوی تشریف لے جاتے ہوئے انھیں اپنے ساتھ کندھوں پر بٹھا کر لے جاتے۔ نماز کے

دوران گود میں اٹھا لیتے جب آپ سجدے میں جاتے تو انھیں زمین پر بیٹھا دیتے جب سجدے سے اٹھتے تو انھیں دوبارہ گود میں اٹھا لیتے۔

مسلم شریف میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب اور ابو العاص رضی اللہ عنہما کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو گود میں اٹھائے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے اور جب سجدے میں جاتے تو زمین پر بٹھا دیتے۔ ①

ابو داود میں سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے قدرے تفصیل کے ساتھ روایت منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم ظہر یا عصر کی نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ انھوں نے اذان دی تو آپ گھر سے تشریف لائے۔ آپ نے ننھی امامہ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ اسی حالت میں آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر کہہ دیا۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ اللہ اکبر کہہ دیا۔ آپ جب رکوع میں جاتے تو امامہ کو زمین پر بٹھا دیتے رکوع سجود سے جب فارغ ہو کر اٹھتے تو دوبارہ انھیں اپنی گود میں اٹھا لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح نماز پوری کی۔ ②

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ شفقت، محبت، ہمدردی اور لاڈ پیار سے پیش آیا کرتے تھے کبھی انھیں خوش کرنے کے لیے تحفہ بھی دیا کرتے تھے۔ اہل بیت میں سب سے بڑھ کر انھیں یہ اعزاز حاصل تھا کہ خواتین اہل بیت بھی اس صورت حال سے بخوبی آگاہ تھیں۔ سیدہ فاطمہ الزاہرء رضی اللہ عنہا بھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی بیماری کے دنوں میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے وصیت کے طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ میرے بعد امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیں۔

---

① صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ رقم الحدیث (۵۱۶)، صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب جواز حمل الصبیان فی الصلاۃ رقم الحدیث (۵۴۳)، سنن النسائی رقم الحدیث (۷۱۱)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۹۱۹)، مسند احمد رقم الحدیث (۲۱۴۸۱)، موطا امام مالک رقم الحدیث (۳۷۲)، سنن الدرامی رقم الحدیث (۱۳۲۶)۔

② حوالہ سابق۔

رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت اور شفقت سے پیش آتے کہ بسا اوقات ازواج مطہرات کو بھی محسوس ہونے لگتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو کسی نے سنہری ہار تحفے میں دیا، ازواج مطہرات ایک گھر میں جمع تھیں، اتنے میں امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا بھی کھیلتی ہوئی وہاں آ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں کھیلتے ہوئے دیکھا تو ہم سے پوچھا: تمھیں یہ بیٹی کیسی لگتی ہے؟

ہم نے ان کی طرف دیکھا اور بیک زباں ہو کر کہا: ماشاء اللہ بہت پیاری گڑیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ آپ نے اپنی نواسی کو گود میں بٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ ہار میں اسے پہناؤں گا جو اہل بیت میں سے زیادہ پیارا لگتا ہے۔ یہ ارشاد فرماتے ہوئے ہار اپنی نواسی کے گلے میں ڈال دیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، میرا خیال یہ تھا کہ ہار میرے حصے میں آئے گا، دوسری ازواج مطہرات نے بھی میری طرح محسوس کیا، ہم میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ اعزاز مجھے ملے گا لیکن امامہ رضی اللہ عنہا اس روز ہم سب پر بازی لے گئیں۔ [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ یہ خوبصورت ہار مجھے پہنایا جائے گا کیونکہ تمام ازواج مطہرات میں مجھے رسول اللہ ﷺ کے ہاں امتیازی حیثیت حاصل ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہار امامہ رضی اللہ عنہا کو پہنا دیا۔ بلاشبہ اہل بیت میں انھیں امتیازی مقام و مرتبہ حاصل ہوا۔ وہ اہل بیت جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دیا ہے اور اسے اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اکثر و بیشتر امامہ رضی اللہ عنہا کو لاڈ پیار سے بیٹا کہا کرتے تھے اور انھیں خوش کرنے کے لیے تحائف بھی دیا کرتے تھے۔

---

[1] مجمع الزوائد (۹/ ۲۵۵)، طبقات ابن سعد (۸/ ۴۰)، السمط الثمین (ص:۱۹۱)، الاستیعاب (۴/ ۲۳۸)، السیرة الحلبیة (۲/ ۴۵۲)، درالسحابة (ص:۵۳۵)، الاصابة (۴/ ۲۳۰، ۲۳۱)، اسدالغابة (۶/ ۲۲)، مسند احمد (۶/ ۱۰۱، ۲۶۱)، مسند ابی یعلی (۷/ ۴۴۵، ۴۴۶)۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حبشے کے حکمران نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زیور بطور تحفہ بھیجا جس میں سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی۔ آپ نے وہ انگوٹھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو دیتے ہوئے فرمایا: بیٹا! یہ انگوٹھی تم پہن لو۔ [1]

۸ ہجری کے آغاز میں ابھی ابو العاص رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کیے ہوئے ایک سال کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا سفر آخرت شروع ہوا۔ اپنے ابا جان کے ہاں ہجرت کر کے آتے وقت انھیں دوران سفر جو کاری زخم آیا تھا اس کی وجہ سے کئی ایک امراض ان پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ زندگی کے آخری دنوں میں انھوں نے اپنی اکلوتی بیٹی کو درد بھرے انداز میں دیکھا اور وہ لمحات یاد آ گئے جب ان کی والدہ نے شادی کے موقع پر قیمتی ہار تحفہ دیا تھا۔ انھوں نے سوچا کہ یہ ہار اب اپنی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو دے دے، بیماری دن بدن غلبہ پانے لگی۔ آٹھویں ہجری کے ابتدائی دنوں ہی میں دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے لیے ماں کی جدائی بڑی گراں گزری جس کی وجہ سے ہر وقت وہ آنسو بہاتی رہتیں کیونکہ ان کی پیاری والدہ انھیں داغ مفارقت دے کر اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئیں جو مالک بھی ہے اور صاحب اقتدار بھی ہے۔ بیٹی کے فوت ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لائے، ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے انھیں غسل دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنا تہبند دیا کہ اسے کفن میں شامل کر لیا جائے اور پھر اپنی بیٹی کو اللہ کے سپرد کیا۔

بخاری شریف میں سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت منقول ہے فرماتی ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں تو آپ تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: اسے طاق عدد میں غسل دینا، تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ تعداد میں لیکن ہو طاق عدد۔ غسل بھی بیری ملے ہوئے پانی سے دینا اور آخر میں کافور کا استعمال کرنا پھر جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ جب ہم غسل سے فارغ ہوئیں تو آپ کو اطلاع دی۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/ ۴۰)، الاصابة (۴/ ۲۳۱)، السمط الثمین (۱۹۲)، مسند ابی یعلی (۷/ ۴۴۵)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۴۲۳۵)، سنن ابی ماجه رقم الحدیث (۳۶۴۴)، مسند احمد (۶/ ۱۱۹)۔

آپ نے اپنی چادر ہماری طرف پھینکی اور فرمایا کہ یہ چادر انھیں پہنا دو۔ ①

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے کے بعد سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ گھر میں قبرستان کی طرح سناٹا چھایا ہوا ہے، گھر کا ماحول وحشت ناک دکھائی دیتا ہے، زندگی کے آثار دکھائی نہیں دیتے، ان کی وہ پیاری ماں انھیں اکیلی چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئیں جو ان کی خوشیوں کا گہوارہ تھیں اور روحانی غم خوار تھیں۔ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ کے گلے کا ہار دیکھا تو انھیں اپنی نانی جان سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئی، کئی دفعہ ان کی والدہ نے نانی جان کا تذکرہ بھی کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس ہار کی قدر و قیمت کا تذکرہ بھی کیا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ جب اس کے ابا جان ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ گرفتار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تھے اور فدیئے کے لیے بھیجا گیا یہ ہار انھوں نے دیکھا تو ان کے دل پر کیا گزری تھی اور کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے تھے۔

یہ ساری باتیں یاد کر کے سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا فرط غم سے آنسو بہانے لگیں۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ نے جب اپنی لاڈلی بیٹی کو اس حالت میں دیکھا تو اسے دلاسہ دینے کے لیے اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کی آنکھوں سے غم کے آنسو پونچھنے لگے، بیٹی اپنی والدہ کی جدائی میں غمگین تھی اسے تسلی دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور انھیں ماں کی جدائی کا غم ہلکا کرنے کے لیے ہر طرح سے دلاسہ دیا کرتے تھے۔ خوشگوار یادیں ان کے سامنے بیان کیا کرتے تھے اور سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا کرتے تھے، جو عرصہ دراز پہلے مکہ معظمہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملی تھیں۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو خانہ نبوی میں ہر طرح کی نگہداشت حاصل تھی، انھوں نے اپنی خالہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زیر شفقت زندگی بسر کرنا شروع کی، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنی

---

① صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما یستحب ان یغسل وترا رقم الحدیث (۱۲۵۴)، صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی غسل المیت رقم الحدیث (۹۳۹)، سنن ابی داؤد رقم الحدی ث(۳۱۴۲)، سنن الترمذی رقم الحدیث (۹۹۰)، سنن النسائی رقم الحدیث (۱۸۸۱)، سنن ابی ماجه رقم الحدیث (۱۴۵۹)، مسند احمد رقم الحدیث (۱۹۸۶۰)، موطا امام مالك رقم الحدیث (۴۶۵)۔

دیگر اولاد حسن، حسین، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم کی طرح ان کا بھی پوری طرح خیال رکھا کرتی تھی تا کہ یہ خواتین عالم کی مشہور ومعروف ہستیوں میں شمار ہونے لگیں، بھلا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی کفالت میسر ہو اس کی خوش نصیبی کے کیا کہنے!!

دن گزرنے لگے سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو دنیا کے سب سے بڑے معزز گھر کے ماحول میں ہر طرح کی نعمت میسر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس نواسی سے بہت زیادہ لاڈ پیار تھا۔

ماہ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نانا جان کی وفات کا بہت غم کیا، مسلمانوں پر بھی غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے یہ محسوس کیا کہ نانا جان کی وفات سے ان کی زندگی کا ایک بہت بڑا ستون گر گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مکمل نگرانی میں سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے دن گزرنے لگے لیکن وہ بھی اپنے ابا جان کی وفات کے تھوڑے ہی عرصے بعد بیمار ہوئیں دن بدن مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ جان لیوا ثابت ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی بھی فرمائی تھی کہ میرے خاندان میں تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو غم نے ان کے سینے کو جکڑ لیا اور ناامیدی نے ان کے دل کو نچوڑ کر رکھ دیا۔ تمام پیاروں یعنی والدہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شفقت، محبت اور ہمدردی حاصل ہوئی تھی۔ انھوں نے انھیں ماں کا پیار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفقت کی کمی پوری کر دی۔ اس وقت ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں تو پھر میرا کیا بنے گا، دو مرتبہ تو وہ پہلے بھی یتیم ہو چکی ہے، ماں فوت ہوئی پھر نانا جان فوت ہوئے اور اب خالہ زندگی کے آخری مرحلے میں پہنچی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی وفات پا کر جنت الفردوس جا بسیں۔ انھوں نے اپنے خاوند سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حبالہ عقد میں لے لینا۔ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا اپنی خالہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات پر بہت روئیں۔ انھوں نے یہ محسوس کیا کہ میں اب یتیم ہو گئی ہوں یکے بعد دیگرے سب پیارے دنیا سے کوچ کر گئے اب وہ اپنے باپ ابو العاص رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگیں جو امیدوں

کے اکیلے مرکز رہ گئے تھے۔ ۱۲ ہجری کو ماہ ذی الحجہ میں ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، بیماری شدت اختیار کر گئی جس نے انھیں بستر پر لٹا دیا اور آخر کار وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بیماری کے عالم میں جب ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا تو اس کے گلے میں وہ ہار نظر آیا جو سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر دیا تھا، ہار دیکھ کر پرانی یادیں تازہ ہو گئیں اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی گویا کہ وہ اب یہ یاد کر رہے ہیں کہ میں عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدہ خدیجہ طاہرہ اور زینب رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ جب وہ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے پاس کھڑی یہ غمناک منظر دیکھ رہی تھیں۔ ان کی روح راضی خوشی قفس عنصری سے اپنے رب کی طرف پرواز کر گئی۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، سب پیارے قریبی رشتے دار داغ مفارقت دے گئے۔

والدہ، نانا جان، خالہ جان، اور اب ابا جان بھی اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن دل میں یہ یقین تھا کہ اللہ ان کی حفاظت کرے گا، وہ عزت دے گا ضائع نہیں ہونے دے گا۔ وہ ایک ایسے خاندان کی چشم و چراغ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائی ہے۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کی شہسوار اسلام کے ساتھ شادی

اب پیارے قریبی رشتہ داروں کی وفات کے بعد سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا اکیلی رہ گئیں لیکن انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا جو اللہ کا فیصلہ ہو گا اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جائے گا۔ ان کے کانوں میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مدھم سی بات کی آواز آئی جو انھوں نے وفات سے پہلے وصیت کے طور پر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہی تھی کہ آپ میرے بعد امامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لیں۔ ادھر سیدنا ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے ماموں کے بیٹے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کی کفالت تم نے کرنا ہو گی۔ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی وفات کے بعد سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی کفالت میں زندگی بسر کرنے لگیں دونوں میاں بیوی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کا بہت خیال کیا کرتے تھے انھیں پتہ تھا کہ یہ بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی لاڈلی تھی وہ ہر صورت اس چیز کو پیش نظر رکھتے تھے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ [1] زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وصیت کو نافذ کرنے کے لیے شادی کا اہتمام کیا۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلافت راشدہ کے آخری ایام تک رہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کوفے منتقل ہوئیں انھوں نے چوتھائی صدی سے بھی زیادہ وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزارا۔ ۴۰ ہجری بروز اتوار مورخہ ۲۱ رمضان کو انھیں شہید کر دیا گیا۔ اس موقع پر سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا بہت روئیں۔ اس اندوہ ناک واقعہ کو سرزمین عرب کے بیشتر شعراء نے اپنے اشعار میں بیان کیا۔

زندہ جاوید خواتین کی فہرست میں

جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملے کے بعد بستر پر دراز تھے اور انھیں شہادت کا یقین ہو گیا تھا تو انھوں نے اپنی بیوی امامہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انھیں یہ وصیت کی کہ اگر میرے بعد شادی کرنے کا ارادہ ہو تو مغیرہ بن نوفل میری نظر میں بہتر رہے گا۔ [2]

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عدت پوری کی تو مدینہ منورہ منتقل ہو گئیں اور کوفے کو خیر باد کہہ دیا، اس وقت مدینے کے گورنر مروان بن حکم تھے۔

سیدہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا نے عدت پوری ہونے کے بعد مغیرہ بن نوفل مطلبی ہاشمی کے ساتھ شادی کر لی۔ مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے شادی کے موقع پر بنو ہاشم کے آدمیوں کو دعوت دی۔ ان میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے سب کی موجودگی میں شادی کی گئی اس طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نے مغیرہ بن نوفل کے ساتھ پوری زندگی گزاری اور اسی کے ہاں ان کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی۔ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کی وفات سے سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا خاتمہ ہو گیا۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۱/ ۳۳۵)۔

[2] طبقات ابن سعد (۵/ ۲۳۰۲۲)، تاریخ السلام (عہد معاویۃ ص: ۱۲۴، ۱۲۵)، نساء من عصر النبوۃ (۲/ ۳۵)۔

اسی طرح رقیہ اور ام کلثوم کے ہاں بھی کوئی اولاد نہ ہوئی، بیٹیوں میں صرف سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد آگے چلی، خواتین اہل بیت میں سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو بڑا بلند مقام و مرتبہ حاصل ہوا، یہ اس خوش نصیب خاندان کی چشم و چراغ تھیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۳)

''بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے آلودگی دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔''

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا من اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

❋❋❋

19

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

خواتین اہل بیت

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ نواسی کی پُرنور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا

- سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی
- ۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئی بڑی محتاط، عقلمند، شریف الطبع اور عالمہ فاضلہ تھیں۔
- اپنے ابا جان سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رونما ہونے والے واقعات دیکھے۔
- وہ فصاحت و بلاغت اور جرأت کے حوالے سے مشہور و معروف ہوئیں، عبیداللہ بن زیاد کے روبرو انہوں نے جرأت مندانہ مؤقف اختیار کیا۔
- سیدہ زینب نے خانہ نبوی میں خاص مقام ومرتبہ حاصل کیا اور انہوں نے ۶۲ ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

یہ خواتین اہل بیت میں سے ہیں، انھیں خواتین اسلام میں ایک بڑا ممتاز مقام حاصل ہے، یہ ایک ایسی جلیل القدر خاتون ہیں جن کی فضل و شرف کے اعتبار سے جڑیں مضبوط ہیں اور جود و سخا، علم و فضل، خاندانی وجاہت ونجابت اور دینداری کے آسمان میں ان کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ جب میں نے خواتین اہل بیت کی سیرت کا مطالعہ شروع کیا تو سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کو قیمتی ہار کے نگینے کی مانند پایا۔ میں اس نکتے پر طویل عرصے تک غور وخوص کرتا رہا کہ اس جلیل القدر خاتون نے اسلام کے ابتدائی دور میں عورتوں کی تاریخ میں ایک اہم اور ممتاز مقام حاصل کیا۔

ان کی جڑ زمین میں پیوست ہے اور شاخ آسمان میں

ان کی اصل وجہ مجھے یہ معلوم ہوئی کہ اس خاتون نے ایک ایسے خاندان میں جنم لیا جس کی جڑیں پاکیزہ اور مضبوط تھیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انھوں نے ایک ایسے گھر میں پرورش پائی جو انسانی صفات کا سنگم تھا۔ اس ماحول میں انھیں شفقت، وفاداری، شرافت، عزت اور ضیاء جیسی خوبیاں میسر آئیں۔ والدین کی طرف سے یہ نجیب الطرفین تھیں۔

ان کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ نبوی کے سربراہ تھے وہ سید الاولین والآخرین اور اللہ کی ساری مخلوق سے افضل تھے۔ ان کے والد محترم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہسوار اسلام تھے اور وہ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔

ان کے خاوند عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما جو خود بھی سخی تھے اور ایک سخی باپ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ ایک بڑے عالم فاضل صحابی تھے اور انھیں احادیث کو روایت کرنے کا شرف بھی حاصل تھا۔ ان کے دونوں بھائی سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ جنت کے سردار تھے اور یہ دونوں گلشن نبوت کے خوشبودار پھول تھے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے چچا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک بہادر صحابی تھے، ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي)) ''تم میری شکل وصورت اور عادات واطوار میں مشابہہ ہو۔''

وہ بڑے سخی، معزز اور جلیل القدر صحابی تھے۔ عورتوں کی جانب سے جو انھیں مقام و مرتبہ

حاصل تھا وہ کچھ اس طرح تھا:

- سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کی نانی ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھیں، جنہیں مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا، وہ زمانہ جاہلیت میں بھی پاکیزہ تھیں اور زمانہ اسلام میں بھی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق دل سے ساتھ دیا اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور ایک کامل خاتون کے روپ میں متعارف ہوئیں۔
- ان کی دادی سیدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف الھاشمیہ القرشیہ رضی اللہ عنہا تھیں جنہیں فضل و شرف کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہوئی اور پہلے مہاجرین کی فہرست میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور نیکیوں کے میدان میں ہمیشہ آگے بڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔
- اور ان کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی تھی اور وہ خواتین جنت کی سردار تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جنت کی بشارت بھی دی جس کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ ان کی خالائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن تھیں، انھوں نے اپنی والدہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔
- ان کی ہمشیرہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں جنہیں خواتین اہل بیت میں بڑا فضل و شرف حاصل تھا۔

آیئے اہل بیت کی اس جلیل القدر خاتون کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ [1] جن کا نام زینب بنت علی بن ابی طالب الھاشمیہ رضی اللہ عنہا تھا اور یہ رسول اللہ

---

[1] الاصابۃ (۴/ ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵)، اسد الغابۃ (۶/ ۱۳۲)، تجدید السماء الصحابۃ للذھبی (۲/ ۲۷۳)، الکامل لابن الاثیر (۴/ ۵۶، ۵۸، ۷۸، ۸۸)، تاریخ مدینۃ دمشق (ص:۱۱۹، ۱۲۴)، تاریخ الطبری (۳/ ۱۶۲، ۳۳۱، ۳۳۶)، طبقات ابن سعد (۸/ ۴۶۵)، نسب قریش (ص:۴۱)، نورالا بصار (ص:۲۰۱، ۲۰۴)، السمط الثمین (ص:۱۹۴)، العقد الفرید (۶/ ۱۳۶)، مقاتل الطالبیین (ص:۹۵، ۱۱۵، ۱۲۰)، الاخبار الطوال (ص:۲۲۸)، نساء من عصرا التابعین (۲/ ۱۸۱، ۱۹۲)، بلاغات النساء لطیفور (ص:۲۵)، البدایۃ والنہایۃ (۷/ ۳۳۱)، (۸/ ۱۷۷)۔

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کا سلسلہ نسب

عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم

ابوطالب (عبد مناف) — عبداللہ

علی — حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

زینب رضی اللہ عنہا
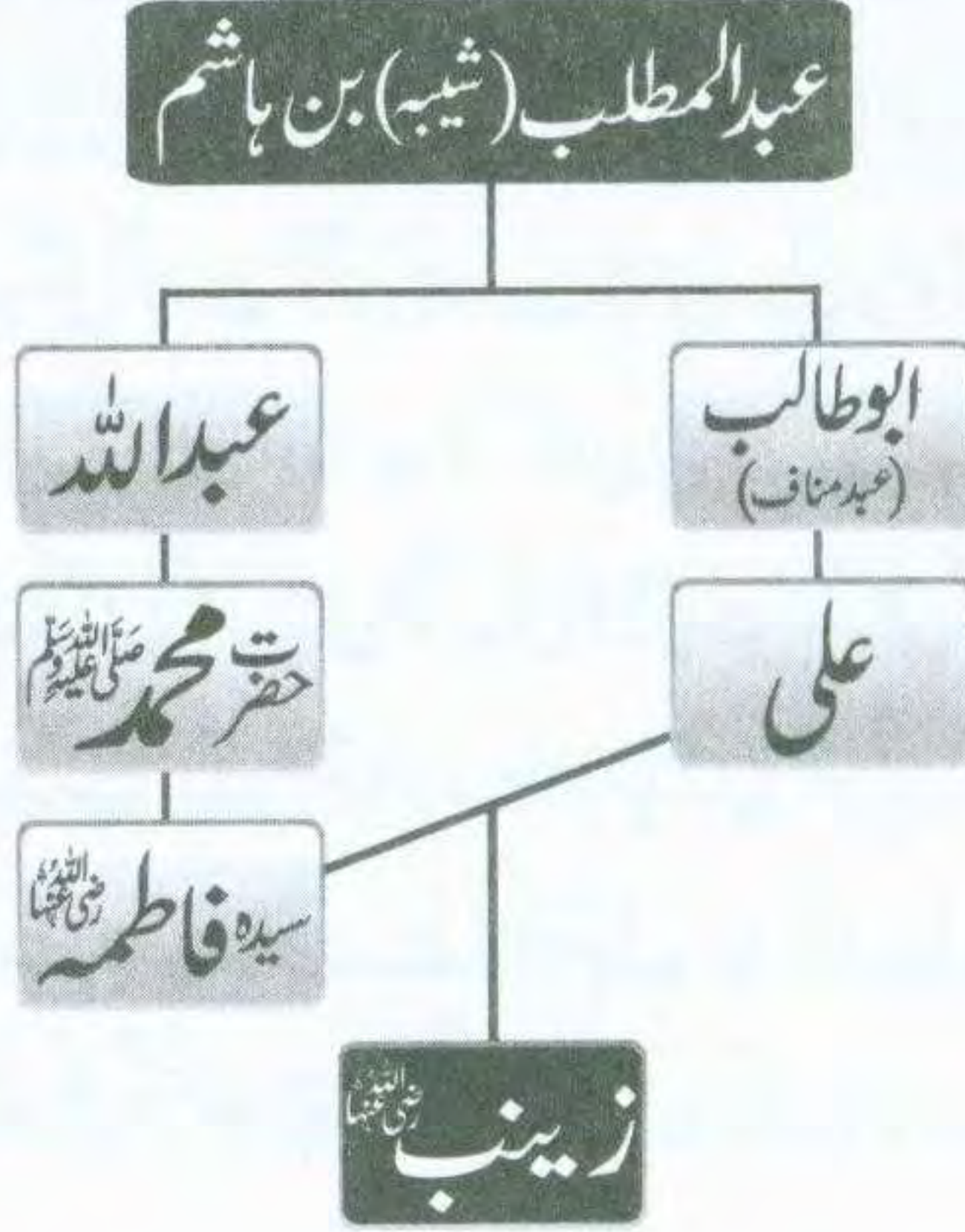
سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں۔

زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کی اولاد

عبداللہ بن جعفر — خاوند

زینب بنت علی رضی اللہ عنہما — بیوی

اولاد

عباس — محمد — علی — عون — ام کلثوم
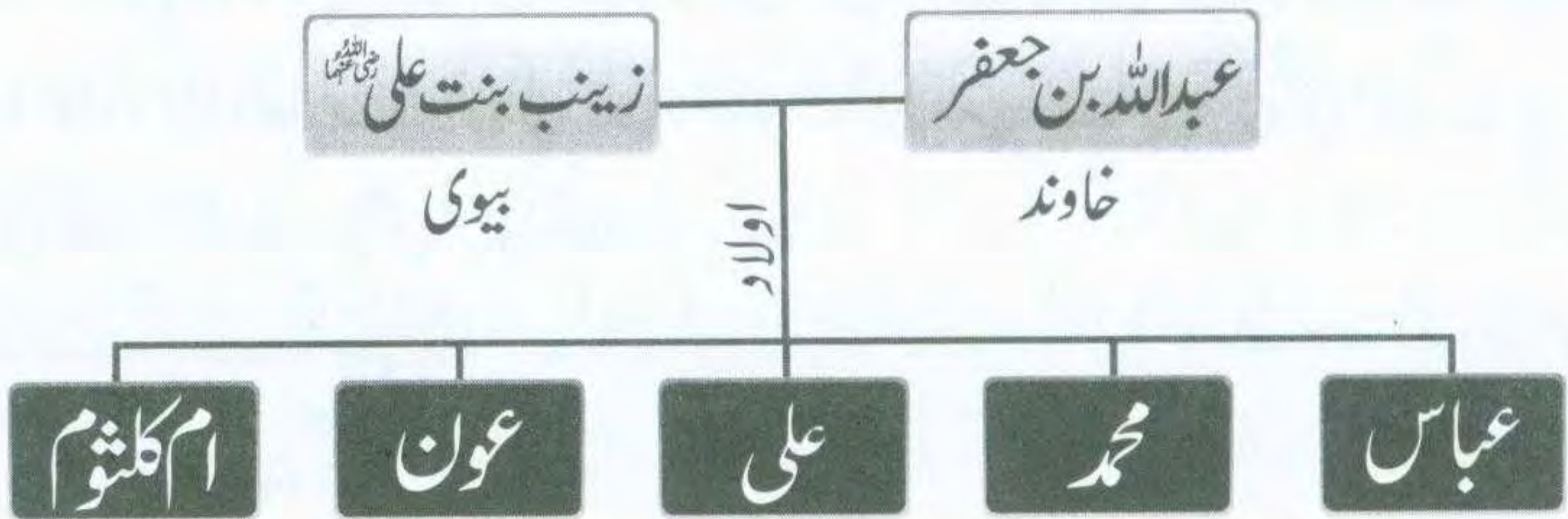
زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کی شادی ان کے چچازاد (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے) عبداللہ بن جعفر سے ہوئی۔ ان سے علی، عون، ام کلثوم پیدا ہوئے۔

ﷺ کی نواسی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ۵ ہجری کو سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کی اس دنیا میں آمد ہوئی تاکہ زمانے کی تاریخ کے اوراق میں سنہری باب رقم ہو سکے۔

مدینہ منورہ میں ان کی ولادت کی خبر مشہور ہوئی کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ایک بچی کو جنم دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام اپنی بڑی بیٹی کے نام پر از راہ محبت زینب رکھا۔ اس بچی کی پیدائش پر مہاجر و انصار سبھی بہت خوش ہوئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ سیدنا علی بن ابی طالب سیدہ، فاطمۃ الزہراء، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ یہ سبھی خانہ نبوی کے ستون تھے انھیں گھر میں مرکزی حیثیت حاصل تھی اس گھرانے میں جو اولاد پیدا ہوئی اس نے تقویٰ و طہارت کے اعتبار سے دنیا میں شہرت حاصل کی۔ پاکیزہ خانہ نبوی نے اس نومولود کا انتہائی مسرت و شادمانی سے استقبال کیا جس کی آمد سے گھر کا آنگن مہک اٹھا تھا۔ یہ اس شریف گھرانے کی چشم و چراغ تھیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما دیا تھا:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۳)

''اے اہل بیت! اللہ تم سے آلودگی دور کر دینا چاہتا ہے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی تمام بیٹیوں میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ زیادہ لاڈ پیار تھا اس لیے کہ اس جلیل القدر خاتون نے رسول اللہ ﷺ کی عادت و اطوار کو اپنا رکھا تھا اور ان کی شکل و شباہت بھی آپ سے ملتی جلتی تھی ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّىْ))

''کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔''

اس لیے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں جب زینب رضی اللہ عنہا نے جنم لیا تو رسول اللہ ﷺ کے دل کو وہ بھی اسی طرح لاڈلی اور پیاری لگی جس طرح کہ ان کی والدہ تھیں، ایسا بھلا کیوں نہ ہوتا آپ تو رحمت، شفقت اور امید کی کان تھے، زینب رضی اللہ عنہا کو خانہ نبوی میں بڑا اہم مقام و مرتبہ حاصل ہوا۔ نبی کریم ﷺ اس بچی پر خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔

سیدہ زینب اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما

ایمان اور تقویٰ کی خوشبودار فضا میں دین اور تقویٰ کے مہکتے ہوئے ماحول میں عمدہ انداز میں یہ پروان چڑھیں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے زندگی کا نور دیکھا اور اپنے نانا کے چہرے پر چمکتے ہوئے نور کا مشاہدہ کیا اور اپنی ماں کا چہرہ دیکھا جو دنیا بھر کی خواتین میں درجہ کمال پر فائز تھیں اور انھوں نے اپنی ماں میں انسانی اخلاقیات اور تمام تر فضائل کی جھلک دیکھی کہ وہ صبر، دین، نیکی، عفت وقناعت اور شکر کا پیکر تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنی خوبصورت ننھی سی گڑیا زینب رضی اللہ عنہا پر پوری توجہ دینے لگیں اور انھیں بچپن ہی میں دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ ایمان کی غذا مہیا کرنے لگیں۔ وہ اپنی بیٹی زینب میں شفقت، ہمدردی اور رحمت کے حوالے سے وہ تمام خوبیاں دیکھنا چاہتی تھیں جو ان کی بڑی بہن ابو العاص رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا میں پائی جاتی تھیں، جو ۸ ہجری میں وفات پا چکی تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے خواتین اہل بیت کے نہج پر اپنی ننھی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی تربیت کرنا شروع کر دی۔ ننھی زینب اسلامی ماحول میں پروان چڑھی۔ ایمانی غذا سے شاد کام ہوئی، خانہ نبوی سے معرفت حاصل کی اور خواتین اہل بیت سے انھوں نے علم حاصل کیا انھیں خانہ نبوی میں جلیل القدر شخصیات کی زیارت نصیب ہوئی جو بیان اور معارف کے حوالے سے درجہ کمال پر فائز ہیں۔ یونہی دن گزرنے لگے یہاں تک ۱۱ ہجری کو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جا ملے جس کی وجہ سے جزیرۃ العرب میں لرزہ طاری ہو گیا۔

ننھی زینب رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خانہ نبوی میں مرد و زن غم واندوہ میں آنسو بہا رہے ہیں، ہر کوئی حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں دل گرفتہ ہے۔ ننھی زینب رضی اللہ عنہا کے دل پر اس اندوہ ناک واقعے کا گہرا اثر پڑا، مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداع کہا اور یہ تو زندگی کی ایک ریت ہے جو اس دنیا میں آیا اس نے ایک دن یہاں سے جانا ہے، یہ اللہ کا اٹل فیصلہ ہے جو اس کے بندوں پر نافذ ہو کر رہتا ہے۔ ننھی زینب نے دیکھا کہ ان کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی وفات سے بہت غمگین ہیں ہر وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں اور دل غمگین رہتا ہے، پھر یہ دیکھا کہ ان کی امی جان بیمار ہو گئی ہیں، ننھی زینب رضی اللہ عنہا اپنی امی جان کے قریب رہنے کی وجہ سے یہ سب صورت حال دیکھ رہی تھیں۔

ان کی عمر ابھی پانچ سال سے زیادہ نہیں ہوئی تھی انھیں یہ اندیشہ لاحق تھا کہ ان کی والدہ بھی اب تھوڑے دنوں کی مہمان ہیں پھر وہ اپنی چھوٹی بہن ام کلثوم کے ساتھ اکیلی رہ جائے گی۔ زینب اور ان کی بہن ام کلثوم اپنی امی جان کے بستر پر آ کر بیٹھ جاتی تھیں جو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بیمار ہو کر بستر پر دراز ہو چکی تھیں، دونوں ننھی بیٹیاں اپنی امی جان کو خوش رکھنے اور ان کا دل لگانے کی کوشش کرتیں۔ لیکن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی وفات سے چھ ماہ بعد ہی اپنے اللہ کو پیاری ہو گئیں اور راضی خوشی جنت الفردوس کی وارث بن گئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بڑا غم لاحق ہوا اور ان نے یہ محسوس کیا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد گھر وحشت ناک ہو چکا ہے۔ اب ان کے ابا جان سیدنا علی رضی اللہ عنہ انھیں اپنی شفقت اور محبت میں ڈھانپ رہے ہیں اور انھوں نے انھیں اپنے دل میں اہم جگہ دے رکھی ہے اور یہ ننھی بچی ان کے لیے ان کی بیوی سیدہ فاطمہ الزہراء، والدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد اور ام المومنین خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہن کی یاد کا باعث بن رہی ہے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے باپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں بچپن ہی میں ذمے داری کا بوجھ اٹھانا پڑا، وہ اپنی والدہ کی جگہ کچھ گھریلو کام میں مشغول رہنے لگیں اور ان کے دونوں بھائی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما حسب استطاعت ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔ اب ہم اس چیز کا جائزہ لیتے ہیں کہ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نے بڑی ہو کر کس ثابت قدمی کا ثبوت دیا، وہ خواتین عالم میں ایک بلند مقام پر فائز نظر آتی ہیں۔ جب وہ سرزمین شام پہنچی تو ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے بڑا واضح مؤقف اختیار کیا اور ایسا فصاحت و بلاغت پر مبنی بیان دیا جس سے مرد بھی عاجز دکھائی دیتے ہیں لیکن خانہ نبوی کی اس خاتون نے جرأت اور شجاعت کے حوالے سے کمال کر دیا۔

سخی باپ کے سخی بیٹے کی بیوی

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے آبائی صاف ستھرے گھر میں پرورش پائی، بچپن ہی میں چہرے پر ذہانت کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ وہ صفائی، پاکیزگی، دینداری میں سیدہ فاطمۃ الزہراء اور اپنی نانی سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی ہو بہو تصویر تھی، ان خوبیوں میں وہ اپنی بہنوں میں ممتاز دکھائی دیتی تھیں، جب جوانی میں قدم رکھا تو بنو ہاشم اور قریش میں سے بیشتر نے ان کا رشتہ لینے کی خواہش ظاہر کی لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی عمدہ انداز میں انھیں ٹال دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ دراصل اپنے قریبی رشتہ داروں میں اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ رکھتے تھے جب

انھیں ان کے حقیقی بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ کا پیغام آیا جو کہ خود بھی سخی تھے اور سخی باپ کے بیٹے تھے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوشی سے اس رشتے کو منظور کر لیا۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا اور انھیں احادیث کو روایت کرنے کی سعادت بھی میسر آئی، انھیں چھوٹی عمر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کیا جاتا تھا انھیں بڑی شان و شوکت میسر آئی، یہ بڑے معزز اور سخی تھے، امامت کے منصب پر فائز ہونے کے قابل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا:

((وَاَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ فَشِبْهُ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ)) [1]

''عبداللہ شکل و صورت اور عادات و اطوار میں میرے مشابہ ہے۔''

صحیح مسلم میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں مذکور ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹے کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا اور مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا تو ہم تینوں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ [2]

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو سیادت و قیادت اور علم و فضل کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی انھیں سلام کہتے تو یوں ارشاد فرماتے:

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ)) [3]

''اے دو پروں والے کے بیٹے! تجھے سلام ہو۔''

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ایک روایت نقل کی کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے، وہ کھیل رہے تھے، آپ نے ان کے حق میں دعاء کی:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِیْ تِجَارَتِهٖ)) [4]

''الٰہی اس کی تجارت میں برکت عطا فرما۔''

---

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل عبدالله بن جعفر رضی اللہ عنہما رقم الحدیث (۲۴۲۸)، مسند احمد (۱/ ۲۰۳)۔

[2] فتح الباری (۷/ ۵۱۵)۔ [3] مجمع الزوائد (۹/ ۲۸۶)۔

[4] تاریخ مدینة دمشق (ترجم النساء ص:۱۲۱)، طبقات ابن سعد (۸/ ۴۶۵)۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے کی شان وشوکت کو جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت پیار کرتے ہیں اور انھیں پسند کرتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے انھیں اپنی بیٹی کا خاوند بننے کے لیے پسند کر لیا۔ شادی کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے گھر منتقل ہو گئیں، وہاں انھوں نے بھرپور زندگی بسر کی، گھر کے آنگن میں محبت اور پیار کی خوشبو پھیل گئی اور اللہ تعالیٰ نے اولاد سے بھی نوازا حافظ ابن عساکر ابن سعد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔ اس کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے خاوند عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما تھے ان کے ہاں علی باعون اکبر، عباس، محمد اور ام کلثوم نے جنم لیا۔ [4] ان سبھی بچوں نے بہت عمدہ ماحول میں پرورش پائی اور سبھی بچے جید عالم بنے، سب ہی حدیث کے حافظ تھے، انھوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا اور یہ بڑے ثقہ عالم بنے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کی، وہ بڑے سخی سردار اور عالم فاضل تھے، سخاوت کے میدان میں ان کے حوالے سے بڑے واقعات زبان زد عام ہوئے، شعراء نے بھی اپنے اشعار میں ان کی سخاوت کی تعریف کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سخاوت کے حوالے سے اپنے خاوند کا حوصلہ بڑھاتی تھیں، وہ بھلا ایسا کیوں نہ کرتیں ان کا تعلق اہل بیت سے تھا، یہ گھرانہ سخاوت کے حوالے سے مشہور ومعرف تھا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو اس پر انگیخت کرتی رہتیں کہ آنے والے مہمانوں کی خوب خاطر مدارات ہونی چاہیے جو بھی ہمارے گھر آئے اسے اتنا مال دیا جائے کہ وہ خوش ہو کر جائے۔

سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بہت بڑے سخی تھے، سخاوت دراصل انسان کے دل کو روشن کر دیتی ہے، لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا خواتین اہل بیت سے ہیں اور ان کے خاوند عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سخاوت کے سمندر ہیں۔ اسی لیے اکثر و بیشتر دیہاتی لوگ اس کے پاس آتے رہتے تھے تاکہ ان کی سخاوت کا فیض حاصل کر سکیں کیونکہ انھیں اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ اہل بیت کے اس گھر سے کوئی ہاتھ خالی واپس نہیں گیا۔ اس حوالے سے لوگوں کی زبانوں پر تعریفی کلمات ہر وقت رہتے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے گورنر

مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بدوی آیا اس نے کچھ مانگا مروان بن حکم نے کہا: اس وقت میرے پاس تو تجھے دینے کے لیے کچھ نہیں البتہ آپ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس چلے جائیں وہ فضائل اور سخاوت کی غار ہیں، وہاں سے آپ کی مراد پوری ہو جائے گی۔ وہ بدوی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے داماد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچ گیا، لوگوں سے ان کے گھر کا پوچھا تو انھوں نے بتا دیا کہ یہ ان کا گھر ہے۔ بدوی نے جا کر سلام عرض کی تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اسے خوش آمدید کہا۔

بدوی نے انھیں سارا واقعہ سنایا کہ میں پہلے مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں البتہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس چلے جاؤ وہاں تمھارے لیے بہت کچھ ہے، وہ تو فضائل اور سخاوت کا منبع ہیں، میں ایک مفلس ہوں مدد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اس کی بات سن کر کہا: دیکھو یہ میری اونٹنی جو مال سے لدی کھڑی ہے اس مال میں میری ایک قیمتی تلوار بھی ہے، جسے میں نے ایک ہزار دینار میں خریدا ہے، یہ اونٹنی اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ تیری ہے، لے جائیں میری طرف سے یہ آپ کا تعاون ہے، تلوار کی قیمت میں نے تجھے اس لیے بتائی کہ کہیں کوئی دھوکے سے اونے پونے میں نہ لے جائے۔ وہ بدوی خوشی سے بغلیں بجاتا ہوا اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ جو بھی اس سے ملتا اس کے سامنے اہل بیت کی سخاوت کی داستانیں بیان کرتا۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی سخاوت سے اس کے دن پھر گئے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے ابا جان رضی اللہ عنہما کی خلافت

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ مدینہ منورہ خلافت راشدہ کے زیر سایہ بسر کیا۔ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ۳۵ ہجری میں خلافت کی بیعت کی گئی اس وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تیس سال تھی، خلافت کے دوران پیش آنے والے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان نے وہ منظر بھی بچشم خود دیکھا کہ جب ان کے ابا جان نے مسند خلافت سنبھالنے کے بعد پہلا خطبہ دیا۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پہلے خطاب میں یہ ارشاد فرمایا:

اللہ نے قرآن مجید کو ہمارے لیے ہدایت نامہ بنا کر نازل کیا، اس میں خیر و شر کو واضح

طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ خیر کو پکڑ لو اور شر کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی عزت کو حرم کی عزت پر فوقیت دی اور مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھنے نیز اخلاص اور توحید کے اپنانے پر زور دیا، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، کسی مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں، موت سے پہلے عام اور خاص کاموں کو جلدی سے نپٹا لو، بندوں اور شہروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم سے زمین اور جانوروں کے بارے میں پوچھا جائے گا اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو جب تم خیر و بھلائی کو دیکھو تو اسے لے لو اور جب شر کو دیکھو تو اسے چھوڑ دو اور آخر میں یہ آیت پڑھی:

﴿ وَاذْكُرُوٓا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ ﴾

(الانفال : ۸/ ۲٦)

''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں کمزور تھے۔''①

پھر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چھوڑ کر عراق چلے گئے، ان کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی ان کے ہمراہ عراق چلی گئیں، اسی طرح داماد عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بھی عراق منتقل ہو گئے، جنگ صفین میں سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک شہسوار تھے۔

ابو عبیدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین میں قریش، بنو اسد اور بنو کنانہ قبائل کی قیادت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس تھی۔ ②

ماہ رمضان ۴۰ ہجری کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بابا جان کا قتل اپنی آنکھوں سے دیکھا، جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کی زبان پر مسلسل لا الہ الا اللہ کا ورد جاری تھا، اسی حالت میں ان کے ابا جان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اس موقع پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روئیں، یہ حادثہ امت مسلمہ کے لیے بڑا درد ناک تھا، ساری دنیا کے لیے اندوہ ناک تھا، اہل بیت کے لیے تو بڑا ہی غم ناک تھا لیکن اللہ کی

---

① البدایة والنهایة (۷/ ۲۲٦، ۲۲۷)۔

② سیر اعلام النبلاء (۳/ ۴٦۰)۔

کرنی ہو کر رہتی ہے۔

سیدہ زینب اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما

عراق میں دوسری مرتبہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے فراق میں مبتلا ہونا پڑا، اپنے ابا جان کی شہادت کے تقریباً بیس سال بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے عاشوراء کے دن ۶۱ ہجری کو کربلا کے میدان میں جام شہادت نوش کیا، کربلا میں صرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اکیلے ہی شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ اہل بیت کے بیشتر افراد نے جام شہادت نوش کیا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیس نیزوں کے زخم اور چونتیس تیروں اور تلوار کے زخم تھے۔

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں سترہ مرد شہید ہوئے اور یہ سبھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔

حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں سولہ افراد شہید ہوئے جو سبھی اہل بیت میں سے تھے۔

بعض دوسرے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی اولاد، بھائیوں اور اہل بیت کے تیس افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر تھے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے علی اکبر اور عبد اللہ تھے، ان کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عبد اللہ، قاسم اور ابوبکر تھے۔ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے عون اور محمد تھے۔ سیدنا عقیل کی اولاد میں سے جعفر، عبد اللہ، عبد الرحمان اور مسلم تھے۔ [1] سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی کربلا کے دو دن بعد زندہ بچنے والی خواتین اور بچوں کو سواریوں پر سوار کر کے جب لے جانے لگے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کے غم میں اس انداز میں رونے لگیں جسے دیکھ کر دوست دشمن سبھی کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا روتے ہوئے دردناک انداز میں کہنے لگیں میرے پیارے بھیا کے لیے آسمان کے فرشتے رحمت کی دعاء کرتے ہیں آسمان اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے ہم اسے خون میں لت پت چٹیل میدان میں اللہ کے سپرد کرتے ہوئے جا رہے ہیں اس حالت میں کہ اس کے جسم کے اعضاء کٹے ہوئے ہیں اس کی بیٹیاں قیدی بنا لی گئی ہیں، اس کی اولاد شہید ہو گئی ہے، ان سب پر آسمان شبنم کے موتی برسائے۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۸/ ۱۹۴)۔

ہم اپنے بھیا سے اب جنت الفردوس میں ملیں گے۔ (1)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور بہادری

جن خواتین نے عہد نبوت، خلافت راشدہ اور بنو امیہ کے دور میں زندگی بسر کی ان سب میں جرأت، شجاعت، عقل و دانش اور درست رائے کے اعتبار سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فائق تر اور ممتاز تھیں نازک ترین مراحل میں بھی وہ جرأت سے بات کرنے سے گھبراتی نہیں تھیں۔ بلکہ وہ بڑے زوردار انداز میں گفتگو کیا کرتی تھیں، تاریخ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے خلفاء اور امراء کے روبرو نہایت دلیری کے ساتھ دوٹوک انداز میں بات کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کے افراد کوفہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لائے گئے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بعض کنیزیں ان کے ساتھ تھیں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ عبید اللہ بن زیاد نے پوچھا: یہ بیٹھی ہوئی خاتون کون ہے؟ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کوئی بات نہ کی، اس نے دوبارہ اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے؟ وہ پھر خاموش رہیں اور کوئی بات نہ کی، اس نے تیسری مرتبہ پوچھا تو ایک کنیز نے کہا: یہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ ابن زیاد نے حماقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے تمھیں رسوا کیا، تمھیں موت کے گھاٹ اتارا اور تمھارے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس نانہجار کی یہ بات سن کر ترکی بترکی جواب دیتے ہوئے کہا:

بلکہ شکر ہے اس ذات کا جس نے ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں پیدا کر کے عزت دی اور ہمیں اچھی طرح پاک کر دیا۔ ابن زیاد! تمھاری بات درست نہیں بلکہ رسوائی فاسق اور فاجر کا مقدر ہوتی ہے، ابن زیاد کی شان وشوکت پامال ہوئی تو اس نے کہا: دیکھا اللہ نے تیرے اہل بیت سے کیا سلوک کیا۔

انھوں نے پہلے سے بڑھ کر جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: اللہ نے ان کی تقدیر میں شہادت لکھی تھی سو وہ آرام سے ابدی نیند سو گئے۔ قیامت کے دن اللہ تجھے اور انھیں اکٹھا کرے گا وہ تیرے خلاف اللہ کی بارگاہ میں حجت پیش کریں گے تیرے پاس اس دن کوئی جواب نہیں ہوگا اور شرمندگی تیرا مقدر ہوگی۔

---

(1) الکامل لابن الاثیر (۴/ ۸۱)، البدایة والنهایة (۸/ ۱۹۳)۔

یہ بات سن کر ابن زیاد غصے سے کانپنے لگا، اس کی جب یہ حالت عمرو بن حریث نے دیکھی تو اس نے کہا: اللہ امیر کی اصلاح کرے، یہ ایک عورت ہے بھلا عورت کی کسی بات پر کوئی مؤاخذہ کیا جاتا ہے؟

یہ بات سن کر ابن زیاد کا غصہ جاتا رہا اور کہنے لگا: اللہ نے میرے غصے کو شفاء دے دی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ بات سن کر روتے ہوئے کہا: تو نے میرے بوڑھوں کو قتل کر دیا، میرے خاندان کو برباد کر دیا، میری شاخ کاٹ دی، میری جڑ اکھاڑ دی اگر یہ تیرے دل کی تشفی ہے تو تیرا اللہ ہی حافظ ہے وہی تجھ سے نپٹے گا۔

ابن زیاد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جرأت دیکھ کر حیران رہ گیا، کہنے لگا: اللہ کی قسم! یہ بہادری ہے تیرا باپ بھی بڑا بہادر تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس کی یہ بات سن کر ازراہ مذاق کہا: بھلا عورت کا بہادری سے کیا تعلق۔ [1] جب ابن زیاد نے ارادہ کیا کہ علی بن حسن رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کر دے سیدنا علی بن حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ان عورتوں کو کس کے سپرد کیا جائے گا؟ ابن زیاد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس موقع پر زینب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کے بیٹے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے چمٹ گئیں اور ابن زیاد سے کہا: تمھارا ابھی جی نہیں بھرا۔ ہمارے خون سے ابھی تم سیراب نہیں ہوئے کیا تو نے ہمارے کسی مرد کو باقی چھوڑا ہے، پھر وہ اپنے بھتیجے سے گلے ملیں اور روتے ہوئے ابن زیاد سے کہا: اگر تو اس معصوم کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے۔

علی بن حسن نے ابن زیاد سے کہا: اگر تیری ان پاکیزہ خواتین کیساتھ کوئی قرابت داری ہے تو ان کے ہمراہ کسی متقی شخص کو روانہ کریں۔ عبید اللہ بن زیاد نے تھوڑی دیر زینب رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا پھر قوم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا: عجیب محبت اور شفقت کا مظاہرہ ہے۔ پھر کہنے لگا: اللہ کی قسم! وہ خاتون یہ چاہتی ہے کہ اگر میں اس علی بن حسین کو قتل کروں تو اسکے ساتھ اس کو قتل کر دوں۔ پھر اس نے کہا: اچھا اس لڑکے کو بھی ان خواتین کے ساتھ جانے دو۔ [2]

پھر عبید اللہ بن زیاد نے زینب رضی اللہ عنہا دیگر خواتین، بچوں اور بیٹوں کو تیاری کا حکم دیا اور

---

[1] الكامل لا بن لاثير (۴/ ۸۱، ۸۲)، البداية والنهاية (۸/ ۱۹۳)۔

[2] البداية والنهاية (۸/ ۱۹۴)۔

سب کو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمین شام بھیج دیا، وہاں بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بے مثال جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا۔

محتاط اور دانش مند

آل حسین رضی اللہ عنہ جب دمشق پہنچیں تو انھیں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ وہ اس ساری صورت حال سے شرمندہ تھے خواتین اہل بیت کو زنان خانہ میں لے جایا گیا تو محل کی خواتین نے واقعہ کربلا پر غم کا اظہار کیا، طویل سفر کی وجہ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا خاندان پراگندہ حال تھا، یزید رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ سے بڑے افسوس کا اظہار کیا، اس موقع پر بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یزید رضی اللہ عنہ کو کھری کھری سنائیں۔ یزید رضی اللہ عنہ نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر مدارات کی اور چند دنوں کے بعد پورے اعزاز واکرام کے ساتھ اس قافلے کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا اور انھیں کثیر مال و دولت سے بھی نوازا گیا تاکہ ان کی قدرے دل جوئی ہو سکے۔ مدینہ منورہ کی جانب جب آل حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ روانہ ہوا جو خواتین اور بچوں پر مشتمل تھا ان کے ساتھ ایک نہایت ہی نیک دل شامی شخص کو روانہ کیا گیا تاکہ راستے میں کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو، راستے میں اگر کوئی ضرورت لاحق ہو تو اسے پورا کیا جائے، وہ شخص اہل بیت کا بڑا قدر دان تھا اور دل سے احترام کرتا تھا۔

جب خواتین اہل بیت نے اس شخص کی شرافت اور خدمت کو دیکھا تو زینب رضی اللہ عنہا کی چھوٹی بہن نے کہا: آپا جان کیا خیال ہے اس شخص نے ہمارا پورے سفر میں بہت خیال کیا ہے ہماری خدمت اور حفاظت میں کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی، ہمیں بھی اسے کچھ نہ کچھ انعام دینا چاہیے، زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمارے پاس اس کو دینے کے لیے زیورات کے علاوہ کچھ نہیں چلو ہم اسے بطور انعام زیور ہی دے دیتے ہیں۔

دونوں بہنوں نے اپنے ہاتھوں کے کڑے اتارے اور اس شخص کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم معذرت چاہتی ہیں ہمارے پاس اس سے زیادہ دینے کے لیے کچھ نہیں، آپ نے ہماری بہت خدمت کی یہ ہماری طرف سے بطور انعام قبول کر لیجیے۔ اس شخص نے روتے ہوئے یہ جواب دیا: اللہ کی قسم! میں نے کسی دنیاوی غرض کے لیے یہ خدمات سرانجام نہیں دیں بلکہ میں نے تو محض اللہ کی رضاء کے لیے یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ تمھاری خدمت کرنا ہم مسلمانوں کا فرض ہے کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہو۔ یہ کہتے ہوئے اس نے

کنگن دونوں سیدات زینب اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیئے کہ میں تو اہل بیت کا ادنیٰ سا خادم ہوں، میرے لیے بس دعاء کریں۔ مسجد نبوی کی زیارت کے بعد وہ دمشق واپس چلا گیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کربلا میں اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے شہید دو بیٹوں کو دفن کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچیں۔ بیٹوں کے والد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے مدینہ منورہ میں شہادت کی خبر صبر و تحمل سے سنی اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو تسلیم و رضاء سے قبول کیا۔

جب سیدنا حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے بیٹوں اور دیگر اہل بیت کی کربلا میں شہادت کے بارے میں مدینہ منورہ میں خبر پہنچی تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے رشتہ دار تعزیت کے لیے ان کے پاس آنے شروع ہوئے آپ نے صبر تحمل اور تسلیم و رضاء کا دامن تھامے رکھا اور اللہ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اگر کسی نے واویلا کیا تو اسے سختی سے منع کر دیا۔

اس موقع پر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے بیٹوں کے ہمراہ میدان کربلا میں ہوتا تو بھی اسی منزل کا راہی ہوتا۔

زینب رضی اللہ عنہا اور علم

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما بڑی عالمہ فاضلہ خاتون تھیں، انھیں محدثہ ہونے کا شرف حاصل تھا، انھوں نے احادیث رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو روایت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا اور اسی طرح انھوں نے اپنے خاوند کی والدہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث روایت کی، ان کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام طہمان یا ذکوان رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث روایت کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بہت سے علماء، فقہاء اور تابعینؒ نے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا جن میں سے محمد بن عمرو، عطا بن سائب نے اور عورتوں میں سے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ تابعین کے دور میں بڑی مشہور و معروف عالمہ فاضلہ خاتون تھیں اور انھوں نے خواتین کی تاریخ میں بڑا بلند مقام حاصل کیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ایک یہ روایت منقول ہے۔

((اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَاتَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ

وَاِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ)) ①

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے جائز نہیں اور قوم کا غلام بھی انہی میں سے ہے۔"

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ایک زریں قول ہے جسے انسان کو اپنے پلے باندھ لینا چاہیے۔ فرماتی ہیں:

جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی مخلوق اس کی اللہ کے حضور سفارشی بنے اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔ اور اللہ سے شرماتا رہے کیونکہ وہ اس کے قریب ہے اور اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر دم اللہ کی تعریف کرتا رہے، کیا اس نے یہ بات نہیں سنی:

((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ))

"اللہ نے سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔"

اللہ کے عذاب نجات حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہر دم اس کی تعریف ہی کرتا رہے۔

نیک اور ہمیشہ رہنے والوں کے ساتھ

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے خانہ نبوی کی خواتین میں سے خاص طور پر اور صحابہ کرام کی خواتین میں سے عام طور پر بڑی یادیں باقی چھوڑیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں برکت عطا کی۔

علمائے نسب نے بیان کیا ہے کہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کی اولاد مختلف شہروں میں آباد ہوئی اور انھوں نے ہر جگہ شہرت پائی اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کی اولاد میں بہت سی خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

① ایک ان کی خوبی یہ تھی کہ وہ آل نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں سے تھے۔

② دوسری خوبی یہ تھی کہ ان کے اہل بیت ہونے پر سب کا اتفاق تھا۔

---

① صحیح مسلم کتاب الذکاۃ باب ترك الستعمال ال النبی ﷺ رقم الحدیث (۱۰۷۲)، سنن النسائی کتاب الذکاۃ باب استعمال آل النبی ﷺ علی الصدقۃ رقم الحدیث (۲۶۰۹)، ابوداؤد رقم الحدیث (د۲۹۸۵)، مسند احمد رقم الحدیث (۱۶۸۲۳)، تاریخ مدینۃ دمشق (تراجم النساء ص:۱۲۰)۔

۳ تیسری خوبی یہ تھی کہ ان کی اصل بنو ہاشم سے تھی کیونکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ہاشمی تھے۔

۴ چوتھی خوبی یہ تھی کہ ان پر صدقے کا مال حرام تھا کیونکہ وہ آل نبی علیہ السلام میں سے تھے۔

یہ ایسی خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ بہت سے شعراء نے اسی فضیلت و حیثیت کی وجہ سے ان کا تذکرہ اپنے اشعار میں کیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اپنے دونوں بیٹوں عون اور محمد کی شہادت کے بعد تقریباً ایک سال تک زندہ رہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں زندہ تھے وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا خانہ نبوی میں مرجع علم کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں، تاریخی دستاویز سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ۶۲ ہجری میں فوت ہوئیں اور انھیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ بعض کا خیال ہے کہ انھیں مصر میں دفن کیا گیا ہے بعض کا خیال ہے کہ انھیں شام میں دفن کیا گیا۔

علی مبارک اپنی کتاب الخطط التوفی فيقية میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ سیدہ زینب قاہرہ کے اس محلّہ میں مدفون ہیں جو ان کے نام کی طرف منسوب ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کبھی اپنی زندگی میں مصر گئی ہی نہیں اور نہ ہی وفات کے بعد انھیں وہاں لے جایا گیا، تاریخ میں کہیں اس کا حوالہ نہیں ہے۔

درست بات یہی ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں ان کو دفن کیا گیا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آخری ایام میں مدینہ منورہ چھوڑ کر کسی دوسرے شہر گئی ہوتیں تو تاریخ میں اس کا ذکر ضرور ملتا۔ دل کو یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ ہی میں رہیں اور یہیں ان کی وفات ہوئی اور مدینہ منورہ ہی میں انھیں دفن کیا گیا اور ان کی دلی خواہش بھی یہی تھی کہ مجھے خواتین اہل بیت کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين

وصلى الله على النبى محمد وعلى آله و اصحابه وسلم
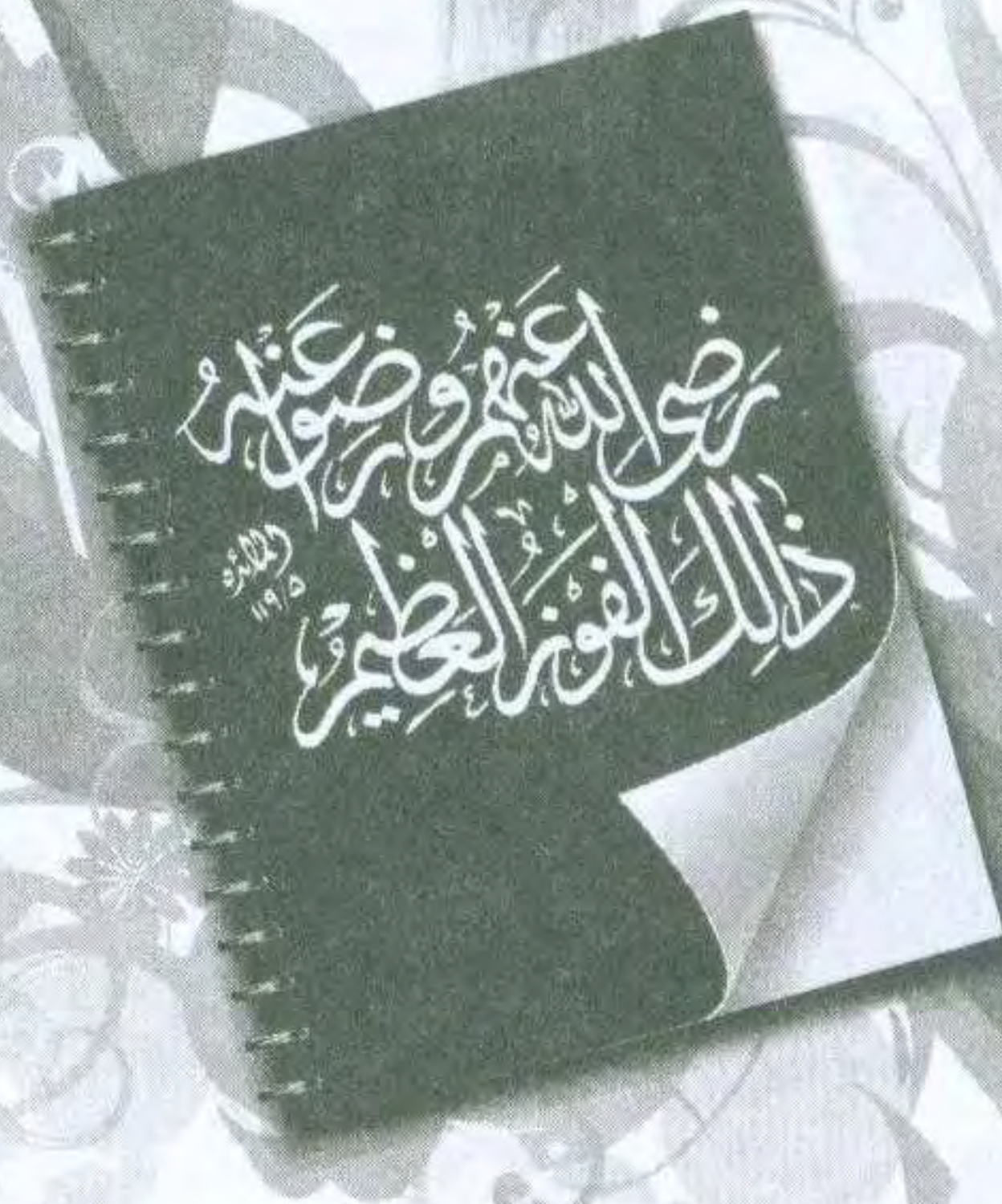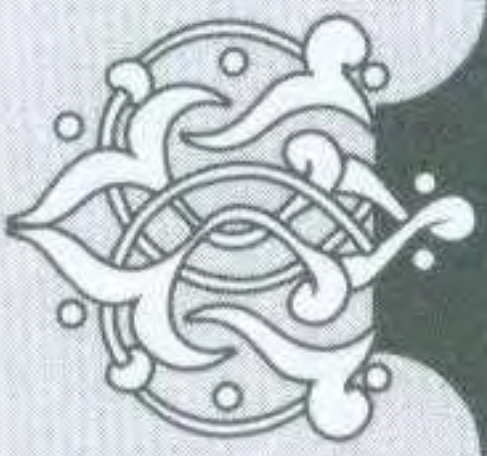
❋❋❋

20

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذالک الفوز العظیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

خواتین اہل بیت

سیدہ اُمِّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما

رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ نواسی کی پُر نور سیرت کا دل آویز اور ایمان افروز تذکرہ

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما

- سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن، ان کے بڑے فضائل ومناقب ہیں غزوہ بدر میں ان کے نانا، والد اور خاوند حاضر تھے۔
- وہ احتیاط، رائے، ذہانت، فضل وشرف اور عزت وتوقیر کے حوالے سے نابغہ روزگار تھیں۔
- ان کے اپنے خاوند سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بڑے اثر انگیز واقعات مشہور ومعروف ہیں۔
- ان کے بیٹے زید بن عمر کہا کرتے تھے کہ میرے ابا جان بھی خلیفۃ المسلمین تھے اور میرے نانا جان بھی خلیفۃ المسلمین تھے۔
- سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور اس کا بیٹا ایک ہی دن فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

خوشبودار پاکیزہ سیرت

وہ گھڑیاں کتنی سہانی ہوتی ہیں جو ہم خانہ نبویؐ کے آنگن میں گزارتے ہیں۔ ان مبارک لمحات میں اس مبارک گھرانے کی عظیم المرتبت شخصیات کی سیرت کی مہک سے ہم مانوس ہوتے ہیں۔ بلاشبہ اس گھرانے کا ہر فرد ہی عظیم الشان ہے، ہم ان سے دین و دنیا کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آج ہم اہل بیت کی ایک جلیل القدر خاتون کی سیرت قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس عظیم المرتبت خاتون نے حمد و ثناء کی دنیا میں عمدہ یادیں چھوڑیں اور انھوں نے عہد نبوی اور عہدہ خلافت راشدہ میں تاریخ کے اوراق میں سنہرے باب رقم کیے۔ جب ہم اس خاتون کی شخصیت جاننے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے خاوند خلیفۃ المسلمین ہے، ان کے والد خلیفۃ المسلمین ہیں، ان کے نانا سید الاولین والاخرین ہیں، ان کی والدہ سیدۃ نساء العالمین ہیں اور یہ خود تقوی وطہارت کی پیکر ہیں۔

معزز قارئین کرام! کیا خیال ہے ہم اس معزز سیدہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت خاتون کی مہکتی ہوئی سیرت بیان کرتے ہوئے اپنے لیے مسرت وشادمانی کا سامان مہیا کریں۔

یہ عظیم المرتبت خاتون سیدہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب الهاشمیہ القرشیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔[1] یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بچوں سیدنا حسن، حسین اور زینب رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن

---

[1] البداية والنهاية (۷/ ۱۳۱، ۱۳۶، ۱۳۹)، (۸/ ۸٦)، نسب قريش (ص:۳۴۹)، طبقات ابن سعد (۸/ ۴٦۳، ۴٦۴)، اسير والمغازى (ص:۲۴، ۲۵۰)، المعارف (ص:۱۴۳، ۱۸۵، ۲۱۰، ۲۱۱)، العقد القريد (۴/ ۳٦۵)، (٦/ ۹۰)، المرفة والتاريخ (۱/ ۲۱۴، ۲٦۱)، تهذيب الاسماء واللغات (۲/ ۳٦۵)، سير اعلام النبلاء (۳/ ۵۰۰، ۵۰۲)، الاستيعاب (۴/ ۴٦۷، ۴٦۹)، الاصابة (۴/ ۴٦۸، ۴٦۹)، اسدالغابة (٦/ ۳۸۷)، الكامل فى التاريخ (۲/ ۵۳۷)، (۳/ ۵۴، ۹۹، ۲۰٦، ۳۹۱)"(۴/ ۱۲)، نساء من عصر التابعين (۱/ ۱۳۱، ۱۵۷)، تاريخ الاسلام (ص:۹۱۳۷، مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لا بن الجوزى (ص:۸۴، ۸۵)، ربيع الابرار (۵/ ۳۰۴)، تاريخ الطبرى ←

ہے، ان کی والدہ کا نام سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہے اور ان کی نانی ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے عہد نبوت کے آخری دنوں میں جنم لیا۔ ان کی مدینہ منورہ میں اپنے نانا جان حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ولادت باسعادت ہوئی، اس نومولود کی آمد سے خانہ نبوی کے ہر فرد نے خوشی کا اظہار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام اس کی خالہ کے نام پر ام کلثوم رکھا۔ ام کلثوم نے اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی لیکن بچپنے کی وجہ سے آپ سے کوئی حدیث بیان نہیں کی، چونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس وقت ام کلثوم کی عمر صرف پانچ سال تھی، جس سال ان کے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ فوت ہوئے اسی سال ان کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے والدمحترم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں پرورش پائی اور ان کے صاف ستھرے ادبی چشمے سے سیراب ہونے کی سعادت حاصل کی اور انھیں سے اخلاق اور زہد وتقویٰ کی خوشہ چینی کی، جس کی بنا پر یہ احتیاط، رائے اور ذہانت کے اعتبار سے نابغہ روزگار کہلائیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے معزز خاندان کے ساتھ زندگی بسر کی، ان کے دونوں بھائی سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔

اسی طرح ازواج مطہرات نے بھی ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہما کی بڑے لاڈ پیار سے پرورش کی یہاں تک کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی ان دونوں بیٹیوں کی شادی کر دی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ان کے چچا کے بیٹے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کی جو سخاوت کے میدان میں بڑے مشہور و معروف تھے۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کی، اس شادی کا تذکرہ مستند تاریخی کتابوں میں مذکور ہے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو خواتین اہل بیت میں بڑا اہم مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ اس خاندان سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دیا تھا اور اسے اچھی طرح پاک کر دیا تھا۔

← تاریخ الطبری (۲/ ۴۹۲)، (۴/ ۵۶، ۶۰)، درالسحابة (ص:۵۴۹)، مجمع الزوائد (۹/ ۱۷۳)، مستدرك حاكم (۳/ ۱۴۲)، السمط الثمين (ص:۱۹۲، ۱۹۴)، الاخبار الطول (ص:۲۱۴)، مختصر تاريخ دمشق (۹/ ۱۵۹)، المنمق (ص:۳۰۱، ۳۱۲، ۴۲۶)۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم

ابوطالب (عبد مناف)

عبداللہ

علی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

ام کلثوم رضی اللہ عنہا
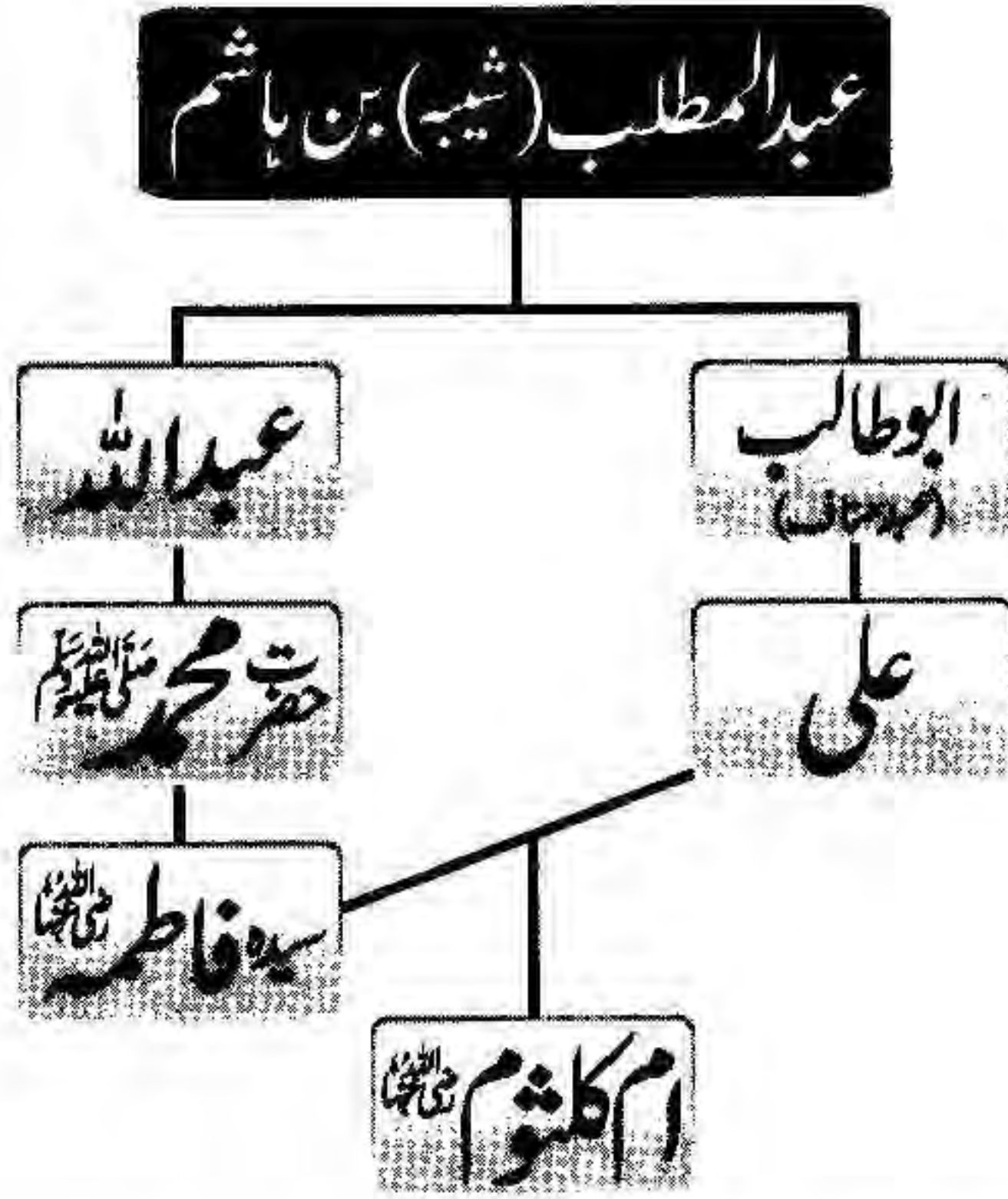
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے ازواج واولاد

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا

پہلے خاوند

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

زید

رقیہ

دوسرے خاوند

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ
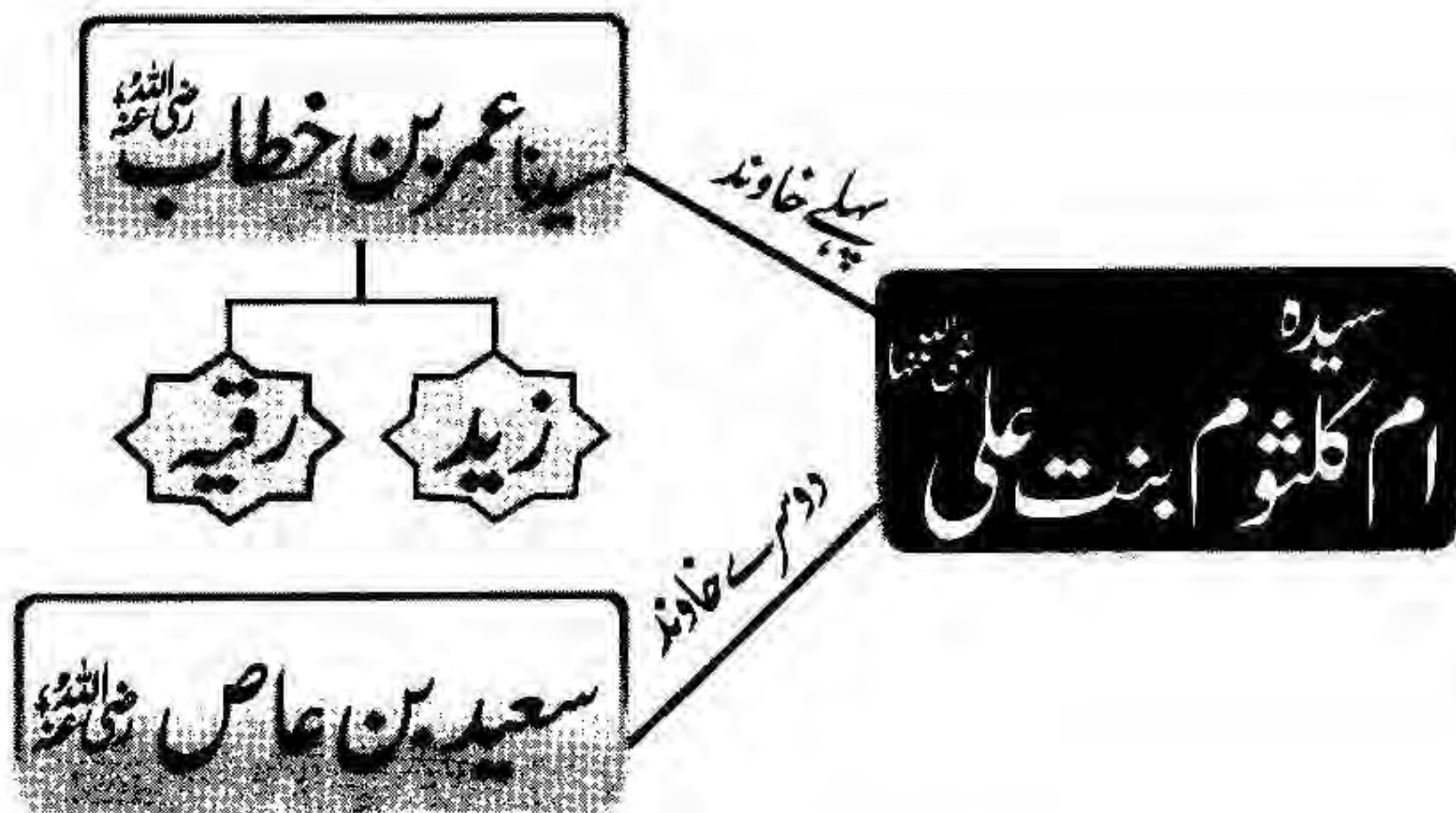
بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن جعفر نے سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے شادی کر لی۔ جو کہ ان کی بہن زینب بنت علی رضی اللہ عنہما کو طلاق دے چکے تھے۔

امیر المومنین کی بیوی

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی سے پہلے ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خانہ نبوی میں مقام و مرتبے کی وضاحت کریں گے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتی ہیں:

((زَيِّنُوا مَجَالِسَكُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ وَبِذِكْرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ)) ①

''اپنی محفلوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے تذکرے سے آراستہ کرو۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((اَكْثِرُوا ذِكْرَ عُمَرَ فَاِنَّ عُمَرَ اِذَا ذُكِرَ ذُكِرَ الْعَدْلُ وَاِذَا ذُكِرَ الْعَدْلُ ذُكِرَ اللّٰهُ)) ②

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو عدل کا ذکر کیا جاتا ہے اور جب عدل کا ذکر کیا جاتا ہے تو اللہ کی یاد آتی ہے۔''

ام المومنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتی ہیں:

((عَلِيٌّ اَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ)) ③

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے بڑھ کر سنت کے عالم ہیں''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((عَقِمَ النِّسَاءُ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِمِثْلِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ رَئِيْسًا يُوْزَنُ بِهٖ)) ④

''عورتیں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسا سپوت پیدا کرنے سے بانجھ ہو

---

① مختصر تاریخ دمشق (۱۹/ ۲۲)۔

② حوالہ سابق۔

③ مختصر تاریخ دمشق (۱۸/ ۲۶)۔

④ مختصر تاریخ دمشق (۱۸/ ۴۹)۔

گئیں، اللہ کی قسم! میں نے ان جیسا نہ کوئی سردار دیکھا اور نہ سنا۔"

لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا رائے ہے۔ اس بارے میں حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کس قدر عزت تھی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ وہ اکثر و بیشتر ایک چادر اپنے جسم پر لپیٹے رہتے ہیں ان سے پوچھا گیا: امیر المؤمنین! آپ زیادہ تر یہ چادر کیوں پہنے رہتے ہیں؟ تو انھوں نے یہ ارشاد فرمایا:

((اِنَّهٗ کَسَانِیْهِ خَلِیْلِیْ، وَصَفِیِّیْ وَصَدِیْقِیْ، وَخَاصَّتِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ عُمَرَ نَاصَحَ اللّٰهِ فَنَصَحَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ثُمَّ بَکٰی)) [1]

"میرے خلیل، مخلص، دوست اور جگری رفیق عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ پہنائی ہے بلاشبہ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ سے خیر خواہی کی اور اللہ نے اسکی خیر خواہی کی، پھر رو پڑے۔"

یہ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے تھی اور اسی طرح کی رائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رکھتے تھے لہٰذا دونوں ایک دوسرے کی تعریف میں رطب اللسان رہتے، دونوں ایک دوسرے سے محبت اور ہمدردی سے پیش آتے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عورتوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں:

1. پاک دامن، مسلمان، نرم طبیعت، محبت کرنیوالی، بچوں کو جنم دینے والی، یہ زمانہ بھر اپنے خاندان کی مدد کرتیں اور اس کی بہی خواہ رہتی ہیں۔ ایسی عورت بہت کم تمھارے دیکھنے میں آئے گی۔
2. اولاد کی نگران بس اس کے علاوہ اسے کسی اور کام سے کوئی غرض نہیں۔
3. گلے کا طوق۔ اللہ جس کے گلے میں ڈالنا چاہے ڈال دے اور جس کے گلے سے اتارنا چاہے اتار دے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب بے شمار خوبیوں کی سنگم، قابل ستائش اور معزز خاندان کی چشم و

---

[1] مختصر تاریخ دمشق (۱۹/ ۱۹)۔

چراغ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں سوچا تو وہ اس سلسلے میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے نہایت عمدہ انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کرلیا کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي)) ①

قیامت کے دن ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب اور نسب کے۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا تو انھوں نے فرمایا: امیر المؤمنین! آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی ایک بیٹی کی شادی اپنے بھائی کے بیٹے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کی ہے اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا ابھی چھوٹی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے اپنا نسبی تعلق قائم کرنا چاہتا ہوں، میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں میں ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔ جب تک آپ کہیں گے انتظار کروں گا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے کی ہاں کر دی اور اس کے بعد شادی کا اہتمام کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مطالبے کے برآنے پر خوشی کا اظہار کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں برکت کی دعاء کی۔ ②

بابرکت شادی اور خانہ عمری رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ماہ ذی القعدہ ۱۷ ہجری کو ہوئی۔ امام المورخین علامہ محمد بن جریر الطبری اور علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے شادی کی تاریخ یہی بیان کی ہے۔

---

① مستدرك حاكم (۳/ ۱۴۲)، طبقات ابن سعد (۸۱، ۴۶۳)، مجمع الزوائد (۹/ ۱۷۳)، تاريخ الاسلام للذهبى عهد معاوية (ص:۱۳۷)۔

② طبقات ابن سعد (۸/ ۴۶۳، ۴۶۴)، السمط الثمين (ص:۱۹۲)، الاستيعاب (۴/ ۴۶۸)، اعلام النساء (۴/ ۲۵۶)، مختصر تاريخ دمشق (۹/ ۱۵۹، ۱۶۰)، تاريخ الطبرى (۲/ ۵۶۴)، اسد الغابة (۶/ ۳۸۷)، العقد الفريد (۶/ ۹۰)، نسائى من عصر التابعين (۱/ ۱۴۲)۔

اس طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تعلق اس پاکیزہ خاندان سے قائم ہوا جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دیا تھا اور اسے اچھی طرح پاک کر دیا تھا۔

شادی کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر کے پاس تشریف لائے، یہ وہ جگہ تھی جہاں مہاجرین اور پہلے مرحلے میں اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھا کرتے تھے۔ ان میں سے سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا زبیر بن عوام، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ سبھی وہ ہستیاں ہیں جنہیں زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا کے کسی کونے سے کوئی خبر آتی تو وہ ان حضرات کو ضرور سناتے گویا کہ یہ جلیل القدر شخصیات پر مشتمل مجلس شوریٰ تھی ان سے آپ مشورہ لیتے اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرتے۔

ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ان کی طرف متوجہ ہو کر مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے جماعت مہاجرین اور میرے مخلص ساتھیو! مجھے مبارک باد دو۔

سبھی نے کہا: اے امیر المؤمنین! کس کی بات کی؟

فرمایا: میں نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی ہے جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہے۔ اور پھر یہ کہا کہ میں نے حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ سنا تھا، آپ نے فرمایا:

((كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا خَلاَ سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ وَكُلُّ وَلَدٍ فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ مَا خَلاَ وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّيْ أَنَا أَبُوهُمْ وَعَصَبَتُهُمْ)) [1]

"ہر سبب اور نسب قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب اور نسب سے۔ ہر بچہ اپنے باپ کا عصبہ ہوتا ہے علاوہ فاطمہ کی اولاد کے، میں ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں عرصہ دراز

[1] درالسحابة (ص:۵۴۹)، کنزالعمال (۱۳/ ۶۲۴)۔

سے رہنے کا اعزاز حاصل ہے لیکن میری دلی خواہش تھی کہ میرا آپ کے ساتھ خاندانی تعلق و رشتہ قائم ہو جائے، لہٰذا اس رشتے سے میری یہ دلی خواہش بھی پوری ہوگئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور حق مہر چالیس ہزار درہم ادا کیا۔

ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام زید بن عمر رکھا گیا اور زید الاکبر کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد ایک بچی نے جنم لیا جس کا نام رقیہ بنت عمر رکھا گیا۔ ان دونوں بچوں نے خلافت راشدہ اور بنو امیہ کے دور میں بڑی شہرت پائی۔

معزز بیوی

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں بڑا اہم مقام و مرتبہ حاصل تھا، وہ انھیں بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اس کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے قائم ہوا جس کے علاوہ قیامت کے دن سب رابطے منقطع ہو جائیں گے۔

یہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھی، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ کو بھلا کون پا سکتا ہے!؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان کی خوش دامن ساس بنی اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کے سسر بنے۔

خلفائے راشدین کی تاریخ میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تمام بیگمات سے بہتر ثابت ہوئیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی زندگی نہایت خوشگوار انداز میں گزری کیونکہ وہ خاندان نبوت کی چشم و چراغ تھیں اور ان کی شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔

وہ خواتین عالم کی سردار سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں اور وہ فضل و شرف کے لحاظ سے ساری دنیا کی عورتوں کی سردار سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی نواسی تھیں۔ اس لیے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا فضل و شرف، جود وسخا اور اعلیٰ و ارفع اخلاقیات میں اپنی والدہ اور نانی کی تصویر تھیں۔

وہ داستان جو مستند تاریخی دستاویز میں مذکور ہے جس میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ایک دیہاتی عورت کی دیکھ بھال کے لیے رات کی تاریکی میں اپنے خاوند سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بٹایا تھا، یہ داستان ان کی شرافت، ہمدردی، حوصلے اور اعلیٰ ظرفی پر دلالت کرتی ہے۔

اب ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی اس دیہاتی عورت کے ساتھ داستان بیان کرتے ہیں۔ جسے رات کے وقت دردزہ شروع ہو گئی تھی اور اس کا علم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو

مدینہ منورہ میں رات کے وقت گشت کرنے کی وجہ سے ہوا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک رات رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ منورہ اور اس کے گرد ونواح میں گشت پر تھے تاکہ لوگوں کے حالات کا مشاہدہ کرسکیں اور ضرورت مندوں کی مدد کرسکیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کے باہر رات کی تاریکی میں ایک جھونپڑی نظر آئی انھیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ یہ جھونپڑی کیسی ہے؟ پھر صورت حال معلوم کرنے کے لیے اس کی طرف روانہ ہوئے قریب جا کر دیکھا کہ جھونپڑی کے باہر ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور جھونپڑی کے اندر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جھونپڑی کے مزید قریب ہوئے اور کہا: اے عربی بھائی! السلام علیکم۔ اس شخص نے جواب میں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

اس شخص نے بڑے ہی غم ناک لہجے میں کہا: میں ایک دیہاتی ہوں، یہاں امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عطیہ لینے کے لیے آیا ہوں، ہم نے سنا ہے کہ وہ تمام لوگوں کی مدد کرتے ہیں، اس دوران جھونپڑی کے اندر سے کراہنے کی شدید آواز گونجی جو رات کی تاریکی میں ہر سو پھیل گئی اور اس نے رات کے سکون کو تہہ و بالا کر دیا تھا۔ یہ آواز سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شفقت اور ہمدردی نے جوش مارا اور آپ نے اس شخص سے پوچھا: میں یہ آواز کیسی سن رہا ہوں جس سے درد و الم کا اظہار ہو رہا ہے؟ آپ مجھے صورت حال سے آگاہ کریں اللہ آپ کا بھلا کرے۔

اس شخص نے مایوسی کے لہجے میں کہا: میرے عربی بھائی! اپنی راہ لیجیے، آپ جائیں پوچھ کر کیا لینا ہے، مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محبت بھرے انداز میں پوچھا: میں آپ کا خیر خواہ ہوں، مجھے بتائیں اصل صورت حال کیا ہے؟

اس نے آہستہ سے بتایا: یہ میری بیوی ہے۔ یہ دردزہ سے کراہ رہی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولے: کیا اس کی مدد کے لیے اس کے پاس کوئی عورت نہیں ہے؟

اس شخص نے بتایا کہ نہیں کوئی دوسری عورت نہیں، وہ بیچاری اکیلی ہے، ہم آج ہی رات

یہاں پہنچے ہیں، بس ہم دونوں یہاں ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے گھر میں پہنچ کر اپنی وفادار بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جگایا اور ان سے کہا! اللہ کی نیک بندی! ایک نیکی کا کام ہے جو اللہ خود تیرے پاس لایا ہے۔

انھوں نے کہا: امیر المومنین کیا ہے؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدینہ منورہ کے باہر ایک دیہاتی عورت دردِ زہ سے کراہ رہی ہے اور اس کے پاس کوئی دوسری عورت نہیں جو اس کی مدد کر سکے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بڑے ادب و احترام سے کہا: امیر المؤمنین! چشم ما روشن دل ماشاد، جیسے آپ کا حکم ہو میں بخوشی تیار ہوں۔

اگر آپ باہر جانے کی اجازت دیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اس بیچاری کی مدد کی جائے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اپنے ساتھ ضروری چیزیں بھی لے لیں جو ایسے مواقع پر ضروری ہوتی ہیں۔ کچھ کپڑے کے ٹکڑے اور گھی وغیرہ بھی لے لیں۔ جب سیدنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا تیار ہو گئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہنڈیا اور دانے وغیرہ مجھے پکڑا دیں۔ انھوں نے دونوں چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہنڈیا، گھی اور دانے اٹھائے اور جھونپڑی کی طرف چل دیئے، خاتون اول سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ضروری چیزیں اٹھا کر پیچھے پیچھے چلنے لگیں۔ جب دونوں میاں بیوی جھونپڑی کے پاس پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کہا: جھونپڑی کے اندر چلی جائیں اور عورت کی مدد کریں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس دیہاتی آدمی کے پاس بیٹھ گئے اور چولہے پر ہنڈیا رکھ کر اس شخص سے کہا کہ آپ اس ہنڈیا کے نیچے آگ جلائیں یہاں تک کہ سالن تیار ہو گیا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو اس عورت نے بیٹے کو جنم دیا اور اس لڑکے کے رونے نے صحراء کی خاموشی میں ایک ہلچل سی مچا دی۔

اتنے میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا جھونپڑی سے باہر نکلیں اور فرمایا: امیر المؤمنین! اپنے ساتھی کو خوشخبری سنا دیں، اس کے ہاں بیٹے نے جنم لیا ہے۔

جب اس شخص نے امیر المومنین کے لفظ سنے تو خوف سے کانپنے لگا۔ اس نے اس بات

کو بہت بڑا سمجھا کہ میری کٹیا پر امیر المومنین تشریف فرما ہیں، اسے بڑا تعجب ہوا کہ یہ شخص جو ہمارے لیے کھانا تیار کر رہا تھا یہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتے ہوئے اور شرماتے ہوئے تھوڑا سا پیچھے ہٹا پھر کپکپاتے ہوئے معذرت کرنے لگا کہ امیر المؤمنین! مجھے معاف کر دیجیے کہ آپ تشریف فرما ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: گھبرانے کی کوئی بات نہیں، میرے عرب بھائی! یہ میری ذمے داری تھی جسے میں نے پورا کیا، آپ مطمئن رہیں۔ تو وہ شخص یہ باتیں سن کر اپنے دل میں سکون محسوس کرنے لگا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہنڈیا اٹھا کر جھونپڑی کے دروازے پر رکھ دی اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنی سہیلی کو خوب کھانا کھلائیں تاکہ وہ سیر ہو جائے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے اس خاتون کو کھانا کھلایا، اس کی بڑی عزت وتکریم کی، پھر ہنڈیا جھونپڑی کے دروازے پر رکھ دی اور امیر المومنین سے کہا کہ خاتون خوب سیر ہو گئی ہیں اب اس کے ساتھی کو کھانا کھلا دیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس دیہاتی کے سامنے ہنڈیا رکھی اور فرمایا کہ کھانا کھاؤ اس نے کھانا کھایا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا اور دعاء دی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دیہاتی آدمی، عورت اور بچے کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو آواز دی کہ اب باہر آ جائیں گھر چلیں۔

پھر اس شخص سے کہا کہ جب صبح ہو تو میرے پاس آئیں ان شاء اللہ حسب توفیق تمھاری خدمت کی جائے گی۔ صبح ہوئی وہ شخص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اسے بڑی عزت سے بٹھایا اور خوب اس کا مالی تعاون کیا جس سے وہ بہت خوش ہوا اور اپنے اہل خانہ کی طرف واپس ہوا۔ [1]

خانہ عمری پر یہ خاص اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ اس میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وجود بہت غنیمت تھا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اس تاریک رات میں ایک اجنبی عورت کی خدمت جس انداز سے کی یہ اسی کا امتیاز تھا۔

ایسے ہی واقعات سے خاندانی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

امیر المومنین اور خاتون اول کا یہ کارنامہ مسلمان حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

---

[1] البداية والنهاية (٧/ ١٣٦)۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی زندگی کے درخشاں پہلو

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں خوشگوار زندگی بسر کرتی رہیں، انھوں نے اپنی خانگی طرز معاشرت میں نہایت وسعت ظرفی اور سخاوت کا انداز اپنائے رکھا وہ ایک وفادار خاوند کی وفادار بیوی ثابت ہوئیں۔

باوجودیکہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا شادی کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت بہت تھوڑی عمر کی تھیں لیکن ان میں سوجھ بوجھ اور سلیقہ شعاری کمال درجے کی تھی۔ انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بڑی خوشگوار زندگی گزاری حالانکہ سبھی جانتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر آسائش زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں تھے، ان کا دل بڑا نرم تھا اور وہ دل کے غنی تھے، اپنی محبت اور شفقت کے خزانے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر لٹاتے لیکن اس چیز کا پوری طرح خیال رکھتے کہ کہیں کسی پر زیادتی نہ ہو جائے یا کسی کا حق نہ مارا جائے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معاملات پر نگاہ اس شخص کی طرح ہوتی جو حقیقت حال سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی بھی پوری طرح معرفت حاصل ہوتی ہے، ان کے شب و روز اسی حالت میں گزرتے، اسلام کے نظام عدل کے خلاف کوئی چیز ان کے دل میں راہ نہیں پا سکتی تھی، شفقت، ہمدردی، قرابت داری اور رحم دلی عدل کے تقاضوں کو پامال کرنے کا باعث نہیں بن سکتی تھی۔ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عطیات کی تقسیم کے وقت ایک انصاری خاتون کو اپنی وفادار بیوی پر ترجیح دی۔

امام بخاری نے ابن شہاب سے، انھوں نے ثعلبہ سے اور انھوں نے ابو مالک کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک عمدہ چادر باقی رہ گئی۔

آپ اس کے بارے میں سوچنے لگے۔ کسی نے کہا کہ یہ چادر آپ اپنی بیوی ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کو دے دیں تو فرمایا کہ میری نظر میں انصار بھائیوں کی خواتین میں ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ حق دار ہے، انھوں نے جنگ احد میں بڑی اہم خدمات سرانجام دیں۔ [1]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس جلیل القدر خاتون کے کارنامے کو یاد رکھا جبکہ بہت سے لوگ اس قسم کی خدمات کو عموماً فراموش کر دیا کرتے ہیں لیکن نابغہ روزگار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی قدر و قیمت کو اچھی طرح جانتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ذاتی طور پر پُر آسائش زندگی بسر کرنے کے قائل نہیں تھے اور یہی طرز عمل ان کا اپنی وفادار بیوی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ دنیا پر تعیش گزار کر اپنی آخرت کو خراب کیا جائے، وہ آخرت کی کامیابی ہی کو حقیقی کامیابی سمجھتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس چیز کی استطاعت رکھتے تھے کہ خود اچھا پہنیں اور اچھا کھائیں اور اپنی بیوی کو بھی اچھا پہنائیں اور اچھا کھلائیں کیونکہ ان کے مبارک دور میں ملک کے ملک فتح ہو رہے تھے، مال و دولت کی فراوانی تھی، مرکز اسلام مدینہ منورہ میں مال و دولت وافر مقدار میں تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس مال میں سے اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں لیتے تھے اور نہ اپنی بیوی کے لیے بلکہ دونوں میاں بیوی سادہ اور سستا لباس زیب تن کرتے اور سادہ اور معمولی کھانا تناول کرتے۔

امیر المومنین اور خاتون اول سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی دنیا سے یہ بے رغبتی آخرت میں کامیابی کے حصول کے لیے تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کا سپہ سالار تھا، اس کی قیادت میں بعض ایرانی شہر فتح ہوئے۔ جہاں سے لشکر اسلام کو بہت زیادہ مال ہاتھ لگا، اس مال میں موتیوں کی ایک ٹوکری بھی تھی، غنیمت کا جو مال مدینہ منورہ بھیجا گیا اس میں موتیوں کی ٹوکری بھی امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بطور تحفہ بھیجی گئی، جب یہ مال موتیوں کی ٹوکری سمیت مدینہ منورہ پہنچا تو قاصد امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ لوگوں کو اجتماعی دستر خوان پر کھانا کھلا رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں ڈنڈا پکڑا ہوا تھا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ کا نمائندہ دیکھا تو اسے کہا: بیٹھیے۔ وہ شخص بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ جب مسلمان کھانے سے فارغ ہو گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ شخص بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو اس شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اجازت دے دی۔ آپ کے سامنے روٹی، زیتون اور نمک رکھ دیا گیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا: قریب آ جاؤ اور کھانا کھاؤ، وہ شخص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک جانب بیٹھ گیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھی کھانے کی دعوت دی، وہ فرمانے لگی: میں نے لباس بہت معمولی سا پہن رکھا ہے عبداللہ بن جعفر، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم نے تو اپنی بیگمات کو بہت عمدہ لباس بنا کر دیئے ہیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ

---

① فتح الباری (٦/ ٩٢، ٩٣)، رقم الحدیث (٢٨٨١)، الاستیعاب (٤/ ٤٤٣)۔

کے لیے یہ کافی نہیں کہ تجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور امیر المومنین کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وہ سن کر خاموش ہو گئیں۔ امیر المومنین نے اس شخص سے کہا: قریب ہو جائیں اور کھانا کھائیں۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا: امیر المؤمنین! میں ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ کا نمائندہ ہوں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے خوش آمدید کہا، پھر اسے اور قریب کر لیا یہاں تک کہ اس کا گھٹنا امیر المومنین کے گھٹنے سے جا لگا پھر آپ نے اس سے مسلمانوں اور قائد لشکر اسلام ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا۔ اس نے بتایا کہ اللہ نے بڑی مدد کی اور کئی شہر فتح ہو گئے پھر اس نے موتیوں سے بھری ہوئی ٹوکری پیش کی۔ آپ نے اسے لینے انکار کر دیا اور یہ حکم دیا کہ اسے لشکر اسلام کی طرف واپس لے جائیں یہ مجاہدین کا حق ہے جو انھیں ہی ملنا چاہیے۔ [1] سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے موتیوں کی ٹوکری قبول نہ کی حالانکہ انھیں پتہ تھا کہ یہ مجاہدین کے مشورے سے ان کی طرف بطور تحفہ بھیجی گئی ہے یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بہت بڑا اور عمدہ کارنامہ ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا:

((كَانَ مُتَوَاضِعًا فِي اللّٰهِ، خَشِنَ الْعَيْشِ، خَشِنَ الْمَطْعَمِ، شَدِيْدًا فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ، يَرْقَعُ الثَّوْبَ بِالْأَدِيْمِ، وَيَحْمِلُ الْقِرْبَةَ عَلٰى كَتِفَيْهِ مَعَ عِظَمِ هَيْبَتِهٖ، وَكَانَ قَلِيْلَ الضِّحْكِ، لَا يُمَازِحُ أَحَدًا، وَكَانَ نَقْشُ خَاتَمِهٖ كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ، وَكَانَ وَهُوَ خَلِيْفَةٌ يَلْبَسُ جُبَّةً مَرْقُوْعَةً بَعْضُهَا بِأَدَمٍ، وَيَطُوْفُ بِالْأَسْوَاقِ عَلٰى عَاتِقِهِ الدِّرَّةُ يُؤَدِّبُ بِهَا النَّاسَ)) [2]

''وہ اللہ کے معاملے میں بڑے منکسر المزاج، سادہ زندگی بسر کرنے والے، سادہ کھانا کھانے والے، اللہ کے احکامات میں سخت، کپڑے کو چمڑے کا پیوند لگانے والے، بڑی ہیبت اور رعب کے باوجود اپنے کندھوں پر مشکیزہ اٹھانے والے تھے، بہت کم ہنستے تھے کسی سے مزاح بالکل نہیں کرتے تھے، ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا:

---

[1] البداية والنهاية (۷/ ۱۳۰، ۱۳۱)، تاريخ الطبری (۶/ ۵۵۷، ۵۵۸)، اعلام النساء (۴/ ۲۵، ۲۵۷)۔

[2] البداية والنهاية (۷/ ۱۳۴)۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ

"اے عمر موت بہت کافی واعظ ہے"

وہ خلیفہ تھے اور چمڑے کے پیوند لگا ہوا جبہ پہنتے تھے، بازاروں میں گشت کرتے تھے اور اپنے پاس کوڑا رکھتے تھے تاکہ لوگوں کو ادب سکھلائیں۔"

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا گیا کہ آپ اگر اچھا کھانا کھائیں تو اس سے آپ کے جسم میں جو توانائی پیدا ہوگی اس سے آپ مزید دین کی زیادہ خدمت سرانجام دے سکیں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں پیش رؤں کو جادۂ حق پر قائم و دائم دیکھا اور انہی کے نقش قدم پر میں نے چلنے کی پوری کوشش کی۔ میں ان جیسا تو نہیں ہوسکتا لیکن منزل پر پہنچنے کے لیے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش تو کر سکتا ہوں۔

ملکہ روم کا تحفہ

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی سیرت کے حوالے سے بعض ایسے حیرت انگیز واقعات آنکھوں کے سامنے آتے ہیں کہ سننے والا انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور اپنی جگہ پر وہ کھڑا ہو کر حیران و پریشان فضا میں دیکھنے لگتا ہے جیسے کوئی عجوبہ معرض وجود میں آ گیا ہو۔ ان میں سے بعض واقعات کا تعلق تو براہ راست امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور جب ہم ان واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہمارے دل میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی عظمت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ وہ اخلاق عالیہ کی بلندیوں پر فائز ہیں۔

علامہ محمد بن جریر طبری نے بیان کیا کہ ایک دفعہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ملکۂ روم کو تحائف بھیجے جن میں عمدہ خوشبو اور پرس بھی تھے جس میں عورتیں اپنی ضرورت کی چیزیں محفوظ کر لیتی ہیں پھر یہ تحائف ڈاک کے ذریعے ہرقل کے ملک روم کی طرف روانہ کر دیئے، ڈاکیا تحائف لے کر ملکہ روم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ تحائف وصول کر کے بہت خوش ہوئی اور اس نے اپنی کنیزوں اور دیگر خواتین کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ یہ تحائف شاہ عرب کی بیوی اور ان کے نبی کی نواسی کی طرف سے آئے ہیں۔

پھر ملکہ نے ایک خط لکھنے کا حکم دیا جس میں ان تحائف کا شکریہ ادا کیا اور ایک نہایت قیمتی ہار بطور تحفہ بھیجا، ہار اتنا عمدہ اور قیمتی تھا جو ملکہ یا شہزادی کے پہننے کے لیے ہی بنایا جاتا ہے۔ واپسی ڈاک میں یہ تحائف مدینہ منورہ پہنچے۔ جب یہ ڈاک امیر المومنین سیدنا عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور انھوں نے وہ تحفہ دیکھا جو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لیے خاص تھا تو آپ نے اسے روک لیا اور مسجد نبوی میں جمع ہونے کے لیے اعلان کر دیا گیا۔ اعلان سن کر سبھی مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر منبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے: میرے مسلمان بھائیو! مجھے اس معاملے میں تمھارا مشورہ درکار ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ملکہ روم کو تحائف بھیجے جس کے جواب میں اس نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قیمتی تحائف بھیجے، میں اس فکر میں ہوں کہ ان کا کیا کروں۔

سبھی نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں بادشاہ دوسرے بادشاہ کو تحائف بھیجا ہی کرتے ہیں یہ آپ کی بیوی کا حق ہے جو اسے ملنا چاہیے۔ سب کی بات سننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ ان تحائف کو مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے تاکہ اس سے تمام مسلمانوں کو فائدہ ہو۔

تحائف کو بیت المال میں شامل کرنے کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حقیقت حال سے آگاہ کیا، انھوں نے بھی سن کر خوشی کا اظہار کیا اور امیر المومنین کے حق میں خیر و برکت کی دعاء کی۔ [1]

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے آنسو

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے مجسمۂ عدل و انصاف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر خوشگوار زندگی بسر کی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کئی حوالوں سے اولیت حاصل تھی:

1. سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے امیر المومنین کے لقب سے پکارا گیا۔
2. سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے تاریخ لکھنے کا آغاز کیا۔
3. سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے لوگوں کو مستقل طور پر سارا رمضان تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کا حکم دیا۔
4. سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مدینہ منورہ میں گشت لگانا شروع کیا اور ادب سکھلانے کے لیے ہاتھ میں ڈنڈا (درّہ) پکڑا۔
5. سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے شراب نوشی کی سزا اسّی درے نافذ کی۔

---

[1] تاریخ الطبری (۲/ ۶۷۱)، اعلام النساء (۴/ ۲۵۷)۔

۶ سب سے پہلے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور انھوں نے نئے شہر آباد کیے۔

۷ سب سے پہلے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکروں کے لیے چھاؤنیاں بنائیں۔

۸ سب سے پہلے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دفاتر قائم کیے لوگوں کے وظائف مقرر کیے اور عدالتی نظام قائم کیا۔

۹ سب سے پہلے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے غیر مسلموں پر ٹیکس لاگو کیا۔

غرضیکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے کارنامے اتنے زیادہ ہیں کہ شمار نہیں کیے جا سکتے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ان تاریخی اقدامات کے سائے میں زندگی بسر کی اور انھوں نے اس حقیقت کو پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعے اپنے دین کو غلبہ دیا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے خلافت راشدہ کے آغاز میں بہت سے واقعات کا مشاہدہ کیا اور انھوں نے یہ دیکھا کہ زمین عدل اور امن وسکون سے بھر گئی ہے۔

۲۳ ہجری میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حج کیا، حج سے فارغ ہو کر وادی بطحاء میں پڑاؤ کیا اور وہاں اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی: الٰہی! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، جسمانی قوتیں کمزور ہو چکی ہیں، رعایا ہر سو پھیل چکی ہے، مجھے اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے، اللہ سے التجا کی کہ اب وہ اپنے فضل وکرم سے اپنے پاس بلا لے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں شہادت کی موت سے سرفراز فرمائے۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ دعاء کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ، وَمَوْتًا فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ))

''الٰہی! میں تجھ سے تیرے راستے میں شہادت کی التجا کرتا ہوں اور تیرے رسول کے شہر میں مرنے کی تمنا کرتا ہوں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول کیا اور دونوں خواہشیں ایک ساتھ پوری کر دیں۔ شہادت کی موت مدینہ منورہ میں میسر ہوئی، یہ انجام انھیں بڑا عزیز تھا لیکن اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

کا شخص آنسو بہاتا ہوا دکھائی دیا کیونکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں فتنوں کو ختم کر دیا تھا اور سنتوں کو زندہ کر دیا تھا، وہ صاف ستھرے لباس اور ہر قسم کے عیب سے پاک اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے گھر لے گئے۔

جب عدت پوری ہو گئی انھیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یادیں مسلسل آنے لگیں اور یہ ان کے عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں کو بہت یاد کیا کرتی تھیں۔ اپنے بیٹے زید بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مطمئن ہوئیں کیونکہ وہ اپنے باپ کی ہو بہو تصویر دکھائی دیتا تھا، انھیں دیکھ کر ان کا غم قدرے ہلکا ہوتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے جب عدت گزار لی تو سیدنا سعید بن العاص اموی قریشی رضی اللہ عنہ کی جانب سے نکاح کا پیغام آیا، یہ اپنے دور کے بہت بڑے سخی تھے اور بڑے جید عالم فاضل تھے۔ انھوں نے سخاوت کے میدان میں بڑی روشن یادیں چھوڑیں۔ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے دور حکومت میں کوفے کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ منورہ گورنر مقرر کیا۔ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سردار تھے اور بڑے مشہور و معروف سخی تھے، فصاحت و بلاغت میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انھیں ان لوگوں میں شمار کیا جن کی کتابوں کو فصاحت و بلاغت کے لیے منتخب کیا گیا۔

سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی داڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی، ان کی سیرت نہایت عمدہ تھی اور ان کا باطن بہت نفیس تھا۔ بڑے مہمان نواز اور اپنے ساتھیوں کے ہمدرد تھے۔ بڑے بردبار، باوقار اور دانشمند تھے، انھوں نے ایسی حکیمانہ باتیں کیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعی بڑے دانشور تھے اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ بات کرنے پر مکمل قدرت رکھتے تھے۔

جب سیدنا سعید بن العاص کی جانب سے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام ملا تو انھوں نے اپنے دونوں بھائیوں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے تو رضامندی کا اظہار کیا لیکن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس رشتے سے راضی نہ تھے، انھوں نے صاف

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر ابولؤلؤ فیروز نے جبکہ آپ محراب میں نماز پڑھا رہے تھے قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ① یہ نابجار شخص مجوسی تھا اور روم کا رہنے والا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایران کا باشندہ تھا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ روم کا باشندہ تھا۔ اس نے بدھ کے دن صبح کی نماز میں حملہ کیا، ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور ۲۳ ہجری کا سال تھا ابولؤلؤ نے دو دھاری خنجر سے حملہ کیا تھا، متعدد وار کیے اور ان میں سے ایک وار ناف کے نچلے حصے پر کیا، آپ زمین پر گر پڑے۔ باقی نماز سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوری کرائی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں سے اٹھا کر گھر لایا گیا زخموں سے خون بہہ رہا تھا، طلوع آفتاب سے پہلے کبھی ان پر غشی طاری ہو جاتی اور کبھی ہوش آ جاتی پھر حاضرین نے آپ کو نماز یاد دلائی جب ہوش آتی تو فرماتے: ہاں! اسلام میں نماز کی بڑی اہمیت ہے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پوری کی پھر پوچھا قاتلانہ حملہ کرنے والا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤ۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں کی جو اسلام کا دعوے دار ہو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے حجرہ نبویہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب میں دفن کیے گئے۔ اس حوالے سے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے:

ثَلَاثَةٌ بَرَزُوْ بِسَبْقِهِمْ ... نَصَرَهُمْ رَبُّهُمْ اِذَا انْتَشَرُوْا

عَاشُوا بِلَا فُرْقَةٍ حَيَاتِهِمْ ... وَاجْتَمَعُوْا فِي الْمَمَاتِ اِذَا قُبِرُوْا

فَلَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ لَهٗ بَصَرٌ ... يُنْكِرُ مِنْ فَضْلِهِمْ اِذَا ذُكِرُوْا ②

"تین شخصیات اپنی سبقت میں ظاہر ہوئیں جب وہ پھیلے تو رب نے ان کی مدد کی۔ انھوں نے اکٹھے زندگی بسر کی اور اکٹھے ہی ایک جگہ فوت ہونے کے بعد دفن ہوئے۔ جب ان کا تذکرہ کیا جائے تو کوئی ایسا مسلمان جو صاحب بصیرت ہے ان کے فضل وشرف کا انکار نہیں کر سکتا۔"

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی موت پر بڑا غم کیا، آپ کی وفات سے مسلمان بھی بڑے غمگین ہوئے، اس اندوہ ناک حادثے پر ہر دور نزدیک

① البداية والنهاية (۷/ ۱۳۷)۔

② ديوان حسان (ص: ۳۸۹)۔

کہہ دیا تھا کہ میری رائے ہے کہ آپ اس سے شادی نہ کریں لیکن ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے کا وعدہ کرلیا اور اپنے بیٹے زید بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ شادی کا اہتمام کرے۔ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بطور حق مہر ادا کیا۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا جب سب لوگ جمع ہو گئے انھیں یہ خبر مل چکی تھی کہ اس شادی پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ راضی نہیں تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ میں نے تمھیں شادی کے لیے دعوت دی تھی آپ کی تشریف آوری کا شکریہ لیکن مجھے پتہ چلا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس شادی سے راضی نہیں، میں نہیں چاہتا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹوں کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے، لہٰذا میں آپ سب کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں یہ شادی نہیں کروں گا اور جو میں نے ایک لاکھ درہم کی خطیر رقم بطور حق مہر ادا کی ہے میں وہ بھی واپس نہیں لیتا۔ [1] یہ میری طرف سے اہل بیت کی خدمت میں نذرانہ ہے چونکہ اہل بیت کے ہم مسلمانوں پر بہت احسانات ہیں، میں دلی طور پر اہل بیت کا قدر دان اور شکر گزار ہوں پھر سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: میرے بیٹو: اگر اخلاقی قدروں پر قائم رہنا آسان ہوتا تو کمینے لوگ تم پر سبقت لے جاتے، اخلاقی قدروں کو ملحوظ خاطر رکھنا بڑا دشوار ہے جو اخلاقی قدروں کی اہمیت کو جانتا ہے وہی ان کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے اور یہ ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔ [1]

اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ

ابن اسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا کے بیٹے عون بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ [1]

شادی کی کہانی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ میری پھوپھی جان کے پاس ان کے دونوں بھائی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ تینوں بہن بھائی بیٹھے شادی کے موضوع پر بات کر رہے تھے، اتنے میں میرے دادا جان سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی لاٹھی کے سہارے وہاں تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے اور بیٹھتے ہی انھوں نے ارشاد فرمایا: میرے بیٹو! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے بہت پیار

---

[1] مختصر تاریخ دمشق (۹/ ۳۱۳)، البدایة والنهایة (۸/ ۸٦)، نوادر المحطوطات (۱/ ٦۰)، سیر اعلام النبلاء (۳/ ۴۴٦، ۴۴۷)، تاریخ الاسلام للذهبی عهد معاویة (ص:۳۳۷)۔ مختصر تاریخ دمشق (۹/ ۳۱۵، ۳۱٦)۔

تھا۔ اس کے بعد انھوں نے ارشاد فرمایا: بیٹی میری رائے ہے کہ آپ اپنی شادی کا معاملہ میرے سپرد کر دیں، میں جہاں مناسب خیال کروں تیری شادی کر دوں گا۔

تینوں بہن بھائیوں کے مابین شادی کے موضوع پر پہلے بات ہو چکی تھی۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن کچھ بیٹیوں کو بھی اسلام نے حق دیا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چونکہ بڑے معاملہ فہم، دانا اور زیرک تھے سمجھ گئے کہ ضرور تینوں بہن بھائیوں کے درمیان اس موضوع پر کوئی بات طے پا گئی۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر جب اٹھنے لگے تو سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے اپنے ابا جان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ ہم آپ کے بغیر کس کام کے، آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر، بہنا! تم ابا جان سے یہی کہو۔ انھوں نے آگے بڑھ کر عرض کی: ابا جان! جو آپ فرمائیں وہی ہو گا۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا: میں تیری شادی عون بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کر رہا ہوں وہ تیرے چچا کا بیٹا ہے۔ [2]

شادی کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے چچا کے بیٹے عون بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ وہ تستر کی جنگ میں شہید ہو گئے اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی، عدت گزر جانے کے بعد ان کی شادی ان کے دوسرے بھائی محمد بن جعفر سے ہوئی، وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے، یہاں بھی اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی، پھر ان کی شادی تیسرے بھائی عبد اللہ بن جعفر کے ساتھ ہوئی اور اسی کے ہاں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور یہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سیدہ ام کلثوم اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دل میں بڑا احترام تھا۔ علامہ محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور انھیں بتایا کہ میں عمرہ کے لیے جا رہا ہوں میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر کار بند ہوں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا چونکہ یہ جانتی تھیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سچے اور وفادار ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ٹھیک آپ خوشی سے تشریف لے جائیں۔ صبح ہوئی تو کسی نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ بڑی اندوہناک خبر ملی ہے آپ نے

---

[1] تاریخ الاسلام للذہبی (عھد معاویة: ص۱۴۷)۔

[2] تاریخ الاسلام (عھد معاویة ص۳۸)، نساء من عصر التابعین (۱/ ۱۵۲)، اسد الغابة (۶/ ۳۸۸)، سیر اعلام النبلاء (۳/ ۵۰۱، ۵۰۲)، اعلام النساء (۴/ ۲۵۸)۔

پوچھا وہ کیا؟ مخبر کہنے لگا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے خلاف بغاوت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنتے ہی بازار کا رخ کیا لوگوں کو جمع کیا انھیں صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اسی وقت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پیچھا کرو جہاں بھی ملے اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو اس نے اپنی خچر منگوائی اس پر سوار ہو کر وہ بازار میں اس جگہ پہنچی جہاں اس کے ابا جان موجود تھے جا کر پہلے سلام عرض کی اور پھر کہا: ابا جان! یہ سب کچھ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟ آپ کو کسی نے غلط خبر دی ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عمرے کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں، میں ان کی ضمانت دیتی ہوں، وہ آپ کی خلافت کو تسلیم کرتے ہیں اور وہ بات کے سچے اور پکے ہیں۔ یہ بات سن کر سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: میری بیٹی خلاف واقعہ بات نہیں کہہ سکتی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی میرے نزدیک قابل اعتماد ہیں۔ یہ کسی نے بے پر کی اڑائی ہے کہ وہ بغاوت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے ہیں سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ، لہٰذا سبھی لوگ واپس چلے گئے، اس طرح سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بروقت پہنچ کر ایک غلط خبر کی بناء پر اٹھنے والے فتنے کو روک دیا۔ [1]

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے ابا جان کی شہادت

۴۰ ہجری میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا۔ علامہ ابن جریر، دینوری، ابن کثیر اور ابن اثیر وغیرہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ تین خارجی ایک جگہ اکٹھے ہوئے، ان میں سے ایک عبد الرحمٰن بن عمرو تھا جو ابن ملجم کے نام سے مشہور تھا، دوسرا برک بن عبد اللہ تمیمی تھا اور تیسرا عمرو بن بکر تمیمی تھا۔ یہ جنگ نہروان سے ایک ماہ بعد کا واقعہ ہے، تینوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اگر علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم تینوں کو قتل کر دیا جائے تو دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے لہٰذا ابن ملجم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی ذمے داری لی اور برک بن عبد اللہ تمیمی نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو قتل کرنا میرے ذمے ہے اور عمرو بن بکر تمیمی نے کہا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا میرے ذمے رہا۔ پھر انھوں نے یہ عہد کیا تینوں پر ایک ہی رات ایک ہی وقت میں قاتلانہ حملہ کیا جائے گا۔ ۴۰ ہجری کو رمضان کی ۱۷ تاریخ مقرر کی،

[1] تاریخ الطبری (۴/ ۵)۔

عبدالرحمٰن بن ملجم یہ مقصد لے کر کوفہ پہنچا اس کی ملاقات ایک نہایت ہی حسین وجمیل عورت سے ہوئی جس کا نام قطام تھا، اس کا باپ اور بھائی جنگ نہروان میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیئے تھے۔ ابن ملجم نے اس عورت کو شادی کا پیغام دیا، اس نے کہا: میں اس شرط پر تم سے شادی کروں گی کہ تم تین لاکھ درہم حق مہر ادا کرو، ایک غلام اور ایک مغنیہ عورت مجھے مہیا کرو گے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کرو گے اگر یہ شرائط منظور ہیں تو میں آپ کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس نے کہا: مجھے تیری تمام شرائط منظور ہیں جب طے شدہ رات آئی تو ابن ملجم نے اپنے گلے میں تلوار لٹکائی جو زہر میں بھگو رکھی تھی اور اس راستے میں منہ اندھیرے چھپ کر بیٹھ گیا جہاں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے جایا کرتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کیلئے گھر سے نکلے اور راستے میں حسب معمول یہ کہتے جا رہے تھے: اٹھو لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم کے پاس سے گزرے تو اس نے اچانک آپ کے سر پر تلوار کا وار کر دیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ گر پڑے لوگ یکدم اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا، ابن ملجم کو بھی قابو کیا ہوا تھا، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا آنسو بہاتی ہوئی آئیں اور انھوں نے جب ابن ملجم کو دیکھا تو نفرت بھرے انداز میں کہا: ارے اللہ کے دشمن! تو نے امیر المومنین کو قتل کیا ہے۔ اس ناہنجار نے کہا: میں تو انھیں امیر المومنین نہیں مانتا میں نے تو تیرے ابا جان کو قتل کیا ہے۔

انھوں نے روتے ہوئے کہا: میرے ابا جان کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اس موقع پر ابن ملجم نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار کو پورا ایک مہینہ زہر میں بھگوئے رکھا ہے اگر یہ اب بھی کام نہ دکھلاتی تو اس پر میں لعنت بھیجتا۔ تو نے اس پر کیا لعنت بھیجنی ہے تو تو خود ہی ملعون ہے۔

ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ابن ملجم نے اس موقع پر یہ کہا کہ میں نے ایک ماہ تلوار کو زہر لگایا، خوف کو اپنے سے دور بھگایا، امید کا دامن تھامے رکھا اور میں نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اگر اہل عکاظ پر ضرب لگاتا تو سبھی کو قتل کر دیتا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔ کہ ابن ملجم نے کہا: میں نے اس تلوار کو ایک ہزار درہم میں خریدا، ایک ہزار دفعہ اسے زہر لگایا، اگر یہ تلوار مصر والوں پہ چلا دیتا تو انھیں تہہ تیغ کر دیتا، کوئی بھی ان سے باقی نہ بچتا۔ [1]

---

[1] اعلام النساء (۴/ ۲۵۹)۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسی دن اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

بلاشبہ اہل اسلام کے لیے بالعموم اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لیے بالخصوص یہ مصیبت بہت بڑی تھی، ان کے خاوند اور ابا جان نماز فجر میں قتل کر دیئے گئے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بہت روئیں اور اسی طرح امامہ بنت ابی العاص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی بہت روئیں۔ یہ دونوں غم سے نڈھال تھیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور اس کے بیٹے زید رضی اللہ عنہ کی بہادری

زید بن عمر رضی اللہ عنہ کو شجاعت اپنے باپ سے ورثے میں ملی اور انھیں اپنی ماں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی طرف سے فصاحت وبلاغت اور جرأت ورثے میں ملی، تاریخ اور سوانح کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زید بن عمر رضی اللہ عنہ نہایت ہی خوبصورت تھے، عادات بہت عمدہ تھیں، کسی پر ظلم ہوتا ہوا دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔

وہ اپنی اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ میں دو خلیفوں یعنی سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کا بیٹا ہوں۔ ایک میرے ابا جان اور دوسرے میرے نانا جان۔ تاریخ، سیرت اور سوانح کی کتابوں میں ایک واقعہ منقول ہے جس سے سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا پتہ چلتا ہے۔

زید بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک وفد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے ملنے کے لیے گیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا۔ زید رضی اللہ عنہ ان تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ مجلس میں بسر بن ارطاۃ عامری قرشی بھی موجود تھا۔

اس نے زید بن عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے نانا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات کہی اور مذاق کے انداز میں انھیں مخاطب ہو کر کہا: ارے ابوتراب کے بیٹے!

یہ انداز دیکھ کر سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا انھوں نے کہا ارے تم مجھے کچھ کہہ رہے ہو تجھے میرے نانا کے بارے میں میری موجودگی میں جرأت کیسے ہوئی اور ساتھ ہی لاٹھی سے اس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا پھر اسے گردن سے پکڑ کر نیچے گرا لیا اور خود اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور کہنے لگے کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیٹا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نواسہ ہوں۔ اس طرح مجھے دو خلیفوں کا بیٹا ہونے کا شرف حاصل ہے اور ساتھ

ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ سب کچھ تمھاری وجہ سے ہوا۔ آج کے بعد ہم تیرے پاس نہیں آئیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تخت سے اتر کر ان کے پاس آئے دونوں کو الگ کیا۔ بسر بن ارطاۃ سے کہا: کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ اور کن عظیم ہستیوں کا چشم و چراغ ہے اور اسی طرح زید بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ پورے شام میں محترم شخصیت سمجھی جاتی ہے، جسے تو نے آج سر عام زخمی کر دیا۔ زید بن عمر رضی اللہ عنہ جانے لگے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں روک لیا، ان کے ماتھے کو چوما، انھیں راضی کیا اور انھیں کہا: تیرے والد محترم کی وجہ سے تو میں یہاں ہوں، ان کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں، تیرے ابا جان نے ہی تو مجھے یہاں کا گورنر بنایا تھا، میں نوعمر تھا ان سے ادب سیکھا۔ ان کے نقش قدم پر چلا، میں نے لوگوں پر قابو ہی ان کے تعاون کی وجہ سے پایا، پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم پیش کیے اور چار چار ہزار درہم وفد کے ہر فرد کی خدمت میں پیش کیے۔ وفد میں تقریباً بیس افراد تھے اور سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہ کے جتنے کام بھی تھے پورے کیے۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ کی بھی دلجوئی کی اور اس طرح دونوں کو خوش کر دیا۔

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور و معروف یہ بات کہی:

((اِنِّی لَاَرْفَعُ نَفْسِی مِنْ اَنْ یَکُوْنَ ذَنْبٌ اَعْظَمَ مِنْ عَفْوِی، وَجَهْلٌ اَکْثَرَ مِنْ حِلْمِی اَوْعَوْرَةٌ اُوَارِیْهَا بِسِتْرِی اَوْاِسَاءَةٌ اَکْثَرَ مِنْ اِحْسَانِی)) [1]

”میں اپنی ذات کو بالا رکھتا ہوں کہ گناہ میرے درگزر سے بڑھ جائے، جہالت میری بردباری سے زیادہ ہو جائے یا عیب کو میں اپنے پردے سے چھپاؤں یا برائی میرے احسان سے زیادہ ہو جائے۔“

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات

تاریخ اور سوانح کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے زید بن عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی دن فوت ہوئے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ جوانی میں فوت ہوئے، اس کی وجہ یہ بتائی

[1] تاریخ الطبری (۳/ ۲۶۷)، تاریخ الاسلام عهد معاویة رضی اللہ عنہ (ص:۵۸، ۵۹)، ربیع الابرار (۵/ ۳۰۴)، نساء من عصرا تابعین (۱/ ۱۵۵، ۱۵۶)، سیر اعلام النبلاء (۳/ ۵۰۲)، مختصر تاریخ دمشق (۹/ ۱۶۰)، الکامل لا بن الاثیر (۴/ ۱۲)، العقد الفرید (۴/ ۳۶۵)

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

خزیمہ بن مدرکہ

- کنانہ
  - نضر
  - مالک
  - فہر
  - غالب
  - لوی
  - کعب
  - مرہ
  - کلاب
  - قصی
  - عبد مناف
  - ہاشم
  - عبدالمطلب
  - امیمہ
- ہون
- اسد
  - دودان
  - غنم
  - کبیر
  - مرہ
  - صبرہ
  - یعمر
  - رئاب
  - جحش

جحش اور امیمہ کی اولاد:

عبیداللہ — عبداللہ — ابواحمد (عبد) — سیدہ زینب رضی اللہ عنہا — حمنہ رضی اللہ عنہا

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھا۔
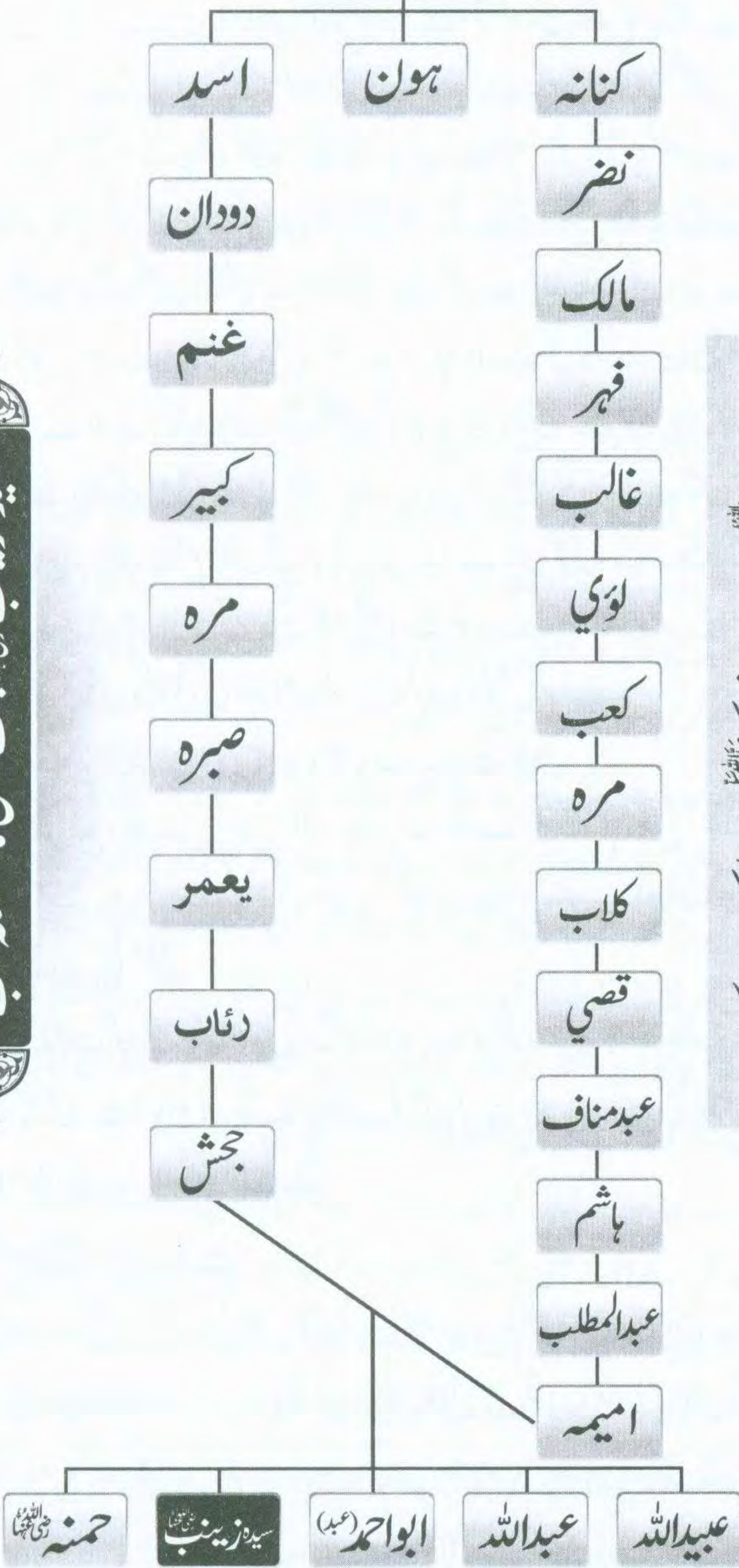
جاتی ہے کہ ایک دفعہ بنی عدی میں رات کے وقت لڑائی ہوگئی، یہ مصالحت کی غرض سے ان کے پاس گئے تا کہ انھیں سمجھایا جائے، رات کی تاریکی میں کسی نے ان پر تلوار سے حملہ کر دیا اور یہ اپنے گھوڑے سے گر پڑے، لوگوں نے زید، زید کا شور مچا دیا۔ آپ سواری سے گرتے ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ [1] بعض کہتے ہیں کہ آپ کی موت پتھر لگنے کی وجہ سے ہوئی۔ یہ اندوہناک خبر سن کر ان کی والدہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا روتی ہوئی وہاں پہنچیں۔ اتفاق دیکھئے کہ آج بھی فجر کا وقت تھا، غم سے نڈھال فرمانے لگیں: میرا خاوند عمر رضی اللہ عنہ، میرا باپ علی رضی اللہ عنہ اور میرا بیٹا زید بن عمر رضی اللہ عنہ تینوں نماز فجر کے وقت ہی قتل کیے گئے، غم کی شدت کی وجہ سے وہ بھی غش کھا کر گر پڑیں اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اس طرح دونوں ماں اور بیٹا ایک ہی دن فوت ہوئے۔ [2]

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنت البقیع کی طرف لے جایا گیا، جنازے کے آگے آگے عبداللہ بن عمر، حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنی بہن اور بھانجے کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنی والدہ اور بھائی کا جنازہ پڑھائیں۔ [3] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جناہ پڑھائی، پہلے زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی میت کو رکھا گیا، اس کے بعد ان کی والدہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت کو رکھا اور انھوں نے چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی اور سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما نے ان کی امامت میں نماز پڑھی۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی۔ ان کی موت سے تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا لیکن انھوں نے بڑی خوشگوار یادیں چھوڑیں، اللہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے راضی ہو۔ انھیں اپنی رحمت میں جگہ دے اور انھیں جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ (آمین) اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلاً صَالِحًا يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْدًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

❀❀❀❀

---
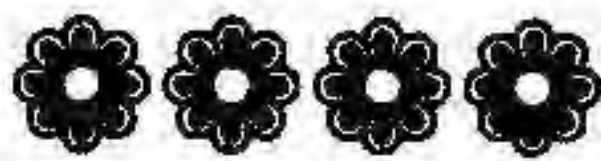
[1] المنمق لا بن حبیب (ص:۳۰۹، ۳۱۲)۔

[2] المنمق (ص:۳۱۳)، اسدالغابۃ (۶/ ۳۸۷)۔

[3] مختصر تاریخ دمشق (۹/ ۱۶۲)، المنمق (ص:۳۱۲)۔

کتابیات

۱۔ القرآن الکریم
۲۔ الجامع الصحیح للبخاری
۳۔ الصحیح لمسلم
۴۔ سنن ابی داؤد
۵۔ سنن النسائی
۶۔ سنن الترمذی
۷۔ سنن ابن ماجه
۸۔ مسند الامام احمد
۹۔ مسند ابی یعلی الموصلی
۱۰۔ البدایة والنهایة لابن کثیر
۱۱۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی
۱۲۔ فضائل الصحابه للامام احمد بن حنبل
۱۳۔ طبقات ابن سعد
۱۴۔ اسد الغابة فی معرفة الصحابة لابن کثیر
۱۵۔ مجمع الزوائد للهیثمی
۱۶۔ الاستیعاب لابن عبدالبر
۱۷۔ الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر العسقلانی
۱۸۔ شفاء الغرام باخبار البلد الحرام للفاسی
۱۹۔ جامع الاصول لابن الاثیر
۲۰۔ المحبر لابن حبیب
۲۱۔ جوامع السیرة النبویة لابن حزم الاندلسی
۲۲۔ زاد المعاد لابن قیم الجوزیة
۲۳۔ عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر لابن سید الناس
۲۴۔ انساب الاشراف للبلاذری
۲۵۔ تهذیب الاسماء واللغات للنووی
۲۶۔ تاریخ الاسلام للذهبی
۲۷۔ ازواج النبی للصالحی
۲۸۔ المواهب اللدنیه بالمنح المحمدیه للقسطلانی
۲۹۔ درالسحابة فی مناقب القرابة والصحابة للشوکانی

۴۰۔ نسب قریش لمصعب الزبیری
۴۱۔ نہایة الارب لاحمد بن عبدالوھاب النویری
۴۲۔ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر
۴۳۔ کنز العمال لعلاء الدین علی المتقی الھندی
۴۴۔ اعلام النسآء لعمر رضاء کحالہ
۴۵۔ صفة الصفوة لابن الجوزی
۴۶۔ تفسیر القرطبی
۴۷۔ المستدرك للحاکم
۴۸۔ المعرفة والتاریخ للسوی
۴۹۔ اخبار مکہ للازرقی
۵۰۔ تلقیح فھوم الاثر فی عیون التاریخ والسیر لابن الجوزی
۵۱۔ السیرة النبویة لابن ھشام
۵۲۔ السیرة الحلبیة لعلی بن برھان الدین الحلبی
۵۳۔ جلاء الافھام لابن قیم الجوزیہ
۵۴۔ الروض الانف للسھیلی
۵۵۔ دلائل النبوة للبیھقی
۵۶۔ جمھرة انساب العرب لابن حزم الاندلسی
۵۷۔ الکامل لابن اثیر
۵۸۔ السمط الثمین للمحب الطبری
۵۹۔ شذرات الذھب لابن العماد الحنبلی
۶۰۔ المجتبی من المجتنی لابن الجوزی
۶۱۔ المغازی للواقدی
۶۲۔ غرر التبیان فی من لم یسم فی القرآن لابن جماعة الحموی
۶۳۔ حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نعیم الاصفھانی
۶۴۔ الزھد للامام احمد بن حنبل
۶۵۔ تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلانی
۶۶۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی
۶۷۔ بلاغات النسآء للطیفور
۶۸۔ وفیات الاعیان لا بن خلکان
۶۹۔ العبر فی خبر من غبر للذھبی
۷۰۔ العقد الفرید لابن عبدالبر

۷۱۔ الوافی بالوفیات للصفدی
۷۲۔ مروج الذهب ومعاون الجوهر للمسعودی
۷۳۔ تقریب التهذیب لابن حجر للعسقلانی
۷۴۔ مفحمات الاقران للسیوطی
۷۵۔ تاریخ الامم والملوك لمحمد بن جریر الطبری
۷۶۔ فتوح البلدان للبلاذری
۷۷۔ حیاة الصحابة للکاندهلوی
۷۸۔ حجة الله علی العالمین لیوسف النبهانی
۷۹۔ نور الابصار
۸۰۔ وفاء الوفاء للسمهودی
۸۱۔ تاریخ الخمیس
۸۲۔ دیوان حسان بن ثابت
۸۳۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری لابن حجر العسقلانی
۸۴۔ الاسماء لمبهمة فی الاتباء المحکمة للخطیب البغدادی
۸۵۔ تحفة الاحوذی للمبارکفوری
۸۶۔ المعارف لابن قتیبه
۸۷۔ تاریخ الیعقوبی
۸۸۔ الفتوحات الربانیة
۸۹۔ الاعلام لخیر الدین الزرکلی
۹۰۔ الاوائل لابی هلال العسکری
۹۱۔ الاستبصار من نسب الصحابه من الانصار لابن قدامة المقدسی
۹۲۔ اسباب النزول عن الصحابه والمفسرین لعبد الفتاح القاضی
۹۲۔ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی
۹۳۔ بهجة المجالس لابن عبدالبر
۹۴۔ ربیع الابرار ونصوص الاخبار للزمخشری
۹۵۔ الریاض النضرة فی مناقب العشرة للمحب الطبری
۹۶۔ ازواج النبی ﷺ واولاده لابی عبیدة
۹۷۔ اغاثة اللهفان من مصاید الشیطان لابن قیم الجوزیة
۹۸۔ حادی الارواح الی بلاد الافراح لابن قیم الجوزیة
۹۹۔ السیر والمغازی لابن اسحاق
۱۰۰۔ الاغانی لابی الفرج الاصفهانی

امام خامس امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب

خاندانِ علی اور خاندانِ صدیق میں گہری محبت کا ثبوت

خاندانِ علی رضی اللہ عنہ

خاوند — سیدنا علی رضی اللہ عنہ

بیوی — سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

اولاد: حسین رضی اللہ عنہ — علی زین العابدین — محمد الباقر

خاندانِ صدیق رضی اللہ عنہ

خاوند — ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

بیوی — اسماء بنت عمیس

بیوی — ام رومان

اولاد: محمد — قاسم

اولاد: عبدالرحمٰن — اسماء

ام فروہ

عبداللہ — امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا نام اسماء بنت عمیس اور **دوسری کا نام ام رومان** تھا۔ اسماء بنت عمیس سے **بیٹا محمد** پیدا ہوا اور ام رومان سے **بیٹا عبدالرحمٰن** پیدا ہوا۔ **محمد رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹا ہوا** جس کا نام قاسم رکھا گیا۔ اور **عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹی** ہوئی جس کا نام اسماء رکھا گیا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے قاسم بن محمد سے کر دیا۔ ان کے ہاں **ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ام فروہ** رکھا گیا۔

اس **ام فروہ** کی شادی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے پوتے یعنی جناب علی المعروف زین العابدین کے بیٹے محمد سے ہوئی۔ یہی محمد امام باقر کے نام سے معروف ہیں۔ **محمد اور ام فروہ کے نکاح کے نتیجہ میں دو بیٹے پیدا ہوئے** ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام جعفر رکھا گیا۔ یہی بیٹا **امام جعفر صادق** رحمہ اللہ کے نام سے معروف ہوا۔

اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی عداوت ہوتی تو ان کی پوتی کا رشتہ اولادِ علی میں کبھی قبول نہ کیا جاتا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نواسہ جناب زید بن عمر بن خطاب

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا منہ بولتا ثبوت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ — سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

زینب رضی اللہ عنہا — رقیہ رضی اللہ عنہا — ام کلثوم رضی اللہ عنہا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

زید — رقیہ
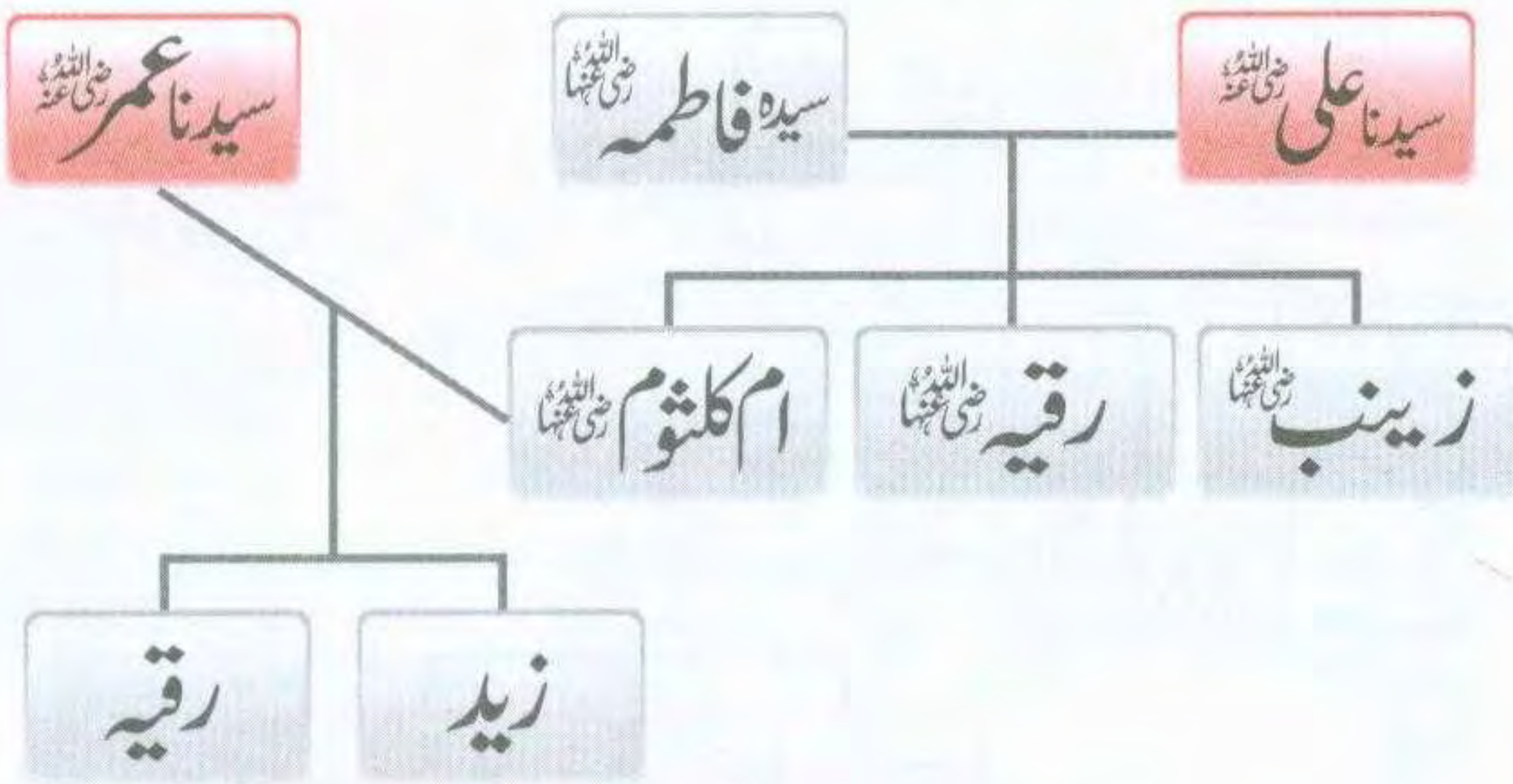
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اسی نواسے جناب زید بن عمر نے فرمایا تھا: میں دو خلفاء کا بیٹا ہوں

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے **سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تین بیٹیاں** تھیں: ان میں سے **ایک بیٹی ام کلثوم** کی شادی **سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ** سے ہوئی۔ ان سے **ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ** پیدا ہوئے۔ یہ رشتہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی قسم کی عداوت نہیں تھی، اگر ایسا ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ انہیں اپنی بیٹی کا رشتہ کیوں دیتے؟ انہیں اپنا داماد کیوں بناتے؟ ......

......سچ تو یہ ہے کہ ......

ان کے درمیان کسی قسم کی عداوت کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔

ان کا آپس میں بہت پیار اور دلی لگاؤ تھا۔

اہل بیت اور نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائیوں کے مابین رشتہ داریاں

عبد مناف
عبد شمس
امیہ
عبد العزی
ربیع
ابو العاص 2
امامہ 3
حبیب
ربیعہ
کریز
عامر
عبداللہ 5
ابو العاص
عفان
عثمان
حکم
مروان
عبدالعزیز
ام البنین 10
عبدالملک 6
معاویہ 4
ہشام
سلیمان 13
ولید 8 7
حرب
ابو سفیان
ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 1
عتبہ
ولید 12
معاویہ رضی اللہ عنہ
یزید 9
خالد
عبداللہ 11
ہاشم
عبدالمطلب
عباس
عبداللہ
لبابہ 12
ابو طالب
جعفر رضی اللہ عنہ
محمد رضی اللہ عنہ
رملہ 13
عبداللہ
ام کلثوم 9
ام ابیہا 6
علی رضی اللہ عنہ 3
عباس
عبداللہ
نفیسہ 11
حسین
سکینہ 10
خدیجہ 5
رملہ 4
حسن
زید
نفیسہ 8
حسن
زینب 7
عبداللہ
محمد ﷺ 1
زینب 2

ایک جیسے نمبر میاں بیوی کے رشتے کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً: نبی اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ 1 لکھا ہے اور دوسری طرف سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ 1 لکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپس میں میاں بیوی ہیں۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: محمد، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صلب سے میرا بیٹا ہے۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (شہید ہو گئے)

عبداللہ — عون — محمد

پہلے شوہر اور اولاد

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

دوسرے شوہر اور اولاد

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (وفات پا گئے)

محمد

تیسرے شوہر اور اولاد

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (شہید ہو گئے)

یحییٰ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے مرض اور وفات کا سبب بنا۔
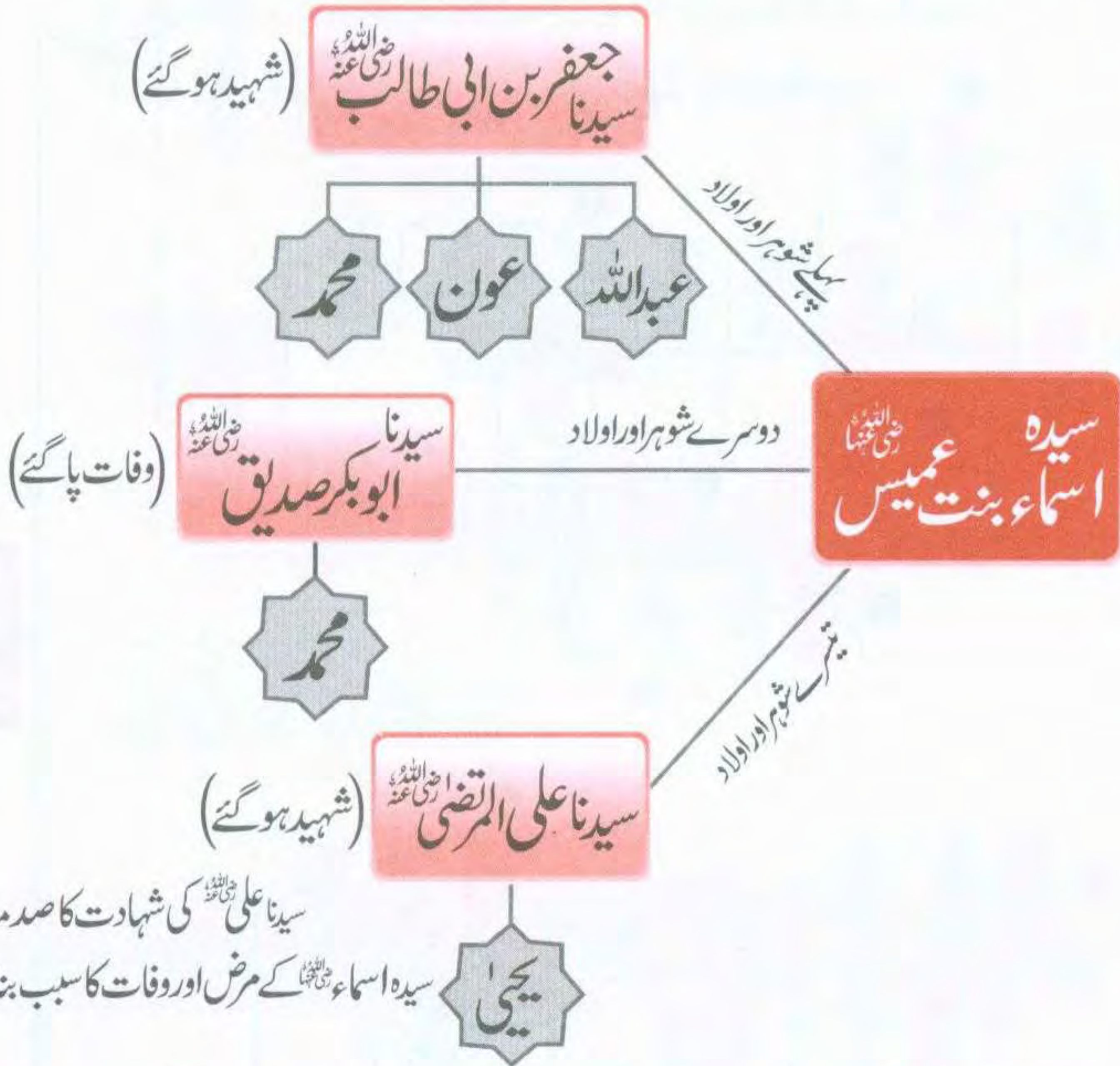
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ اس وقت ان کی گود میں **سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیٹا محمد** تھا۔ **تو اس بیٹے محمد بن ابی بکر** کی پرورش سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بڑے پیار اور شفقت کے ساتھ کی۔ اور ان کو مصر کا امیر بنایا۔

اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی رنجش ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی ان کے بیٹے کی اس طرح لاڈ پیار کے ساتھ پرورش نہ کرتے اور نہ ہی انہیں مصر کی امارت سونپتے۔ یہ سب آپس میں محبت اور مودت کا بے مثال مظہر ہے۔

معروف ماہر انساب ابن کلبی کا خیال ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا عون بھی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا۔ البتہ دیگر علماء نے یہ بیان نہیں کیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی خاندان بنوامیہ کی بہو بنی

دونوں خاندانوں کے پیار کا زبردست ثبوت

خاندان بنوامیہ	خاندان بنوہاشم	
امیہ	عبدالمطلب	
	(خاندان علی رضی اللہ عنہ) ابوطالب	حارث
ابوالعاص	علی رضی اللہ عنہ	سفیان
حکم	رملہ	ابوہیاج عبداللہ
مروان		
معاویہ		
سیدہ رملہ کا دوسرا خاوند		سیدہ رملہ کا پہلا خاوند

توضیحات

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی سیدہ رملہ بنت علی رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کے پوتے ابوہیاج عبداللہ سے ہوئی۔ اس کی وفات کے بعد سیدہ رملہ بنت علی رضی اللہ عنہا کی شادی بنوامیہ کے چشم وچراغ معاویہ بن مروان بن حکم سے ہوئی۔ یہ معاویہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی کا بیٹا تھا۔ اگر ان خاندانوں کے مابین کچھ بھی اختلاف یا عداوت ہوتی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اپنی بیٹی بنوامیہ کی بہو نہ بنتی۔

اولادِ علی رضی اللہ عنہ میں پسندیدہ اور محبوب نام

بغض وعناد کے قصوں کے من گھڑت اور جھوٹ ہونے کا بہترین ثبوت

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حسن رضی اللہ عنہ ★ عباس ★ ابوبکر ★ حسین رضی اللہ عنہ ★ عمر ★ عثمان

حسن رضی اللہ عنہ: عمر — ★ ابوبکر

حسین رضی اللہ عنہ: ★ عمر — علی زین العابدین

علی زین العابدین: عمر — خدیجہ — محمد الباقر — عثمان

محمد الباقر: جعفر صادق — خدیجہ

جعفر صادق: عباس — موسیٰ الکاظم — عائشہ

موسیٰ الکاظم: عمر — عائشہ — علی رضا — ابوبکر — خدیجہ

علی رضا: محمد الجواد — عائشہ

ابوبکر، عمر، عثمان اور عائشہ وغیرہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی نظر میں محبوب نام تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد نے ان ناموں کو کیوں پسند کیا؟ کیا کوئی اپنے دشمن یا برے لوگوں کے نام سے اپنے بچوں کے نام رکھتا ہے؟ دراصل یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت کا بے مثال اور ناقابلِ انکار ثبوت ہے۔ اگر ان لوگوں کے درمیان دشمنیاں ہوتیں تو اتنی پشتوں تک یہ نام پسندیدہ نہ ہوتے۔

★ کا نشان شہدائے کربلا کو واضح کرتا ہے۔

خواتین اہل بیت

میں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا ہی چلا گیا۔ افسانوں اور ناولوں سے زیادہ دلچسپ ہے۔ جب قاری ایک دفعہ شروع کرتا ہے تو پھر شروع کیا گیا باب مکمل کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی شان میں محبت کے سمندر میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس بے مثال کتاب کا نام

''محبت کا سمندر''

رکھتا اور تمام اہل ایمان کو اس میں غوطہ زن ہونے کا مشورہ دیتا۔ یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ کی پاکیزہ بیٹیوں اور نواسیوں کی درخشندہ سیرت کی ایک تابناک جھلک ہے۔ میں نے جب اسے پہلی بار پڑھا تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے...... کیوں؟ ...... یہ آپ کو کتاب پڑھ کر پتہ چل جائے گا...... میں اس کتاب کے مطالعہ کے دوران بار بار زار و قطار رونے لگتا...... حتیٰ کہ مجھ سے کتاب پڑھی نہ جاتی اور میں اسے بند کر کے رکھ دیتا۔ جب طبیعت سنبھلتی تو پھر پڑھنے لگتا...... اس لیے کہ اس میں امام کائنات، سرورِ کائنات آقائے دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت والفت کی اور وفا و قربانیوں کی داستانیں ہی ایسی ہیں کہ پڑھنے کے بعد قاری کا دل چاہتا ہے وہ خود آقا پر قربان ہو جائے۔ وہ خواتین کہ جو بیوی، بیٹی اور ماں کے روپ میں دنیا میں موجود ہیں' کے لیے تو یہ خاص تحفہ ہے۔ اسے عرب دنیا کے مشہور عالم و سکالر احمد خلیل جمعہ نے تحریر کیا ہے جبکہ اردو قالب میں مداح صحابہ مولانا محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ نے ڈھالا ہے۔ پاکستان میں یہ پہلی بار دارالابلاغ کے پلیٹ فارم سے منظر عام پر آئی ہے۔ اس کتاب کو خریدئے، گفٹ دیجئے، خود پڑھیے اور محبتوں کے سمندر میں مسحور کن اور مسرور کن غوطے لگائیے، کہ جو آپ کے جنتوں کے پر فضاء باغات میں ہمیشہ رہنے کا سبب بن جائیں۔ آمین۔

محمد طاہر نقاش

دارالابلاغ
DARULIBLAGH
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ
NoonPrinters 0321-4167895, 4503606